



الأساسية للصحة للكويت
Kuwait Ancel Public Foundation

وزارة اوقاف و اسلامی امور، کویت



موسوعه فقہیہ

جلد - ۹

بیع - بئیکہ

موسوعه فقهيہ

شائع کر رہے

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

© جملہ حقوق بحق وزارت اوقاف و اسلامی امور کویت محفوظ ہیں

پوسٹ بکس نمبر ۱۳، وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

اردو ترجمہ

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-F، جوگابائی، پوسٹ بکس 9746، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

فون: 26982583, 26981779-11-91

Website: <http://www.ifa-india.org>

Email: ifa@vsnl.net

اشاعت اول : ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

ناشر

جینوین پبلیکیشنز اینڈ میڈیا (پرائیویٹ لمیٹڈ)

Genuine Publications & Media Pvt. Ltd.

B-35, Basement, Opp. Mogra House

Nizamuddin West, New Delhi - 110 013

.....Tel: 24352732, 23259526,

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

موسوعه فقہیہ

اردو ترجمہ

جلد - ۹

بیع — بیئۃ

مجمع الفقہ اسلامی الہند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً
فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي
الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(سورہ توبہ، ۱۲۲)

”اور مومنوں کو نہ چاہئے کہ (آئندہ) سب کے سب نکل کھڑے ہوں، یہ کیوں نہ ہو کہ
ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے، تاکہ (یہ باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ
حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس
آجائیں ڈراتے رہیں، عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں!“۔

”من یرد اللہ بہ خیراً

یفقہہ فی الدین“

(بخاری و مسلم)

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔“۔

فہرست موسوعہ فقہیہ

جلد - ۹

صفحہ	عنوان	فقہہ
۲۲-۲۳	بیع	۶۷-۱
۲۳	تعریف	۱
۲۵	متعلقہ الفاظ: ہبہ، وصیت، اجارہ، صلح اور تقسیم	۲
۲۶	شرعی حکم	۶
۲۹-۳۷	بیع کی تقسیم	۱۷-۸
۲۸-۳۷	اول: بیع کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۲-۹
۳۷	بیع مطلق	۹
۳۷	بیع سلم	۱۰
۳۷	بیع صرف	۱۱
۳۸	بیع مقایضہ	۱۲
۳۸	دوم: شمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۵-۱۳
۳۸	بیع مساومہ	۱۳
۳۸	بیع مزایدہ	۱۴
۳۸	بیوع امانت	۱۵
۳۸	سوم: شمن کی کیفیت کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۶
۳۹	چہارم: حکم شرعی کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۷
۳۵-۳۹	بیع کے ارکان و شرائط	۳۲-۱۸
۳۰	صیغہ اور اس کے شرائط	۲۰
۳۲	لین دین سے بیع کا منعقد ہونا	۲۲
۳۳	تحریر اور پیغام کے ذریعہ بیع کا انعقاد	۲۵

صفحہ	عنوان	فقہہ
۳۳	کو نئے وغیرہ کی طرف سے اشارہ کے ذریعہ بیع کا انعقاد	۲۶
۳۳-۳۵	شرائط بیع	۲۷-۳۲
۳۳-۳۵	شروط بیع	۲۸-۳۲
۳۴	عقد کے وقت بیع کا موجود ہونا	۲۸
۳۴	بیع کا مال ہونا	۲۹
۳۴	بیع کا عقد کرنے والے کی ملکیت ہونا	۳۰
۳۵	بیع کا مقدر اور لتسلیم ہونا	۳۱
۳۵	بیع کا عاقدین میں سے ہر ایک کے لئے معلوم ہونا	۳۲
۳۵-۴۶	بیع، اس کے احکام اور احوال	۳۳-۴۷
۳۵	اول: تعیین بیع	۳۳
۳۶	دوم: بیع کی معرفت اور اس کی تعیین کا وسیلہ	۳۴
۳۷-۴۲	سوم: بیع کی شمولیت	۳۵-۴۲
۳۷	ملکھات بیع	۳۵
۳۸	بیع سے استثناء	۳۶
۴۰	بیع اصول	۳۷
۴۲	پہلوں کی بیع	۴۲
۴۲	چہارم: بیع کی موجودگی اور غیر موجودگی	۴۳-۴۴
۴۲	الف۔ بیع کی موجودگی	۴۳
۴۳	ب۔ بیع کی غیر موجودگی	۴۴
۴۴-۴۶	پنجم: قبضہ سے پہلے بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور	۴۵-۴۷
۴۴	الف۔ بیع جزا (انگل سے بیع کرنا)	۴۶
۴۴	ب۔ بیع مقدرات (متعینہ مقدر کی بیع)	۴۷

صفحہ	عنوان	فقہ
۵۰-۴۶	ثمن کے احکام و احوال	۵۳-۴۸
۴۶	اول: ثمن کی تعریف	۴۸
۴۷	تسعیر (زرخ متعین کرنے) کا حکم	۴۹
۴۷	دوم: کون چیز ثمن بن سکتی ہے اور کون نہیں	۵۰
۴۸	سوم: ثمن کی تعین اور اس کو بیع سے ممتاز کرنا	۵۱
۴۹	چہارم: ثمن کو مبہم رکھنا	۵۲
۴۹	پنجم: رأس المال کے مد نظر ثمن کی تحدید	۵۳
۵۶-۵۰	بیع و ثمن کے مشترکہ احکام	۵۹-۵۴
۵۰	اول: بیع یا ثمن میں زیادتی کرنا	۵۴
۵۰	دوم: بیع یا ثمن میں کمی کرنا	۵۵
۵۱	سوم: زیادتی یا کمی کے آثار	۵۶
۵۳	چہارم: غیر کے حق میں زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے موافق	۵۷
۵۴	پنجم: بیع یا ثمن کو سپرد کرنے کے اخراجات	۵۸
۵۵	ششم: بیع یا معین ثمن کا کلی یا جزوی طور پر سپردگی سے قبل ہلاک ہونا	۵۹
۶۲-۵۶	بیع پر مرتب ہونے والے آثار	۶۶-۶۰
۵۶	اول: ملکیت کی منتقلی	۶۰
۵۷	دوم: نقد ثمن کی ادائیگی	۶۱
۵۸	عوضین میں سے کسی ایک کی ادائیگی کا آغاز	۶۲
۵۸	پہلی حالت - دونوں عوض معین ہوں (مقایضہ) یا دونوں ثمن ہوں (صرف)	۶۳
۵۹	دوسری حالت - ایک عوض متعین اور دوسرا ذمہ میں دین ہو	۶۴
۵۹	ادائیگی نہ کر سکنے کی وجہ سے دوطرفہ واپسی کی شرط لگانا	۶۵
۶۰	سوم - بیع کو سپرد کرنا	۶۶
۶۲	بیع کی انتہاء	۶۷

صفحہ	عنوان	فقیرہ
۶۷-۶۳	بیع آتجر ار	۱۶-۱
۶۳	تعریف	۱
۶۳	متعلقہ الفاظ: بیع بالتعاہی	۲
۶۷-۶۳	بیع آتجر ار سے متعلق احکام	۱۶-۳
۶۳	مذہب حنفیہ	۳
۶۳	مذہب مالکیہ	۷
۶۵	مذہب شافعیہ	۱۱
۶۵	مذہب حنابلہ	۱۳
۶۷	بیع استننامہ	
	دیکھئے: استرسال	
۷۲-۶۸	بیع امانت	۱۵-۱
۶۸	تعریف	۱
۷۰-۶۸	بیع امانت کی انواع	۱۰-۲
۶۸	بیع الوفاء	۵
۶۹	بیع المراءحہ	۶
۶۹	بیع اتولیہ	۷
۶۹	بیع الاشراک	۸
۶۹	بیع الوضعیہ	۹
۶۹	بیع المسترسل	۱۰
۷۰	بیوع امانت میں خیانت کا حکم	۱۱
۸۱-۷۲	بیع باطل	۱۶-۱
۷۲	تعریف	۱
۷۳	متعلقہ الفاظ: بیع صحیح، بیع فاسد اور بیع مکروہ	۲
۷۳	شرعی حکم	۵

صفحہ	عنوان	فقہ
۷۴	بطان بیع کے اسباب	۶
۸۱-۷۶	بیع باطل سے متعلق احکام	۸-۱۶
۷۶	الف۔ تر او (باہمی واپسی)	۹
۷۷	ب۔ بیع میں تصرف	۱۰
۷۷	ج۔ ضمان	۱۱
۷۸	د۔ بیع باطل کی تجزی	۱۲
۷۹	ھ۔ بیع باطل کی تصحیح	۱۳
۸۹-۸۲	بیع التلجہ	۱-۱۷
۸۲	تعریف	۱
۸۲	متعلقہ الفاظ: بیع وفاء، بیع مکروہ اور بیع ہازل	۲
۸۳	بیع کے علاوہ میں تلجہ	۵
۸۸-۸۴	بیع التلجہ کی قسمیں	۶-۱۶
۸۵-۸۴	قسم اول: تلجہ نفس بیع میں ہو	۷-۹
۸۴	نوع اول: تلجہ انشاء بیع میں ہو	۷
۸۵	نوع دوم: اترار بیع میں تلجہ ہو	۹
۸۸-۸۵	قسم دوم: وہ بیع جس میں تلجہ شمن یا بدل میں ہو	۱۰-۱۶
۸۵	نوع اول: وہ بیع جس میں تلجہ مقدر شمن میں ہو	۱۰
۸۶	نوع دوم: وہ بیع جس میں تلجہ جنس شمن میں ہو	۱۱
۸۸	فروخت کنندہ اور خریدار کے مابین اختلاف کا اثر	۱۷
۸۹	بیع التولیہ	
	دیکھئے: اتولیہ	
۸۹	بیع الثنیہ	
	دیکھئے: بیع الوفاء	

صفحہ	عنوان	فقہ
۸۹-۹۲	بیع جبری	۹-۱
۸۹	تعریف	۱
۸۹	متعلقہ الفاظ: اکراہ علی البیع، بیع تلجہ	۲
۹۰	شرعی حکم	۳
۹۰	مدیون کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرنا	۵
۹۱	بیع مرہون	۶
۹۱	مخسّر (ذخیرہ اندوز) کفر و خنگی پر مجبور کرنا	۷
۹۱	واجب نفقہ کے لئے بیع پر مجبور کرنا	۸
۹۲	شفعہ کی وجہ سے جبر الیما	۹
۹۲-۱۰۰	بیع جزاف	۱۱-۱
۹۲	تعریف	۱
۹۲	شرعی حکم	۲
۹۳	بیع جزاف کی شرائط	۳
۹۳	غلہ کا ڈھیر اُکل سے فروخت کرنا	۴
۹۳	اُکل کی بیع کے وقت لاج کے ڈھیر کی جگہ کا برابر ہونا	۵
۹۵	پیمائش کی جانے والی اشیاء اور متفاوت عدوی اشیاء کی بیع جزاف	۶
۹۵	خریدار اور فروخت کنندہ میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے ساتھ بیع جزاف	۷
۹۶	مال ربوی کی ہم جنس سے اُکل کی بیع	۸
۹۶	بیع میں کسی معلوم چیز کا یا اُکل کا اُکل میں ضم کرنا	۹
۹۸	بیع کا طے شدہ مقدار سے کم یا زیادہ نکلتا	۱۱
۱۰۱-۱۰۷	بیع الحاضر للبادی	۲۲-۱
۱۰۱	تعریف	۱
۱۰۲	اس بیع سے ممانعت	۳
۱۰۳	بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کی علت	۵

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۰۳		۷ ممانعت کی قیود
۱۰۵		۱۶ بیع الخاضر للبادی کا حکم
۱۰۸-۱۱۰	بیع الحصة	۱۱-۱
۱۰۸		۱ تعریف
۱۰۹		۷ بیع الحصة کا حکم
۱۱۰	بیع سلم	
		دیکھئے: سلم
۱۱۰	بیع صرف	
		دیکھئے: صرف
۱۱۱-۱۱۳	بیع عرایا	۵-۱
۱۱۱		۱ تعریف
۱۱۱		۲ اس کا حکم
۱۱۳-۱۱۵	بیع عربون	۶-۱
۱۱۳		۱ تعریف
۱۱۳		۲ اجمالی حکم
۱۱۳		۳ بیع عربون کے اہم ترین احکام
۱۱۵	بیع عہدہ	
		دیکھئے: بیع الوفاء
۱۱۵-۱۱۷	بیع عینہ	۵-۱
۱۱۵		۱ تعریف
۱۱۶		۲ بیع عینہ کی صورت
۱۱۶		۳ اس کا حکم

صفحہ	عنوان	فقہہ
۱۱۸	بیع غرر	دیکھئے: غرر
۱۳۵-۱۱۸	بیع فاسد	۴۰-۱
۱۱۸	تعریف	۱
۱۱۹	متعلقہ الفاظ: بیع صحیح، بیع باطل، بیع مکروہ، بیع موقوف	۲
۱۲۰	شرعی حکم	۶
۱۲۴-۱۲۰	اسباب فساد	۱۶-۷
۱۲۰	الف۔ ضرر اٹھائے بغیر سپرد کرنے کی قدرت نہ ہونا	۸
۱۲۱	ب۔ بیع یا ثمن یا اجل کی جہالت	۹
۱۲۱	ج۔ بیع بالا کراہ (زبردستی کی بیع)	۱۱
۱۲۲	د۔ شرط مفسد	۱۲
۱۲۳	ھ۔ عقد میں توقيت کا ہونا	۱۳
۱۲۳	و۔ عقد میں ربا کا ہونا	۱۴
۱۲۳	ز۔ بیع بالغرر (غرر کے ساتھ بیع)	۱۵
۱۲۳	ح۔ قبضہ سے قبل منقول کی بیع	۱۶
۱۲۴	فساد کی تجزی	۱۷
۱۲۴	بیع فاسد کی مثالیں	۱۸
۱۳۵-۱۲۶	بیع فاسد کے آثار	۴۰-۲۱
۱۲۷	اول: قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا	۲۲
۱۲۸	ملکیت کی منتقلی قیمت کے ذریعہ نہ کہ متعین کردہ ثمن کے ذریعہ	۲۳
۱۲۸	دوم: استحقاق فسخ	۲۵
۱۲۹	شرائط فسخ	۲۶
۱۲۹	فسخ کا اختیار کس کو ہے	۲۷
۱۳۰	بیع فاسد کے فسخ کا طریقہ	۲۸
۱۳۰	حق فسخ کو باطل کرنے والی چیزیں	۲۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۳۰	پہلی صورت: بیع ناسد والے بیع میں قولی تصرف	۳۰
۱۳۲	دوسری صورت: بیع ناسد کی بیع میں کئے جانے والے تصرفات	۳۳
۱۳۳	سوم: (بیع ناسد کے احکام میں سے) بیع ناسد کے بیع اور ثمن میں نفع کا حکم	۳۶
۱۳۳	چہارم: بیع ناسد کا تصحیح کو قبول کرنا	۳۷
۱۳۴	پنجم: بیع کے ہلاک ہو جانے پر ضمان	۳۸
۱۳۴	ششم: بیع ناسد میں خیار کا ثبوت	۴۰
۱۳۴-۱۳۵	بیع الفضولی	۱۹-۱
۱۳۵	تعریف	۱
۱۳۶	شرعی حکم	۲
۱۳۶	اجمالی حکم	۳
۱۳۶	دلائل	۴
۱۳۸	الف۔ بیع میں فضولی کا تصرف	۶
۱۴۲	ب۔ خریداری میں فضولی کا تصرف	۱۶
۱۴۴-۱۵۹	بیع مالم یقبض	۱۴-۱
۱۵۰	قبضہ سے قبل ممنوع تصرف کا ضابطہ	۶
۱۵۳	قبضہ کی تحدید اور اس کا تحقق	۱۰
۱۵۶	قبضہ سے قبل صدقہ یا ہبہ کی بیع	۱۳
۱۵۹-۱۶۰	بیع محاتلہ	۲-۱
۱۵۹	تعریف	۱
۱۵۹	بیع محاتلہ کا حکم	۲
۱۶۰	بیع مراہمہ	
	دیکھئے: مراہمہ	

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۶۰-۱۶۱	بیع مزایانہ	۲-۱
۱۶۰	تعریف	۱
۱۶۱	بیع مزایانہ کا حکم	۲
۱۶۲	بیع مزاییدہ	دیکھئے: مزاییدہ
۱۶۲	بیع مساومہ	دیکھئے: مساومہ
۱۶۲	بیع مستمر سل	دیکھئے: استمرار
۱۶۲-۱۶۳	بیع ملامسہ	۴-۱
۱۶۳-۱۶۵	بیع منابذہ	۲-۱
۱۶۶-۲۶۰	بیع منہی عنہ	۱۵۳-۱
۱۶۶	تعریف	۱
۱۶۶	کوئی عارض نہ ہو تو بیع میں اصل حلت ہے	۲
۱۶۶	نہی کا موجب	۳
۱۶۷-۲۵۷	بیع سے نہی کے اسباب	۱۳۸-۴
۱۶۷-۱۹۱	محل عقد سے متعلق اسباب	۳۵-۵
۱۶۸	معقود علیہ سے متعلق پہلی شرط	۵
۱۶۹	محل عقد سے متعلق دوسری شرط	۷
۱۷۰	تیسری شرط: مالیت والا ہونا	۸
۱۷۱	کتے کی خرید و فروخت	۱۳

صفحہ	عنوان	فقیرہ
۱۷۷	درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور کیڑوں کی خرید و فروخت	۱۴
۱۷۹	لہو و لعاب اور گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت	۱۹
۱۸۱	بتوں وغیرہ کی خرید و فروخت	۲۰
۱۸۱	چوتھی شرط: خرید و فروخت خود مالک یا اس کا قائم مقام انجام دے	۲۱
۱۸۳	الف: بیع فضولی	۲۲
۱۸۳	۱۔ بیع وقف	۲۲
۱۸۳	۲۔ بیت المال کی اراضی کفر و خشت کرنا	۲۲
۱۸۳	۳۔ مساجد وغیرہ کفر و خشت کرنا	۲۲
۱۸۳	۴۔ سیال اور جامد معدنیات کفر و خشت کرنا	۲۲
۱۸۴	۵۔ ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجے کی بیع)	۲۳
۱۸۴	۶۔ قبضہ سے قبل صدقہ اور ہبہ کفر و خشت کرنا	۲۴
۱۸۵	۷۔ تقسیم سے قبل مال غنیمت کفر و خشت کرنا	۲۵
۱۸۸	پانچویں شرط: فروخت کردہ کو سپرد کرنے کی قدرت ہو	۳۲
۱۹۱-۲۳۰	لازم عقد سے متعلق اسباب	۳۶-۹۸
۱۹۱-۲۱۰	ربا سے متعلق اسباب ممانعت	۳۶-۶۶
۱۹۲	الف۔ بیع عینہ	۳۷
۱۹۲	ب۔ بیع مزابنہ	۳۸
۱۹۲	ج۔ بیع محائلہ	۳۹
۱۹۲	د۔ بیع عریا	۴۰
۱۹۲	ه۔ بیع عربون	۴۱
۱۹۲	و۔ دونوں صاع کے جاری ہونے سے قبل امان کفر و خشت کرنا	۴۲
۲۰۰	ز۔ بیع اکالی باکالی (دین کی دین سے یا ادھار کی ادھار سے فروخت)	۵۳
۲۰۳	ح۔ جانور کے عوض کوشت فروخت کرنا	۵۸
۲۰۳	اول: کیا سارا گوشت ایک جنس ہے؟	۵۹

صفحہ	عنوان	فقیرہ
۲۰۴	دوم: گوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۰
۲۰۵	سوم: گوشت کو خلاف جنس جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۱
۲۰۶	چہارم: گوشت کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۲
۲۰۷	ط۔ خشک کھجور کے عوض تر کھجور کو فروخت کرنا	۶۳
۲۰۸	ی۔ بیج اور قرض	۶۵
۲۱۰	ک۔ بیج اور شرط	۶۶
۲۱۰-۲۳۰	غرر سے متعلق اسباب ممانعت	۶۷-۹۸
۲۱۱	الف۔ شکم مادر میں موجود جنین کی بیج	۶۹
۲۱۱	ب۔ قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیج	۷۰
۲۱۳	- بد و صلاح کا معنی	۷۱
۲۱۴	- بد و صلاح سے قبل پھل کو فروخت کرنے کا حکم	۷۲
۲۱۹	- کیا پھل کی بیج کی صحت کے لئے پورے پھل میں بد و صلاح شرط ہے	۷۹
۲۲۲	- پے در پے پیدا ہونے والے پھلوں وغیرہ کی بیج	۸۵
۲۲۵	ج۔ کئی سال کے لئے بیج	۸۸
۲۲۵	د۔ پانی میں مچھلی کی بیج	۸۹
۲۲۶	ھ۔ بھگوڑے غلام کی بیج	۹۱
۲۲۶	و۔ تھن میں دودھ کی بیج	۹۲
۲۲۷	ز۔ پشت پر رہتے ہوئے اون کی بیج	۹۳
۲۲۷	ح۔ دودھ میں گھی کی بیج	۹۴
۲۲۸	ط۔ بیج میں مجہول شی کا استثناء کرنا	۹۵
۲۳۰-۲۵۷	ممانعت کے وہ اسباب جو عقد سے متعلق نہیں ہیں	۹۹-۱۳۸
	نوع اول	
۲۳۱-۲۴۷	وہ اسباب جن کے نتیجے میں ضرر مطلق لازم آئے	۱۰۰-۱۳۲
۲۳۱	غلام کی بیج میں ماں اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کرنا	۱۰۱
۲۳۱	اس تفریق کے حکم کے بارے میں فقہاء کے مذاہب	۱۰۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۳۲	چھوٹے جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کا حکم	۱۰۴
۲۳۲	ب۔ شراب بنانے والے کے ہاتھ مصیر (رس) کی بیع	۱۰۶
۲۳۴	- رس کو شراب بنانے کے خریدار کے قصد کا بائع کو علم ہونے کی شرط	۱۰۷
۲۳۴	- شراب بنانے والے ذمی کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کا حکم	۱۰۹
۲۳۵	- انگور کے رس کی بیع کا حکم اور دوسرے رسوں پر اس حکم کی شمولیت	۱۱۰
۲۳۵	- شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم	۱۱۱
۲۳۶	- حرام مقصد والی چیز کی بیع	۱۱۲
۲۳۷	- حرام مقصد والی چیز کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم	۱۱۷
۲۳۸	ج۔ کسی دوسرے کی بیع پر بیع کرنا	۱۱۸
۲۳۹	اس کا حکم	۱۱۹
۲۴۰	د۔ دوسرے کی خریداری پر مول تول کرنا اور خریدنا	۱۲۲
۲۴۱	اس کا حکم	۱۲۴
۲۴۵	ھ۔ بخشش	۱۲۸
۲۴۶	و۔ تلخی جلب یا رکبان یا سلع	۱۲۹
۲۴۶	تلخی کا شرعی حکم	۱۳۰
۲۴۷	تلخی کا قانونی حکم	۱۳۱
۲۴۷	ز۔ شہری کی دیہاتی سے فروخت	۱۳۲
نوع دوم		
۲۴۸-۲۵۷	وہ اسباب جن کے نتیجے میں دینی یا خالص عباداتی مخالفت لازم آئے	۱۳۸-۱۳۳
۲۴۸	الف۔ اذان جمعہ کے وقت بیع	۱۳۳
۲۴۹	اس کا شرعی حکم	۱۳۴
۲۴۹	اس بیع کی حرمت کی قیود	۱۳۵

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۵۰	حرمت میں بیع کے علاوہ دوسرے عقود کو بیع پر قیاس کرنا	۱۳۶
۲۵۰	نماز ختم ہونے تک بیع کی حرمت کا برقرار رہنا	۱۳۷
۲۵۱-۲۵۲	اذان کے وقت بیع کے عمومی احکام	۱۳۸-۱۳۸
	اول: جس پر جمعہ لازم ہے اس کی طرف سے ایسے شخص کے	۱۳۸
۲۵۱	ہاتھ بیع کا حکم جس پر جمعہ لازم نہیں	
۲۵۱	دوم: اذان سن کر جامع مسجد جاتے ہوئے بیع کا حکم	۱۳۹
۲۵۲	سوم: سعی کے بعد مسجد میں بیع کا حکم	۱۴۰
۲۵۳	چہارم: زوال کے بعد دوسری اذان سے قبل بیع	۱۴۱
۲۵۳	پنجم: ممانعت کا جمعہ سے غافل کرنے والی تمام چیزوں کو شامل ہونا	۱۴۲
۲۵۳	ششم: اذان میں اعتبار بتداء کا ہے یا مکمل ہونے کا	۱۴۳
۲۵۳	اس کا قانونی حکم	۱۴۴
۲۵۴	ب۔ کانفر کے ہاتھ مصحف کی بیع	۱۴۵
۲۵۵	- اس بیع سے ملحق امور	۱۴۶
۲۵۵	- اس بیع سے مستثنیٰ امور	۱۴۷
۲۵۶	- مسلمانوں کی طرف سے مصحف کی بیع اور اس کی خریداری کا حکم	۱۴۸
۲۵۷	ممنوع بیع کے نتائج	۱۴۹
۲۵۸	فساد، بطلان اور صحت کی اصطلاحات کے درمیان فرق	۱۵۰
۲۵۸	اول: حنفیہ کے نزدیک بیع باطل کے احکام	۱۵۱
۲۵۹	دوم: بیع فاسد کے احکام	۱۵۲
۲۵۹	سوم: بیع مکروہ کے احکام	۱۵۳
۲۶۱-۲۶۶	بیع موقوف	۷-۱
۲۶۱	تعریف	۱
۲۶۱	بیع موقوف کی مشروعیت	۲
۲۶۳	بیع موقوف کی انواع	۴

صفحہ	عنوان	فقیرہ
۲۶۴	بیع موقوف کا حکم	۵
۲۶۴	بیع موقوف کا اثر	۶
۲۶۵	توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات	۷
۲۶۵	اول: وہ تصرفات جن کا اثر انشاء عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے	۷
۲۶۶	دوم: وہ تصرفات جن کا حکم اجازت ملنے کے وقت کے ساتھ محدود ہوتا ہے	۷
۲۸۴-۲۶۷	بیع و شرط	۳۵-۱
۲۶۷	اس کی ماہیت و مشروعیت	۱
۲۶۸	اول: مذہب حنفیہ	۲
۲۷۱	دوم: مذہب مالکیہ	۱۱
۲۷۵	سوم: مذہب شافعیہ	۲۱
۲۷۹	چہارم: مذہب حنابلہ	۲۸
۲۸۳	ایک بیع میں دو بیع	۳۵
۲۸۴	بیع الوضیعہ	
	دیکھئے: وضیعہ	
۲۸۸-۲۸۴	بیع الوفاء	۱۰-۱
۲۸۴	تعریف	۱
۲۸۴	بیع الوفاء کا حکم	۲
۲۸۷	جواز کے قائلین کے نزدیک بیع الوفاء کی شرط	۶
۲۸۸-۲۸۶	بیع الوفاء پر مرتب ہونے والے اثرات	۱۰-۷
۲۸۶	اول: ملکیت کے لئے اس کو منتقل نہ کرنا	۷
۲۸۷	دوم: فروخت شدہ چیز کو واپس لینے کے سلسلہ میں فروخت کرنے والے کا حق	۸
۲۸۷	سوم: بیع الوفاء میں متعاقبین میں سے کسی ایک کی موت کا اثر	۹
۲۸۸	چہارم: بیع الوفاء میں متعاقبین کا اختلاف	۱۰

صفحہ	عنوان	فقیرہ
۲۸۸-۲۹۸	بیعتان فی بیعتہ	۱۴-۱
۲۸۸	تعریف	۱
۲۹۰	متعلقہ الفاظ: صفقتان فی صفقتہ، بیع و شرط	۲
۲۹۱	بیعتین فی بیعتہ کا حکم	۴
۲۹۳	اس مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب کی توضیح	۷
۲۹۸-۳۰۵	بیعت	۱۳-۱
۲۹۸	تعریف	۱
۲۹۹	متعلقہ الفاظ: عقد اور عہد	۳
۲۹۹	بیعت کا شرعی حکم	۵
۳۰۰	بیعت کی مشروعیت کے دلائل	۶
۳۰۲	نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی بیعت، اور دوسرے ائمہ سے بیعت کے درمیان فرق	۸
۳۰۳	کیا بیعت عقد ہے اور قبول کرنے پر موقوف ہے	۹
۳۰۳	امت کے انعقاد میں بیعت کا اثر	۱۰
۳۰۴	جن لوگوں کی بیعت سے امت کا انعقاد ہوتا ہے ان کی تعداد	۱۱
۳۰۴	طریقہ بیعت	۱۲
۳۰۵	بیعت کو توڑنا	۱۳
۳۰۵	بیعتہ	
	دیکھئے: معاہدہ	
۳۰۵	پینہ	
	دیکھئے: شہادات، اثبات	
۳۰۹-۳۲۴	تراجم فقہاء	

موسوع فقہیہ

من فلان أولفان“۔

اور رہا بیع کو ”علی“ صلہ کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے یہ کہنا:
 ”باع علی فلان کذا“، تو اس کا استعمال اس صورت میں ہے
 جب مالک کی رضامندی کے بغیر اس کا مال فروخت کر دیا گیا ہو^(۱)۔
 فقہاء کی اصطلاح میں بیع کی دو تعریفیں ہیں: اول بیع بمعنی
 اعم (زیادہ عام معنی میں) اور وہ ”مطلق بیع“ ہے، اور دوم بیع بمعنی
 اخص (زیادہ خاص معنی میں) اور وہ ”بیع مطلق“ ہے۔

حنفیہ نے بیع بہ معنی اعم کی تعریف بیع کی لغوی تعریف کے مطابق
 کی ہے، اور ”تراضی“ (آپسی رضامندی) کی قید لگائی ہے، لیکن ابن
 ہمام نے کہا: لفظ بھی ”تراضی“ ضروری ہے، اس لئے کہ ”باع
 زید ثوبہ“ کا مفہوم یہی تو ہے کہ اس نے باہمی رضامندی کے ذریعہ
 تبادلہ کیا ہے، اور یہ کہ غصب کے طور پر کوئی چیز لیا، اور بلا تراضی کوئی
 دوسری چیز دینا، اہل لغت اس کو ”باعہ“ نہیں کہتے^(۲)۔ اور حنفیہ میں
 سے صاحب ”الدرر“ نے ”تراضی“ کے بجائے لفظ ”اکتساب“ کی قید
 لگانا پسند کیا ہے، اور اس کا مقصد بہہ کا بہہ سے مقابلہ و تبادلہ سے احتراز
 کرنا ہے، کیوں کہ اس میں مال کا مال سے تبادلہ ہوتا ہے، لیکن ”تصرع“
 کے طور پر ہوتا ہے، ”اکتساب“ کی غرض سے نہیں^(۳)۔

مالکیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ بیع ایسا عقد معاوضہ ہے
 جس میں عوض نہ منافع ہو اور نہ حصول لذت ہو، اور یہ اس لئے ہے
 تاکہ اس میں اجارہ اور نکاح سے احتراز ہو جائے، اور تاکہ اس میں
 ثواب کا بہہ کرنا^(۴)، ”صرف“ اور ”سلم“ ہو جائیں^(۵)۔

(۱) المحمبارج، المغرب، الممان مادۃ ”بیع“، الخطاب ۲۳۲/۳۔

(۲) فتح القدیر ۵/۵۵۵۔

(۳) الدرر شرح القدر ۲/۱۳۲۔

(۴) یہاں ”ثواب کے بہہ“ سے مراد کسی کو اس مقصد سے بہہ کرنا ہے کہ وہ ہوبہ
 اس کے بہہ کا عوض اس کو دے۔

(۵) الخطاب ۲۵۵/۳۔

بیع

تعریف:

۱- بیع لغت میں ”باع“ کا مصدر ہے، جس کا معنی: مال کا مال سے
 تبادلہ کرنا ہے، یا بعض کتابوں میں موجود دوسرے الفاظ میں: کسی شے کو
 کسی شے کے مقابلہ میں رکھنا یا عوض دے کر اس شے کو لیا جس کا عوض
 دیا گیا۔

”بیع“ (شراء کی طرح) اضداد میں سے ہے، ان میں سے
 ایک بول کر دوسرا مراد ہوتا ہے، اور متعاقدین میں سے ہر ایک کو
 ”باع“ یا ”بیع“ کہا جاتا ہے، لیکن اگر لفظ باع مطلق بولا جائے تو
 عرف میں عام طور پر اس سے مراد: سامان دینے والا ہوتا ہے۔ اور
 خطاب نے لکھا ہے کہ قریش کی زبان میں لفظ ”باع“ کا استعمال اس
 صورت میں ہے جب کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکالے، اور
 ”اشتری“ کا استعمال اپنی ملکیت میں کسی چیز کو داخل کرنے کے لئے
 ہے، اور یہی زیادہ فصیح ہے، اور فہم میں سہولت کے لئے اسی کو علماء نے
 اصطلاح بنالیا ہے۔

”باع“ فعل بذات خود و مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے،
 چنانچہ کہا جاتا ہے: ”بعث فلانا السلعة“ (یعنی میں نے فلاں کو
 سامان بیچا)، اور ان میں سے ایک مفعول پر اکتفا کثرت سے ہے، کہا
 جاتا ہے: ”بعث الدار“، اور کبھی کبھی تاکید کے لئے فعل کے ساتھ
 کوئی حرف مثلاً (من) یا (لام) کا اضافہ کر کے کہا جاتا ہے: ”بعث

(یعنی ایسا عقد معاوضہ جو منافع اور حصول لذت کے علاوہ کے لئے ہو، آپس میں غلبہ کے جذبہ سے ہو، اس کے عوضین میں سے ایک سونا یا چاندی نہ ہو، اور غیر عین اس میں معین ہو)۔

ذومکایستہ کی قید سے ثواب کے لئے دیا جانے والا بہ نکل گیا، ”مکایستہ“ کا معنی مغالبہ ہے، ”أحد عوضیه غیر ذہب ولا فضة“ کی قید سے ”صرف“ اور ”مراطلہ“ (سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے وزن کر کے بیچنا) نکل گئے، اور ”معین“ کی قید سے ”سلم“ نکل گیا (۱)۔

پھر شافعیہ نے دیکھا کہ بیع کی تعریف سے بسا اوقات صرف بیع مراد ہوتی ہے، اس اعتبار سے کہ وہ عقد کی ایک شق ہے، تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا کہ وہ مخصوص طور پر عوض کے ذریعہ مالک بنانا ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے ”شراء“ کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ مخصوص طور پر عوض کے ذریعہ تملک (مالک بننا) ہے۔

جیسا کہ خطاب نے ایک اور تعریف (جو بیع صحیح و فاسد کو شامل ہے) ان الفاظ میں ذکر کی ہے: ”دفع عوض فی معوض“ (۲) (یعنی معوض کا عوض دینا)، کیونکہ اس تعریف والے کا خیال ہے کہ بیع فاسد ملکیت کو منتقل نہیں کرتی، بلکہ صرف ملکیت کے شبہ کو منتقل کرتی ہے، پھر خطاب نے اشارہ کیا ہے کہ عرب والے کسی چیز کو صحیح محض اس کے صحیح سمجھنے کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں، لہذا ان کے اپنے عہد جاہلیت کے حکم کے لحاظ سے ملکیت منتقل ہو جاتی ہے، کوکہ اسلامی حکم کے لحاظ سے منتقل نہ ہو، تاہم حقائق شرعیہ کا مقصود ”صحیح“ کا علم حاصل کرنا ہی ہے۔

شافعیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ مخصوص طریقہ پر مال کو مال کے مقابلہ میں دینا بیع ہے۔

قلیوبی نے اس کی ایک اور تعریف ذکر کی ہے، اور اسی کو اولیٰ کہا ہے، وہ یہ ہے: ”عقد معاوضۃ مالیۃ تفید ملک عین أو منفعة علی التآبید لا علی وجه القربة“ (یعنی ایسے مالی معاوضہ کا عقد ہے جس سے عین یا منفعت کی ملکیت ابدی طور پر حاصل ہو، مگر بت کے طور پر نہیں)۔ پھر قلیوبی نے کہا: ”معاوضۃ“ کی قید سے ہدیہ وغیرہ نکل گیا، ”مالیۃ“ کی قید سے نکاح وغیرہ نکل گیا، ”إفادۃ ملک العین“ کی قید سے اجارہ نکل گیا، ”تآبید“ کی قید سے بھی اجارہ نکل گیا، اور ”غیر وجہ القربة“ کی قید سے قرض نکل گیا۔ اور منفعت کی قید کا مقصد یہ ہے کہ گذرگاہ کا حق اور اس جیسے دوسرے حقوق کی بیع بیع کی تعریف میں داخل رہے (۱)۔

حنابلہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ہمیشہ کے لئے مال کا مبادلہ (اگرچہ ذمہ میں ہو) یا مباح منفعت کا مبادلہ (مثلاً گھر کے لئے گذرگاہ) ان میں سے کسی ایک کے مثل کے عوض بیع کہلاتا ہے، جبکہ اس میں ربا قرض نہ ہو، اور بعض حنابلہ نے یہ تعریف کی ہے کہ مالک بنانے اور مالک بننے کے لئے مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے (۲)۔

رہا بیع بہ معنی اخص، اور وہ بیع مطلق ہے، تو اس کا ذکر حنفیہ مالکیہ نے کیا ہے، مالکیہ اس کی تعریف میں کہتے ہیں: ”عقد معاوضۃ علی غیر منافع ولا متعة لذۃ ذومکایستہ، أحد عوضیه غیر ذہب ولا فضة، معین غیر العین فیہ“ (۳)

(۱) شرح الروض ۲/۲، اقلیوبی ۱۵۲/۲۔

(۲) المغنی وشرح الکبیر ۲/۳، کشاف القناع ۱۳۶/۳۔

(۳) غیر العین لہ، کے قید کا مقصد یہ ہے کہ غیر عین سلم میں معین نہیں ہوتا بلکہ ”ذمہ“ میں واجب ہوتا ہے اور یہاں ”معین“ سے مراد سونا یا چاندی ہے جو سلم کا راس المال ہو۔

(۱) الاطاب ۲/۲۵، البجر شرح البجر ۳/۲۔

(۲) الاطاب ۲/۲۲۳۔

بیع ۲-۵

متعلقہ الفاظ:

الف- ہبہ اور وصیت:

۲- ہبہ: زندگی کے دوران بلاعوض مالک بنانا ہے۔

وصیت: موت کے بعد بلاعوض مالک بنانا ہے^(۱)۔

یہ دونوں بیع سے اس لحاظ سے الگ ہیں کہ بیع میں تملیک عوض

کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ب- اجارہ:

۳- اجارہ: معلوم معاوضہ کے بدلے معلوم منفعت کا عقد ہے۔

لہذا اجارہ میں مدت یا عمل کی تحدید ہوتی ہے جبکہ بیع میں ایسا

نہیں ہوتا۔

اجارہ میں منفعت کی تملیک ہوتی ہے جبکہ بیع میں فی الجملہ

”ذات“ کی تملیک ہوتی ہے^(۲)۔

ج- صلح:

۴- صلح: ایسا عقد ہے جو نزاع اور خصومت کے ختم کرنے کا مقاضی

ہو۔

ابن عرفہ نے صلح کی تعریف یہ کی ہے: ”انتقال عن حق

أو دعوی بعوض لرفع نزاع أو خوف وقوعه“ (یعنی نزاع یا

اندیشہ نزاع کو دور کرنے کے لئے عوض لے کر کسی حق یا دعوی سے

بہنا)۔

اگر مصالحت عوض کے لینے پر ہو تو یہ صلح معاوضہ ہے، اس کو فقہاء

بیع قرار دیتے ہیں، جس میں شرائط بیع کا اعتبار ہوگا۔

فقہاء کہتے ہیں: جس شی پر دعوی ہے اس کو چھوڑ کر دوسری چیز

لینے پر صلح کرنا، لی ہوئی چیز کے عوض اس شی کی ذات کی بیع کرنا ہے

بشرطیکہ لی ہوئی چیز ذات ہو، لہذا اس میں بیع کی شرائط ضروری

ہوگی۔

اور اگر لی ہوئی چیز منافع ہو تو یہ معاملہ اجارہ ہے۔

لیکن اگر اس دعوی کی گئی شی کے کچھ حصہ کو لینے اور باقی کو

چھوڑنے پر صلح ہو تو یہ ہبہ ہے۔

لہذا صلح بعض صورتوں میں بیع مانی جائے گی^(۱)۔

د- تقسیم:

۵- حنفیہ نے تقسیم کی تعریف یہ کی ہے: کہ وہ پھیلے ہوئے غیر معین

حصہ کو معین میں جمع کرنا ہے۔ اور ابن عرفہ نے اس کی تعریف یہ کی

ہے: کہ وہ دو مالک کے مملوکہ شی میں سے غیر معین حصہ کو معین بنا دینا

ہے، خواہ قرعہ اندازی کے طریقہ پر یا باہمی رضامندی سے اس میں

تصرف کی تخصیص کے ذریعہ ہو۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک تقسیم: بعض حصوں کو ممتاز اور الگ

کرنا ہے^(۲)۔

بعض فقہاء نے تقسیم کو بیع قرار دیا ہے۔ ابن قدامہ کہتے ہیں:

”تقسیم“: حق کو الگ کرنا، اور دو حصوں میں سے ہر ایک کو

دوسرے سے ممتاز کرنا ہے، اور یہ بیع نہیں ہے، امام شافعی کے دو

اقول میں سے ایک قول یہی ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بیع ہے،

(۱) الاختیار ۵/۳، جوہر لا طیل ۲/۱۰۲، ۱۰۳، معنی المحتاج ۲/۱۷۷، شرح منہی

لا رادات ۲/۲۶۰۔

(۲) البحر الرائق ۱/۱۶۷، مع الجلیل ۳/۶۱۹، نہایہ المحتاج ۲/۲۶۹، منہی

لا رادات ۳/۵۰۸۔

(۱) البدائع ۶/۳۳۳، جوہر لا طیل ۲/۲۱۱، قلیوبی ۳/۱۵۶، معنی المحتاج ۲/۶۱۔

(۲) الریاضی ۲/۱۵۱، شرح الصغیر ۳/۵، طبع دار المعارف جوہر لا طیل ۲/۱۸۳،

معنی المحتاج ۲/۳۳۲، معنی ۵/۳۳۳، منہی لا رادات ۲/۳۵۱۔

ہے: "لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا
تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" (۱) (آپس میں ایک دوسرے کا مال
باطق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو)۔

سنت رسول اللہ میں اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ
سے دریافت کیا گیا: کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ
ﷺ نے فرمایا: "عمل الرجل بیدہ، و کل بیع مبرور" (۲)
(آدمی کے اپنے ہاتھ کی کمائی، اور ہر بیع مبرور (مقبول))، نیز
حضور ﷺ کا اپنا فعل، اور آپ کا صحابہ کو اس پر برتر رکھنا ہے۔

اور اجماع بیع کے جواز پر منعقد ہو چکا ہے۔

قیاس: حکمت بیع کے جواز کی متقاضی ہے، اس لئے کہ
دوسرے کی چیز سے انسان کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اور مبادلہ کی
شکل عام طور پر عوض دے کر ہی ہوتی ہے، لہذا بیع کو جائز تر اردینے
میں مقصد و غرض تک رسائی اور حاجت روائی ہے (۳)۔

بیع کا اصلی حکم یہی ہے، البتہ اس پر کچھ اور احکام بھی آتے ہیں،
پس بیع ممنوع ہو جاتی ہے اگر بیع میں ایسی کوئی چیز ہو جو نص کے
ذریعے ممنوع ہو، صیغہ بیع میں کوئی وجہ ہو یا عاقدین میں یا معقود علیہ
میں، اور جس طرح یہ بیع کرنا حرام ہے، اسی طرح یہ بیع صحیح منعقد نہیں
ہوتی، بلکہ باطل یا فاسد ہوتی ہے (جیسا کہ جمہور اور حنفیہ کے مابین
معروف اختلاف ہے)، اور اس میں دونوں طرف سے لوٹانا واجب

(۱) سورہ نساء ۲۹۔

(۲) حدیث: "..... عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور....." کی روایت احمد
(۱۳۱/۳ طبع لمبہدیہ) نے کی ہے اور بیہقی نے مجمع الزوائد (۶۰/۳ طبع
القہری) میں اسے نقل کیا ہے اور کہا کہ اس کی روایت احمد، بزاز، اور طبرانی
نے اجماع الکبیر اور الاوسط میں کی ہے اس میں ایک روایت مسعودی ہیں جو ثقہ
ہیں، لیکن دماغی خلل پیدا ہو گیا تھا، اور احمد کے بقیر رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۳) المغنی والمشرح الکبیر ۳/۳، کشاف القناع ۳/۵، المقدمات لابن رشد
(احمد) ۳/۳، فتح القدر ۳/۵۔

اور یہی ابو عبد اللہ بن بطلہ سے منقول ہے، اس کے بیع ہونے کی وجہ یہ
ہے کہ وہ ایک حصہ میں اپنی ملکیت کو دوسرے حصہ میں اپنے ساتھی کی
ملکیت سے بدل رہا ہے، اور یہی بیع کی حقیقت ہے۔

بعض مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے، ابن عبد البر نے کہا: تقسیم بیع
کی ایک قسم ہے، "المدونہ" میں امام مالک کا یہی قول مذکور ہے۔
اگر تقسیم میں روہو (اور روہو کی تقسیم یہ ہے کہ حصوں کو مساوی
کرنے کے لئے اس میں اجنبی مال سے مدد لی گئی ہو) تو یہ شافیہ
وحنابلہ کے نزدیک بیع ہے۔

"المہذب" میں ہے: اگر تقسیم میں روہو تو یہ بیع ہے، اس لئے
کہ صاحب روہو (لوٹانے والے) نے اس چیز کے مقابلہ میں عوض کے
طور پر مال خرچ کیا ہے جو اس کو اپنے شریک کے حصہ سے ملا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر تقسیم میں عوض دینا ہو تو یہ بیع ہے، اس
لئے کہ لوٹانے والا اس چیز کے عوض کے طور پر مال خرچ کرتا ہے جو
اس کو اپنے شریک کے مال سے ملا ہے، اور یہی بیع ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ذوات الامثال کی تقسیم میں تمیز حقوق
(حقوق کی نشاندہی) کا مفہوم غالب رکھا جاتا ہے، اور ذوات التیم کی
تقسیم میں بیع کا مفہوم و معنی غالب رکھا جاتا ہے (۱)۔

شرعی حکم:

۶- باتفاق فقہاء بیع جواز کے طور پر مشروع ہے، اس کے جواز کی
دلیل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس ہیں۔

کتاب اللہ میں اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے: "وَ أَحَلَّ اللَّهُ
الْبَيْعَ" (۲) (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے)، نیز فرمان باری

(۱) المغنی ۹/۱۱۳، ۱۱۵، المہذب ۳/۳، ۳۰۷، الکافی لابن عبد البر ۶/۶۷، ۸، فتح
الجلیل ۳/۶۳، الفواکیر الدوائی ۳/۳۲، البدائع ۷/۷۔

(۲) سورہ بقرہ ۲۷۵۔

اول: بیع کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:
بیع میں مبادلہ کے موضوع کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں
ہیں:

بیع مطلق:

۹- بیع مطلق: عین کا دین سے تبادلہ ہے، اور یہ مشہور ترین قسم ہے،
اور اس نوع میں انسان کو موقع ملتا ہے کہ اپنے نقود کے عوض اپنی
ضرورت کی ہر شے کا تبادلہ کرے، بیع کا لفظ اگر مطلق بولا جائے تو یہی
قسم مراد ہوتی ہے، اور دوسری قسموں کی طرح اس میں قید ذکر کرنے کی
ضرورت نہیں ہوتی۔

بیع سلم:

۱۰- یہ دین کا عین سے تبادلہ کرنا یا نقد ثمن کے ذریعہ ادھار سامان کو
فروخت کرنا ہے^(۱)۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”سلم“ میں ہے۔

بیع صرف:

۱۱- یہ اثمان کا تبادلہ کرنا ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”صرف“
میں ہے۔

مالکیہ ”صرف“ کو اس صورت کے ساتھ خاص کرتے ہیں جبکہ
نقد کا تبادلہ مخالف نقد سے ہو، اور یہ ”شمار“ کے ذریعہ ہوتا ہے، اور اگر
اسی نوعیت کے نقد کے ذریعہ ہو تو اس کو ”مراطلہ“ کہتے ہیں جو وزن
کے ذریعہ ہوتا ہے^(۲)۔

ہوتا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے جس کے لئے اصطلاح ”بیع منہی عنہ“،
نیز علاحدہ علاحدہ ممنوع بیع کی قسمیں، اور اصطلاح ”بیع باطل“ اور
”بیع فاسد“ دیکھی جائے۔

کبھی حکم کراہت کا ہوتا ہے اور وہ اس صورت میں ہے جب
اس میں ممانعت غیر یقینی ہو، ایسی بیع کو فسخ کرنا واجب نہیں
ہوتا۔ مالکیہ میں سے خطاب نے اس کی مثال میں درندوں کی بیع کو
لکھا ہے جبکہ ان کی کھالوں کے واسطے بیع نہ ہوئی ہو^(۱)۔
کبھی بیع پر وجوب کا حکم آتا ہے، مثلاً وہ شخص جو کھانا یا
پینا خریدنے کے لئے اضطراری حالت میں پہنچ چکا ہے تاکہ جان
بچا سکے۔

کبھی بیع مستحب ہوتی ہے، مثلاً کسی نے دوسرے پر قسم کھالی
کہ وہ اس کو کوئی سامان فروخت کرے، اور اس کے فروخت کرنے
میں اس کا ضرر نہ ہو تو اسے قبول کر لینا مستحب ہے، اس لئے کہ غیر
ضرر رساں چیز میں قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔
۷- بیع کی مشروعیت کی حکمت ظاہر ہے، اور وہ بندوں پر مہربانی
کرنا، اور ان کے معاش کے حصول کے لئے تعاون کرنا ہے^(۲)۔

بیع کی تقسیم:

۸- مختلف اعتبارات سے بیع کی مختلف تقسیمیں ہیں جن میں اہم
ترین بیع کے اعتبار سے تقسیم ثمن کے اعتبار سے تقسیم یعنی اس کی مقدار
مقرر کرنے کے طریقہ کے لحاظ سے اور اس کی ادائیگی کی کیفیت کی
حیثیت سے، اور حکم شرعی خواہ تکلیفی ہو یا وضعی (یعنی اثر) کے اعتبار
سے۔

(۱) لہجہ: دفعہ (۱۳۳)۔

(۲) خطاب ۲۲۶/۳، الدرر السنی ۲/۳۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) جامعہ الصغریٰ ۲/۲۵، محاسن الاسلام للبجاری المجلد ۱ ص ۷۹۔

بیع مقایضہ:

۱۲- یہ عین کا عین سے تبادلہ کرنا ہے، اس کی تفصیل ”مقایضہ“ میں ہے۔

دوم: ثمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:

ثمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں:

بیع مساومہ:

۱۳- بیع مساومہ: ایسی بیع جس میں بائع اپنے رأس المال کو ظاہر نہیں کرتا۔

بیع مزایدہ:

۱۴- بیع مزایدہ یہ ہے کہ بائع اپنا سامان بازار میں پیش کرے، خریدار اس میں ایک دوسرے پر اضافہ کریں، اور سب سے زیادہ ثمن دینے والے کے ہاتھ سامان فروخت کر دیا جائے (۱)۔

بیوع امانت:

۱۵- وہ بیوع جن میں ثمن کی تحدید رأس المال کے مثل یا اس سے زائد یا اس سے کم کے ذریعہ کی جاتی ہے، ان کو بیوع امانت اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں بائع کو رأس المال کی خبر دینے میں ائین سمجھا جاتا ہے، اور اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس کے بالمقابل ”ثراء بالمناقضہ“ ہے یعنی یہ کہ مشتری معین اوصاف کے حامل سامان کی خریداری کی پیش کش کرے اور فروخت کرنے والے کم از کم قیمت میں فروخت کرنے میں مقابلہ کریں، اور کم از کم قیمت سے راضی ہونے والے پر بیع ٹھہر جائے، جسکو کے باوجود ہمیں کتب فقہ میں اس کا ذکر نہیں ملا، تاہم فقائل کی رعایت کے ساتھ اس پر بھی ”مزایدہ“ کے احکام جاری ہوں گے۔

الف- بیع مراءبحة: ایسی بیع جس میں ثمن رأس المال پر اضافہ کے ساتھ مقرر کیا جائے، اس کی تفصیل ”مراءبحة“ میں ہے۔

ب- بیع تولیہ: ایسی بیع جس میں بذات خود رأس المال کو بغیر نفع اور نقصان کے ثمن مقرر کر دیا جائے۔
دیکھئے: اصطلاح ”تولیہ“۔

ج- بیع وضعیہ یا حطیطہ یا نقیصہ: ایسی بیع جس میں ثمن رأس المال سے کم مقرر کیا جائے یعنی اس میں خسارہ ہو، اس کی تفصیل اصطلاح ”وضعیہ“ میں ہے۔

اگر بیع کے ایک جز کی بیع ہو تو اس کو بیع اشراک کہتے ہیں، اور یہ سابقہ قسموں سے الگ نہیں ہے (۱)۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”اشراک“ اور ”تولیہ“ میں دیکھی جائے۔

سوم: ثمن (قیمت) کی کیفیت کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:

۱۶- اس اعتبار سے بیع کی اقسام یہ ہیں:

الف- فوری قیمت: جس میں قیمت ادھار کرنے کی شرط نہیں ہوتی اس کو بیع نقد یا فوری واجب الاداء ثمن کے ذریعہ بیع کہتے ہیں۔

ب- ادھار قیمت: جس میں قیمت ادھار کرنے کی شرط ہو۔ اس نوع پر تفصیلی کلام ثمن کے مباحث میں آئے گا۔

ج- قیمت کا عوض ادھار ہو: اور یہ بیع سلم ہے، جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

د- دونوں عوض ادھار ہوں: یعنی دین کے بدلہ دین کی بیع، اور یہ فی الجملہ ممنوع ہے۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”دین“، اور ”بیع مہمی عنہ“ میں ہے (۲)۔

(۱) رد المحتار ۳/۳، بیع القدر ۵/۵۵۵-۲

(۲) بیع القدر ۵/۵۵۵-۲

بیع ۱۷-۱۸

بھی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں۔

اسی طرح استصناع بیوع کی فہرست میں داخل ہے، حالانکہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ بیع ہے یا اجارہ، اس کی تفصیل اس کی اپنی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

ان بیوع پر فقہاء نے بیع مطلق سے الگ مستقل بحث کی ہے، تاہم وہ بیع مطلق کے بعد آتی ہے۔

اسی وجہ سے ان کو ”بیوع“ کہا گیا ہے، کیوں کہ یہ مطلق بیع کے تحت آتی ہیں، لیکن وہ ”بیع مطلق“ میں داخل نہیں، جیسا کہ گذرا۔

بیع کے ارکان و شرائط:

۱۸- بیع وغیرہ عقود کے ارکان کی تحدید کے بارے میں فقہاء کا مشہور اختلاف ہے کہ یہ محض صیغہ (ایجاب و قبول) ہے یا صیغہ، عاقدین (باع و مشتری) اور معقود علیہ کا مجموعہ یا محل عقد (بیع اور ثمن) ہے۔ جمہور (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کی رائے ہے کہ یہ سب بیع کے ارکان ہیں، اس لئے کہ جمہور کے نزدیک رکن وہ ہے جس پر کسی چیز کا وجود، اور عقلاً اس کا تصور موقوف ہو، خواہ وہ اس کی حقیقت کا جز ہو یا نہ ہو، اور بیع کا وجود عاقدین اور معقود علیہ پر موقوف ہوتا ہے، کو عاقدین اور معقود علیہ اس کی حقیقت کا جز نہیں ہیں^(۱)۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بیع وغیرہ عقد کا رکن صرف صیغہ ہے، رہے عاقدین اور محل تو یہ ان چیزوں میں سے ہیں جو صیغہ کے وجود سے لازم آتے ہیں، ارکان میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ صیغہ کے علاوہ کوئی چیز بیع کی حقیقت کا جز نہیں ہے، گو کہ بیع کا وجود اس پر موقوف ہو^(۲)۔

(۱) المشرح الصغیر ۳/۳ طبع الحلوی، معنی المحتاج ۵/۲، ۷، شرح منشی لا رادات

۱۳۰/۳

(۲) الاختیار ۳/۳۲

ابن رشد الحفید نے تبادلے کے طریقے، ثمن کی تحدید کی کیفیت، خیار واجب ہونے، اور بیع اور قیمت میں سے ہر ایک میں نقد و ادھار کے لحاظ سے بیع کی نو تقسیمات ذکر کی ہیں جو سابقہ تقسیمات سے الگ نہیں^(۱)۔

ان کے علاوہ بیع کی موجودگی اور عدم موجودگی کے اعتبار سے، بیع کی رویت اور عدم رویت کے اعتبار سے، اور عقد کو قطعاً شکل دینے اور اس میں اختیار دینے کے اعتبار سے کچھ اور فرعی تقسیمات ہیں^(۲)۔

چہارم: حکم شرعی کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:

۱۷- رہی حکم شرعی کے اعتبار سے تقسیم تو اس کی انواع بکثرت ہیں مثلاً: بیع منعقد، اس کے مقابلہ میں بیع باطل ہوتی ہے، بیع صحیح، اس کے مقابلہ میں بیع فاسد ہوتی ہے، بیع نافذ، اس کے مقابلہ میں بیع موقوف ہوتی ہے، بیع لازم، اس کے مقابلہ میں بیع غیر لازم ہوتی ہے (اور اس کو بیع جائز یا بیع مخیر بھی کہتے ہیں)، ان انواع سے متعلق تفصیل ان کی اپنی اپنی اصطلاحات میں دیکھی جائے، اور بیوع مہمی عنہا کو اصطلاح ”بیع مہمی عنہ“ میں دیکھا جائے۔

کچھ اور بیوع ہیں جن کے مخصوص نام ہیں، ان کے بارے میں ممانعت وارد ہے، مثلاً بیع نجس، بیع منابذہ وغیرہ، ان کو ان کی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

بیع کی کچھ اور انواع ہیں جن کے نام رکھنے میں ان حالات کی رعایت ہے جو عقد کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور حکم میں اثر انداز ہیں، مثلاً مکرمہ یا ہازل کی بیع، بیع تلجھ، بیع فضولی، اور بیع وفاق، اور ان کی

(۱) بدیۃ المجتہد ۱۰۸/۲

(۲) لوطاب ۲۲۶/۳

رضامندی معلوم ہو، مثلاً بائع کا قول: میں نے تم کو بیچ دیا، یا تم کو دے دیا، یا اتنے میں تم کو مالک بنا دیا، اور مشتری کا قول: میں نے خرید لیا یا میں مالک بن گیا، یا میں نے سودا کر لیا، یا میں نے قبول کر لیا وغیرہ۔

ایجاب جمہور کے نزدیک وہ ہے جو بائع کی طرف سے رضامندی کو بتانے کے لئے صادر ہو، اور قبول وہ ہے جو مشتری کی طرف سے رضامندی کو بتانے کے لئے صادر ہو۔

حنفیہ نے کہا: ایجاب کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جو عاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے پہلے صادر ہو، خواہ وہ بائع ہو یا مشتری، اور اسی طرح قبول وہ ہے جو اس کے بعد صادر ہو^(۱)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”ایجاب“ اور ”قبول“ کی اصطلاح۔

مالکیہ ہشامیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ مشتری کے لفظ کا بائع کے لفظ سے مقدم ہونا جائز ہے، اس لئے کہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے^(۲)۔

بیع میں صیغہ کی شرائط، بیع کے علاوہ دوسرے مالی عقود میں صیغہ کی شرائط سے مختلف نہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ ماضی کا ہو یا ایسا ہو جو فوری طور پر عقد کے پائے جانے کا متقاضی ہو، جیسا کہ آئے گا، اور ایجاب و قبول میں موافقت ہو، اگر ایجاب و قبول میں اختلاف ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ایسا قبول جو ایجاب کے خلاف ہو، وہ نیا ایجاب مانا جائے گا۔

صیغہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مجلس ایک ہو، اور اتحاد مجلس، مجلس کے متفرقات کو جمع کر دیتی ہے، لہذا اگر ایجاب قبول سے مؤخر ہو یا قبول ایجاب سے مؤخر ہو تو ان میں سے جو مقدم ہوگا وہ صحیح ہے،

بعض معاصر فقہاء کے یہاں مستحسن یہ ہے کہ صیغہ، عاقدین، اور محل کے مجموعہ کا نام ”مقومات عقد“ رکھا جائے، اس لئے کہ بالاتفاق ان کے بغیر عقد کا قیام نہیں ہوتا^(۱)۔

۱۹- صیغہ، عاقدین اور محل ہر ایک کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر ان میں سے کسی کا شرعی وجود متحقق نہیں اور اپنے وجود یا نقد ان کی تاثیر کے لحاظ سے یہ شرائط مختلف ہیں۔

ان میں سے بعض انعقاد کی شرائط ہیں، ان میں کسی بھی ایک شرط کے نقد ان پر عقد باطل ہو جاتا ہے۔

ان میں سے کچھ صحت کی شرائط ہیں، اور ان میں سے کسی شرط کے نقد ان پر عقد باطل ہونا یا فاسد ہونا مرتب ہوتا ہے، جیسا کہ حنفیہ اور جمہور کے مابین اختلاف ہے۔

ان میں سے کچھ شرائط نفاذ ہیں، اور ان میں سے کسی کے نقد ان پر بیع کا موقوف ہونا مرتب ہوتا ہے۔

ان میں سے کچھ شرائط لزوم ہیں، اور ان کے کلی یا جزئی طور پر نقد ان کے نتیجے میں عقد غیر لازم ہو جاتا ہے۔

شرائط کی یہ تقسیم حنفیہ کے مذہب کے موافق ہے۔ ان میں سے بعض میں غیر حنفیہ کا اختلاف ہے جس کا بیان آئے گا۔

صیغہ اور اس کی شرائط:

۲۰- صیغہ (جیسا کہ خطاب نے صراحت کی ہے)^(۲) ایجاب و قبول ہے۔

ایجاب و قبول کی صلاحیت ہر ایسا قول رکھتا ہے جس سے

(۱) لکھنؤ: دفعہ (۱۰۱)، (۱۰۲)، الاختیار ۲/۳۔

(۲) مع الجلیل ۲/۳۶۲، جوہر للکلیل ۲/۲، قلیوبی ۲/۱۵۳، شرح منتہی

للرايات ۲/۱۳۰۔

(۱) المدخل للفتاویٰ الامام ۲۹۹، ۳۰۰۔

(۲) خطاب ۲/۲۲۸۔

حنفیہ کے نزدیک ہے، اور یہی حنابلہ کے یہاں ایک روایت ہے، اور شافعیہ کے یہاں ”نظہر“ کے بالمقابل ہے (۱)۔

جبکہ مالکیہ کا مذہب، شافعیہ کے یہاں ”نظہر“ اور حنابلہ کے یہاں ایک روایت یہ ہے کہ بیع، مشتری کے قول: ”بعنی“ اور بائع کے قول: ”بعتك“ سے منعقد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے، اور اول کی طرف سے قبول کی حاجت نہیں رہے گی (۲)۔

شافعیہ نے کہا: اگر مشتری نے ماضی یا مضارع کے لفظ سے کہا: ”بعتنی“ (تم نے مجھ سے بیچا)، یا ”تبیعنی“ (تم مجھ سے بیچ رہے ہو)، اور بائع نے کہا: ”بعتك“ (میں نے تم سے بیچا) تو بیع منعقد نہ ہوگی، تا آنکہ اس کے بعد قبول ہو (۳)۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ امر یا مضارع کے لفظ سے ایجاب صحیح ہے اگر عبارت میں ایجاب یا قبول ضمنی ہو مثلاً: ”خذ هذه السلعة بكذا“ (یہ سامان اتنے میں لے لو) تو دوسرے نے کہا: أخذتها (میں نے لے لیا)، اس لئے کہ لفظ (خذ) میں ضمنی طور پر ”بعتك فخذها“ (میں نے تم سے بیچا تو تم لے لو) ہے، اسی طرح مشتری کے ایجاب کرنے کے بعد بائع کا قول: ”بيارك الله لك في السلعة“ (اللہ تمہیں اس سامان میں برکت دے) ہے، اس لئے کہ اس میں بھی ضمناً ”قبلت البيع“ (میں نے بیع کو قبول کیا) کا معنی ہے، یہی مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، اور: ”اعتق عبدك عني بكذا“ (اپنے غلام کو میری جانب سے اتنے میں آزاد کر دو) کے مثل جملوں میں شافعیہ کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے،

(۱) شرح الجملہ لوزائسی ۲/۳۲۲، الاختیار ۲/۳۲۲، معنی المحتاج ۲/۵۲۲، المغنی ۳/۵۶۱۔
 (۲) مع الجلیل ۲/۶۲۲، معنی المحتاج ۲/۵۲۲، شرح منتہی الارادات ۲/۴۰۰، المغنی ۳/۵۶۱۔
 (۳) معنی المحتاج ۲/۵۲۲۔

اور لغو نہ ہوگا جب تک عاقدین مجلس میں ہوں، اور کسی ایسی چیز میں مشغول نہ ہوئے ہوں جو اس کو عرفاً قطع کر دے۔

ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب یا قبول میں مذاق نہ ہو۔ ایجاب کے صحیح باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب کرنے والا رجوع نہ کرے، قبول سے قبل اس کی موت نہ ہوئی ہو، اور معقود علیہ ہلاک نہ ہوا ہو۔

ایک شرط یہ ہے کہ قبول سے قبل معقود علیہ میں کوئی ایسا تغیر پیش نہ آیا ہو جس سے اس کا نام ہی بدل جائے، مثلاً عصیر (رس) کا سرکہ میں بدل جانا۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”عقد“ اور اصطلاح ”صیغہ“ میں ہے۔

ذیل میں صیغہ بیع سے متعلق کچھ خاص اور اہم تطبیقات ذکر کی جارہی ہیں، حالانکہ عمومی عقود میں صیغہ کی شرائط کی طرف اشارہ آچکا ہے۔

۲۱- اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایجاب و قبول ماضی کے صیغہ سے ہو، مثلاً: میں نے بیچا، یا میں نے خریدا، یا مضارع ہو اور اس سے مراد کسی لفظی قرینہ کے سبب حال ہو، مثلاً ”أبيعك الآن“ (میں اس وقت بیچ رہا ہوں)، یا قرینہ حالیہ ہو، مثلاً مضارع کو حال کے معنی میں استعمال کا عرف رائج ہو۔

بیع منعقد نہ ہوگی اگر ایجاب یا قبول صیغہ استفہام کے ذریعہ ہو، مثلاً ”أتبیعنی“؟ کیا تم مجھے فروخت کرو گے؟ یا مضارع کے صیغہ سے ہو اور اس سے مراد استقبال ہو، مثلاً ”سأبيعك“ یا ”أبيعك غدا“۔

رہا صیغہ امر مثلاً ”بعنی“ (مجھ سے فروخت کرو)، اگر دوسرا شخص جواب میں کہے: بعتك، تو یہ دوسرا لفظ ایجاب ہوگا، اور اول (بیع کا حکم دینے والے) کی طرف سے قبول کی ضرورت ہوگی، یہ

زیادتی لازم نہ ہوگی، الایہ کہ فریق ثانی اس کو قبول کر لے۔

رہا ثمن میں کمی کرنا تو جائز ہے کہ بیع کے بعد ہو (۱)۔

اسی طرح توافق نہیں اگر سامان کو ایک ہزار میں فروخت کیا، اور دوسرے نے اس کو آدھا مثلاً پانچ سو میں قبول کر لیا، الایہ کہ بائع اس کے بعد راضی ہو جائے، تو قبول، ایجاب ہو جائے گا، اور اس کے بعد بائع کی رضامندی، قبول ہو جائے گی۔

بعض شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر بائع نے کہا: میں نے تمہیں اس کو ایک ہزار میں اور اس کا آدھا پانچ سو میں فروخت کیا اور اس نے آدھا قبول کر لیا تو جائز ہے، اور اسی سے اس صورت کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے جبکہ ثمن کے تناسب سے بیع کی تقسیم سے بائع کی رضامندی کا طریقہ موجود ہو (۲)۔

لین دین سے بیع کا منعقد ہونا:

۲۴- لین دین یہ ہے کہ: عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کو وہ شیء دے دے جس پر تبادلہ ہو رہا ہے، ایجاب و قبول نہ ہو، یا ایجاب ہو قبول نہ ہو، یا اس کے برعکس ہو، اور یہ دلالت حالیہ کی قبیل سے ہے، اور لین دین کے ذریعہ بیع قلیل و کثیر میں حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ (مثلاً متولی اور بغوی) کے نزدیک درست ہوتا ہے، ان کے علاوہ دیگر فقہاء کا اختلاف ہے (۳)۔

اس میں تفصیل اور اختلاف ہے جس کا ذکر اصطلاح ”تعاطی“ میں آئے گا۔

(۱) شرح لکھلہ لڑا ۲/۳۲۳، شرح المغیر ۲/۳۲۳ طبع مجلس، ہاشم لہر وق ۳/۳۹۰، لہجہ شرح لکھلہ ۲/۳۲۳، قلیوبی ۲/۱۵۳، شرح منتہی الارادات ۲/۳۰۸۔
(۲) ساہتہ مراجع۔
(۳) شرح لکھلہ ۲/۳۶۲، الذہبی ۳/۳۳۳، معنی المحتاج ۲/۳۳۳، شرح منتہی الارادات ۲/۳۱۱۔

اس لئے کہ اس میں بھی ضمناً: ”بعنیہ و اعتقہ عنی“ (اس کو مجھ سے بیع دو اور میری طرف سے آزاد کر دو) کا مفہوم شامل ہے (۱)۔

۲۲- فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار، مقصود پر دلالت کا ہے خواہ وضع لغوی کے اعتبار سے ہو یا عرف کے جاری ہونے سے ہو، و سوتی نے کہا: بیع اس چیز سے منعقد ہو جاتی ہے جو عرفاً رضامندی بتائے، خواہ لفظاً دلالت ہو یا نہ ہو، قول ہو یا تحریر، یا فریقین یا کسی ایک کی طرف سے اشارہ ہو۔

”کشاف القناع“ میں ہے: قولی صیغہ کسی معین لفظ مثلاً بعت اور اشترویت (میں نے بیچا، اور میں نے خریدا) میں منحصر نہیں، بلکہ وہ ہر ایسا لفظ ہے جو بیع کے معنی کو بتائے، اس لئے کہ شارع نے اس کو کسی معین صیغہ کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے، لہذا جو بھی اس کے معنی کو ادا کر دے اس کو شامل ہوگا (۲)۔

۲۳- ایجاب و قبول کے درمیان توافق اس طرح سے ہوتا ہے کہ مشتری پوری بیع کو پورے ثمن کے بدلہ قبول کرے، لہذا اگر وہ ’عین‘ کے بعض کو قبول کرے جس پر ایجاب ہوا ہے، یا اس کے علاوہ کسی اور ’عین‘ کو قبول کرے تو ایجاب و قبول میں توافق نہیں، اسی طرح اگر بعض ثمن کو قبول کرے (جس کے ذریعہ ایجاب ہوا ہے) یا کسی اور ثمن کے عوض کو قبول کرے تو دونوں میں توافق نہیں، الایہ کہ ایجاب سے بہتر کی طرف قبول منتقل ہو جائے، مثلاً کسی شخص نے سامان ایک ہزار میں فروخت کیا، اور مشتری نے اس کو ایک ہزار پانچ سو میں قبول کر لیا، یا کسی شخص نے کوئی سامان ایک ہزار میں خریدا اور بائع نے آٹھ سو کے عوض اس کی بیع کو قبول کر لیا تو یہ ضمنی موافقت ہے، لیکن

(۱) شرح لکھلہ ۲/۳۲۳، الذہبی ۳/۳۳۳، قلیوبی ۲/۱۵۳، شرح منتہی الارادات ۲/۳۰۸۔
(۲) الذہبی ۳/۳۳۳، کشاف القناع ۳/۱۳۶۔

تحریر اور پیغام کے ذریعہ بیع کا انعقاد:

۲۵- دو موجود اشخاص کے درمیان تحریر کے ذریعہ، یا ایک موجود شخص کی طرف سے لفظ اور دوسرے کی طرف سے تحریر کے ذریعہ عقد کرنا صحیح ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی غائب کے پاس "بعثک داری بکننا" (میں نے تم سے اپنا گھراٹے میں بیچا) جیسے الفاظ لکھ کر یا کسی قاصد کو بھیج کر بیع کا ایجاب کرے اور مشتری تحریر یا قاصد کے ذریعہ ایجاب پر مطلع ہو کر قبول کرے، تو عقد صحیح ہوگا اور بیع منعقد ہو جائے گی۔

شافعیہ نے قبول میں "فوری ہونا" کی شرط لگاتے ہوئے کہا: مکتوب الیہ یا مرسل الیہ کے لئے خیاری مجلس دراز ہوتی ہے، جب تک وہ اپنی مجلس قبول میں ہو، اور کاتب کے لئے مجلس کا اعتبار نہیں، گو کہ مکتوب الیہ کے قبول کرنے کے بعد ہو، بلکہ اس کا خیاری مکتوب الیہ کے خیاری کے باقی رہنے تک برقرار رہتا ہے، اسی طرح انہوں نے کہا: قبول کے بعد فوراً خط یا قاصد کو بھیجنا شرط نہیں۔

غیر شافعیہ نے قبول میں "فوری ہونے" کی شرط نہیں لگائی ہے، بلکہ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہاں پر ایجاب و قبول کے درمیان تاخیر مضرت نہیں، اس لئے کہ مشتری کی عدم موجودگی کے ساتھ تاخیر ایجاب سے اس کے اعراض کرنے کی دلیل نہیں (۱)۔

گونگے وغیرہ کی طرف سے اشارہ کے ذریعہ بیع کا انعقاد: ۲۶- گونگے کے اشارہ سے بیع کا انعقاد ہو جاتا ہے اگر اشارہ قابل فہم ہو، گو کہ گونگا تحریر پر قادر ہو، حنفیہ کے یہاں معتمد یہی ہے، اس لئے کہ اشارہ اور تحریر دونوں حجت ہیں۔

رہنا قابل فہم اشارہ تو وہ غیر معتبر ہے۔

گو یائی رکھنے والے شخص کی طرف سے اشارہ جمہور کے نزدیک مقبول نہیں۔

مالکیہ کے نزدیک قابل فہم اشارہ سے بیع کا انعقاد ہو جاتا ہے گو کہ بولنے کی قدرت موجود ہو۔

رہا وہ شخص جس کی زبان بند ہوگئی یعنی اس پر گونگا پن طاری ہو گیا ہو تو اس کے بارے میں اختلاف و تفصیل ہے (۱)، جس کو اصطلاح "اعتقال اللسان" میں دیکھا جائے۔

شرائط بیع:

۲۷- شرائط بیع کی تحدید میں فقہاء کا طریقہ الگ الگ ہے، بعض نے ان کو بذات خود بیع کی صحت کی شرط قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے بیع کی شرائط کے ذکر کرنے پھر ثمن میں ان شرائط کے امکان تصور کے لحاظ سے، بیع کی تمام یا بعض شرائط میں ثمن کو لاحق کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

ان میں سے اکثر شرائط میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ ان شرائط کے لئے ان کی تعبیرات کا مقصود قریب قریب ہے۔

کچھ شرائط ایسی ہیں جن کو بعض مذاہب نے انفرادی طور پر ذکر کیا ہے، دوسروں نے ذکر نہیں کیا ہے، ہر چند کہ حنفیہ شرائط انعقاد اور شرائط صحت کے درمیان فرق کرتے ہیں، پھر بھی وہ شروط انعقاد کو شروط صحت مانتے ہیں، اس لئے کہ جس کا انعقاد نہ ہو وہ غیر صحیح ہے، اس کے برعکس نہیں ہوتا۔

ذیل میں جمہور کے طریقہ پر ان شرائط کا بیان ہے، نیز ان میں سے حنفیہ نے جن کو شرط انعقاد مانتا ہے اس کی طرف بھی اشارہ

(۱) شرح لہجہ ۳۲/۲، الخرشنی ۵/۵، لوطاب ۲۳۱/۲، اقلیو بی ۱۵۳/۲،

کشاف القناع ۱۳۸/۳۔

(۱) شرح لہجہ ۳۵/۲، الفواکر الدواہی ۲/۱۵۷، اقلیو بی ۱۵۵/۲۔

کر دیا جائے گا^(۱)۔

اس چیز کے فروخت کرنے سے ممانعت کی جو انسان کے پاس نہیں ہے، اور سلم میں اس کی رخصت دی ہے۔

شرط بیع:

بیع کی شرائط یہ ہیں:

بیع کا مال ہونا:

عقد کے وقت بیع کا موجود ہونا:

۲۹- مالکیہ وشافعیہ نے اس شرط کو لفظ نفع یا انتفاع سے تعبیر کیا ہے، پھر انہوں نے کہا: جس میں نفع نہیں وہ مال نہیں، لہذا اس کے ذریعہ تبادلہ جائز نہیں ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے۔

۲۸- لہذا معدوم کی بیع صحیح نہیں ہے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ یہ حنفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے۔

مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو، اور اس کو خرچ کیا جائے اور روک لیا جائے، لہذا جو مال نہ ہو وہ کسی عوض کے ذریعہ تبادلہ کا محل نہیں، اور مالیت کے اعتبار سے معیار شریعت ہے، لہذا مردار اور جاری خون مال نہیں ہیں^(۱)۔

بیع معدوم کی مثالوں میں یہ ہے: پھل آنے سے قبل اس کی بیع، مضامین (جو آئندہ نر کے نطفہ سے وجود میں آئے گا) کی بیع، اور ملائح (پیٹ کے جنین) کی بیع، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع المضامین والملاقیح وحبل الحبلۃ“^(۲) (رسول اللہ ﷺ نے مضامین، ملائح، اور حبل الحبلۃ کی بیع سے منع کیا ہے)، نیز اس لئے کہ اس میں غرر (دھوکہ) اور جہالت ہے، نیز حدیث میں ہے: ”نہی عن بیع الغور“^(۳) (بیع غرر سے منع کیا ہے)۔

بیع کا عقد کرنے والے کی ملکیت ہونا:

۳۰- یہ اس صورت میں ہے کہ بذات خود فروخت کر رہا ہو، حنفیہ نے اس شرط کو شرط انعقاد مانا ہے، اور اس کی دو قسمیں کی ہیں:

بیع سلم کے مستثنیٰ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ وہ صحیح ہے اگرچہ وہ معدوم کی بیع ہے، اور اس کی دلیل اس کے متعلق وارد نصوص ہیں، مثلاً: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع ما لیس عند الإنسان ورخص فی السلم“^(۴) (رسول اللہ ﷺ نے

اول: یہ کہ بیع ذاتی طور پر مملوک ہو، لہذا اگھاس کی بیع منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ مباحات میں سے ہے، مملوک نہیں، کوکہ زمین اس کی مملوک ہو۔

دوم: بیع بائع کی ملکیت ہو، یہ اس صورت میں ہے جبکہ بذات خود فروخت کرے، لہذا غیر مملوک کی بیع منعقد نہ ہوگی، کوکہ بعد میں اس کا مالک بن جائے، البتہ سلم، ضمان دینے کے بعد مقصوب، اور وکالت یا شرعی نیابت مثلاً ولی، وصی اور قیم (نگراں) کے ذریعہ بیع

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳، شرح الجملہ: دفعہ (۲۰۵)، (۲۰۸)۔

(۲) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع المضامین.....“ کی روایت عبدالمزاق نے اپنے مصنف (۲۱/۸ طبع مجلس العلمی) میں حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے اور ابن حجر نے تخفیف التیسیر (۱۲/۳ طبع شرکت المطابع لغویہ) میں اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الغور“ کی روایت مسلم (۱۱۵۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۴) فتح القدیر ۱/۵۰، الدرر النوری ۳/۱۵۸، المغنی وشرح الکبیر ۲/۲۷۶،

= اقلیو بی ۱۷۶، ۱۷۵/۲۔

(۱) ابن ماجہ ۳/۱۰۰، البدائع ۵/۱۲۹، الدرر النوری ۳/۱۰، اقلیو بی ۲/۵۷،

شرح منتہی الارادات ۲/۱۲۲۔

اس سے مستثنیٰ ہے (۱)۔

باعث نزاع ہو، صحیح نہیں، مثلاً ریوڑ میں سے ایک بکری کی بیع (۱)۔

علاوہ ازیں مالکیہ وشافعیہ نے شرائط بیع میں اس شرط کا اضافہ کیا کہ عین بیع ظاہر ہو۔

اسی طرح مالکیہ نے دو اور شرائط کا ذکر کیا ہے جو یہ ہیں: یہ کہ بیع بیوع منہی عنہا میں سے نہ ہو، اور یہ کہ بیع حرام نہ ہو (۲)۔

یہ شرائط، سابقہ شرائط کے تحت آجاتی ہیں۔

ان شرائط کے ذریعہ جن چیزوں سے احتراز کیا گیا ہے ان کی تفصیل نیز ہر شرط کے فقدان پر مرتب ہونے والے نتائج کی تفصیل اصطلاح ”بیع منہی عنہ“ میں دیکھی جائے، نیز ہر نوع کی بیع اس کے اپنے مقام پر دیکھی جائے۔

غیر مملوک کی بیع کے عدم جواز کے لئے حکیم بن حزام کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے: ”لا تبع ما لیس عندک“ (۲) (اس چیز کفر وخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں)۔ اور فضولی کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے، اس کو اصطلاح ”بیع فضولی“ میں دیکھا جائے۔

بیع کا مقدوراً لتسلیم ہونا:

۳۱- یہ حنفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے، لہذا ابد کے ہوئے اونٹ کی بیع، نضا میں موجود پرندہ کی بیع، اور پانی میں موجود مچھلی کی بیع صحیح نہیں (۳)، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع غرر سے منع کیا ہے (۴)۔

بیع، اس کے احکام اور احوال

اول: تعیین بیع:

۳۳- بیع کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ مشتری کو اس کی جنس، نوع اور مقدار معلوم ہو، جنس: جیسے گہوں ہے، نوع: مثلاً یہ کہ معروف شہر کی پیداوار ہو، اور مقدار، ماپ یا وزن وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہو (۳)۔

بیع کی تعیین اس کی معرفت سے زائد ایک امر ہے، اس لئے کہ تعیین اس کی ذات و مقدار کے علم کے بعد ما سوا سے اس کی تمیز کے ذریعہ ہوگی، اور یہ تمیز نفس عقد میں اس کی طرف اشارہ کے ذریعہ

بیع کا عاقدین میں سے ہر ایک کے لئے معلوم ہونا:

۳۲- یہ شرط حنفیہ کے نزدیک شرط صحت ہے، شرط انعقاد نہیں، لہذا اگر یہ شرط موجود نہ ہو تو عقد باطل نہ ہوگا، بلکہ فاسد ہو جائے گا۔

علم ہر ایسی چیز سے حاصل ہو جاتا ہے جو بیع کو دوسرے سے ممتاز کر دے اور مانع نزاع ہو، لہذا ایسے مجہول کی بیع جس کی جہالت

(۱) ابن عابدین ۶/۳، ۱۰۶، البدائع ۱۳۶/۵، لفروق للقرافی ۳۳۰/۳، اقلیو بی ۱۶۰/۲، کشاف القناع ۱۶۰/۳۔

(۲) حدیث: ”لا تبع ما لیس عندک“ کی روایت ترمذی (تحتہ الاحوذی ۳۳۰/۳) نے کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

(۳) ابن عابدین ۶/۳، الدسوقی ۱۱/۳، لفروق ۳۳۰/۳، ہاشم لفروق ۳۳۸/۲، اقلیو بی ۱۵۸/۲، شرح منہی عنہا للإردات ۱۳۵/۲۔

(۴) حدیث: ”لمھی النبی ﷺ عن بیع العرود“ کی تخریج فقرہ ۲۸ کے تحت گذر چکی ہے۔

(۱) ابن عابدین ۶/۳، الدسوقی ۱۵/۳، شرح منہی عنہا للإردات ۱۳۶/۲، اقلیو بی ۱۶۱/۲۔

(۲) مع الجلیل ۵/۳، ۴۸۵، جوہر واکلیل ۶/۲، معنی المحتاج ۱۱/۲، اقلیو بی ۱۵۷/۲۔

(۳) شرح الجبلہ: دفعہ (۲۰۳)، مع الجلیل ۳۸۶/۲، المشرع الصغیر ۶/۲ طبع المجلسی، اقلیو بی ۱۶۱/۲، کشاف القناع ۱۶۳/۳، المجموع شرح المہذب ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸۔

والے اثر کے بارے میں تفصیلات ہیں^(۱) جن کو اصطلاح ”خیار تعین“ میں دیکھا جائے۔

دوم: بیع کی معرفت اور اس کی تعین کا وسیلہ:

۳۴- اگر بیع مجلس سے غائب ہو اور بیع کی معرفت اس کے مشاہدہ یا اس کی طرف اشارہ کے ذریعہ نہ ہو سکے جیسا کہ گذرا تو یہ معرفت اس وصف کے ذریعہ ہوگی جو اس کو دوسرے سے ممتاز کر دے، نیز اس کی مقدار کا بیان ہو، اور اگر عقار ہو تو اس کی حدود کا بیان ضروری ہے، اس لئے کہ عقار کی جہت اور موقع کے مختلف ہونے سے اس کی قیمت الگ الگ ہوتی ہے، اور اگر ملکیت یا موزونات یا مندروعات (پینائٹس والی چیز) یا معدودات (شمار کی جانے والی چیز) میں سے ہو تو اس کی معرفت اس مقدار کے ذریعہ ہوگی جو فروخت ہو رہی ہے^(۲)۔ اس میں کچھ تفصیلات ہیں جن کا بیان جلد آ رہا ہے۔

اُکل سے خرید فروخت کرنا صحیح ہے، اور وہ یا تو نلہ کے سارے ڈھیر پر شمن کو مجمل رکھ کر ہوگی تو یہ بالاتفاق صحیح ہے، البتہ اس میں بیع جزاف کے بارے میں مالکیہ کی ذکر کردہ شرائط کی رعایت ہوگی۔ یا شمن کی تفصیل کے ذریعہ ہوگی مثلاً: ہر صاع اتنے میں ہے، تو یہ بیع مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک صحیح ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ نے کہا: ایک تیفیز میں صحیح ہے، اور بقیہ میں باطل ہوگی، اس لئے کہ وہ مجموعہ مجہول ہے جس پر عقد ہوا ہے۔

شافعیہ نے کہا: اگر نلہ کے ڈھیر کی مقدار بیان کر دی ہو مثلاً اس نے کہا: میں نے تمہیں نلہ کا یہ ڈھیر ایک صاع ایک درہم کے حساب

حاصل ہوگی جبکہ وہ مجلس میں موجود ہو اور اس صورت میں وہ معین ہو جائے گی، اور بائع کو یہ حق نہ ہوگا کہ مشتری کو اسی جنس کی کوئی اور چیز اس کی رضا مندی کے بغیر دے، اور اشارہ، تعریف کی اعلیٰ ترین صورت ہے^(۱)۔

یا یہ کہ عقد میں بیع کی تعین نہیں کی گئی ہوگی، یعنی یہ کہ بیع غائب ہو اس کا وصف بیان کر دیا گیا ہو، یا مجلس میں موجود ڈھیر میں سے ایک مقدار ہو تو اس صورت میں تعین حوالگی ہی کے ذریعہ ہوگی۔

یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، اور شافعیہ کے یہاں ”ظہر“ کے بالمقابل بھی یہی ہے، جبکہ ان کے نزدیک ”ظہر“ یہ ہے کہ غائب کی بیع صحیح نہیں ہے^(۲)۔

غیر متعین بیع کی قبیل سے مشترک کے طور پر ایک حصہ کفر و خست کرنا ہے، خواہ وہ حصہ جائیداد میں سے ہو یا منقولہ سامان میں سے، خواہ وہ مشترک شی قابل تقسیم ہو یا ناقابل تقسیم ہو، کیونکہ اشتراک کے ساتھ تعین بغیر تقسیم اور حوالگی کے نہیں ہوتی^(۳)۔

بیع کی تعین سے متعلق چند چیزوں میں سے ایک چیز کی بیع ہے، اس شرط کے ساتھ کہ مشتری کو اختیار تعین حاصل ہوگا، یعنی ان میں سے کس کو خریدے گا اس کی تعین کرے، اور اس طرح اس کے لئے امکان ہوگا کہ اپنے لئے جس کو زیادہ مناسب سمجھے منتخب کر لے، یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو اختیار تعین کے قائل ہیں۔

اس بیع کے جواز، اس کی شرائط، اور اس خیار پر مرتب ہونے

(۱) شرح لہجہ: دفعہ (۲۰۲)، الفواکیر الدوائی ۲/۲۱، البجہ شرح البجہ ۲/۲۳، اقلیو بی ۲/۱۶۳، شرح تہذیبی لا رادات ۲/۱۳۶۔

(۲) شرح لہجہ: دفعہ (۲۰۱)، جوہر لا کلیل ۲/۷۷، ۹، کشاف القناع ۳/۱۶۳، ۱۶۸، المغنی ۳/۱۳۳، مغنی المحتاج ۲/۱۶، ۱۸۔

(۳) شرح لہجہ: دفعہ (۲۲۰)، اہل المدارک ۲/۲۸۱، خبلا الثروایا: مسئلہ ۱۸۰، رص ۱۹۹، مغنی المحتاج ۲/۱۶، اقلیو بی ۲/۱۶۱، کشاف القناع ۳/۱۷۰۔

(۱) الہدایہ ۳/۳۰، ۳۱، جوہر لا کلیل ۲/۳۹، کشاف القناع ۳/۲۰۵۔

(۲) شرح لہجہ: دفعہ (۲۲۰)، حاشیہ ابن ماجہ ۳/۲۸، لوطاب ۲/۲۹۶، البجہ ۲/۱۹، کشاف القناع ۳/۱۶۳، مغنی المحتاج ۲/۱۸۔

ان اشیاء کو شامل ہو جو اس میں داخل ہیں کو کہ عقد میں اس کی صراحت نہ کی گئی ہو، اسی طرح وہ اس سے استثناء کئے بغیر جدا نہیں ہوتیں۔
 حنفیہ کے نزدیک بیع میں حسب ذیل اشیاء داخل ہوتی ہیں:
 الف: وہ چیزیں جو بیع کے نام کے تحت آتی ہیں، اس طور پر کہ وہ ان کا ایک جز ہو، پس مثلاً گھر کی بیع میں اس کے کمرے داخل ہوں گے، اور الماری کی بیع میں اس کے خانے داخل ہوں گے۔

ب: وہ چیز جس کا بیع سے علاحدہ ہونا عقد کی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے ناممکن ہو، لہذا اتارنے کی بیع میں کنجی داخل ہوگی۔
 ج: جو بیع سے پائیداری کے ساتھ متصل ہو، بایں طور کہ وہ دائمی طور پر وابستہ ہو، مثلاً گھر کی بیع میں دروازے اور حوض داخل ہوں گے۔

د: جس کو بیع کے ساتھ تابع ہو کر فروخت کرنے کا عرف ہو، مثلاً اونٹ کے ساتھ اس کی ٹکیل (۱)۔

اصل یہ ہے کہ یہ سارے امور عرف سے وابستہ ہیں، اور عرف ملکوں کا الگ الگ ہوتا ہے، لہذا جس ملک میں جس چیز کے تابع ہو کر بیع میں داخل ہونے کا عرف ہو، وہ وہاں بیع میں داخل ہوگی، کو کہ دوسرے ملک میں یہ عرف نہ ہو (۲)۔

اسی وجہ سے ابن عابدین مکان کی بیع کے بارے میں ”الذخیرہ“ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: اصل یہ ہے کہ جو چیز گھر کی تعمیر اور اس سے متصل نہیں وہ بیع میں داخل نہیں ہوگی، الا یہ کہ عرف جاری ہو کہ بائع اس کو مشتری سے نہیں روکتا، لہذا کنجی استحساناً داخل

(۱) شرح لہجہ: دفعات (۲۱۹، ۲۳۰، ۲۳۶)، حاشیہ ابن عابدین ۳۳/۳، ۳۳
 نیز ابن عابدین کا رسالہ ”نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف“ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)۔
 (۲) المفروق ۳۳/۳، معنی المحتاج ۲/۸۰، ۸۶، المہذب ۱/۲۸۵، شرح منتہی لادارات ۲/۲۰۶، ۲۰۹۔

سے فروخت کیا، اور یہ ڈھیر ایک سوساع کا ہے، اگر سوساع نکلتا ہے تو بیع صحیح ہے، اس لئے کہ اجمال و تفصیل میں توافق ہے، اور اگر سوساع نہ نکلے مثلاً اس سے کم یا زیادہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ اجمالی ثمن اور تفصیلی ثمن میں تطبیق محال ہے، جبکہ دوسرا قول ہے کہ بیع صحیح ہے (۱)۔

کیلی چیز کی بیع وزن کے ذریعہ اور اس کے برعکس جائز ہے، یہ حکم فی الجملہ غیر ربوی اشیاء میں ہے یعنی جس میں تفاضل اور کمی بیشی حرام نہیں، اس لئے کہ ربوی اشیاء میں اس کی صراحت آئی ہے۔
 خصوصی مکیال یا میزان سے بیع جائز ہے مثلاً فریقین کے لئے معین پتھر، کو کہ دوسرے لوگوں میں اس کا عرف نہ ہو۔

غیر منضبط مکیال (یعنی وہ پیمانہ جو پھیلتا اور سکڑتا ہو) اس کے ذریعہ بیع ناجائز ہے، البتہ پانی کی بیع مشکیزہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہو کر استحساناً جائز ہے، اس لئے کہ اس کا عرف و رواج ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں (۲)۔

سوم: بیع کی شمولیت: ملحقات بیع:

۳۵- بیع، عین اور اس کے منافع کی ہوتی ہے، اسی وجہ سے بسا اوقات اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بیع میں وہ چیز داخل ہو جس کا اس سے تعلق ہے تاکہ مقصود منفعت کی تحصیل ہو، یا عرف کا تقاضا ہو کہ بیع

(۱) شرح لہجہ: دفعہ (۲۲۰)، حاشیہ ابن عابدین ۳۲/۲۸، مع الجلیل ۲/۵۰۵، بشرح الصغیر ۲/۱۰، طبع الجلی، معنی المحتاج ۲/۱۷، ۱۸، نہایت المحتاج ۳/۳۹۹، ۳/۳۰۰، معنی ۳/۱۳۲، کشف القناع ۳/۶۸۔
 (۲) شرح لہجہ: دفعہ (۲۱۸)، حاشیہ ابن عابدین ۳/۲۷، بشرح الصغیر ۲/۱۳، مع الجلیل ۲/۵۷، لوطاب ۳/۲۸۰، شرح الروض ۲/۱۲۹، خلیا لروایا رص ۲/۲۰۷، معنی ۳/۳۱۸، کشف القناع ۳/۱۷۳۔

بیع کے ان اشیاء کو شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیع کے ساتھ اسی ثمن سے داخل ہوں گی، ثمن میں ان کا حصہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ جو چیز بیع میں مبعاً داخل ہوتی ہے ثمن میں سے اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا^(۱)۔

یہی اعتبار (حنفیہ کے نزدیک) اس چیز کا بھی ہے جو بیع کے تعلق سے وصف ہو، اگر وہ وصف عقد کے بعد اور قبضہ سے قبل تلف ہو جائے تو مشتری کو یہ حق نہیں کہ اس کے مقابلہ میں ثمن میں سے کچھ ساقط کر دے، بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ عقد پر قائم رہے یا اس کو فسخ کر دے، اور یہ وصف فوت ہونے کے خیال کی قبیل سے ہے، یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ ذات بیع میں سے (تو بیع میں سے نہیں) کوئی چیز ہلاک ہو جائے، تو اس کی وجہ سے مشتری اس کے حصہ کا ثمن ساقط کر سکتا ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے کہا: میں نے تمہیں یہ گھر فروخت کر دیا، تو اس میں اس سے متصل اشیاء مثلاً دیوار میں ٹھونکنے گئے تختے، منگے اور اس میں گڑے ہوئے ٹب، اور ہر وہ چیز جو اس کی مصلحت میں دائمی طور پر اس سے متصل ہے داخل ہوگی، اور حنابلہ کے نزدیک علاحدہ چیز داخل نہ ہوگی، شافعیہ کے یہاں ایک رائے بھی یہی ہے، لہذا اس میں چکی کا نچلا پتھر اگر متصل ہو داخل ہوگا، اور اوپری پتھر داخل نہ ہوگا، اسی طرح ڈول، رسی، چرخ اور کنجی جیسی چیزیں داخل نہ ہوں گی^(۲)۔

بیع سے استثناء:

۳۶- بیع سے استثناء کا حکم نص اور ضابطہ پر مبنی ہے، اور وہ ضابطہ نص

ہوگی، قیاساً نہیں، کیونکہ وہ متصل نہیں، البتہ عرف کے تقاضے سے ہم اس کے داخل ہونے کے قائل ہیں، پھر ابن عابدین نے کہا: اس کا تقاضہ یہ ہے کہ گھر کا شرب (پانی کا راستہ) ہمارے دیار (دُشَق) میں عرف کی وجہ سے داخل ہوگا، بلکہ یہ قاہرہ شہر کے عرف میں علاحدہ سیزھی کے شامل ہونے سے اولیٰ ہے، اس لئے کہ دُشَق میں اگر گھر کے لئے جاری پانی ہو اور پھر کلی طور پر رک جائے تو گھر سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، نیز اگر مشتری کو معلوم ہو کہ عقد بیع کے ذریعہ وہ گھر کے ”شرب“ کا مستحق نہ ہوگا تو اس گھر کے مقابلہ میں جس میں پانی کا حصہ داخل ہو، اس گھر کو نہایت کم قیمت پر ہی خریدنے پر راضی ہوگا^(۱)۔

قرآنی قاعدہ: ”ما یتبع العقد عرفاً“ (جو عرفاً عقد کے تابع ہو)، اور قاعدہ ”ما لا یتبعہ“ (جو تابع نہیں) کے درمیان فرق کے تحت (اس سلسلہ کے ابواب ذکر کرنے کے بعد) کہتے ہیں: یہ ابواب جن کو میں نے شمار کر لیا ہے، یہ عادات و اعراف پر مبنی ہیں، البتہ اس سے ”ناپیر شدہ پھلوں“ کا مسئلہ الگ ہے، اس وجہ سے کہ اس کا ماخذ نص و قیاس ہے، اس کے علاوہ دوسرے مسائل کا ماخذ عرف و عادت ہے، تو جب عادت بدل جائے یا ختم ہو جائے تو یہ فتاویٰ بھی ختم ہو جائیں گے، اور یہ فتاویٰ صادر کرنا حرام ہوگا کیونکہ ان کا ماخذ باقی نہ رہا، لہذا اس پر غور کر لینا چاہئے، بلکہ فتویٰ ان عادات کے تابع ہوگا جیسے جیسے وہ بدلتی جائیں، جیسا کہ فقوہ دہر دور اور وقت کے تابع ہوتے ہیں، اور جس چیز کی بھی عقد میں صراحت کر دی گئی ہو اور لغت اس کی متقاضی ہو، تو یہی وہ چیز ہے جو عادات کے بدلنے سے نہیں بدلتی، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ عرف کا تقاضا ہے^(۲)۔

(۱) شرح الجملہ: دفعہ (۲۳۳)۔

(۲) المہذب ۱/۲۸۵، المجموع ۱۱/۲۶۸، کشاف القناع ۳/۲۷۵۔

(۱) ابن عابدین ۳/۳۲۔

(۲) لفروق لغزائی ۳/۲۸۸ (فرق ۱۹۹)۔

بنادے گا، لیکن اگر مستثنیٰ کو معین کر دیا جائے تو بیج و استثناء صحیح ہیں، یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

امام مالک کے نزدیک چند کھجور کے درخت یا چند درختوں کا استثناء کرنا جائز ہے اگرچہ وہ معین نہ ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان کا انتخاب کر لے گا، اگر ان کا پھل بقدر ثلث یا اس سے کم ہو، اور باغ کے پھل ایک نوع کے ہوں، کیوں کہ اس صورت میں ”غرر“ ہکا ہے۔

پھل کی بیج میں معین مقدار کا استثناء کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے استثناء سے منع کیا ہے، نیز اس لئے کہ استثناء کے بعد باقی ماندہ حصہ مجہول ہے، یہ سعید بن مسیب، شافعی، اوزاعی، اسحاق اور ابو ثور سے مروی ہے، ابو الخطاب کے علاوہ حنابلہ کا یہی قول ہے، اور یہی حسن کی روایت اور حنفیہ میں سے طحاوی کا قول ہے۔

امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اگر ایک تہائی یا اس سے کم ہو، حنفیہ کے نزدیک جو ازعی ظاہر اور ایہ ہے، اور یہی ابن سیرین، سالم بن عبد اللہ، اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کا قول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے معلوم کا استثناء کیا ہے۔

غیر معین حصے مثلاً چوتھائی اور تہائی کا استثناء جائز ہے، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ میں جہالت پیدا نہ ہوگی، لہذا یہ صحیح ہے جیسا کہ اگر کسی معین درخت کو خرید لے۔

حنابلہ میں سے ابو بکر اور ابن ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ ناجائز ہے۔ حنابلہ کے نزدیک ما کول اللحم جانور کی بیج، اس کے سر، کھال، اطراف اور سوائق (جانور کے جسم کے وہ اجزاء جن کو عام طور پر پھینک دیا جاتا ہے) کے استثناء کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک نے اس کو صرف سفر میں جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ سفر میں ان اجزاء کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جو پھینک دیئے جاتے ہیں، امام مالک نے اس کو حضر میں مکروہ کہا ہے، نیز اس لئے کہ مسافر کے لئے کھال اور سوائق سے

پر مٹی ہے، تاہم فقہاء کا اس پر مٹی بعض مسائل میں اتفاق اور بعض مسائل میں اختلاف ہے، اور اس اختلاف کی وجہ توجیہ میں اختلاف ہے جس کی تشریح یہ ہے:

جہاں تک نص کا تعلق ہے تو بخاری کی روایت میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن الثنیا إلا أن تعلم“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے استثناء کرنے سے منع کیا الا یہ کہ وہ معلوم ہو)۔

ضابطہ: ہر وہ چیز جس کو انفرادی طور پر فروخت کیا جاسکتا ہے اس کا استثناء کرنا بھی جائز ہے، اور جس کو انفرادی طور پر فروخت نہیں کیا جاسکتا اس کا استثناء کرنا بھی ناجائز ہے۔

مستثنیٰ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر وہ مجہول ہو تو بقیہ کو بھی مجہول کر دے گا، لہذا بیج صحیح نہیں ہوگی۔

لہذا جانور کی بیج سے حمل کا استثناء کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس کو انفرادی طور پر فروخت نہیں کر سکتے، تو اس کا استثناء بھی جائز نہیں ہوگا، یہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، البتہ امام احمد سے حمل کے استثناء کی صحت منقول ہے، اور یہی حضرت حسن، نجعی، اسحاق اور ابو ثور کا قول ہے۔ اس کی دلیل مانع کی روایت ہے کہ ابن عمر نے ایک باندی فروخت کی، اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کر دیا، نیز اس لئے کہ آزادی میں اس کا استثناء کرنا صحیح ہے، لہذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے بیج میں بھی اس کا استثناء کرنا درست ہوگا۔

اسی طرح کسی بھی مجہول شیئی کا استثناء کرنا ناجائز ہے، مثلاً بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک غیر معین بکری کا استثناء۔

باغ کی بیج میں کسی غیر معین درخت یا نخل کا استثناء کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ معلوم میں سے مجہول کا استثناء کرنا معلوم کو بھی مجہول

(۱) حدیث: ”لہی رسول اللہ ﷺ عن الغبا إلا أن تعلم“ کی روایت مسلم (۳/۵۷۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، شرط اور بیع دونوں باطل ہیں، اس لئے کہ یہ شرط غیر ملائم (غیر مناسب) ہے (۱)۔

بیع اصول:

۳۷- اصول، اصل کی جمع ہے، اور اصل وہ ہے جس پر دوسری چیز مبنی ہو، یہاں پر اصول سے مراد وہ ہے جس کو نووی نے اپنی کتاب ”تحریر“ میں اپنے اس قول سے تعبیر کیا کہ اصول: درخت اور زمین ہیں (۲)۔

”شرح منتہی الارادات“ میں ہے: یہاں اصول سے مراد زمین، گھر اور باغات ہیں (۳)۔

فقہاء کے یہاں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ”بیع اصول“ کے عنوان سے ایک الگ فصل قائم کرتے ہیں اور اس میں ان چیزوں کو ذکر کرتے ہیں جو بیع میں ان اصول کے تابع ہیں یا نہیں ہیں۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

۳۸- زمین کی بیع: جس نے زمین فروخت کی، تو زمین میں پودے اور تعمیر داخل ہوں گے، اس لئے کہ یہ زمین سے پائیدار طور پر متصل ہیں، اور یہ زمین کے حقوق میں سے ہیں، یہ تمام مذاہب کا حکم ہے، البتہ شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اگر مطلق رکھا اور یہ نہیں کہا کہ اس کے حقوق کے ساتھ، تو تعمیر اور درخت داخل نہ ہوں گے، لیکن شافعیہ کے یہاں مذہب یہی ہے کہ مطلق رکھنے کے وقت وہ

فائدہ اٹھانے کا امکان نہیں، اس کے استثناء کے جواز کی دلیل یہ ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن الشیبا إلا أن تعلم“ (نبی ﷺ نے استثناء سے منع کیا مگر یہ کہ معلوم ہو) اور یہ معلوم ہیں۔

روایت میں ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی، اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور عامر بن نبیرہ تھے تو ان کا گزرا ایک بکریاں چرانے والے پر ہوا، حضرت ابو بکر اور عامر اس کے پاس گئے، اور اس سے ایک بکری خریدی، اور اس کے لئے اس کے سلب (یعنی اس کی کھال، پائے اور شکم) کی شرط لگائی“ (۱)، یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

فقہاء کے یہاں مختلف فیہ استثناء میں سے وہ بھی ہے جس کو بعض فقہاء نے شرط صحیح کہا ہے، اور اس کو اور بیع کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ دوسرے فقہاء نے اس کو شرط فاسد بتایا ہے، اور اس کو باطل قرار دیا ہے، اور بیع کو بھی باطل کہا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص گھر فروخت کرے، اور مثلاً اس میں ایک ماہ کی رہائش کا استثناء کرے تو مالکیہ و حنابلہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال حضرت جابر کی اس روایت سے ہے: ”باع النبی ﷺ جملاً، واشترط ظہرہ إلى المدینة“ (نبی کریم ﷺ نے ایک اونٹ فروخت کیا، اور مدینہ تک اس کی سواری کی شرط لگائی)، ایک روایت میں ہے کہ یہ لفظ آپ نے فرمایا: ”بعته واستثنیت حملانہ إلى اہلی“ (۲) (میں نے اس کو فروخت کر دیا، اور اپنے گھر تک اس کی سواری کا استثناء کیا)۔

(۱) ابن ماجہ ۳۰۸۳، ۳۱، الہدایہ ۳/۲۵۶، جوہر لؤلؤ ۲/۷۲، انہجہ

شرح اتحدہ ۲/۳۲، الفواکیر الدوائی ۲/۲۳۸، نہایۃ المحتاج ۳/۳۳، شرح

روض الطالب ۲/۱۵۷، ۱، المہذب ۱/۲۶۱، جاہزیۃ الجمل ۳/۸۳، المغنی

۳/۱۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، شرح منتہی الارادات ۲/۱۳۸،

(۲) أکنی الطالب ۲/۹۵۔

(۳) شرح منتہی الارادات ۲/۲۰۶۔

(۱) حدیث: ”أن النبی ﷺ لما ہاجر إلى المدینة و معہ أبو بکر و

عامر بن لہبیرة مروا بواعی غنم.....“ کو صاحب کشف القناع

(۳/۱۷۱ طبع المریض) نے ابو الخطاب سے منسوب کیا ہے

(۲) جانوروں کی سواری کی شرط کے بارے میں حضرت جابر کی حدیث کی روایت

بخاری (التح ۵/۳۱۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۲۲ طبع المجلد) نے کی ہے

کے تابع ہوں گے، اس لئے کہ یہ سب اس کے اجزاء ہیں، اور اسی کے مفاد میں پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ زمین جو درخت کے اگنے کی جگہ ہے تو وہ بھی اس کی بیع میں مالکیہ کے نزدیک اور حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق داخل ہوگی اگر درخت کو برتر رکھنے کے لئے خریدنا ہو، جبکہ حنا بلہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں صحیح یہ ہے کہ داخل نہ ہوگی، اس لئے کہ درخت کے کام میں وہ شامل نہیں، اور نہ ہی وہ بیع کے تابع ہے۔

اگر درخت میں پھل یا کھجوریں لگی ہوں تو تناً پیر شدہ پھل بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری اس کی شرط لگا دے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من باع نخلاً قد آبرت فثمرتها للبائع إلا أن يشترط المبتاع“^(۱) (جو تائیر شدہ کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہی ہوگا مگر جب خریدار شرط کر لے)۔

اگر درخت تائیر شدہ نہ ہو تو مشتری کا ہوگا، اس لئے کہ اس فرمان نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تائیر شدہ نہ ہو تو وہ خریدار کا ہوگا، نیز اس لئے کہ کھجور کا پھل حمل کی طرح ہے، کیونکہ یہ مخفی اضافہ اور نمو ہے جو ایک مقررہ حد پر ظاہر ہوگا۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ حنفیہ کے یہاں ”صحیح“ یہ ہے کہ تائیر شدہ اور غیر تائیر شدہ پھل شرط کے بغیر داخل نہ ہوں گے^(۲)، اس کی دلیل حدیث سابق ہے، لیکن اس روایت کے ساتھ جس میں تائیر کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱- جانور کی بیع میں وہ چیز اس کے تابع ہوگی جس کے تابع ہونے کا عرف ہو مثلاً لگام، مہار، اور زین۔ شافعیہ نے فرق کرتے ہوئے

داخل ہیں۔ اسی طرح شافعیہ نے کہا ہے کہ جو درخت زمین کے تابع ہوگا اس سے مراد ہر ابھر اور درخت ہے۔ خشک درخت اس میں داخل نہ ہوگا، جیسا کہ ابن رفاعہ اور سبکی نے صراحت کی ہے کہ فقہ کا تقاضا یہی ہے، جبکہ اسنوی نے کہا کہ قطعاً داخل نہیں ہوگا۔

اسی طرح زمین کی بیع میں وہ پتھر بھی داخل ہوگا جو زمین میں پیدا ہوا اور اس میں گڑا ہوا ہے، اس لئے کہ وہ اس کا جز ہے، برخلاف مدنون شی جیسے خزانہ کے کہ وہ بیع میں داخل نہ ہوگا، بلکہ وہ بائع کا ہوگا، لیکن قرانی نے کہا: مدنون پتھر صرف اس قول کی بنیاد پر داخل ہوگا کہ جو شخص زمین کے ظاہر کا مالک ہے اس کے باطن کا بھی مالک ہے۔

اگر زمین میں ایسی کھیتی ہو جس کو بار بار کاٹا جاتا ہو تو اصول (جزئی) خریدار کی ہوں گی، اور بیع کے وقت ہونے والی کٹائی بائع کی ہوگی^(۱)۔

۳۹- جس نے گھریچا تو بیع میں اس کی تعمیر، اس کا صحن، اس میں موجود لگا ہوا درخت، اور اس کے مفاد کے لئے متصل چیزیں مثلاً سیڑھیاں، کیل لگے ہوئے تختے، دروازے، اور گڑی ہوئی چکی داخل ہوں گی، لیکن اس میں ذن شدہ خزانہ اور اس سے جدا چیزیں مثلاً رسی اور ڈول، اور منقولہ اشیاء مثلاً پتھر اور لکڑی داخل نہ ہوں گی۔ رہا لگا ہوا تالا تو اس کی کنجی حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک جیسا کہ گذرا، داخل ہوگی، شافعیہ کے یہاں صحیح قول اور حنا بلہ کے یہاں ایک روایت یہی ہے^(۲)۔

۴۰- درخت کی بیع میں شاخیں، پتے، اور درخت کے جملہ اجزاء، اس

(۱) حدیث: ”من باع نخلاً قد آبرت...“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۱۳/۵ طبع مشکوٰۃ) نے کی ہے۔

(۲) الہدایہ ۲۵/۳، ابن ماجہ ۳۸/۳، الفروق ۳۸۵/۳، مع الجلیل ۲۳/۲، نہایۃ المحتاج ۳۰/۳، شرح الروض ۱۰۱/۲، المغنی ۸۷/۳، شرح منتہی الارادات ۲۰۹/۲۔

(۱) ابن ماجہ ۳۷/۳، الدسوقی ۷۰/۳، الفروق ۳۸۳/۳، نہایۃ المحتاج ۱۱۶/۳، شرح روض الخطاب ۹۶/۲، المغنی ۸۵/۳، شرح منتہی الارادات ۲۰۷/۲۔

(۲) ابن ماجہ ۳۳/۳، مع الجلیل ۲۵/۲، نہایۃ المحتاج ۱۲۷/۳۔

بیع ۴۲-۴۳

دوم یہ کہ اکثر اہل شہر اس قسم کی بیع کرنے پر باہم اتفاق نہ کئے ہوں^(۱)۔

اگر پھل کو بد و صلاح سے قبل باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ یا مطلقاً (توڑنے یا باقی رکھنے کا ذکر کئے بغیر) فروخت کیا گیا تو جمہور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیع باطل ہے۔

حنفیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اگر چھوڑنے کی شرط رکھی گئی ہو، اور اگر توڑنے یا باقی رکھنے کی شرط نہ لگائی ہو تو مذہب حنفی میں بالاتفاق جائز ہے اگر قابل انتفاع ہو، اور صحیح قول میں جائز ہے اگر ناقابل انتفاع ہو، اس لئے کہ یہ بعد میں قابل انتفاع مال ہے کو کہ فی الحال قابل انتفاع نہیں ہے، لیکن اگر چھوڑنے کی شرط لگادی تو بیع فاسد ہے^(۲)۔

اگر پھل کو ”اصل“ کے ساتھ فروخت کرے تو بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ پھل اصل کے تابع ہوتا ہے^(۳)۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”شمار“ میں دیکھی جائے۔

چہارم: بیع کی موجودگی اور غیر موجودگی:
الف: بیع کی موجودگی:

۴۳- یہ طے ہے کہ بیع کی طرف اشارہ تعریف و تعیین کی قوی ترین صورت ہے، اور اسی وجہ سے اگر بیع فریقین کے سامنے (مجلس عقد میں) ہو، اور اشارہ کے ذریعہ اس کی اس طور پر تعیین کر دی گئی ہو کہ مشتری نے اس کو جان لیا اور دیکھ لیا ہو تو بیع لازم ہوگی، بشرطیکہ کوئی خاص سبب (جس کا تعلق رویت بیع سے نہ ہو) ان اسباب میں سے

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) الہدایہ ۲۵/۳، جوہر لا طیل ۶۰/۲، نہایہ المحتاج ۳۳/۳، المغنی ۳۳/۳۔

(۳) الجملہ: دفعہ (۶۵)، الفواکہ الدوائی ۲۱/۲، الفروق ۳۳/۳، تہذیب الفروق ۲۳۹/۳۔

کہا ہے کہ جو چیز جانور سے متصل ہے مثلاً برہ (جانور کی ناک کا حلقہ) اور پیوستہ نعل تو وہ تابع ہو کر بیع میں داخل ہوگی۔

لگام، زین، اور مہار، لفظ کے تقاضے پر اکتفاء کرتے ہوئے جانور کی بیع میں داخل نہیں ہوں گے^(۱)۔

پھلوں کی بیع:

۴۲- فقہاء کا اتفاق ہے کہ درخت سے الگ صرف پھلوں کی بیع جائز ہے لیکن بد و صلاح کے بعد ہی جائز ہے۔ بد و صلاح کی تفسیر میں اختلاف ہے: وہ پھل کا پکنا اور مٹھاس وغیرہ کا ظاہر ہونا ہے جیسا کہ جمہور کی رائے ہے، یا آفت اور فساد سے مامون ہونا ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔

دلیل جواز اس فرمان نبوی سے ماخوذ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل کفر و خست کرنے سے منع کیا تا آنکہ بد و صلاح ہو جائے^(۲)۔ ابن قدامہ نے کہا: اس حدیث کا ”مفہوم“ یہ ہے کہ بد و صلاح کے بعد پھل کی بیع مباح ہے، اور یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو ”مفہوم“ کے قائل ہیں، جیسا کہ اصل و ضابطہ ہے کہ جس بیع میں تمام شرائط موجود ہوں وہ جائز ہے^(۳)۔

اسی طرح پھل آنے کے بعد اور بد و صلاح سے قبل فی الحال توڑنے کی شرط کے ساتھ ان پھلوں کی بیع جائز ہے، اگر وہ قابل انتفاع ہوں، یہ حکم بالاتفاق ہے۔ البتہ مالکیہ نے اس میں دو شرطوں کا اضافہ کیا ہے: اول یہ کہ بائع و مشتری دونوں یا کسی ایک کو بیع کی حاجت ہو،

(۱) ابن ماجہ ۳۸/۳، الہدایہ ۲۵/۳، نہایہ المحتاج ۳۳/۳، شرح الروض ۱۰۰/۲، شرح تفسیر الرادات ۲/۳۳۔

(۲) حدیث: ”اللہی عن بیع الفمورۃ حتی یندو صلاحھا...“ کی روایت بخاری (فتح ۳۹۷/۳ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۳۸/۳، الدرر السنی ۶۱/۳، نہایہ المحتاج ۳۳/۳، المغنی ۳۳/۳۔

ہے، جس کو ”فوت و صف کا خیار“ کہتے ہیں (۱)۔

وصف فوت ہونے کے سبب استحقاق خیار میں بیع کا موجود
وغیر موجود ہونا برابر ہے، اس کی تفصیل ”خیار و صف“ میں دیکھئے۔

ب۔ بیع کی غیر موجودگی:

۴۴۔ اگر بیع غیر موجود ہو تو ایسے وصف کے ذریعہ خریدی گئی ہوگی جو
اس کی وضاحت کر دے جس طرح عقدِ سلم میں بیان کیا جاتا ہے، یا
بغیر وصف کے خریدی گئی ہوگی، البتہ اس کے مقام کی طرف اشارہ
کر دیا گیا ہوگا یا اس کو ایسی چیز سے منسوب کر دیا گیا ہوگا جس کی وجہ
سے وہ ممتاز ہو جائے۔

اگر بیع و صف کے ذریعہ کیا گیا ہو اور یہاں سابقہ مرغوب و صف
کے علاوہ ہو، اور بیع کے مشاہدہ کے بعد اس کے اور وصف کے درمیان
مطابقت ملے تو بیع لازم ہوگی، ورنہ مشتری کے لئے خیار خلف (وصف
کے نہ پائے جانے کا خیار) حاصل ہوگا، یہ جمہور علماء کے نزدیک ہے۔
رہے حنفیہ تو وہ یہاں مشتری کے لئے خیار رویت ثابت کرتے
ہیں، قطع نظر اس بات سے کہ وصف بیان ہو یا نہ ہو، اس کی تفصیل
”خیار و صف“ اور ”خیار رویت“ میں ہے۔

لیکن اگر نمونہ کی بنیاد پر خریداری ہوئی ہو اور بیع اس سے مختلف
نہ ہو تو مشتری کے لئے خیار رویت نہیں ہوگی (۲)۔

وصف کے ساتھ غیر موجود کی بیع جمہور کے نزدیک فی الجملہ صحیح
ہے، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ کے بالمقابل یہی
ہے، چنانچہ حنفیہ نے اس کو جائزتر اردیا ہے کوکہ پہلے سے اس کا وصف
بیان نہ کیا ہو، جبکہ شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ وصف کا بیان

نہ پایا جائے جن کی وجہ سے مشتری کے لئے ”خیار“ پیدا ہوتا ہے۔
حتیٰ کہ اگر اشارہ، وصف کے ساتھ متصل ہو اور وصف، مشتری
کے مشاہدہ اور اس کی رضامندی کے خلاف نکلے تو بھی اس کے بعد
مشتری کو حق نہیں کہ ”وصف“ کا مطالبہ کرے، جبکہ عقد رویت اور رضا
کے بعد مکمل ہو چکا ہو۔

اس کی تعبیر اس فقہی قاعدہ سے کی جاتی ہے کہ ”حاضر چیز میں
وصف لغو ہے اور غائب میں معتبر ہے“۔

یہ بیع کے اسم اور اشارہ میں تغایر ثابت ہونے کے برخلاف
ہے مثلاً اس نے کہا: میں نے تمہیں یہ گھوڑی فروخت کر دی، اور مثلاً
کسی اونٹنی کی طرف اشارہ کیا تو یہاں پر نام لینے کا اعتبار ہوگا، اس
لئے کہ اسم کے ذریعہ جنس بیع کی تحدید ہوتی ہے، اور یہ جنس میں غلطی
ہے، وصف میں نہیں، اور جنس میں غلطی ناقابل معافی ہے، اس لئے
کہ اس کی وجہ سے بیع معدوم ہو جائے گی۔

قرآنی نے صراحت کی ہے کہ اگر بیع میں جنس کا ذکر نہ کرے مثلاً
کہے: میں نے تمہیں ایک کپڑا فروخت کیا، تو بلا جماع ممنوع ہے (۱)۔
یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وصف مشتری کے لئے قابل
اور اک ہو، لیکن اگر مشتری سے مخفی ہو یا تجربہ کی ضرورت ہو مثلاً گائے
میں دودھ دینے والی ہونے کا وصف ہو، پھر مشتری کو معلوم ہوا کہ وہ
ایسی نہیں، تو یہاں پر وصف کا فوت ہونا مؤثر ہے بشرطیکہ عقد میں
وصف کی شرط لگائی ہو، کوکہ بیع حاضر رہا ہو اور اس کی طرف اشارہ
کر دیا گیا ہو، اس لئے کہ یہاں وصف بائع کی طرف سے معتبر ہے،
اور اس کے فوت ہونے پر مشتری کے لئے ایک ”خیار“ ثابت ہوتا

(۱) لہجہ: دفعہ (۲۰۸)، صحیح الجلیل ۴/۶۷۸، ۶۷۹، جمہور الإطلیل ۴/۳۹۹،
شرح منشی لارادات ۴/۳۶۶، کشاف القناع ۳/۲۷۱، خلیل الروایا
ص ۲۱۰، نہایہ المحتاج ۳/۳۹۶، ۳۰۱، المہذب ۱/۲۹۳۔

(۱) فتح القدر ۵/۱۳۶، طبع بلاق۔

(۲) لہجہ: دفعہ (۳۳۳، ۳۳۵)۔

بھی یہی قول ہے، حنا بلہ کے یہاں اُصح یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے، شافعیہ نے اس کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے کہ مثلاً کہنے میں نے تمہیں اس گھر میں موجود گیہوں فروخت کیا اور یہ اس کا نمونہ ہے، اور نمونہ بیع میں داخل ہوگا^(۱)۔

مالکیہ کے یہاں اس صورت میں تفصیل ہے جب ظاہر ہو کہ برمانج کے مطابق فروخت شدہ ”عدل“ (جانور کی پیٹھ پر ایک طرف کا بوجھ) کم یا زیادہ ہے۔ اس کی تفصیل ”بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور“ کے تحت ہے۔

پنجم: قبضہ سے پہلے بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور:

۴۵- بیع کا حکم اگر اس میں نقص یا زیادتی ظاہر ہو، اس اعتبار سے مختلف ہے کہ بیع، مقدار کی بنیاد پر ہے یا از قبیل بیع ”جزاف“ (یا مجازفہ) ہے جس کو ”بیع صبرہ“ بھی کہتے ہیں، برمانج یا نمونہ پر بیع کی بعض صورتیں اسی سے ہیں، جبکہ مقدار، برمانج میں درج شدہ کے خلاف ظاہر ہو۔

الف- بیع جزاف (اٹکل سے بیع کرنا):

۴۶- اگر بیع اٹکل سے ہو تو مشتری یا بائع کی توقع سے کم یا زیادہ ظاہر ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کی تفصیل ”بیع جزاف“ میں ہے۔

ب- بیع مقدرات (متعینہ مقدار کی بیع):

۴۷- کیل یا وزن یا پیمائش یا شمار کے ذریعہ مقررہ مقدار میں فروخت شدہ چیز میں اگر کمی یا زیادتی نکلے تو بیع کو دیکھا جائے گا کہ آیا

ضروری ہے، اس لئے کہ یہاں مشتری کے لئے بہر حال خیار رویت ہے، خواہ وصف بیان کیا گیا ہو اور بیع وصف کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو اور خواہ وصف نہ بیان کیا گیا ہو، اور یہ خیار حکمی ہے، اس کے لئے شرط لگانے کی ضرورت نہیں ہے^(۱)۔ حنا بلہ نے اس کو سلم کی صحت کے لئے مطلوبہ طریقہ پر وصف کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، اور خیار کو عدم مطابقت کی حالت کے ساتھ مخصوص رکھا ہے^(۲)۔

جبکہ مالکیہ نے اس کو تین شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے:

الف۔ بہت زیادہ قریب نہ ہو کہ بغیر مشقت کے اس کو دیکھنا ممکن ہو، اس لئے کہ اس حالت میں بحیثیت غائب اس کی بیع یقین سے ضرر کے متوقع ہونے کی طرف عدول کرنا ہے، لہذا ناجائز ہے۔

ب۔ بہت زیادہ دور نہ ہو، کیونکہ حوالگی سے قبل اس میں تغیر کا اندیشہ یا حوالگی کے محال ہونے کا احتمال ہے۔

ج۔ بائع اس کو تمام اوصاف کے ساتھ بیان کر دے جن سے غرض متعلق ہے، اور یہ سلم کے اوصاف ہیں۔

مذہب شافعیہ میں ظاہر یہ ہے کہ غائب کی بیع صحیح نہیں ہے اور یہ وہ ہے جس کو متعاقدین یا ان میں سے کسی ایک نے نہیں دیکھا ہو کہ وہ حاضر ہو، اس لئے کہ بیع غرر سے ممانعت آئی ہے^(۳)۔

برمانج کے مطابق بیع کرنا یعنی ایسے رجسٹر کی بنیاد پر جس میں اوصاف درج ہوتے ہیں، اور نمونہ پر بیع کرنا یعنی مشتری کو ایک صاع دکھا کر نلہ کا ڈھیر اس شرط کے ساتھ فروخت کرنا کہ وہ اسی نمونہ جیسا ہے، اس کو حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے، حنا بلہ کا ایک قول یہی ہے، مرداوی نے اس کو درست کہا ہے (اس کی وجہ گزر چکی ہے)، مالکیہ کا

(۱) حنفیہ کے ساتھ مراجع۔

(۲) المغنی ۳/۵۸۰، ۵۸۳، شرح منہجی لارادات ۲/۱۳۶۔

(۳) المغنی ۲/۱۶۳، المغنی المحتاج ۲/۱۶۲، نہایہ المحتاج ۳/۳۰۱۔

(۱) شرح منہجی لارادات ۲/۱۳۶، المغنی ۲/۱۶۳، ۱۶۵، المغنی المحتاج ۲/۱۹، المغنی ۲/۳۱، وانصاف ۲/۲۹۵۔

صورت میں بیع صحیح ہوگی، اور زیادتی کی صورت میں سابقہ اختلاف ہے، یعنی صحیح کے مطابق بیع باطل ہے، اور صحیح کے بالمقابل قول کے مطابق بیع صحیح ہوگی (۱)۔

ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں لکھا ہے: اگر کہنے میں نے تمہیں یہ زمین یا یہ کپڑا اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ دس ذراع ہے، اور گیا روہ ذراع نکالا تو اس میں دو روایتیں ہیں:

اول: بیع باطل ہے، اس لئے کہ بائع کو زیادتی کے حوالہ کرنے پر مجبور کرنا ناممکن ہے، کیونکہ اس نے دس ہی ذراع فروخت کئے ہیں، اور نہ ہی مشتری کو بعض کے لینے پر مجبور کرنا ممکن ہے، کیونکہ اس نے سارا خرید لیا ہے، اور شرکت میں بھی نقصان اسی کا ہے۔

دوم: بیع صحیح ہے، اور زیادتی بائع کی ہے، اس لئے کہ یہ مشتری کے لئے نقص ہے، لہذا عیب کی طرح یہ صحت بیع سے مانع نہیں ہوگا، پھر بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ بیع زیادتی کے ساتھ سپرد کرے یا دس ذراع سپرد کرے، اگر مکمل بیع سپرد کرنے سے راضی ہو جاتا ہے تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا، اس لئے کہ بائع نے اس کے لئے اچھی چیز کا اضافہ کیا ہے، اور اگر بائع زائد بیع کو حوالہ کرنے سے انکار کرے تو مشتری کے لئے اختیار ہوگا کہ بیع کو رد کرے یا سارے مقررہ ثمن اور زائد کی قیمت دے کر لے لے، اگر لینے پر راضی ہو جائے تو دس ذراع لے، اور بائع ایک ذراع میں اس کا شریک ہوگا، اور کیا بائع کے لئے اختیار فسخ ہے؟ اس میں دو قول ہیں: اول: اس کو فسخ کا اختیار ہے اس لئے کہ شرکت میں اس کو ضرر ہے، دوم: اس کو اختیار نہیں، اور ابن قدامہ نے اسی کو قوی کہا ہے، اور اگر بیع نو ذراع نکلے تو اس میں دو روایتیں ہیں: اول: بیع باطل ہے جیسا کہ گزرا، دوم: بیع صحیح ہے، البتہ مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ فسخ کر دے یا ثمن کے دس حصوں میں سے نو حصوں

کے عوض لے لے۔

اگر نلہ کا ڈھیر خرید اس شرط کے ساتھ کہ وہ دس قفیز ہے، اور گیا روہ قفیز نکالا تو زائد کو واپس کرے گا، اور یہاں اس کے لئے اختیار نہیں اس لئے کہ زیادتی میں ضرر ہے، اور اگر نو قفیز نکلے تو اس کے حصہ کے ثمن کے عوض لے گا۔

اگر نلہ کے ڈھیر میں کیل کی تعیین کر دی جائے تو اس پر قبضہ کیل کے ذریعہ ہی ہوگا، اگر زائد ہو تو زیادتی واپس کرے گا، اور اگر کم ہو تو اس کو اس کے حصہ ثمن سے لے گا۔ کیا نقصان کی صورت میں اس کو فسخ کا اختیار ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں: اول: اس کے لئے اختیار ہے، دوم: اس کے لئے اختیار نہیں ہے (۱)۔

ثمن کے احکام و احوال:

اول: ثمن کی تعریف:

۴۸- ثمن: بیع کے حصول کے لئے مشتری کی طرف سے دیئے گئے عوض کا نام ہے، اور ثمن معقود علیہ کے دو اجزاء (ثمن و مٹمن) میں سے ایک جز ہوتا ہے، اور یہ دونوں مقومات عقد میں سے ہیں، اسی وجہ سے جمہور کی رائے ہے کہ قبضہ سے قبل ثمن معین کی ہلاکت کے سبب بیع فی الجملہ فسخ ہو جاتی ہے (۲)۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بیع کا مقصود اصلی بیع ہے، اس لئے کہ انتفاع اعیان ہی سے ہوتا ہے، اور اثمان (قیمتیں) تبادلہ کا وسیلہ ہیں (۳)، اسی وجہ سے حنفیہ نے ثمن کے مقنوم ہونے کو صحت کی شرط

(۱) المغنی ۱۳۶/۳، ۱۳۷۔

(۲) جوہر الاکلیل ۱/۳۰۵، مخ الجلیل ۲/۱۰۰، شرح الروض ۲/۶۳، المجموع ۲۶۹/۹، اقلیو بی ۲/۳۲، شرح منہی الارادات ۲/۱۸۹، الافصاح ۳۳۷/۱۔

(۳) الجملہ: دفعہ (۱۵۱)۔

(۱) مغنی المحتاج ۱۸/۲، المہذب ۱/۷۱۔

قیمت سے زیادہ میں فروخت کرتے ہوں، اور اہل رائے واصحاب بصیرت کے مشورہ سے تسعیر کے بغیر قاضی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بازار میں حضرت حاطب کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: ”یا تو زرخ بڑھاؤ یا اپنے گھر جا کر جس طرح چاہو فروخت کرو“ (۱)۔

شافعیہ وحنابلہ کی رائے ہے کہ تسعیر حرام ہے، اس کے ذریعہ سے خریدنا مکروہ ہے، اور تسعیر بالجبر ہوتو بیع حرام اور باطل ہے (۲)، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: ”إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، وإنی لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منکم یطالبنی بمظلمة فی دم ولا مال“ (۳) (اللہ تعالیٰ ہی زرخ مقرر کرنے والا، روکنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، رزق دینے والا ہے، میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی جانی یا مالی حق کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو)۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”تسعیر“ میں ہے۔

دوم: کون چیز ثمن بن سکتی ہے اور کون نہیں:

۵۰- جو چیز بیع ہونے کے قابل ہو ثمن ہونے کے بھی قابل ہے، اس

بتایا ہے، جبکہ بیع کا مقوم ہونا انعقاد کی شرط ہے، یہ فرق خاص طور پر حنفیہ کے یہاں ہے، جمہور کے یہاں نہیں، لہذا اگر ثمن غیر مقوم ہو تو حنفیہ کے نزدیک بیع باطل نہیں ہوگی، بلکہ فاسد ہوگی، اگر فساد کا سبب ختم کر دیا جائے تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

اسی طرح قبضہ سے قبل ثمن کا ہلاک ہونا بیع کے بطلان کا سبب نہیں بلکہ بائع اس کے بدل کا مستحق ہوگا، البتہ بیع کے ہلاک ہونے سے بیع باطل ہو جائے گی (۱)۔

ثمن اور قیمت الگ الگ ہیں، اس لئے کہ قیمت وہ چیز ہے جو قیمت لگانے والوں (اہل تجربہ) کی نظر میں شئی کے مساوی ہو، جبکہ ثمن ہر وہ چیز ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جائیں، خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا اس سے کم یا اس کے مثل (۲)۔

لہذا قیمت وہ ہے جو شئی کا حقیقی ثمن ہو۔

اور جس ثمن پر باہم اتفاق کر لیا جائے وہ ثمن مسمی (مقررہ ثمن) ہے۔

سعر (زرخ): سامان کا مقررہ ثمن ہے، اور تسعیر: سامان کی فروختگی کا زرخ مقرر کرنا ہے۔ بسا اوقات تسعیر سلطان کی طرف سے ہوتی ہے اور لوگوں کو اس سے کم یا زیادہ قیمت میں فروخت کرنے سے روک دیا جاتا ہے (۳)۔

تسعیر (زرخ متعین کرنے) کا حکم:

۴۹- تسعیر (زرخ متعین کرنے) کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے: حنفیہ و مالکیہ کی رائے ہے کہ ولی الامر ایسا کر سکتا ہے اگر تاجر

(۱) اجلہ: دفعہ (۲۱۲)، حاشیہ ابن ماجہ بن ۱۰۳۔

(۲) اجلہ: دفعہ (۱۵۳)، حاشیہ ابن ماجہ بن ۱۰۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳۔

(۳) اجلہ: دفعہ (۱۵۳)۔

(۱) حضرت عمرؓ کے امیر کی روایت امام مالک نے اپنی سوط میں کی ہے، محقق جامع الاصول شیخ عبدالقادر انانہ سوط نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے (جامع الاصول ۱/ ۵۹۳ طبع الملاح)۔

(۲) المغنی ۳/ ۱۶۳ طبع القاہرہ، الفتاویٰ الہندیہ ۳/ ۳۱۳، شرح شمسی لا روایات ۱/ ۵۹۲، الکافی لابن عبد البر ۲/ ۳۰۷۔

(۳) حدیث: ”إن الله هو المسعر...“ کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت انسؓ کے واسطے سے کی ہے شیخ عبدالقادر انانہ سوط نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے ترمذی اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (جامع الاصول ۱/ ۵۹۵، تحقیق انانہ سوط)۔

آپسی رضامندی کے بغیر دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتا (۱)۔

سوم: ثمن کی تعیین اور اس کو بیع سے ممتاز کرنا:

۵۱۔ ثمن کو بیع سے ممتاز کرنے کے لئے حنفیہ نے حسب ذیل ضابطہ

کی صراحت کی ہے، اور یہ مالکیہ و شافعیہ کی عبارت سے متفق ہے:

الف۔ اگر عوضین میں سے کوئی ایک نفوذ ہو تو اسی کو ثمن مانا

جائے گا، اور دوسرا بیع ہوگا، خواہ وہ جس نوعیت کا ہو، اور صیغہ

(عبارت) کو نہیں دیکھا جائے گا حتیٰ کہ اگر کہے: بعثک دیناراً

بہذہ السلعة (یعنی میں نے تمہیں یہ دینار اس سامان میں فروخت

کیا)، تو دینار ہی ثمن ہوگا، ہر چند کہ حرف ”باء“ سلعہ پر داخل ہے،

جبکہ یہ عموماً ثمن پر آتا ہے (۲)۔

ب۔ اگر عوضین میں سے ایک ذوات اقیم اعیان ہو، اور دوسرا

مثلی اموال معین ہو یعنی اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو تو ذوات اقیم

ہی بیع ہوگی، اور مثلی ثمن ہوگا، اور اس صورت میں بھی اس کے مخالف

صیغہ کے تقاضے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ابتنہ اگر اموال مثلیہ غیر معین ہوں (یعنی ذمہ میں لازم ہوں)

تو ثمن وہ عوض ہوگا جس کے ساتھ ”باء“ ہے، مثلاً اگر کہے: بعثک

ہذہ السلعة برطل من الأرز (میں نے تم کو یہ سامان ایک رطل

چاول سے بیچا) تو ثمن أرز (چاول) ہوگا، اس لئے کہ ”باء“ اسی پر

داخل ہے، اور اگر کہے: بعثک رطلا من الأرز بہذہ السلعة

(میں نے تم کو ایک رطل چاول اس سامان سے بیچا) تو ”سلعہ“ ہی

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۵۲۲ طبع دوم لعلی، الجلد ۲، ۲۳۳، لفروق للقرانی

۲/۵۵۵، المجموع ۲/۶۹، شرح منتہیٰ لا رادات ۲/۲۰۵۔

(۲) ابن عابدین ۲/۱۹۵، طبع بولاق، ۲/۵۲۲ طبع لعلی، الفتاویٰ الہندیہ

۲/۱۳، ۱۵، لہجہ شرح اللہ ۲/۲، معنی المحتاج ۲/۷۰، شرح منتہیٰ لا رادات

۲/۲۰۵۔

کے برعکس بھی صحیح ہے، یہ جمہور کے نقطہ نظر سے سمجھ میں آتا ہے، جبکہ حنفیہ کی رائے ہے کہ اس کے برعکس صحیح نہیں ہے، لہذا جو ثمن ہونے کے قابل ہے بسا اوقات وہ بیع ہونے کے قابل نہیں ہوتی (۱)۔

ثمن یا تو ذمہ میں ثابت ہونے والی چیز ہوگی، مثلاً نفوذ، اور

مثلیات یعنی کیلی یا وزنی یا پیمائش والی یا شمار کی جانے والی متقارب

چیزیں، یا ثمن ذوات اقیم اعیان میں سے ہوگا جیسا کہ بیع سلم میں

ہے، بشرطیکہ رأس المال ذوات اقیم میں سے عین ہو، اور جیسا کہ بیع

مقایضہ میں۔

سونا اور چاندی خلتی ثمن ہیں خواہ نفوذ کی شکل میں ڈھلے ہوئے

ہوں یا بغیر ڈھلے ہوں، اسی طرح فلوس اثمان ہیں۔ حنفیہ و مالکیہ کے

نزدیک ”اثمان“، تعیین کرنے سے متعین نہیں ہوتے (مالکیہ نے اس

سے ”صرف“ اور ”کرایہ کے معاملہ“ کو مستثنیٰ کیا ہے)، لہذا اگر

مشتری نے کہا: میں نے سامان اس دینار میں خریدا، اور اس دینار کی

طرف اشارہ کر دے تو اس کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ دوسرا دینار

سپر دکرے، اس لئے کہ نفوذ مثلیات میں سے ہیں، اور مثلیات ذمہ

میں ثابت ہوتی ہیں، اور جو چیز ذمہ میں ثابت ہوتی ہے اس کی ادائیگی

کسی بھی ہم مثل فرد کے ذریعہ ہو جائے گی، اور وہ تعیین کو قبول کرنے

والی نہیں ہوتی ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کی رائے ہے کہ ”اثمان“، تعیین سے معین

ہو جاتے ہیں۔

ابتنہ اگر ثمن ذوات اقیم میں سے ہو تو وہ متعین ہو جاتا ہے، اس

لئے کہ ذوات اقیم ذمہ میں ثابت نہیں ہوتیں اور ان کا کوئی بھی فرد

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۱۶۵، شرح الجلد ۲: دفعات (۲۱۱، ۱۵۲) لؤلؤ لعلی

(۲/۱۰۵)، للمحاسنی (۱/۱۹۳)، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۲۲، لہجہ شرح اللہ

۲/۸۶، شرح منتہیٰ لا رادات ۲/۱۳۲، جوہر الاکلیل ۱/۳۰۵، ۲/۵۔

برخلاف بیع کے، اس لئے کہ وہ بہ مقتضائے عقد اوصار ہوتا ہے، اور یہ فی الجملہ ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”شمن“ میں ہے (۱)۔

چہارم: شمن کو مبہم رکھنا:

۵۲- اگر شمن بیان کر دیا اور اس کو مطلق رکھا، اور اس کی نوعیت بیان نہ کی، جیسا کہ اس نے کہا: اتنے دینار میں، اور عقد کے شہر میں انواع و اقسام کے دینار رائج ہوں، جن کی قیمت مختلف اور رواج برابر ہو تو عقد فاسد ہوگا، اس لئے کہ شمن کی مقدار مجہول ہے، البتہ اگر کسی نوع کے دینار کا رواج زیادہ ہو تو عقد صحیح ہوگا، اور یہ زیادہ رائج کی طرف لوٹے گا، مثلاً اگر کویت میں کہے: میں نے تمہیں ایک دینار میں فروخت کیا، تو عقد صحیح ہوگا، اور شمن کویتی دینار ہوں گے، اس لئے کہ محل عقد میں موجودہ دوسرے دیناروں میں کویتی دینار ہی سب سے زیادہ رائج ہے (۲)۔

شمن کے احکام کی تفصیل اصطلاح ”شمن“ میں دیکھی جائے۔

پنجم: رأس المال کے مد نظر شمن کی تحدید:

۵۳- شمن کی تحدید کا علم یا تو مشاہدہ و اشارہ سے ہوگا اور یہ تعریف کا اعلیٰ ترین طریقہ ہے، خواہ مقدار بیان کی ہو یا نہ کی ہو، جیسا کہ اگر کوئی سامان دیناروں کی ایک تھیلی کے عوض میں فروخت کیا اور اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

یا شمن مجلس عقد سے غائب ہوگا، اور اس وقت اس کی نوعیت،

(۱) الصلوی علی المشریح الصغیر ۱/۲، ۷۲، طبع اعلیٰ، المجموع ۲/۳۷۹، مغنی المحتاج ۲/۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، شرح منتہی لا رادات ۱/۱۹۱۔

(۲) کجلہ: دفعہ (۲۳۱، ۲۳۲)، الکافی لابن عبد البر ۲/۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵

کا حکم یہ ہے کہ وہ عقد سابق کی تعدیل ہے بہت نہیں ہے، اور اسی وجہ سے اس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی جو بہت کی تکمیل کے لئے شرط ہے، یہ حکم فی الجملہ ہے۔
یہ حنفیہ کے نزدیک ہے۔

جبکہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک خیاب مجلس اور خیاب شرط کے پورا ہونے کی وجہ سے بیع کے لزوم کے بعد زیادتی لاحق نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ بہت کے حکم میں ہے، اس کی تفصیل آئے گی (۱)۔

دوم: بیع یا ثمن میں کمی کرنا:

۵۵- مشتری کے لئے بیع میں کمی کرنا اور بائع کے لئے ثمن میں کمی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فریق ثانی اس کو کمی کرنے کی مجلس میں قبول کر لے، اور کمی کرنا باہمی قبضہ سے قبل ہو یا اس کے بعد دونوں برابر ہے، لہذا اگر مشتری یا بائع قبضہ کے بعد کمی کرے تو دوسرے کو حق ہے کہ کم کئے ہوئے حصہ کو واپس لے۔

ثمن میں بائع کی طرف سے کمی کرنے کے جواز کے لئے شرط نہیں کہ بیع قائم ہو، اس لئے کہ حکم (کمی کرنا) اسقاط ہے، اس کے مقابلہ میں کسی چیز کا ہونا لازم نہیں ہے۔

رہا مشتری کا بائع سے بعض بیع کو کم کرنا تو شرط ہے کہ بیع ایسا دین ہو جو ذمہ میں ثابت ہو، تاکہ کمی کو قبول کرے، لیکن اگر مبین عین ہو تو بیع میں سے کمی کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ اعیان، اسقاط کو قبول نہیں کرتے (۲)۔ دیکھئے: ”اہراء“ اور ”اسقاط“۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱۶۷/۳، تہذیب الفروق ۳/۲۹۰، شرح الصغیر ۳/۲۸۷، حاشیہ الدسوقی ۱۶۵/۳، منہج الجلیل ۳/۶۱۵، المجموع ۹/۳۷۰، امہدب ۱/۲۹۶، ہاشم شرح الروض ۲/۶۳، نہایت المحتاج ۳/۳۳، الانصاح ۱/۳۳۷، شرح تفسیری لإرادات ۳/۱۵۱، ۳۳۶۔

(۲) لہجہ: دفعہ (۲۵۶)، الصلوی علی شرح الصغیر ۲/۹۷، منہج الجلیل ۳/۳۲۵۔

صفت اور مقدار کا بیان کرنا ضروری ہوگا، پھر ثمن یا تو ثمن شراء (بائع کا رأس المال) پر مبنی نہ ہوگا یا اسی پر مبنی ہوگا، اور اس میں کوئی نفع نہ ہوگا اور نہ خسارہ، یا معلوم نفع ہوگا یا معلوم خسارہ ہوگا۔
اول یعنی جس میں ثمن شراء کو نہیں دیکھا جاتا، یہ بیع مساومہ ہے، اور بیوع میں غالب یہی ہے۔

اور دوسری قسم کو ”بیع امانت“ کہتے ہیں، اور اس کی چند اقسام ہیں: تولیہ: یعنی ثمن اول میں فروخت کرنا، اور اگر بعض بیع کو ثمن اول کے تناسب سے فروخت کرنا ہو تو اس کو ”اشراک“ کہتے ہیں، اور اگر نفع کے ساتھ ہو تو مراحمہ، یا خسارہ کے ساتھ ہو تو ”وضیعہ“ کہتے ہیں (۱)۔ ان بیوع کی تفصیل ان کی اپنی اپنی اصطلاحات میں ہے۔

بیع و ثمن کے مشتری کا حکام:

اول: بیع یا ثمن میں زیادتی کرنا:

۵۴- مشتری کے لئے جائز ہے کہ عقد کے بعد ثمن میں اضافہ کر دے، اسی طرح بائع کے لئے جائز ہے کہ بیع میں اضافہ کر دے، بشرطیکہ اس کے ساتھ مجلس زیادتی میں ہی فریق ثانی کی طرف سے قبولیت ہو۔

اور شرط یہ ہے کہ بیع قائم ہو اگر زیادتی ثمن میں ہو، اس لئے کہ اگر بیع بلاک شدہ ہو تو زیادتی معدوم کے بالمقابل ہوگی۔ اور اگر بلاک شدہ کے حکم میں ہو (یعنی اس کو اپنی ملکیت سے خارج کر دیا ہو) تو یہ زیادتی اس چیز کے بالمقابل ہوگی جو معدوم کے حکم میں ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ زیادتی باہمی قبضہ کے بعد ہوئی ہو یا اس سے قبل، یا بیع یا ثمن کی جنس سے یا کسی اور جنس سے، زیادتی

(۱) لہجہ: دفعہ (۲۳۹) اور اس کے بعد کے دفعات، الفواکر الدیوانی ۲/۱۰۹، الصلوی علی شرح الصغیر ۲/۷۷ طبع الجلی۔

سوم: زیادتی یا کمی کے آثار:

۵۶- فقہاء حنفیہ کے یہاں طے ہے کہ زیادتی اور کمی سابق عقد کی اصل سے منسوب ہو کر لاحق ہوتے ہیں، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، بایں معنی کہ بیع میں زیادتی کے لئے ثمن کا حصہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اگر ثمن اصل اور زیادتی پر تقسیم ہو، اسی طرح اس کے برعکس ہے اگر زیادتی ثمن میں ہو۔

اس کے آثار یہ ہیں:

الف۔ اگر بیع قبضہ سے قبل ہلاک ہو جائے اور زیادتی باقی رہے، یا زیادتی ہلاک ہو جائے اور بیع باقی رہے تو ثمن میں سے ہلاک شدہ کا حصہ ساقط ہو جائے گا، برخلاف اس زیادتی کے جو بذات خود بیع سے پیدا ہونے والی ہے۔

ب۔ بائع کو حق ہے کہ مکمل بیع کو روک رکھے تا آنکہ ثمن اصلی اور اس پر زیادتی کو قبضہ میں لے لے۔

ج۔ بیع امانت یعنی مراحمہ یا تولیہ یا وضعیہ ممکن ہے، اس لئے کہ زیادتی یا کمی کے بعد ثمن کا اعتبار ہے۔

د۔ اگر بیع میں حق نکل آئے، اور حق دار کے لئے اس کا فیصلہ ہو جائے تو مشتری بائع سے پورا ثمن (اصل اور زیادتی) واپس لے لے گا، اسی طرح عیب کے سبب رجوع کرنے کی صورت میں۔

ه۔ شفعہ لینے میں شفعہ عقار کو اس چیز کے عوض میں لے لے گا جس پر کمی کرنے کے بعد ثمن طے ہوا ہے، اگر بائع بیع میں کچھ اضافہ کر دے، تو شفعہ اصل عقار کو اس کے حصہ کے ثمن سے لے لے گا، پورے ثمن سے نہیں، اس پر فی الجملہ اتفاق ہے جیسا کہ آئے گا۔

مالکیہ کے نزدیک: زیادتی اور کمی بیع کے ساتھ ملحق ہوں گی،

= ۴۲۶، شرح تئبی لا روادت ۲/۱۸۳، المغنی ۵/۶۵۸، ۶۵۹، ۲/۵۳۲، ۵۳۳، المغنی الجناح ۲/۶۵، ۶۶۔

خواہ وہ قبضہ کے وقت وجود میں آئے یا اس کے بعد۔

ثمن میں زیادتی ثمن اول کے حکم میں ہے، لہذا استحقاق کے وقت اس کو لوٹایا جائے گا، اسی طرح عیب کی وجہ سے لوٹانے کی صورت اور اس جیسی صورتوں میں^(۱)۔

مشتری سے پورے ثمن کو کم کر دینا، یعنی ثمن مشتری کو بہہ میں دے دینا جائز ہے، اور کم کرنے کا اثر بیع مراحمہ اور شفعہ میں ہوتا ہے۔

چنانچہ بیع مراحمہ کے بارے میں درریر اور سوقی کہتے ہیں: بعض ثمن کے بہہ کرنے کی صورت میں بیان کر دینا واجب ہے اگر لوگوں میں اس کا عرف و رواج ہو بایں طور کہ وہ لوگوں کے عطیہ کے مشابہ ہو جائے، لیکن اگر رواج نہ ہو یا ادائیگی سے پہلے یا اس کے بعد ثمن کو بہہ کر دے تو بیان کرنا واجب نہیں^(۲)۔

شفعہ کے بارے میں شیخ علیش کہتے ہیں: جس نے ایک ہزار درہم میں قطعہ زمین خریدی، پھر شفعہ کے لینے سے قبل یا بعد بائع نے اس سے نو سو درہم ساقط کر دیئے، اور صورت حال یہ ہو کہ اس حصہ کا ثمن لوگوں کے درمیان ایک سو درہم ہو، وہ آپس میں غبن کے ساتھ بیع کریں یا بغیر غبن کے خریدیں، تو شفعہ سے بھی اس کو ساقط کر دیا جائے گا، اس لئے کہ انہوں نے اولاً جس ثمن کو ظاہر کیا تھا وہ محض شفعہ کو ختم کرنے کا سبب تھا۔

اگر صورت حال اس جیسی نہ ہو کہ اس کا ثمن سو درہم ہو تو ابن یونس نے کہا: مراد یہ ہے کہ مثلاً اس کا ثمن تین سو یا چار سو ہو تو شفعہ سے کچھ کم نہیں کرے گا، اور وضعیہ (کم کیا ہوا حصہ) مشتری کے لئے بہہ ہوگا، اور ایک دوسری جگہ میں کہا: اگر مشتری اتنا کم کر دے جو بیوع میں کم کیا جاتا ہو تو یہ شفعہ سے ساقط ہوگا، اور اگر اتنا حصہ کم نہ کیا جاتا ہو

(۱) تہذیب الفروق ۳/۲۹۰، الدرریر ۳/۳۵، ۳۶۔

(۲) الدرریر ۳/۱۶۵، مع الجلیل ۲/۱۸۔

تو یہ بہہ ہے اور شفیع سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا^(۱)۔

شافعیہ نے کہا: اگر ثمن یا مٹمن میں زیادتی یا کمی خیار کے پورا ہونے کے سبب لزوم عقد کے بعد ہو تو عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، اس لئے کہ بیع ثمن اول کے ساتھ طے ہو چکی ہے، اس کے بعد زیادتی یا کمی تبرع ہے، اور عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اگر یہ خیار مجلس یا خیار شرط کی مدت کے دوران لزوم عقد سے قبل ہو تو جمہور شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے، اور اسی کو اکثر عراقیوں نے قطعی کہا ہے، کہ ان دونوں خیاریوں کی مدت کے دوران وہ عقد کے ساتھ لاحق ہوگی، امام شافعی کی صراحت کا ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ خیار مجلس کی مدت کے دوران زیادتی یا کمی عقد کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، اور خیار شرط کو خیار مجلس پر قیاس کیا گیا ہے کہ ان دونوں میں مشترک علت عدم استقرار ہے، یہ ان اقوال میں سے ایک ہے جن کو نووی نے ذکر کیا ہے۔

دوسرے قول میں ہے: کہ اس کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، متولی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تیسرے قول میں ہے: خیار مجلس میں لاحق ہوگی خیار شرط میں نہیں، اس کے قائل شیخ ابو زید اور قتال ہیں۔

رہا عقود میں اس کا اثر تو شفیعہ میں شفیع کے ساتھ زیادتی لاحق ہوگی، جیسا کہ مشتری کو لازم ہوتی ہے، اور اگر ثمن میں سے کچھ کم کر دیا جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے^(۲)۔ اس کی تفصیل ”شفیعہ“ میں دیکھی جائے۔

تولیہ، اشراک، اور مراہجہ کی بابت ”نہایتہ المحتاج“ میں ہے: اگر بائع کی طرف سے تولیہ کرنے والے سے کچھ ثمن تولیہ کے بعد یا

اس سے قبل (کو کہ لزوم کے بعد ہو) کم کر دیا جائے تو جس کے ساتھ تولیہ کیا گیا ہے اس سے بھی کم ہو جائے گا، اس لئے کہ تولیہ کی خاصیت (کو کہ وہ بیع جدید ہے) ثمن اول پر اتارنا ہے، تو اگر پورا ثمن کم کر دیا جائے (ساقط کر دیا جائے) تو وہ بھی ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ لزوم تولیہ سے قبل نہ ہو، اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی تولیہ سے قبل یا اس کے بعد، اور اس کے لزوم سے قبل ہو) تو تولیہ باطل ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ بغیر ثمن کے بیع ہے، اور اسی وجہ سے اگر وہ دونوں لزوم کے بعد اس کو کم کرنے کے بعد اتالہ کر لیں، تو مشتری بائع سے کچھ بھی واپس نہیں لے گا^(۱)۔

اس سلسلہ میں اشراک اور مراہجہ تولیہ کی طرح ہیں، اس کی تفصیل ”مراہجہ“، ”تولیہ“ اور ”اشراک“ میں دیکھی جائے۔

عیب کے سبب رد کے بارے میں ”نہایتہ المحتاج“ میں ہے: اگر بائع مشتری کو بعض یا کل ثمن سے بری کر دے پھر بیع عیب کے سبب رد ہوگئی تو زیادہ قوی رائے یہ ہے کہ کل ثمن سے بری کرنے کی صورت میں کچھ واپس نہیں لے گا، اور بعض ثمن سے بری کرنے کی صورت میں بھی صرف باقی واپس لے گا۔

اگر بائع ”ثمن“ مشتری کو بہہ کر دے تو ایک قول یہ ہے کہ واپس کرنا ممنوع ہے، دوسرے قول یہ ہے کہ واپس کرے گا، اور ثمن کے بدل کا مطالبہ کرے گا، اور یہی زیادہ قوی رائے ہے^(۲)۔

حنابلہ کی رائے اس سلسلہ میں شافعیہ کی طرح ہے، چنانچہ ”شرح منتہی الارادات“ میں ہے: دونوں خیاریوں (خیار مجلس و خیار شرط) کے زمانے میں ثمن یا مٹمن میں جو اضافہ ہو وہ عقد کے ساتھ

(۱) نہایتہ المحتاج ۱۰۶/۳، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱

ہو جائے اور عقد مکمل ہو جائے اور ان دونوں نے زیادتی یا کمی کر دی تو وہ عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، اس لئے کہ اس کے بعد زیادتی ”بیہ“ ہے^(۱)۔

چہارم: غیر کے حق میں زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے موانع:

۵۷- زیادتی کا ثمن کے ساتھ لاحق ہونا یا کمی کا اس کے ساتھ لاحق ہونا دو میں سے ایک امر کے سبب ممنوع ہوتا ہے۔

اول: اگر ثمن کے ساتھ زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے نتیجے میں دوسرے کے اس حق میں کمی کرنا لازم آئے جو عقد سے ثابت ہے تو لاحق ہونے کا حکم متعاقدین تک محدود ہوگا، دوسرے پر یہ حکم نہ ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے کی ضرر رسانی کا سدباب ہو سکے۔

اس مانع کے آثار: اگر مشتری ثمن میں زیادتی کر دے اور بیع عقار ہو تو شفیع زیادتی کے بغیر ثمن اصلی میں اس کو لے گا، تا کہ حق شفیع کے ضائع کرنے کا سدباب ہو سکے۔

رہا ثمن میں کمی کرنا تو یہ لاحق ہوگا، اس لئے کہ اس میں شفیع کو ضرر پہنچانا نہیں ہے، اسی طرح بیع میں زیادتی کا حکم ہے۔

دوم: اگر اتحاق کے نتیجے میں بیع باطل ہو جائے جیسے کمی پورے ثمن کی کر دی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بمنزلہ ایسے اہاء کے ہے جو عقد سے منفصل ہے، اور اس طرح عقد بیع ثمن سے خالی ہو گیا، لہذا باطل ہو جائے گا۔

اس مانع کے آثار: اگر بائع عقار کے پورے ثمن کو ساقط کر دے تو شفیع اس کو پورے ثمن اصلی میں لے گا، اس لئے کہ کمی کرنے کو اگر علاحدہ بری کرنا قرار دیا جائے تو اس کے نتیجے میں بیع کا

لاحق ہوگا، لہذا امر اسجہ، تولیہ اور اشراک میں اس کی اصل کی طرح اس کی خبر دی جائے گی۔

ان دونوں خیاریوں کے زمانہ میں ثمن یا مٹمن میں سے جو کچھ ساقط کیا جائے وہ عقد کے ساتھ لاحق ہوگا، لہذا اس کی اصل کی طرح اس کی خبر دینا واجب ہے، تا کہ خیاری کی حالت کو عقد کی حالت کے درجہ میں رکھا جاسکے۔

اگر سارا ثمن کم کر دیا جائے تو یہ بیہ ہے۔ عقد کے لزوم کے بعد جو زیادتی یا کمی ہو وہ عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، لہذا اس کی خبر دینا واجب نہیں^(۱)۔

عیب کے سبب رد کے بارے میں ”شرح منتمی الارادات“ میں ہے: بیع کو رد کر دینے والا مشتری وہ ثمن لے گا جو اس نے ادا کیا تھا، یا اس کا بدل لے گا جس سے بائع نے اس کو بری کر دیا تھا، یا اس ثمن کا بدل لے گا جو بائع نے اس کو بیہ کیا ہے، خواہ کل ہو یا بعض^(۲)، اس لئے کہ مشتری کو فسخ کی وجہ سے پورا ثمن واپس لینے کا حق ہے۔

ابن قدامہ نے شفیع کے بارے میں کہا: شفیع قطعہ کا اس ثمن میں مستحق ہوگا جس پر عقد طے ہوا ہے، لہذا اگر ایک مقدار مقررہ پر بیع ہوئی پھر ان دونوں نے اس کو زمانہ خیاری میں زیادتی یا کمی کر کے تبدیل کر دیا تو یہ تبدیلی شفیع کے حق میں ثابت ہوگی، اس لئے کہ شفیع کا حق اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے جبکہ عقد مکمل ہو جائے، اور اسی ثمن میں وہ مستحق ہوگا جو اتحاق کی حالت میں ثابت ہے، اس لئے کہ زمانہ خیاری بمنزلہ حالت عقد ہے، اور اس میں تبدیلی عقد کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، اس لئے کہ اس کے دوران وہ دونوں اپنے اپنے خیاری پر ہوتے ہیں، جیسا کہ اگر تبدیلی حالت عقد میں ہو لیکن اگر خیاری ختم

(۱) شرح منتمی الارادات ۲/۱۸۳، ۱۸۳، المغنی ۳/۲۰۰، ۲۰۲ طبع المریاض۔

(۲) شرح منتمی الارادات ۲/۱۷۶۔

(۱) المغنی ۳/۲۰۰، ۲۰۲ طبع المریاض۔

معلوم کر کے اس کو واپس کر سکے۔

اسی کے قائل شافعیہ ہیں۔

امام محمد سے دوسری روایت جو ابن ساعد کی ہے، یہ ہے کہ یہ مشتری کے ذمہ ہے، اس لئے کہ مقررہ مقدار کے اصلی نقد حوالہ کرنے کی ضرورت اسی کو ہے، اور اصلیت کا علم کھرے کھوٹے کی تمیز سے ہوگا، جیسا کہ مقدار کا علم وزن سے ہوتا ہے، لہذا یہ اسی کے ذمہ ہوگا۔

یہی مالکیہ کا مذہب ہے۔

حنابلہ نے کہا: نفاذ کی اجرت خرچ کرنے والے پر ہے خواہ بائع ہو یا مشتری۔

شافعیہ میں سے شربینی نے کہا: ثمن کے نفاذ کی اجرت بائع پر ہے، پھر انہوں نے کہا: قیاس یہ ہے کہ یہ بیع میں مشتری پر ہو، اس لئے کہ اس کا مقصد عیب کا اظہار کرنا ہے (اگر عیب ہو) تاکہ اس کو واپس کر سکے (۱)۔

ششم: بیع یا معین ثمن کا کلی یا جزوی طور پر سپردگی سے قبل ہلاک ہونا:

۵۹- بیع کے وجوب کے آثار میں سے یہ ہے کہ بائع پر بیع مشتری کے حوالہ کرنا لازم ہے، اور یہ حق اس سے ادائیگی کے بغیر ساقط نہ ہوگا، اور بیع کی ہلاکت کی حالت میں بائع ذمہ دار رہے گا، اور ہلاکت کی ذمہ داری اسی پر ہوگی، خواہ ہلاکت کسی فاعل کے فعل سے ہو یا آفت سماوی سے ہو۔

یہی حکم ثمن پر منطبق ہوگا اگر وہ معین ہو، یعنی ذمہ میں لازم نہ ہو، اس لئے کہ اس حالت میں وہ عقد میں بیع کی طرح مقصود ہوتا ہے۔

ثمن سے خالی ہونا پھر اس کا باطل ہونا لازم آئے گا، اور اس کی وجہ سے حق شفعہ باطل ہو جائے گا، اسی وجہ سے بیع اس کے حق میں پورے ثمن کے بالمقابل باقی رہے گا، البتہ مشتری کے ذمہ سے ثمن کی کرنے کے سبب ساقط ہوگا، تاکہ بذات خود ابراء صحیح ہو سکے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثمن کو قبضہ کے بعد کم کیا ہو، لیکن اگر اس کو قبضہ سے قبل کم کیا تو شفعہ "قیمت" کے عوض میں اس کو لے گا (۱)۔

پنجم: بیع یا ثمن کو سپرد کرنے کے اخراجات:

۵۸- فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع کو کیل کرنے والے، وزن کرنے والے یا پیمائش کرنے والے یا شمار کرنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہے، اسی طرح اگر بیع غائب ہو تو اس کو کل عقد میں حاضر کرنے کا خرچ اس کے ذمہ ہے، اس لئے کہ اس کی حوالگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ثمن کے کیل کرنے یا وزن کرنے یا شمار کرنے کی اجرت، اسی طرح ثمن غائب کو حاضر کرنے کا خرچ مشتری کے ذمہ ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک اقالہ، تولیہ اور شرکت اس سے مستثنیٰ ہیں۔

لیکن ثمن کے نفاذ (نقد میں کھرے کھوٹے کی تمیز کرنے والے) اجرت کے بارے میں فقہاء کے یہاں اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے یہاں امام محمد سے دو روایتیں ہیں: رستم کی روایت میں ہے: یہ بائع پر ہے، اس لئے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز سپرد کرنے کے بعد ہوگا، نیز اس لئے کہ اس کی ضرورت بائع ہی کو ہے تاکہ وہ امتیاز کر سکے کہ اس کا حق کس سے متعلق ہے، یا تاکہ عیب دار کو

(۱) الہدایہ ۳/۲۷۲، شرح المغیر ۲/۷۰، ۷۱، طبع النجفی، جوہر لا طیل ۲/۵۰، مغنی المحتاج ۲/۷۳، شرح نعتی لا رادات ۲/۹۱، ۹۲، المغنی ۳/۱۲۶۔

(۱) شرح الجملہ ۲/۱۹۰ (دفعہ ۲۵۳ اور اس کے بعد کے دفعات)، ابن ماجہ ۳/۱۶۷، ۱۶۸، المغنی ۵/۳۱۵، شرح المروض ۲/۳۶۶۔

رہا وہ ثمن جو ذمہ میں ہو تو بائع کے لئے اس کا بدل لینا ممکن ہے (۱)۔

بلاکت یا تو کلی طور پر ہوگی یا جزوی طور پر:

اگر بیع سپرد کرنے سے قبل آفت سماوی کے سبب مکمل بلاک ہو جائے تو وہ بائع کے ضمان میں بلاک ہوگی، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: ”نہی عن ربح ما لم یضمن“ (۲) (آپ ﷺ نے اس چیز کے نفع سے منع کیا ہے جو اپنے ضمان میں نہیں)، اور اس کے نتیجے میں بیع فسخ ہو جائے گی اور ثمن ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ عقد کی تنفیذ محال ہے (۳)، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے، حنفیہ کے نزدیک یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب بیع بائع کے فعل سے بلاک ہو۔ شافعیہ کے یہاں دو قول ہیں: مذہب یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جائے گی جیسا کہ آفت سماوی سے ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ مشتری کو اختیار ہے کہ فسخ کر کے ثمن واپس لے لے، یا بیع کو جاری رکھتے ہوئے بیع کی قیمت لے لے۔

یہاں پر بیع کے فسخ ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ مشتری سے ثمن ساقط ہو جائے گا اگر وہ اس کو ادا نہ کر چکا ہو، اور اس کو حق ہے کہ ثمن کو واپس لے لے اگر ادا کر چکا ہو، اور اگر بیع فسخ نہ ہو تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا، اور بائع بیع کی قیمت کا پابند ہوگا خواہ کتنی ہی ہو۔

(۱) شرح منہجی لإرادات ۱۸۹/۲، جوہر الإکلیل ۳۰۶/۱، مع الجلیل ۱۰۰/۲۔

(۲) حدیث: ”نہی عن ربح ما لم یضمن“ کی روایت ابو داؤد نسائی، ترمذی و احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شیخ احمد ثاکر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (سنن ترمذی ۵۳۵/۳ طبع علمی، جامع الأصول ۱/۵۷، مسند احمد ۱۰/۱۶۰ طبع دار المعارف)۔

(۳) شرح الجلب: دفعہ (۲۹۳)، شرح منہجی لإرادات ۱۸۹/۲، مغنی المحتاج ۶۵/۲، اقلیوی ۲/۲۱۰، ۲۱۱۔

حنابلہ نے بائع کے فعل سے بلاکت کو اجنبی کے فعل سے بلاکت کی طرح مانا ہے، اس کی تفصیل آئے گی۔

اگر بیع مشتری کے فعل سے بلاک ہو جائے تو بیع برقرار رہے گی، اور مشتری ثمن کا پابند ہوگا، اور مشتری کی طرف سے بیع کو تلف کرنا اس کا قبضہ مانا جائے گا، یہ سب بالاتفاق ہے (۱)۔

اگر بلاکت اجنبی کے فعل سے ہو (حنابلہ کے نزدیک یہی حکم بائع کے فعل سے بلاکت کا ہے) تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے کیونکہ سپردگی محال ہے، اور اس صورت میں اس سے ثمن ساقط ہو جائے گا (اور بائع بیع کو تلف کرنے والے سے رجوع کرے گا)، یا وہ بیع قائم رکھے اور اس اجنبی سے واپس لے لے، بائع کے لئے ثمن کی ادائیگی اسی پر ہوگی، اور وہ اجنبی سے مثل کار رجوع کرے گا اگر بلاک شدہ بیع مثلی ہو، اور قیمت واپس لے لے گا اگر ذوات التیم میں سے ہو، یہ حنفیہ و حنابلہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں اظہر قول ہے۔ اور اظہر کے بالمقابل یہ ہے کہ بیع فسخ ہوگی جیسا کہ آفت کی وجہ سے تلف ہونے کی صورت میں ہے، اور اگر بعض بیع بلاک ہو تو تلف کرنے والے کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہوگا۔

اگر بعض بیع سماوی آفت کے سبب بلاک ہو جائے، اور بلاکت کے نتیجے میں مقدار میں کمی پیدا ہو جائے تو تلف شدہ مقدار کے لحاظ سے ثمن کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ باقی کو اس کے حصہ کے ثمن سے لے لے یا بیع کو فسخ کر دے کہ تفریق صفقہ (معاملہ جدا جدا) ہو گیا ہے (دیکھئے: ”خيار تفریق صفقہ“)، یہ حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک ہے۔

پھر حنفیہ نے کہا: اگر جزوی بلاکت کے نتیجے میں مقدار میں نقص

(۱) جوہر الإکلیل ۵۳/۲، مغنی المحتاج ۶۵/۲، شرح منہجی لإرادات ۱۸۸/۲۔

الف۔ بیع میں اس کے مشتری کے لئے ادائیگی کا حق ہو یعنی مثلی کیل یا موزوں یا محدود ہونا آنکہ مشتری کے برتن میں اس کو انڈیل دیا جائے، اور انڈیلنے کے وقت بائع کے ہاتھ سے بیع بلاک ہو جائے تو وہ بائع کے ضمان میں سے ہے۔

ب۔ وہ سامان جو بائع کے پاس ثمن پر قبضہ کرنے کے لئے روکا گیا ہو۔

ج۔ بیع غائب جس کی صفت پہلے بیان کی گئی ہو یا اس کو پہلے دیکھا تھا، تو یہ سب مشتری کے ضمان میں قبضہ کے بغیر داخل نہ ہوں گی۔

د۔ بیع فاسد بیع کے ساتھ۔

ه۔ بد و صلاح کے بعد فروخت شدہ پھل مشتری کے ضمان میں آفت سے مامون ہونے کے بعد ہی داخل ہوں گے۔

و۔ غلام تا آنکہ بیع کے بعد تینوں ایام کی ذمہ داری ختم ہو جائے (۱)۔

البتہ مالکیہ نے جزوی بلاکت میں تفصیل کی ہے کہ اگر باقی ماندہ نصف سے کم ہو یا بیع متحد ہو تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا، لیکن اگر باقی ماندہ نصف یا اس سے زائد ہو، اور بیع متعدد ہو تو باقی ماندہ حصہ مشتری پر اس کے حصہ ثمن سے لازم ہوگا (۲)۔

بیع پر مرتب ہونے والے آثار:

اول: ملکیت کی منتقلی:

۶۰۔ مشتری بیع کا مالک، اور بائع ثمن کا مالک ہوگا، بیع میں مشتری

پیدا نہ ہو بلکہ وصف میں نقص پیدا ہو (یعنی اس چیز میں جو بیع میں بلائذ کرہ مبعاً داخل ہوتی ہے) تو ثمن میں سے کچھ سا قطنہ ہوگا، ہاں مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع کو فسخ کر دے یا جاری رکھے، اس لئے کہ اوصاف کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا الا یہ کہ تعدی (زیادتی) ہو یا ثمن میں تفصیل کی گئی ہو اور وصف یا تابع کے لئے کوئی جز خاص کر دیا گیا ہو (۱)۔

اگر بعض بیع بائع کے فعل سے بلاک ہو جائے تو علی الاطلاق اس کے بالمقابل ثمن سا قطنہ ہوگا، ساتھ ہی ساتھ مشتری کو لینے اور فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، کیونکہ معاملہ جدا جدا ہو گیا ہے۔

اگر بعض بیع فعل اجنبی کی وجہ سے بلاک ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ فسخ کر دے یا برقرار رکھے، اور اجنبی سے تلف شدہ جز کا ضمان لے (۲)۔

اگر بلاکت خود مشتری کے فعل سے ہو تو وہ اس کے ضمان میں ہوگا اور اس کو قبضہ مانا جائے گا (۳)۔

البتہ مالکیہ نے بائع کے فعل یا اجنبی کے فعل سے بیع کی بلاکت کو یہ مانا ہے کہ وہ بائع یا اجنبی پر تلف شدہ کا عوض واجب کرتی ہے، اور مشتری کو کوئی اختیار نہ ہوگا خواہ بلاکت کلی ہو یا جزوی۔

رہا آفت سماوی کے سبب بیع کا بلاک ہونا یا عیب دار ہونا تو وہ مشتری کے ضمان میں سے ہے، جبکہ بیع صحیح لازم ہو، اس لئے کہ عقد کی وجہ سے ضمان منتقل ہو جاتا ہے، اگرچہ مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو (۴)، مالکیہ نے اس سے چھ صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جو یہ ہیں:

(۱) شرح الجملہ: دفعہ (۲۳۳)، حاشیہ ابن عابدین ۳۶۳، معنی المحتاج ۲۲/۶۷، شرح منتہی الارادات ۲/۱۸۸۔

(۲) شرح الجملہ: دفعہ (۲۹۳)، حاشیہ ابن عابدین ۳۶۳۔

(۳) سابقہ مراجع، جوہر الاطیل ۲/۵۳۔

(۴) شرح الجملہ ۲/۷۰، طبع مجلس، الفواکر الدوانی ۲/۱۳۰۔

(۱) المشریح المصغیر ۲/۷۱، الفواکر الدوانی ۲/۱۳۰۔

(۲) المشریح المصغیر مع حاشیہ الصاوی ۲/۷۲، حاشیہ الصاوی، صاوی نے تخریر کے ثابرت کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

حکمیل ہو جائے۔

بیع یا ثمن کی ملکیت کے منتقل ہونے سے یہ بات مانع نہیں ہوگی کہ وہ دونوں ذمہ میں ثابت دین ہیں بشرطیکہ وہ دونوں اعیان نہ ہوں، اس لئے کہ دیون کی ملکیت ”ذمہ“ میں ہوتی ہے کوکہ متعین نہ ہوں، اس لئے کہ تعین اصل ملکیت سے زائد امر ہے، چنانچہ اس کا حصول بسا اوقات ملکیت کے ساتھ ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ اس سے مؤخر ہوتی ہے تا آنکہ سپردگی مکمل ہو جائے^(۱)، جیسے کہ اگر چاول کی مضمین کیت میں سے معلوم مقدار خریدے تو اس کیت میں سے وہ حصہ سپرد کرنے کے بعد ہی متعین ہوگا، اسی طرح ثمن جبکہ ذمہ میں دین ہو۔

دوم: نقد ثمن کی ادائیگی:

۶۱- اصل ثمن میں نقد ادائیگی ہے، یہ فقہاء کے مابین فی الجملہ متفقہ ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا: ثمن ہمیشہ نقد ہوتا ہے، الا یہ کہ فریقین اس کے لئے مقررہ وقت کا ذکر کر دیں تو اس وقت تک مؤخر ہوگا^(۲)۔ اتا سی نے ”شرح الجملہ“ میں ”اسراج“ کے حوالہ سے اس کی وجہ میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے: اس لئے کہ فوری ادائیگی عقد کا مقتضا اور موجب ہے۔

”مجلتہ الاحکام العدلیہ“ میں ہے: بیع مطلق ”مبجل“ منعقد ہوتی ہے، پھر مجلہ نے اس صورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ کسی جگہ کا عرف یہ ہو کہ وہاں بیع مطلق سے اوصار یا قسط وار بیع مراد ہوتی ہو^(۳)، جیسا کہ مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع خیاری میں نقد ادا کرنا جائز نہیں ہے، نہ زمانہ خیاری کے اندر اور نہ غلام کی بیع کی صورت میں

کی ملکیت محض بیع صحیح کر لینے سے ہو جاتی ہے، آپسی قبضہ ہونے پر موقوف نہیں، اگرچہ قبضہ کا ضمان میں اثر ہے۔

البتہ بیع فاسد کے عقد میں حنفیہ کے نزدیک مشتری قبضہ کے بغیر بیع کا مالک نہیں ہوتا ہے^(۱)، اس کی تفصیل اصطلاح ”بیع فاسد“ میں ہے۔

بدلین میں ملکیت کے منتقل ہونے پر حسب ذیل امور مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ یہ کہ بیع میں جو اضافہ اس کی افزائش کے نتیجے میں ہو اس میں مشتری کی ملکیت ثابت ہوتی ہے، کوکہ مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو، بیع کی ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہونے سے ثمن کا مؤجل ہونا مانع نہیں ہوتا۔

ب۔ بیع میں مشتری کے تصرفات اور ثمن میں بائع کے تصرفات نافذ ہوں گے، جیسے کہ بائع ثمن کے بارے میں کسی شخص کو مشتری پر محول کر دے، یہ قبضہ کے بعد ہے، رہا مشتری کا قبضہ سے قبل تصرف تو وہ فاسد یا باطل ہے^(۲)، اس میں اختلاف و تفصیل ہے جس کو اصطلاح ”بیع مالم یقبض“ کے تحت دیکھا جائے۔

ج۔ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو یہاں تک کہ بائع دیوالیہ ہو کر مر گیا تو بیع کے بارے میں مشتری کو دوسرے قرض خواہوں پر تقدم و فوقیت کا حق ہوگا، اور اس صورت میں بیع بائع کے قبضہ میں لانت ہوگی، اور ترک میں داخل نہ ہوگی^(۳)۔

د۔ یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ بائع بیع کی ملکیت اپنے پاس محفوظ رکھے گا تا آنکہ ثمن مؤجل کی ادائیگی ہو جائے یا کسی اور مضمین اجل کی

(۱) شرح الجملہ: دفعہ (۲۰۱)۔

(۲) الکافی لابن عبدالبر ۲/۲۶۶، البیہ شرح الفقہ ۲/۸۸۔

(۳) شرح الجملہ لوزائسی ۲/۲۵۰ (۲۵۰)۔

(۱) شرح الجملہ: دفعہ (۳۶۹)۔

(۲) شرح الجملہ: دفعہ (۳۷۱)۔

(۳) شرح الجملہ: دفعہ (۲۹۷)۔

پہلی حالت: دونوں عوض معین ہوں (مقایضہ) یا دونوں
شمن ہوں (صرف):

۶۳- حنفیہ کا مذہب ہے کہ فریقین ایک ساتھ سپرد کریں گے اگر عین
اور دین میں دونوں کے دین کے ساتھ برابری ہو۔

مالکیہ کا مذہب ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دیا جائے گا تا کہ باہم
اتفاق کر لیں، اگر یہ حاکم کی موجودگی میں ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو وکیل
بنادے جو ان دونوں کے مابین اس کام کو انجام دلا دے۔

شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ یہ ہے کہ ان دونوں کو سپرد کرنے پر
مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ دونوں پہلو برابر ہیں، اس لئے کہ متعین
شمن عین کے ساتھ حق کے متعلق ہونے میں بیع کی طرح ہے۔

حنابلہ کے نزدیک حاکم ان دونوں کے درمیان ایک معتبر آدمی کو
مقرر کر دے گا، جو ان دونوں سے اپنے قبضہ میں لے گا، پھر ان دونوں
کے سپرد کر دے گا، تا کہ جملگز اتم ہو جائے، اس لئے کہ دونوں کا حق شمن
اور عوض شمن کے عین کے ساتھ تعلق میں برابر ہے، اور وہ معتبر شخص پہلے
بیع حوالہ کرے گا، اس لئے کہ عرف میں ایسا ہی ہے۔

دوسری حالت: ایک عوض متعین اور دوسرا ذمہ میں دین ہو:
۶۴- حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب، اور شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے
کہ پہلے مشتری سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ صاوی نے کہا:
اس لئے کہ بیع اپنے بائع کے ہاتھ میں شمن پر رہن کی طرح ہے، اس کی
توجیہ یہ ہے کہ مشتری کا حق بیع میں متعین ہو چکا ہے، لہذا وہ شمن حوالہ
کرے گا، تا کہ قبضہ کے ذریعہ بائع کا حق متعین ہو جائے، اور اس
طرح دونوں میں مساوات برقرار رہے۔

شافعیہ کے یہاں مذہب اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ بائع کو
پہلے سپرد کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ بیع پر قبضہ تکمیل بیع کا

تین دنوں کے ذمہ کے زمانہ میں، اور فوری ادائیگی کی شرط لگانے سے
بیع ناسد ہو جاتی ہے، غائب کی بیع میں شمن کا لازمی طور پر نقد ادا کرنے
کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، البتہ تطوعاً ایسا کرنا جائز ہے^(۱)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ شمن یا تو مہجّل ہوگا یا
مؤجل، اور شمن مؤجل یا تو سارے شمن کے لئے معین وقت تک کے
لئے ہوگا یا متعینہ مختلف اوقات پر قسط وار ہوگا^(۲)۔

ایک اور جہت سے شمن یا تو متعین عین ہوگا، یا ایسا دین ہوگا جو
ذمہ میں لازم ہو۔

شمن: اگر دین ہو تو اس کی ادائیگی کا حکم اس کے مہجّل یا مؤجل یا
قسط وار ہونے کے لحاظ سے الگ الگ ہوگا، اگر مؤجل یا قسط وار ہو تو
متعین ہوگا کہ وقت فریقین کو معلوم ہو۔ اس میں تفصیل ہے جس
کو اصطلاح ”اجل“ میں دیکھا جائے۔

اگر خریدار نے شمن کا کچھ حصہ ادا کر دیا تو بھی بیع کے وصول
کرنے کا اس کو حق نہ ہوگا، اور نہ بیع کے اس حصہ کو جو شمن کے ادا شدہ
جز کے برابر ہو، خواہ بیع ایک چیز ہو یا چند چیزیں، اور خواہ ان چیزوں
کی قیمت علاحدہ علاحدہ بتائی ہو یا ان تمام کی قیمت مجموعی رکھی ہو،
بشرطیکہ بیع ایک ہی عقد میں مکمل ہوئی ہو^(۳)۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی شرط نہ لگائی
گئی ہو۔

عوضین میں سے کسی ایک کی ادائیگی کا آغاز:
۶۲- عوضین کی نوعیت کے لحاظ سے پہلے کون سپرد کرے: بائع یا
مشتری، اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس کے چند حالات ہیں:

(۱) جوہر لا طیل ۱۰/۲۔

(۲) شرح الحجاء: دفعہ (۲۳۵)۔

(۳) شرح الحجاء: دفعہ (۲۷۸)۔

کی دوری پر غائب ہو، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشتری پر بیع اور اس کے دیگر تمام اموال میں پابندی لگائی جائے گی تا آنکہ ثمن حوالہ کر دے، اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی ایسا تصرف کر دے جس سے بائع کو نقصان پہنچے، لیکن اگر مال قصر یا اس سے زیادہ کی مسافت پر غائب ہو تو بائع کو اس کے حاضر کرنے تک صبر کرنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا، بلکہ بیع اور مشتری کے مال پر پابندی عائد کر دی جائے گی جیسا کہ گزرا، اور بائع فسخ کا مالک ہوگا، شافعیہ کے یہاں اصح قول اور حنا بلہ کی ایک رائے یہی ہے۔ مزید برآں یہ کہ بائع کو بیع کو مجبوس رکھنے کا حق ہوگا تا آنکہ وہ اس کے ثمن پر قبضہ کر لے، اور حنا بلہ کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ قصر سے کم مسافت کی صورت میں بائع کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ مال موجود کے درجہ میں ہے۔ شافعیہ کے یہاں دوسرا قول یہ ہے کہ بائع کو فسخ کا حق نہیں ہوگا، بلکہ بیع کفر و خت کر دیا جائے گا اور ثمن میں سے اس کا حق دیگر دیون کی طرح ادا کیا جائے گا^(۱)۔

ادائیگی نہ کر سکنے کی وجہ سے دو طرفہ واپسی کی شرط لگانا:
۶۵ - حنفیہ کی جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر اس میں مقررہ وقت پر عدم ادائیگی کی صورت میں فسخ کی شرط لگا دی ہو تو حق فسخ ثابت ہوگا جسے ”خیار نقد“ کہتے ہیں، اسی سے قریب مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر بائع نے مشتری سے کہا ہو: میں نے تمہارے ہاتھ فلاں وقت تک کے لئے فسخ و خت کیا، یا اس شرط پر فسخ و خت کیا کہ تم فلاں وقت ثمن میرے پاس لاؤ گے، اگر اس وقت پر تم نہ لاسکے، تو ہمارے درمیان بیع نہیں رہے گی تو ”المدونہ“ میں ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی۔ امام مالک سے دو اور قول مروی ہیں: ایک یہ کہ بیع اور شرط

(۱) ساتھ مراجع۔

حصہ ہے، اور ثمن کا استحقاق بیع کی تکمیل پر مرتب ہوتا ہے، نیز عرف بھی یہی ہے^(۱)۔

جہاں تک نقد ثمن کی ادائیگی اور اسی طرح احوال ثمن جس کا وقت پورا ہو چکا ہو، کی ادائیگی میں مشتری کے کوتاہی کرنے کے نتیجے کا تعلق ہے تو باتفاق فقہاء اگر مشتری مال دار ہو تو اس کو نقد ثمن کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا، اسی طرح فی الجملہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ بائع کو فسخ کا حق ہوگا، اگر مشتری مفلس ہو یا ثمن شہر سے مسافت قصر کے برابر دوری پر ہو۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بائع کو فسخ کا حق نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کے لئے اپنے حق کے حصول کے لئے تقاضا کرنا ممکن ہے، اور وہ اس حالت میں دائن (قرض دینے والا) ہوگا جیسے کہ دوسرے دائن ہیں۔ یہ حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اپنے لئے خیار نقد کی شرط نہ لگائی ہو، مثلاً یہ کہے: اگر تم نے فلاں وقت ثمن ادا نہ کیا تو ہمارے درمیان بیع نہیں رہے گی۔ اور اس شرط کے تقاضے کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بیع خود بخود فسخ قرار پائے گی، یا اس کے فاسد ہونے کی وجہ سے وہ فسخ کی مستحق ہوگی؟ حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ فاسد ہوگی، خود بخود فسخ نہیں قرار پائے گی^(۲)، اس کی تفصیل: ”خیار نقد“ میں ہے۔

شافعیہ اور حنا بلہ کے نزدیک تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ نقد ثمن کی ادائیگی میں مشتری کی کوتاہی ان فلاں کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس وجہ سے ہو کہ اس کا مال شہر میں قریب کی دوری پر یا مسافت قصر سے کم

(۱) الصاوی علی الدرر ۲/۲۱، ۲۲، شرح الجملہ لولا تا سی ۱۹۱/۲، حاشیہ ابن عابدین ۳۹/۳، الدرر شرح الدرر ۲/۱۵۲، فتح القدیر ۵/۳۹۶، معنی المحتاج ۲/۲۳، المعنی ۲/۲۱۹، ۲۲۰۔

(۲) المعنی ۳/۲۱۹، ۲۲۰، معنی المحتاج ۲/۲۵، شرح الصغیر للدرر ۲/۲۱، شرح الجملہ ۲/۱۹۱، حاشیہ ابن عابدین ۳/۲۳۔

دونوں صحیح ہوں گی اور دوسرا قول یہ کہ بیع فسخ ہو جائے گی (۱)۔

اس کی تفصیل ”خیار نقد“ میں ہے۔

اور اگر ثمن ادھار ہو تو بائع پر بیع کا سپرد کرنا لازم ہے، اور مشتری سے وقت کے آنے سے پہلے ثمن کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا (۲)۔

اور یہی حکم اس وقت ہے جب ثمن قسط وار ہو، اور شافیہ نے صراحت کی ہے کہ ادھار ثمن میں بائع کو حق نہیں ہے کہ وہ ادھار کی وجہ سے بیع کو روکے رکھے، اگرچہ حوالہ کرنے سے قبل ثمن نقد ہو جائے، اس لئے کہ وہ ثمن کی تاخیر پر راضی ہو چکا ہے (۳)۔

اگر ثمن کا کچھ حصہ نقد ہو اور کچھ ادھار تو بعض نقد والے ثمن کا حکم وہی ہوگا جو پورے ثمن کے نقد ہونے کا حکم ہے، لہذا مشتری جب تک ثمن کے نقد والے حصہ کو ادا نہ کر دے وہ بائع سے بیع کی سپردگی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

تمام حالات میں ضروری ہے کہ مدت معلوم ہو، اگر ایسا ہے تو بیع جائز ہوگی، چاہے مدت کتنی ہی لمبی ہو خواہ بیس سال ہو، اس کی تفصیل ”اجل“ میں ہے۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ ”تقاضی“ کی شرط کے ساتھ اہل سوق (بازار) کی بیع میں کوئی حرج نہیں، جبکہ اس کی مقدار آپس میں معروف ہو، اور تقاضی یہ ہے کہ فریقین کے درمیان متعارف مدت تک دین کے مطالبہ کو مؤخر کیا جائے۔

مشتری کو حق ہے کہ اگر بیع عیب دار ہو یا ظاہر ہو جائے کہ کوئی دوسرا اس کا حق دار ہے تو ثمن کی ادائیگی سے گریز کرے تا آنکہ عیب

کے بارے میں اپنے حق یعنی فسخ یا تاوان کے مطالبہ کا استعمال کر لے یا تا آنکہ دوسرے کے حق کا معاملہ واضح ہو جائے۔

اور جائز ہے کہ فوری واجب الادا دین یا قریب مدت تک ادھار دین کو لمبی مدت تک کے لئے مؤخر کیا جائے، اور ثمن کے مساوی یا اس سے کم ثمن کی جنس سے لیا جائے، اس لئے کہ قرض دینا ہے یا بعض کو ساقط کرنے کے ساتھ قرض دینا ہے جو معروف ہے، لیکن سلم کے راس المال کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

مالکیہ نے تین دن کی حدود میں راس المال کی تاخیر جائز قرار دی ہے، کوکہ شرط کے ساتھ ہو (۲)۔

سوم: بیع کو سپرد کرنا:

۶۶- ابن رشد الحفید نے کہا: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اعیان کی بیع کسی مدت تک کے لئے ناجائز ہے، اور اس کی شرط ہے کہ عقد بیع کے بعد ہی بیع مشتری کے سپرد کر دی جائے (۳)۔

تسولی نے ”البہجة شرح التحفة“ میں کہا: بیع معین کو سپرد کرنا واجب ہے، اس لئے کہ سپردگی کا وجوب اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور تاخیر کے سبب عقد فاسد ہو جاتا ہے (۴)۔

ناپ، تول اور شمار کرنے کی اجرت بائع پر ہوگی، اس لئے کہ اس کے بغیر تکمیل نہیں ہوتی، ابن قدامہ نے کہا: اس لئے کہ بائع پر واجب ہے کہ مشتری کو بیع پر قبضہ دلائے اور قبضہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

(۱) البہجہ شرح التہجد ۱۰/۲، الفواکیر الدواہی ۲/۱۲۰۔

(۲) جوہر الاکلیل ۲/۲۳، ۵۷، ۶۶، البہجہ شرح التہجد ۲/۳۳۔

(۳) بدایۃ المجتہد ۲/۱۷۰۔

(۴) البہجہ شرح التہجد ۱۲/۲، مغنی المحتاج ۲/۷۳۔

(۱) البہجہ شرح التہجد ۲/۸۲، الدرر البہی ۳/۱۷۵، بیع اعلیٰ الممالک ۱/۳۵۳۔

(۲) شرح البہجہ: دفعہ (۲۸۳)۔

(۳) مغنی المحتاج ۲/۷۵۔

کمرہ میں جمع کر دیئے جائیں تو اس کمرہ کے علاوہ پر قبضہ درست ہے، اور اس کمرہ پر قبضہ اس کے خالی کرنے پر موقوف ہوگا (۱)۔
لیکن اگر بائع مشتری کو گھر اور سامان پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دے تو سپردگی صحیح ہے، اس لئے کہ سامان مشتری کے پاس ودیعت ہو گیا (۲)۔

مالکیہ کی ایک عبارت ہے: عقار اگر زمین ہو تو اس پر قبضہ اس کو چھوڑ دینے سے ہوگا، اور اگر رہائشی گھر ہو تو اس پر قبضہ اس کو خالی کرنے سے ہوگا (۳)۔

اگر فریقین فروخت کئے گئے عقار کے پاس موجود نہ ہوں تو شافعیہ کے یہاں ”صحیح“ یہ ہے (اور اسی کے مثل بعض حنفیہ سے اس عقار کے بارے میں منقول ہے جو فریقین سے دور ہو) کہ اتنے زمانے کے گزرنے کا اعتبار کیا جائے جس میں عقار تک جانا ممکن ہو، اس لئے کہ اگر مشقت کے سبب عقار کے پاس فریقین کی موجودگی کا اعتبار نہ کیا جائے تو زمانے کے گزرنے کے اعتبار کرنے میں کوئی مشقت نہیں (۴)، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکمت دو ضمان کے مدخل سے امتراز اور بچنا ہے۔

رہا منقول تو مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ مانی، تولی اور شار کی جانے والی چیزوں پر قبضہ پورے طور پر ماب یا تول یا شمار کر لینے کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شافعیہ نے کہا: اسی کے ساتھ منتقل کرنا بھی ضروری ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ اکل سے بیع نہ ہو، کہ اس پر قبضہ منتقل کر دینے سے ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف اور تفصیل

رعی ثمن کے شمار کرنے، اس کے ماپنے اور اس کے وزن کرنے کی اجرت تو یہ مشتری پر ہوگی، اور منتقل کی جانے والی بیع کی حوالگی میں منتقل کرنے کی اجرت مشتری پر ہوگی (۱)۔

بیع کو سپرد کرنا وہ اہم نتیجہ ہے جس کا عقد بیع میں بائع پابند ہوتا ہے، اور یہ نتیجہ نقد ثمن کے سپرد کرنے کے وقت ثابت ہوتا ہے، (اور ادھار ثمن میں بیع کا سپرد کرنا ثمن کی ادائیگی پر موقوف نہیں ہے) اور بیع کی سپردگی اس وقت پائی جائے گی جبکہ اس کو ہر طرح کی مشغولیت سے خالی مشتری کے حوالہ کر دے، یعنی وہ ”عین“ مکمل انتفاع کے لائق ہو، لہذا اگر بیع مشغول ہو تو سپردگی صحیح نہیں ہوگی اور بائع کو بیع کے خالی کرنے پر مجبور کیا جائے گا (۲)۔

بیع کی مشغولیت کی چند صورتیں: بیع عقد اجارہ کا مکمل ہو جس کو بائع مکمل کر چکا ہے، اگر مشتری مدت اجارہ کے ختم ہونے تک انتظار کرنے سے راضی ہو تو اس کو سپردگی کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں، لہذا اس کو اختیار ہے کہ ثمن روک لے تا آنکہ اجارہ ختم ہو جائے، اور بیع سپرد کرنے کے قابل ہو جائے (۳)۔

جس طرح بیع کو سپرد کرنا واجب ہے اسی طرح بیع کے توابع کو بھی سپرد کرنا واجب ہے (۴)۔

مثلی (یعنی مکمل یا موزوں یا معدود) اور غیر مثلی یعنی عقار یا جانور وغیرہ کے درمیان قبضہ کے حکم میں اختلاف ہے۔

چنانچہ عقار (زمین یا جائیداد) پر قبضہ کے لئے تخلیکہ کرنا کافی ہے بشرطیکہ وہ بائع کے سامانوں سے خالی ہو، لہذا اگر بائع کے سامان ایک

(۱) اشرح المغیر ۱/۲ طبع اعلیٰ، معنی المحتاج ۲/۳، المعنی ۱۲۶/۲ طبع اریاض۔

(۲) اجلہ: دفعات (۲۷۶، ۲۶۹، ۲۶۲)، حاشیہ ابن عابدین ۳/۵۶۳۔

(۳) جامع المقبولین: فصل ۳۲۔

(۴) اجلہ: دفعہ (۳۸)۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۳/۵۸۸، اعلیٰ بی ۲/۲۱۶۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۱۷۔

(۳) اشرح المغیر ۱/۲ طبع اعلیٰ۔

(۴) معنی المحتاج ۲/۳، حاشیہ ابن عابدین ۳/۵۶۳۔

بیع کی انتہاء:

۶۷- پچھلی تفصیلات یعنی کلی طور پر بلاک ہونے کے بعض حالات کے سبب بیع کے فسخ ہونے کے علاوہ بیع اپنے اثرات یعنی سپردگی اور قبضہ کے مکمل ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

اقالہ کے ذریعہ بھی بیع ختم ہو جاتی ہے (۱)۔

اس پر تفصیلی کلام اصطلاح ”اقالہ“ میں ہے۔



(۱) بدلیہ المجدد ۲/ ۱۵۳۔

ہے (۱)۔ دیکھئے: ”بیع جزاف“۔

ان کے علاوہ جہاں تک جانور اور سامان تجارت کا تعلق ہے تو ان پر قبضہ عرف کے لحاظ سے ہوگا، مثلاً کپڑے کو سپرد کرنا، جانور کی لگام حوالہ کرنا، اس کو ہانک کر لے جانا یا اس کو بائع کے جانور سے علاحدہ کرنا یا بائع کا اس کو چھوڑ کر چلا جانا۔

حنفیہ نے (اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے) مانپی، تولی اور شمار کی جانے والی چیزوں، اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کے مابین فرق نہیں کیا ہے، لہذا ان تمام میں تخلیہ سے قبضہ ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر بائع کے گھر میں تخلیہ ہو تو بھی صحیح ہے، لہذا اگر بیع اس کے بعد بلاک ہو جائے تو مشتری کے ضمان سے بلاک ہوگی، اس لئے کہ وہ اس کے پاس ودیعت کی طرح ہے (۲)۔

بیع پر سابقہ قبضہ اس پر تجدید قبضہ کے قائم مقام ہے، اگر اس پر ضمان کے طور پر قبضہ کیا تھا، یعنی مشتری نے اس کو بائع سے خریدنے سے قبل اس سے غصب کر لیا تھا تو یہ قبضہ کافی ہے، اس لئے کہ یہ قوی قبضہ ہے جو مشتری کے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کے درجہ میں ہے، اس لئے بہر دو حال بلاکت کا بوجھ قبضہ والے پر ہوگا۔

البتہ اگر سابقہ قبضہ امانت کے قبضہ کے قبیل سے ہو، مثلاً عاریت اور امانت پر لینے والے کا قبضہ، اور وہ ایسا قبضہ ہے کہ بغیر زیادتی یا کوتاہی کے بلاک ہونے کی حالت میں جس کے ہاتھ میں وہ چیز ہے اس سے ضمان نہیں لیا جاتا، تو یہ قبضہ ضعیف مانا جائے گا، وہ ضمان کے قبضہ کے قائم مقام نہ ہوگا (۳)۔

(۱) معنی المحتاج ۲/ ۷۳، یعنی ۲/ ۱۲۵ طبع المریض۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۱۶/ ۳، لفرع ۲/ ۱۳۲، یعنی ۲/ ۱۲۳، ۱۲۵۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۵۱۲، شرح لجلہ لولا ۲/ ۵۱۲ دفعہ (۸۳۶)۔

بیع استجار ۱-۳

زیادہ ہے، اس لئے کہ وہ بسا اوقات ایجاب و قبول کے ذریعہ ہوتا ہے، اور بسا اوقات تعاطی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس طرح بیع استجار میں اکثر ثمن ادھار ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں ثمن کی عدم تحدید و تعیین ہوتی ہے۔

بیع استجار

بیع استجار سے متعلق احکام:

بیع استجار کی متعدد صورتیں ہیں، اور اسی وجہ سے مختلف صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

مذہب حنفیہ:

حنفیہ کے نزدیک بیع استجار کی حسب ذیل صورتیں وارد ہیں:

۳- پہلی صورت: یہ کہ انسان تاجر سے روزمرہ استعمال کی چیزیں مثلاً روٹی، نمک تیل اور دال وغیرہ رفتہ رفتہ لے، اور لیتے وقت ثمن مجہول ہو، پھر ان کو استعمال کرنے کے بعد خرید لے۔

اصل اس بیع کا عدم انعقاد ہے، اس لئے کہ خریداری کے وقت بیع معدوم ہے، اور معقود علیہ کی شرائط میں سے اس کا موجود ہونا ہے، لیکن فقہاء نے اس بیع میں زمی سے کام لیتے ہوئے اس کو اس ضابطہ سے کہ وجود بیع شرط ہے، خارج کر دیا ہے۔ اور یہاں اتحساناً معدوم کی بیع جائز قرار دی ہے، جیسا کہ ”المحرر المراقب“ اور ”الھذیب“ میں ہے۔

بعض حنفیہ نے کہا: یہ معدوم کی بیع نہیں ہے۔ بلکہ یہ مالک کی اجازت عرفی سے تلف کی ہوئی چیزوں کے ضمان کے قبیل سے ہے اور اس کی وجہ آسانی پیدا کرنا اور دفع حرج ہے، جیسا کہ عرف ہے، لیکن اس علت کو جموی وغیرہ نے پسند نہیں کیا ہے۔

ابن عابدین نے کہا: مسئلہ اتحسانی ہے۔ اور اس کی تخریج

تعریف:

۱- بیع کا معنی ہے: تملیک و تملک کے طور پر مال کا مال سے تبادلہ^(۱)۔

لغت میں استجار کا معنی: کھینچنا ہے۔ کہا جاتا ہے: أجردته الدین: میں نے اس کو قرض میں مہلت دی^(۲)۔

بیع استجار: بیچنے والوں سے ضرورت کی چیزیں تھوڑی تھوڑی لیا، اور اس کے بعد ان کا ثمن ادا کرنا^(۳)۔

متعلقہ الفاظ:

بیع بالتعاطی:

۲- معاظاة اور تعاطی کے معنی ہیں: لین دین اور تبادلہ کرنا۔

بیع بالتعاطی: یہ ہے کہ بائع اور مشتری صیغہ کہے بغیر ایک دوسرے کے مال پر قبضہ کر لیں، یعنی بائع، بیع دے لیکن زبان سے کچھ نہ کہے، اور مشتری ثمن دے اور وہ بھی زبان سے کچھ نہ کہے^(۴)۔

بیع استجار اور بیع تعاطی میں فرق یہ ہے کہ بیع استجار میں عموم

(۱) المغنی ۳/ ۵۶۰، مجلۃ الاحکام العدلیۃ: دفعہ (۱۰۵)۔

(۲) لسان العرب، المصباح الممیر۔

(۳) ابن عابدین ۳/ ۱۲، المدونہ ۳/ ۲۹۲، کنز الدقائق ۳/ ۳۲، المحرر ۱/ ۲۹۸۔

(۴) البزازی شرح الہدایہ ۱/ ۱۷۷۔

بیع التجار ۴-۹

۶- چوتھی صورت: یہ کہ انسان تاجر کو چند دراہم یہ کہے بغیر دے کہ ”میں نے خریدا“، اور ہر روز پانچ رطل لے، ان کی قیمت معلوم نہ ہو تو بیع بالتعاطی منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ ثمن مجہول ہے، لہذا اگر لینے والے نے بیع میں تصرف کر دیا ہو اور بائع نے اس کو دینے، اور اس کے عوض کے طور پر اس میں تصرف کرنے سے راضی ہو کر اس کو دے دیا ہو تو یہ بیع نہ ہوگی، اگرچہ بیع کی نیت سے ہو، اس لئے کہ نیت سے بیع نہیں ہوتی، لہذا یہ اس قرض کے مشابہ ہوگا جس کا ضمان اس کے مثل یا قیمت سے دیا جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں مثل یا قیمت کے بدلہ کسی اور چیز پر راضی ہو جائیں تو لینے والے کا ذمہ بری ہو جائے گا^(۱)۔

مذہب مالکیہ:

مالکیہ کے یہاں یہ صورتیں آئی ہیں:

۷- یہ کہ انسان تاجر کے پاس کچھ دراہم رکھ جائے پھر دراہم کے متعین جزو کے عوض متعین سامان لینا رہے۔ تو یہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ سامان اور ثمن دونوں متعین ہیں۔

۸- یہ کہ تاجر کے پاس کچھ دراہم رکھتے ہوئے یہ کہے: میں تم سے اس کے عوض مثلاً اتنی کھجوریں لوں گا یا اتنا دودھ وغیرہ اور اس کے ساتھ مل کر کسی سامان کی مقدار مقرر کر لے، اور اس کے ثمن کی کوئی مقدار مقرر کر لے، سامان اس کے پاس چھوڑ دے کہ جب چاہے لے لے گا یا اس کے لینے کا وقت مقرر کر دے تو یہ بیع بھی جائز ہے۔

۹- یہ کہ تاجر کے پاس کچھ دراہم معین یا غیر معین سامان کے لئے اس شرط پر چھوڑ دے کہ اس میں سے روزانہ اس کے نرخ سے لینا رہے گا اور وہ دونوں اس بیع کا عقد کر لیں۔ تو یہ بیع ناجائز ہے، اس لئے کہ

ایمان (اشیاء) کے قرض پر ممکن ہے۔ اور اس کا ضمان استحساناً ثمن کے ذریعہ ہوگا، جیسا کہ ذوات التیم اشیاء میں انتفاع کا حلال ہونا، اس لئے کہ ذوات التیم قرض پر دینا فاسد ہے، اس سے انتفاع حلال نہیں، گوکہ قبضہ کے ذریعہ ملکیت میں آجائے۔

۴- دوسری صورت: بعینہ پہلی صورت ہے، بس فرق ثمن کی معرفت کے تعلق سے ہے یعنی انسان اپنی ضرورت کی چیز رفتہ رفتہ لے، لیتے وقت ثمن کا علم ہو اور اس کا حساب بعد میں کرے۔

یہ بیع جائز ہے، اس کے انعقاد میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ جب اس نے کوئی چیز لی تو اس کی بیع متعین ثمن کے بدلے میں ہوئی، اور یہ بیع تعاطی ہوگی، بیع تعاطی منعقد ہوتی ہے، خواہ ثمن لیتے وقت ادا کر دے یا وہ ادھار ہو۔

یہی حکم اس صورت کا بھی ہے کہ انسان تاجر کو کچھ دراہم یہ کہے بغیر دے دے کہ میں نے خریدا، اور ثمن کے علم کے ساتھ روزانہ اس سے پانچ رطل لے۔

یہ بیع جائز ہے، اور اس کا کھانا حلال ہے، اس لئے کہ اگرچہ دیتے وقت اس کی نیت خریداری کی تھی، تاہم محض نیت سے بیع نہیں ہوتی، بلکہ اسی وقت تعاطی کے ذریعہ بیع ہوگی، اور اس وقت بیع معلوم ہے لہذا بیع صحیح منعقد ہوگی۔

۵- تیسری صورت: یہ کہ انسان تاجر کو چند دراہم دے کر یہ کہہ دے کہ میں نے تم سے مثلاً سو رطل روٹی خریدی اور ہر روز پانچ رطل لے۔

یہ بیع فاسد ہے اور اس کا کھانا مکروہ ہے، کراہت کی وجہ بیع کی جہالت ہے، اس لئے کہ اس نے ایسی روٹی خریدی جس کی طرف اس نے اشارہ نہیں کیا، لہذا بیع مجہول ہوگی، اور بیع کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بیع معلوم ہو۔

(۱) الدر المختار مع حاشیہ ابن ماجہ، ۱۳/۱۳، البحر الرائق، ۵/۲۷۹، اشباہ ابن کبیر، ص ۳۶۳۔

بیع التجار ۱۰-۱۳

۱۲- دوم: انسان تاجر سے کہے: مجھے اتنے میں مثلاً گوشت یا روٹی دے دو، اور وہ اس کو مطلوبہ چیز دے دے، وہ اس پر قبضہ کر لے اور اس سے راضی ہو جائے، اور ایک مدت کے بعد حساب کر کے اپنے ذمہ لازم ثمن کو ادا کر دے، تو یہ بیع قطعی طور پر ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو بیع معاہدہ کو جائز قرار دیتے ہیں^(۱)۔

مذہب حنابلہ:

۱۳- حنابلہ کے یہاں بیع التجار کے مسائل اس بیع پر مبنی ہیں، جو ثمن کے ذکر کے بغیر ہو، مرداوی نے ”الانصاف“ میں ان مسائل کو ذکر کرتے ہوئے کہا:

ایسی چیز کے عوض بیع جس پر نرخ ختم ہو جائے صحیح نہیں ہے، ”مذہب“ یہی ہے، اصحاب کی یہی رائے ہے، امام احمد سے ایک دوسری روایت ہے کہ یہ بیع صحیح ہے، تقی الدین ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کرتے ہوئے کہا: مذہب امام احمد میں دو میں سے ایک قول یہی ہے۔

بیع کی شرائط میں سے عقد کے وقت ثمن کا معلوم ہونا ہے، مذہب میں صحیح یہی ہے اور یہی اصحاب کی رائے ہے، ابن تیمیہ نے صحت بیع کو اختیار کیا ہے اگرچہ ثمن مقرر نہ ہو، اور اس کے لئے ثمن مثل ہوگا، اس کی نظیر مہر کی تعیین کے بغیر نکاح کا صحیح ہونا ہے، اور عورت کے لئے مہر مثل ہوتا ہے^(۲)۔

ابن مفلح نے اپنی کتاب ”النکت والفوائد السنیة علی مشکل المحرد“^(۳) میں بیع بلا ذکر ثمن کے مسائل میں امام احمد

جس ثمن پر انہوں نے عقد کیا ہے وہ مجہول ہے، اور یہ ایسا ضرر ہے جو صحت بیع سے مانع ہے۔

۱۰- انسان تاجر سے ضرورت کا سامان متعین نرخ میں لے، اور ہر روز متعین وزن اور متعین نرخ میں لے، اور ثمن متعین مدت یا عطاء (وظیفہ) ملنے تک کے لئے مؤخر ہو اگر عطاء (وظیفہ) معلوم و مامون ہو تو یہ بیع جائز ہے^(۱)۔

مذہب شافعیہ:

شافعیہ کے یہاں بیع التجار کی دو صورتیں ہیں:

۱۱- اول: انسان تاجر سے ضرورت کی چیز تھوڑی تھوڑی لینا رہے اور اس کو کچھ نہ دے اور وہ دونوں لفظاً بیع نہ کریں بلکہ دونوں اس کے عام ثمن میں لینے کی نیت کریں، اور وہ ایک مدت کے بعد اس کا حساب کر کے ثمن دے دے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔

نوی نے کہا: یہ بیع بلا اختلاف (یعنی شافعیہ کے یہاں) باطل ہے، اس لئے کہ یہ نہ تو لفظی بیع ہے اور نہ تعاطی کے ساتھ۔

اذری نے کہا: بغوی کا فتویٰ یہی ہے، اور ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں اسی کے مثل لکھا ہے۔

امام غزالی نے نرمی سے کام لیتے ہوئے اس کو مباح قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا عرف ہے، اور اس کی اباحت کے بارے میں یہی ان کی دلیل ہے۔

اذری نے کہا: نوی کے اس قول میں کہ ”اس کو نہ معاہدہ شمار کیا جاتا ہے اور نہ ہی بیع“ اشکال ہے بلکہ لوگ اس کو بیع شمار کرتے ہیں، اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ضرورت کی چیز لیتے دیتے وقت ثمن کی مقدار دونوں کے علم میں ہوتی ہے، کو کہ وہ لفظاً اس کو ذکر نہ کریں۔

(۱) المجموع ۱۵۰، ۱۵۱، معنی الكتاب ۲/۳، اسنی الطالب ۳/۳، حاشیہ

المشروانی علی تحفہ الكتاب ۳/۳، ۲۱۷، ۲۱۷۔

(۲) الانصاف ۳/۳۱۰۔

(۳) النکت والفوائد السنیة علی مشکل المحرد ۱/۲۹۹، ۲۹۹۔

(۱) المغنی شرح الموطا للبخاری ۱۵/۵ طبع احادیث المدونہ ۲/۲۹۲۔

بیع اسخر ۱۳-۱۵

بلکہ حساب کرنے کے وقت ہوئی، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نرخ پر بیع درست ہے (یعنی اس نرخ پر جس پر اس کی فروختگی مروج ہے)۔

ثنی بن جامع سے مروی ہے کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا: ایک شخص کسی کو اپنے ساتھ کسی معاملہ کرنے والے کے پاس اس لئے بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کے پاس کپڑا بھیج دے، وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس سے کپڑے کی قیمت پوچھتا ہے۔ وہ اس کو بتا دیتا ہے، تو وہ اس سے کہتا ہے: اس کو لکھ لو۔ اور ایک شخص کھجور لیتا ہے اور اس کا ثمن مقرر نہیں کرتا پھر کھجور والے کے پاس سے گذرتے ہوئے کہتا ہے: اس کا ثمن لکھ لو؟ تو امام احمد نے اس کو جائز قرار دیا، بشرطیکہ اس کو لینے کے دن کے نرخ پر اس کا ثمن مقرر کرے۔ اور یہ (روایت) اس سلسلے میں صریح ہے کہ قبضہ کے وقت کے ثمن مثل کے بدلہ میں نہ کہ حساب کرتے وقت کے ثمن مثل کے بدلہ میں خریداری جائز ہے، خواہ عقد میں اس کا ذکر ہو یا بیع کے وقت میں لینے کے الفاظ مطلق ہوں۔

جواز کی اسی روایت کو ابن تیمیہ اور ابن القیم نے اختیار کیا ہے۔ ابن القیم "اعلام المؤمنین" میں کہتے ہیں: عقد کے وقت ثمن کی تعیین کے بغیر اس چیز کے عوض جس پر نرخ ختم ہو جاتا ہے، بیع کے جواز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایسے شخص سے خریداری کرے جس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے مثلاً روٹی یا گوشت یا گھی وغیرہ فروخت کرنے والے سے روزانہ متعین مقدار میں لے، پھر مہینہ یا سال کے آغاز میں سب کا حساب کر کے اس کو اس کا ثمن دے دے۔ اس کو اکثر حضرات ممنوع کہتے ہیں، اور وہ اس میں قبضہ کو ملکیت منتقل کرنے والا نہیں مانتے ہیں، اور یہ قبضہ فاسد ہے، جو غصب کے ذریعہ قبضہ کی ہوئی چیز کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ اس

سے اختلاف روایات کا ذکر کیا ہے اور وہ ایسی صورتیں لکھی ہیں جن میں امام احمد کی رائے میں اختلاف ہے، ایک روایت میں انہوں نے بیع کو ناجائز، اور دوسری روایت میں جائز کہا ہے۔

۱۳- خلال نے متعین ثمن کے بغیر فروختگی کے بارے میں حرب کے حوالہ سے کہا: میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے: میرے لئے ایک جریب گیہوں بھیج دو، اور اس کا حساب میرے اوپر اس نرخ سے لگا لو جس پر تم فروخت کرتے ہو، تو امام احمد نے فرمایا: یہ ناجائز ہے یہاں تک کہ اس سے نرخ بیان کر دے۔

اسحاق بن منصور سے مروی ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص دوسرے سے سامان لیتے ہوئے کہتا ہے: میں نے اس سامان کو اس قیمت میں لے لیا جس میں باقی سامان فروخت کرو گے، تو انہوں نے کہا: ناجائز ہے۔ اور حنبل سے مروی ہے کہ میرے چچا نے کہا: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، اس لئے کہ یہ بیع مجہول ہے، نرخ بدلتا ہے، اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

ان دونوں روایتوں کے مطابق امام احمد اس بیع کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔

۱۵- جواز کی دو روایتیں یہ ہیں:

ابو داؤد نے اپنے مسائل میں کہا: ثمن کی تعیین کے بغیر خریداری کا بیان۔ میں نے سنا جبکہ امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بننے کے پاس بھیج کر اس سے تھوڑی تھوڑی چیز لیتا ہے اور اس کے بعد اس کا حساب کرتا ہے، تو امام احمد نے کہا: مجھے توقع ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، امام احمد سے دریافت کیا گیا: بیع اسی وقت ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

ابن تیمیہ نے کہا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ دونوں بیع پر قبضہ اور اس میں تصرف کے بعد ثمن پر متفق ہیں، اور یہ کہ قبضہ کے وقت تک بیع نہ تھی

بیع استخرا ۱۶، بیع استننامہ

قیاس صحیح ہے۔ لوگوں کے مصالح اسی سے پورے ہوں گے (۱)۔

بیع استننامہ

دیکھئے: ”استرسال“۔



پر عقد فاسد کے ذریعہ قبضہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود متشدد حضرات کے علاوہ ہر شخص اس کو کرتا ہے، اور اس کو اس سے چارہ کار نہیں ہوتا، حالانکہ وہ اس کے بطلان کا فتویٰ دیتا ہے، اور یہ کہ وہ بائع کی ملکیت میں باقی ہے، اور اس کے لئے اس سے چھٹکارا ممکن نہیں، الا یہ کہ ہر ضروری چیز کے لئے خواہ اس کا ثمن تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے بھاؤ تاؤ کرے اور اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو لفظاً ایجاب و قبول کو شرط قرار دیتے ہیں، تو بھاؤ تاؤ کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ لفظاً ایجاب و قبول بھی ہو۔

۱۶- ابن القیم نے کہا: دوسرا قول جو بالکل درست ہے، اور جس پر ہر زمان و مکان میں لوگوں کا عمل رہا ہے، یہ ہے کہ اس چیز کے عوض بیع جائز ہے جس پر نرخ ختم ہو جائے۔ امام احمد کے یہاں منصوص یہی ہے، اور اسی کو ہمارے شیخ (یعنی ابن تیمیہ) نے اختیار کیا ہے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا: خریدار کی قلبی راحت بمقابلہ بھاؤ تاؤ اسی میں زیادہ ہے، وہ کہتا ہے: عام لوگوں کی طرح میں بھی اتنے ہی میں لوں گا جتنے میں دوسرے لوگ لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: جو لوگ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں ان کے لئے اس کو ترک کرنا ممکن نہیں، وہ خود اس میں ملوث ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت، قول صحابی اور قیاس صحیح، کہیں سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو اس کو حرام قرار دے، مہر مثل پر نکاح صحیح ہونے کے بارے میں امت کا اجماع ہے، اور اکثر حضرات اجرت مثل پر عقد اجارہ کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلاً میت کو نہلانے والا، مان بانی، ملاح، مالک حمام اور جانوروں کو کرایہ پر دینے والا۔ نرخ پر بیع میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ ثمن مثل پر بیع ہوگی، لہذا وہ جائز ہے، جیسا کہ ان صورتوں اور ان کے علاوہ صورتوں میں ثمن مثل میں معاوضہ جائز ہے، یہی

(۱) اعلام المؤمنین ص ۳ ۶۰۵۔

بیع امانت ۱-۵

اور کبھی بائع کی طرف سے۔

۳- اگر خریدار کی طرف سے مطلوب ہو تو اس کا تحقق بیع وفاء کے ذریعہ ہوگا، اس لئے کہ خریدار بیع و فاء میں بیع کے بارے میں ائین ہے یہاں تک کہ اس کو وہ ثمن واپس مل جائے جو اس نے ادا کیا ہے، اور بائع بیع کو لے لے۔

لیکن اگر امانت و اعتماد بائع کی جانب سے مطلوب ہو، جس پر واجب ہے کہ اپنی بیع کے ثمن کو اور اپنی خریداری کو صحیح صحیح بتا دے تو اگر بیع اس ثمن کے مثل میں ہو، جس میں اس نے خریدا ہے اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہو تو اس کو بیع تولیہ کہتے ہیں، اور اگر بعض بیع کو بعض ثمن میں فروخت کرنا ہو تو یہ بیع اشراک ہے۔ اگر ثمن مع اضافہ کے ہو تو یہ بیع مراہجہ ہے، اور اگر ثمن سے کم میں ہو تو یہ بیع و ضیعہ یا حطیہ ہے۔

اگر قیمت خرید سے صرف نظر کر کے خریداری ہو یعنی مساوات یا زیادتی یا نقصان کا لحاظ نہ کر کے بیع ہو بلکہ بازار کے نرخ پر ہو تو اس کو بیع اہستر سل یا ”بیع سمر اسوق“ (بازار بھاؤ پر فروختگی) کہتے ہیں۔

۴- بیع امانت کے بالمقابل بیع مساومت ہے۔ اور یہ اس ثمن پر بیع ہے جس پر عاقدین ثمن اول کو، جس میں بائع نے اس کو خریدا ہے مد نظر رکھے بغیر رضامند ہو جائیں۔

بیع الوفاء:

۵- بیع الوفاء اس شرط کے ساتھ بیع کرنا ہے کہ جب بائع ثمن لوٹائے گا تو خریدار بیع واپس کر دے گا۔ اس کو بیع وفاء اس لئے کہتے ہیں کہ خریدار شرط پوری کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس پر بیع امانت کا اطلاق محض اس لئے ہے کہ بیع خریدار کے ہاتھ میں امانت کے درجہ میں ہے۔ اسے حق

بیع امانت

تعریف:

۱- امانت لغت میں: اطمینان کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”أَمِنَ أَمْنًا وَأَمَانًا وَأَمْنَةً“ جب کوئی شخص مطمئن اور بے خوف ہو جائے۔ فاعل کے لئے ”أَمِنَ وَأَمِنَ، اور أَمِينٌ“ کہتے ہیں۔ اور أَمِنَ الرَّجُلُ اور أَمِنَ کا معنی: ائین ہوا۔ مصدر ”امانت“ ہے۔ اعیان میں اس کا استعمال مجازاً ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: ودیعت امانت ہے۔

أَمِنَ فُلَانًا عَلٰی كَذَا كَمَا مَعْنٰی: اس نے اس پر بھروسہ کیا اور اس سے مطمئن ہوا (۱)۔

اصطلاح میں: ”بیع امانت“ کا اطلاق اس بیع پر ہوتا ہے جس میں بائع کی طرف سے اطمینان ہو، اس لئے کہ وہ مشتری کے ہاتھ میں امانت ہے، لہذا بیع امانت کا مدار طرفین کے درمیان باہمی معاملات میں اعتماد اور اطمینان پر ہے۔

بیع امانت کی انواع:

۲- بیع امانت کا اطلاق: ”بیع الوفاء“، ”بیع اہلجہ“، ”بیع اہر اہجہ“، ”الوضیعہ“، ”لا اشراک“، ”بیع اہستر سل“ یا ”بیع سمر اسوق“ پر ہوتا ہے۔

یہ امانت اور اعتماد کبھی خریدار کی طرف سے مطلوب ہوتا ہے،

(۱) المصباح، المعجم الوسیط مادۃ ”أمن“۔

بیع امانت ۶-۱۰

بیع المراجہ فقہاء کے نزدیک جائز بیوع میں سے ہے، جبکہ مالکیہ کی رائے ہے کہ وہ خلاف اولیٰ ہے، اس کا ترک کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ اس میں بکثرت بائع کو بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے^(۱)، لہذا ان کے نزدیک اولیٰ مساومت (بھاؤ تاؤ کرنے کے طور پر بیع کرنا ہے۔

بیع التولیہ:

۷- بیع التولیہ: کل بیع کو مولیٰ کی طرف (جس کے ساتھ بیع التولیہ کی جائے) جتنے میں خریدار کو پڑی ہے منتقل کر دینا، اور الفاظ یہ ہوں: میں نے تمہارے ساتھ ”تولیہ“ کر لیا وغیرہ زائد نفع یا نقصان کے بغیر۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”تولیہ“۔

بیع الاشراک:

۸- یہ بیع التولیہ ہی کی طرح ہے البتہ اس میں بعض بیع کو بعض شمن سے فروخت کرنا ہوتا ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”اشراک“ اور ”بیع“۔

بیع الوضیعہ:

۹- یہ کسی چیز کو شمن اول میں متعین کمی کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔ اور یہ بیع المراجہ کی ضد ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”وضیعہ“۔

بیع المسترسل:

۱۰- مالکیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ایک شخص دوسرے سے
(۱) ابن ماجہ بن ۳۶۱/۳، البحر الرائق ۸/۶، معین لؤلؤک م ص ۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۸/۳، مجلۃ الأحکام العدلیہ: دفعہ (۱۱۸)، لخطاب ۳۷۳/۳، بیعہ المسترسلین ص ۱۳۳، کشاف القناع ۱۳۹/۳، ۱۵۰۔
(۲) انصباح البعیر۔

نہیں کہ اس میں کوئی ایسا تصرف کرے جو بیچنے والے کے علاوہ کسی اور کی طرف ملکیت کو منتقل کر دے، مالکیہ اس کو ”بیع الثنیا“، شافعیہ اس کو ”بیع العہدہ“ اور حنابلہ اس کو ”بیع الأمانت“ کہتے ہیں۔
مالکیہ، حنابلہ، متقدمین حنفیہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ بیع الوفاء ناسد ہے۔

بعض متاخرین حنفیہ اور شافعیہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

بعض حنفیہ کی رائے یہ بھی ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے۔ اس کے لئے رہن کے تمام احکام ثابت ہوں گے^(۱)۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

بیع المراجہ:

۶- المراجہ: رابع کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”بعته المتناع أو اشتريته منه مراجحة“ (میں نے المراجہ کے طور پر اس کے ہاتھ سامان فروخت کیا یا اس سے خرید ا): اگر شمن کی ہر مقدار کو ربح کا نام دے دو^(۲)۔

اصطلاح میں المراجہ: بائع کا اپنی مملوکہ چیز کو جتنے میں اس کو پڑی اس پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔

یا سامان کو شمن خرید اور زائد نفع کے ساتھ جو دونوں کے علم میں ہے فروخت کرنا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک لفظ المراجہ، سابقہ بیع، مساوات اور وضیعہ میں حقیقت عرفیہ ہے، البتہ المراجہ کی زیادہ تر پیش آنے والی نوع وہی ہے جو پہلے گذری۔

بیع امانت ۱۱-۱۲

اگر بائع مرجائے تو بیع وراثت کے طور پر اس کے وراثت کی طرف منتقل ہو جائے گی^(۱)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

۱۲- جہاں تک دوسری بیوع امانت کا تعلق ہے تو اگر بیع المرابحہ میں خیانت ظاہر ہو جائے تو یہ خیانت صفتِ ثمن میں ظاہر ہوگی یا مقدارِ ثمن میں؟

اگر خیانت صفتِ ثمن میں ظاہر ہو مثلاً کوئی چیز ادھار خریدی، پھر پہلی قیمت پر مرابحہ کے طور پر فروخت کر دی، اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے ادھار خریدی ہے۔ یا تولیہ کے طور پر بیع کر لی، اور اس کو بیان نہیں کیا، پھر مشتری کو اس کا علم ہوا، تو بلاجماع اسے ”خیار“ ہے: اگر چاہے تو اس کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے، اس لئے کہ مرابحہ امانت پر معنی عقد ہے، کیونکہ خریدار نے ثمن اول کے بارے میں خبر دینے کے تعلق سے بائع پر اعتماد اور اطمینان کیا، لہذا امانت اس عقد میں مطلوب تھی، اس لئے خیانت سے اس کو بچانا دلالتِ شرط ہے، اور اس کا فوت ہونا خیار کو ثابت کرتا ہے، جیسا کہ عیب سے سلامتی کا فوت ہونا۔

اگر مرابحہ اور تولیہ میں مقدارِ ثمن میں خیانت کا ظہور ہو مثلاً اس نے کہا: میں نے دس میں خریدا اور تمہیں پورے دس دینار پر ایک دینار نفع کے ساتھ فروخت کیا یا اس نے کہا: میں نے دس میں خریدا اور جتنے میں خریدا تم کو تولیہ کر دیا، پھر معلوم ہوا کہ نو میں خریدا تھا تو اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے۔

شافعیہ کے یہاں ”ظہر“ حنا بلہ کے یہاں ”مذہب“ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اس کو ”خیار“ حاصل نہیں ہوگا، البتہ ان دونوں میں خیانت کے بقدر کمی کر دی جائے گی یعنی ایک

(۱) ابن ماجہ بن ۲۳۷۲، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، معین لوکا م ص ۱۸۳، بیعہ المسترشدین ص ۱۳۳۔

کہے: مجھ سے فروخت کر دو، جیسا کہ لوگوں سے فروخت کرتے ہو یا بازار کے نرخ سے یا آج کے نرخ سے یا جتنے میں فلاں کہے گا یا تجربہ کار لوگ کہیں گے وغیرہ۔

مسترسل جیسا کہ امام احمد نے اس کی تعریف کی ہے: وہ شخص ہے جو سامان کی قیمت سے ما واقف ہو، جو قیمت کم کرانے کا سلیقہ نہیں رکھتا یا قیمت کم نہیں کرتا۔

بیع المسترسل اس تعریف کے اعتبار سے باتفاق فقہاء منعقد ہو جائے گی، البتہ مسترسل کے لئے اس میں ”خیار“ کے ثبوت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے^(۱)۔

بیوع امانت میں خیانت کا حکم:

بتلایا جا چکا ہے کہ ان بیوع کو بیوع امانت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا مدار طرفین یعنی بائع و مشتری کے مابین باہمی لین دین میں اعتماد و اطمینان پر ہے۔

۱۱- جبکہ بیع الوفاء میں ان لوگوں کے نزدیک جو اس کے جواز کے قائل ہیں، خریدار پر واجب ہے کہ ثمن وصول کرنے کے بعد بیع بائع کو واپس کر دے۔ بیع کو روکنا اس کے لئے جائز نہیں، اس لئے کہ بیع الوفاء سے خریدار کے لئے ملکیت کو منتقل کرنے والے تصرف کا جواز نہیں پیدا ہوتا۔ اسی وجہ سے بائع کے علاوہ کے ہاتھ اس کی بیع جائز نہیں ہے، اور اس میں شفعہ نہیں ہے، اس کا خراج اس کے بائع پر ہے، اگر بیع خریدار کے ہاتھ میں رہتے ہوئے کوتاہی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو کسی کا دوسرے پر کچھ نہیں، اس لئے کہ بیع پر خریدار کا قبضہ امانت کا قبضہ ہے۔

(۱) القواعد الفقہیہ ص ۲۶۹، مواہب الجلیل ۳۰۳، الدسوقی ۵۵۳، الفروانی ۵/۵، المغنی ۳/۵۸۳، ابن ماجہ بن ۱۵۹/۳، روہۃ الطالبین ۳/۱۱۸، المجموع ۱۲/۱۱۸۔

بیع امانت ۱۳-۱۵

ہاتھ فروخت کرے جو قیمت کم نہیں کرانا، یا قیمت کم کرانے کا سلیقہ نہیں رکھتا، تو گویا خریدار نے بائع پر چھوڑ دیا ہے، اور اس پر اطمینان کر لیا ہے۔ اور بائع نے جو کچھ اس کو دیا اس نے لے لیا، قیمت کم نہ کرانی اور نہ ہی اس کو بائع کے غبن کا علم ہوا۔

اس تعریف کے لحاظ سے بیع المسترسل باتفاق فقہاء منعقد ہوگی، البتہ مسترسل کے لئے اس میں خیار کے ثبوت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایہ اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے لئے خیارتا بت نہ ہوگا، اس لئے کہ سامان کے صحیح سالم ہونے کے ساتھ اس کی قیمت میں کمی لزوم عقد سے مانع نہیں ہے، اور محض اس کا مغبون (غریب خوردہ) ہونا اس کے لئے خیار کو ثابت نہیں کرتا، البتہ یہ شافعیہ کے یہاں مکروہ ہے۔

حنفیہ کے یہاں قول مفتی بہ اور مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر غبن فاحش ہو تو اس کے لئے خیارتا بت ہوگا۔ حنفیہ نے غبن فاحش کی تفسیر میں کہا: جو قیمت لگانے والوں کی قیمت کے تحت نہ آئے، اس لئے کہ جس میں شرعاً تحدید نہ ہو اس کے بارے میں عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ جبکہ مالکیہ اور حنابلہ نے غبن فاحش کی تشریح میں کہا: جو ٹمٹ سے زائد ہو، اس لئے کہ حضور ﷺ نے وصیت کے بارے میں فرمایا: "الثلث، و الثلث کثیر" (۱) (تہائی کرو، تہائی بہت ہے)۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے تہائی کو بہت فرمایا ہے، ایک قول ہے کہ وہ چھٹا حصہ ہے، ایک اور قول ہے کہ یہ وہ غبن ہے جو عادتاً لوگوں میں نہیں چلتا۔ ان حضرات کا استدلال

درہم تولیہ میں اور ایک درہم مراہجہ میں، اور اس کے حصہ کا نفع ایک درہم کا دسواں حصہ ہے اور بیع لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: مراہجہ میں خریدار کو خیار حاصل ہوگا: اگر چاہے پورے ثمن دے کر لے لے اگر چاہے تو چھوڑ دے، البتہ تولیہ میں اس کو خیار نہیں ہوگا، ہاں خیانت کے بقدر کمی کر دی جائے گی، اور باقی ثمن میں عقد لازم ہوگا۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ اگر بائع زائد کو جس میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور اس کے نفع کو ساقط کر دے تو بیع لازم ہوگی، اور اگر ساقط نہ کرے تو خریدار پر لازم نہیں ہوگی، اور اس کے لئے بیع کو اختیار کرنے اور رد کرنے کا اختیار ہوگا۔

شافعیہ کے یہاں دوسرا قول جو امام محمد کا بھی قول ہے، یہ ہے کہ خریدار کو مراہجہ اور تولیہ دونوں میں خیار حاصل ہوگا، اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے، اور اگر چاہے تو بائع کو لوٹا دے۔

۱۳- رعی بیع الموائعہ: تو اس پر بیع المرائعہ کی شرائط اور احکام جاری کئے جاتے ہیں، کیونکہ موائعہ: ثمن اول میں متعین کمی کے ساتھ بیع کرنا ہے۔

اس طرح "اشراک" کا حکم تولیہ کی طرح ہے، البتہ "اشراک" بعض بیع کا بعض ثمن کے بدلے تولیہ ہے (۱)۔

۱۴- رعی بیع المسترسل تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: میرے ہاتھ بیچ دو جیسا کہ لوگوں سے بیچتے ہو، یہ بیع مالکیہ کے نزدیک صحیح ہے تاہم اگر عرف و عادت سے زائد دھوکا دیا ہو تو اس کو خیار حاصل ہوگا۔

۱۵- بیع المسترسل کی ایک اور صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے

(۱) حدیث: "الثلث، و الثلث کثیر" کی روایت بخاری (التح ۱۳/۱۳ طبع الاستنبیہ) نے کی ہے۔

(۱) البدائع ۵/۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۸، ابن ماجہ ۳/۱۶۳، الدر المنثور ۳/۱۶۸، قلیوبی ۲/۲۲۳، کشاف القناع ۳/۲۳۱۔

بیع باطل

اس حدیث پاک سے ہے: ”غبن المستوسل حرام“^(۱)
(مستوسل کا غبن حرام ہے)، نیز اس لئے کہ یہ ایسا غبن ہے جو بیع کے بارے میں اس کی ناواقفیت کے سبب ہوا ہے، لہذا یہ خیار کو ثابت کرے گا، جیسا کہ ”تلقی رکبان“ میں غبن^(۲)۔

بیع باطل

تعریف:

۱- لغت میں لفظ ”بیع“، ”شراء“ کی طرح اضداد میں سے ہے، اور بیع میں اصل مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے، اور یہ اعیان کے وصف میں حقیقت ہے، اور عقد پر اس کا اطلاق مجازاً ہے، اس لئے کہ وہ تملیک (مالک بنانا) اور تملک (مالک بننا) کا سبب ہے۔

باطل: بطل الشئ سے ماخوذ ہے، یعنی فاسد ہوا، یا اس کا حکم ساقط ہوا، لہذا وہ باطل ہے^(۱)۔

بیع اصطلاح میں: مال کا مال سے تبادلہ کرنا^(۲)۔

حنفیہ کے نزدیک بیع باطل وہ ہے جو اصل اور وصف کسی اعتبار سے شروع نہ ہو^(۳)۔

جمہور کے نزدیک جو فاسد اور باطل میں فی الجملہ تفریق نہیں کرتے، باطل وہ بیع ہے جس پر اس کا اثر مرتب نہ ہو، اور وہ بار آور نہ ہو، اور اس سے حصول ملکیت کا فائدہ حاصل نہ ہو^(۴)۔

یہ بھی حنفیہ کی رائے کے موافق ہے۔



- (۱) المصباح للمیر، لسان العرب مادة ”بیع“، ”بطل“۔
- (۲) مجلہ احکام العدلیۃ دفعہ (۱۰۵)، نہایت المحتاج ۳/۳۶۱، ابن ماجہ بن ۳/۳، ۳/۳، المغنی ۳/۵۶۰، حامیۃ الدوسقی ۳/۳۔
- (۳) ابن ماجہ بن ۳/۱۰۰، فتح القدیر ۶/۳۲، مجمع کردہ دار احیاء التراث العربی، الریاضی ۳/۳۳۔
- (۴) معج البجلیلی ۲/۵۵۰، الموافقات للشاطبی ۱/۲۹۲، روح البیان ۳/۳۱، القواعد والفوائد الاصولیہ ۱۱۰، الاشیاء للسیوطی ۱۰/۳۱۳، طبع عیسیٰ الخلیلی۔

(۱) حدیث: ”غبن المستوسل حرام“ کی روایت طبرانی (۱۳۹/۸) طبع وزارت الاوقاف، عراق) نے کی ہے، ثنمی نے کہا اس میں موسیٰ بن عمیر راوی ہے جو نہایت ضعیف ہے (مجمع الزوائد ۶/۶۳ طبع القدسی)۔

(۲) ابن ماجہ بن ۱۵۹، مقدمات ابن رشد ۲/۶۰۳، موابہ البجلیلی ۳/۵۰، روح البیان ۳/۳۱۹، المجموع ۱۲/۱۱۸، المغنی ۳/۵۸۳۔

بیع باطل ۲-۵

متصل وصف کی وجہ سے ممنوع قرار دی گئی ہو مثلاً اذان جمعہ کے بعد بیع، یہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے یہاں ہے۔ حنابلہ کا اختلاف ہے، کیونکہ حنابلہ کے نزدیک ”نبی“ مطلقاً فساد کی متقاضی ہے۔ بیع مکروہ اپنے اثر کے مرتب ہونے کے لحاظ سے بیع صحیح سے متفق ہے، تاہم ممنوع ہونے کے لحاظ سے وہ بیع صحیح سے مختلف ہے^(۱)۔

شرعی حکم:

۵- بیع باطل کا اقدام کرنا بطلان کے علم کے باوجود حرام ہے، ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، کیونکہ اس نے مشروع کی مخالفت کر کے اور شرعاً مہی عنہ کی رعایت نہ کر کے معصیت کا ارتکاب کیا، اس لئے کہ بیع باطل نہ اصل کے لحاظ سے مشروع ہے اور نہ ہی وصف کے لحاظ سے^(۲)۔

تاہم ضرورت و مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ مضطر شخص ثمن مثل سے زائد میں کھانا خریدے اور جیسے وہ عقد جس کے ذریعہ بچہ کے ”رشد“ کا امتحان لیا جائے^(۳)۔

چنانچہ ایک قول ہے کہ ولی کوئی چیز خرید کر کسی کو دے دے، پھر بچہ کو حکم دے کہ اس سے وہ چیز خریدے، یہ ان بیوع کا حکم ہے جو بالاتفاق باطل ہیں مثلاً مجنون اور بے شعور بچے کی بیع، اور جیسے مردار، خون، ملائح و مضامین کی بیع۔

رعی وہ بیع جس کے باطل ہونے میں مذاہب کا اختلاف ہے

متعلقہ الفاظ:

الف- بیع صحیح:

۲- جو اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو، اور ذاتی طور پر اگر موانع سے خالی ہو تو حکم کا فائدہ دے۔ یا بیع صحیح وہ ہے جس پر اس کا اثر یعنی ملکیت کا حصول اور بیع سے انتفاع مرتب ہو^(۱)۔ لہذا بیع صحیح بیع باطل کی ضد ہے۔

ب- بیع فاسد:

۳- جمہور کے نزدیک بیع فاسد اور بیع باطل میں فرق نہیں، جبکہ حنفیہ بیع فاسد کو بیع صحیح اور بیع باطل کے درمیان کا ایک درجہ مانتے ہیں۔ حنفیہ کے یہاں بیع فاسد کی تعریف یہ ہے کہ جو اصل کے لحاظ سے مشروع اور وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہو۔

یا جس پر اس کا اثر مرتب ہو، لیکن شرعاً اس کو آپس میں فسخ کر لینا مطلوب ہو، اور یہ باطل کی ضد ہے جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں، اس لئے کہ جو بیع صرف اصل کے لحاظ سے مشروع ہو، وہ اس سے مختلف ہے جو بالکل غیر مشروع ہو۔ نیز فاسد کا حکم یہ ہے کہ وہ قبضہ کے بعد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے، جبکہ بیع باطل اس کا بالکل فائدہ نہیں دیتی، اور ان دونوں کے حکموں کا مختلف ہونا، ان دونوں کے ذاتی طور پر مختلف ہونے کی دلیل ہے^(۲)۔

ج- بیع مکروہ:

۴- جو اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو لیکن کسی غیر لازم

(۱) ابن ماجہ ۱/۱۱۷، نہایہ لکناج ۳/۳۳۰، شمس الارادت ۲/۱۵۳، ۱۵۵۔

(۲) کشف الاسرار ۱/۲۵۷، ۲۶۱، ابن ماجہ ۲/۵۹، ۱۰۰، بدائع الصنائع

۵/۳۰۵، الموافقات للہا طیبی ۲/۳۳۳، ۳۳۷، الدرر السنی ۳/۵۳، نہایہ لکناج ۳/۳۲۹، المغنی ۳/۲۲۹، ۲۵۲، التصریح بما مش فی فتح اعلیٰ ۱/۱۹۹ اور اس کے بعد کے صفحات، مباح کرہ دار المعرف، بیروت۔

(۳) المحوری القواعد ۱/۵۳، ۵۵، ابن ماجہ ۲/۵۳، شمس الارادت ۲/۱۵۵۔

(۱) الزیلعی ۳/۳۳، الموافقات للہا طیبی ۱/۲۹۲، مع الجلیل ۲/۵۵۰، جمع

الجوامع ۱/۱۰۱، روح البیان ۳/۳۱۔

(۲) ابن ماجہ ۲/۲۹۷، ۱۰۰، الزیلعی ۳/۳۳، اشاہ ابن کثیر ۲/۳۳۔

بیع باطل ۶

کے لئے یہ لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ سب اللہ تک رسائی کے راستے ہیں^(۱)۔

بطانِ بیع کے اسباب:

۶- جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کی رائے ہے کہ بیع فاسد اور بیع باطل میں کوئی فرق نہیں؛ دونوں ہم معنی ہیں، اس لئے کہ بیع فاسد و باطل میں سے ہر ایک شریعت کے مطلوب کے خلاف واقع ہوا ہے، اسی لئے شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی اس پر وہ اثر مرتب کیا جو صحیح بیع پر مرتب کیا ہے اور وہ اثر حصول ملکیت اور انتفاع کا حلال ہونا ہے۔

بیع کے فساد کے اسباب بعینہ، اس کے بطان کے اسباب ہیں، اور ان اسباب کی بنیاد عقد کے ارکان میں سے کسی رکن یا شرائط صحت میں سے کسی شرط میں آنے والا خلل ہے یا اس وجہ سے کہ فعل کے ساتھ لازمی طور پر متصل وصف سے یا وصف مجاور (وہ وصف جو اتفاقی طور پر فعل سے متصل ہو گیا ہے) سے ممانعت وارد ہے، یہ حنابلہ کے نزدیک ہے^(۲)۔

جمہور نے اس کے لئے حسب ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

الف۔ بیع باطل یا فاسد شرعاً ممنوع ہے، اور ممنوع حرام ہوتا ہے، اور حرام اثر کے مرتب ہونے کا سبب بننے کے لائق نہیں ہے، اس لئے کہ کسی تصرف سے ممانعت اسی وضاحت کے لئے ہے کہ یہ

(۱) الذخیرہ، ۱۳۹، ۱۳۱، سماعی کریمہ وزارت الاوقاف کوہت، فتح اعلیٰ الممالک ۱/ ۶۵، ۶۰، الثغیر والتمیز فی شرح التقریر ۳۳۹، طبع بولاق، استاد الجول، ۲۷۱، الموافقات للہاشمی ۳/ ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۳۷۔

(۲) جامع الدوسقی ۳/ ۵۳، القوانین الفقہیہ لابن جزیری ۱/ ۷۰، نہایۃ المحتاج ۳/ ۳۲۹، اشباہ اسمیٰ ۳/ ۳۱۲، طبع عیسیٰ الحلیمی، روح البیان ۱۱۳، المغنی ۳/ ۲۲۹، اور اس کے بعد کے صفحات، شرح منتہی الارادات ۲/ ۱۵۳، ۱۵۶، البدائع ۲/ ۳۰۰، بدلیۃ الجہد ۲/ ۱۲۵، ۱۶۷، ۱۶۹۔

کہ ایک مذہب میں باطل ہو اور دوسرے مذہب میں غیر باطل ہو، مثلاً بیع فضولی، بیع معاہدہ اور اس کے بیع جس کے پالنے کی اجازت ہے، تو اگر اس کا اقدام کرنے والا مجتہد ہے، درجہ اجتہاد پر پہنچ چکا ہے، تو اس کے حق میں بیع کو باطل نہیں مانا جائے گا، اور نہ ہی اس پر اس میں گناہ ہے، اس لئے کہ اس نے کوشش کر کے شارع کے مقصود کو تلاش کیا، یہاں تک کہ اس کو رہنما دلیل مل گئی، اس اعتبار سے کہ اگر اس کے سامنے اپنی رائے کے خلاف رائے اس سے قوی تر دلیل سے ظاہر ہو جائے تو اس کی طرف رجوع کر لے گا، اجتہاد میں غلطی کرنے والے پر مواخذہ نہیں بلکہ وہ معذور و ماجور ہے^(۱)۔

تاہم اختلاف سے بچنا مستحب ہے بایں معنی کہ جو شخص کسی چیز کے جواز کا قائل ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ اس کو ترک کر دے اگر دوسرا شخص اس کو حرام سمجھتا ہو^(۲)۔

اسی طرح مقلد گناہ کے ساتھ ہونے میں مجتہد کے حکم میں ہے، اگر وہ اپنے امام کی جائز تہلیل کرتا ہے۔

عام آدمی کے لئے مناسب ہے کہ ایسے شخص سے فتویٰ لے جس کے بارے میں اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اہل علم و دین اور صاحب ورع ہے، اور اگر اس میں علماء کا اختلاف ہو تو اس عالم کے قول کو اختیار کرے جس کو وہ اپنے دل میں سب سے بڑا صاحب علم، سب سے زیادہ متقی، اور غالب صواب والا سمجھے، اپنی خواہش نفس سے کوئی قول اختیار نہ کرے، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں بلا کسی دلیل کے تمام مذاہب کا تتبع کرے گا، اور کچھ حضرات نے کہا: اس

(۱) ایلواری علی التوضیح ۳/ ۱۱۸، ۱۲۱، فتح اعلیٰ الممالک ۱/ ۶۰، الموافقات للہاشمی ۳/ ۲۲۰، المغنی فی القواعد ۲/ ۱۳۰۔

(۲) المغنی فی القواعد ۲/ ۱۲۸، ۱۲۷۔

بیع باطل ۶

تصرف معتبر اور شروع ہونے سے خارج ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک بطلان بیع کا سبب رکن بیع، یا شرط انعقاد میں خلل پیدا ہونا ہے، لہذا اگر رکن یا کوئی شرط انعقاد مفقود ہو تو بیع باطل ہوگی، اس کا کوئی وجود نہیں ہوگا، اس لئے کہ تصرف کا حقیقتاً کوئی وجود ہی نہیں الا یہ کہ ”اہل“ کی طرف سے ”محل“ میں ہو۔ اور عقد ہر اعتبار سے بے معنی ہوگا، یا اس لئے کہ تصرف کا مقصد معدوم ہے، مثلاً مردار اور خون کی بیع، یا اس لئے کہ تصرف کی اہلیت معدوم ہے، مثلاً مجنون اور غیر عاقل بچے کی بیع۔

رہا شرائط صحت میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہونا تو یہ بیع کو باطل نہیں کرتا جیسا کہ جمہور کہتے ہیں، بلکہ بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ بیع فاسد مشروع ہے، لہذا فی الجملہ ملکیت کا فائدہ دے گی، اصل کے لحاظ سے اس کے مشروع ہونے کی دلیل بیع کے بارے میں وارد عام اور مطلق نصوص ہیں مثلاً فرمانِ باری: ”وَاحْلَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“^(۱) (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے)، اس کے علاوہ اور دوسری عام نصوص جو اس باب میں وارد ہیں^(۲)۔

یہاں قابل لحاظ امر یہ ہے کہ بعض شافعیہ بیع باطل اور بیع فاسد میں تفریق کرنے میں مذہب حنفی کے ساتھ ہیں، حالانکہ ان کے یہاں عام قواعد اس کے خلاف ہیں۔

”أَسْنَى الطَّالِبِ“ میں ہے: ”اصحاب“ نے باطل اور فاسد میں فرق کرتے ہوئے کہا: اگر خلل رکن عقد سے وابستہ ہو مثلاً بچے کی بیع تو باطل ہے، اور اگر اس کی شرط یا صفت سے وابستہ ہو تو فاسد ہے^(۳)۔

ب۔ فرمانِ نبوی ہے: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“^(۱) (جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہیں، وہ قائل رد ہے)۔ بیع منہی عنہ شریعت کے حکم کے خلاف واقع ہوتی، لہذا امر رد ہوگی، گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں ہوا۔

ج۔ ممانعت کے ذریعہ فساد پر استدلال کرنے پر اسلاف امت کا اجماع ہے^(۲)، چنانچہ انہوں نے ربا کے فساد کو اس فرمانِ باری سے سمجھا: ”وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا“^(۳) (اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو)۔ نیز اس فرمانِ نبوی سے: ”لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا مثلاً بمثل“^(۴) (سونا، سونے سے نہ بیجو مگر برابر برابر)، نیز اس فرمانِ نبوی سے: ”نہی عن بیع وشرط“^(۵) (حضور ﷺ نے ایک ساتھ بیع و شرط سے منع فرمایا ہے)۔

یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

(۱) حدیث: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ کی روایت بخاری (فتح ۳۱/۵ طبع استنبول) اور مسلم (۳/۳۲۲ طبع مجلس) نے کی ہے۔
(۲) دیکھئے صلاح الدین بن کیرکادی علائی کی کتاب: تحقیق المراد فی أن البیعی یقتضی الفساد، ڈاکٹریٹ کا مقالہ، تحقیق کردہ ڈاکٹر محمد ابراہیم ملتوی، طبع مجمع المدین العربیہ دمشق۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۷۸۔

(۴) حدیث: ”لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا مثلاً بمثل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۷۹/۳ طبع استنبول) اور مسلم (۳/۱۳۰۸ طبع مجلس) نے کی ہے۔
(۵) جمع الجوامع ۱/۱۰۵، روضۃ المناظر ۱۱۳، المستصحب للقرانی ۲/۲۶۲، ۲۷۷، جامعہ الدوسقی ۳/۵۳، بدیۃ الموجد ۲/۱۶۷، ۱۶۹، الفروق للقرانی ۲/۸۲، ۸۳، نہایۃ المحتاج ۳/۲۹۳، مشکوٰۃ فی القواعد ۳/۷، ۳۱۳، المغنی ۳/۲۹۳، ۲۵۸، منشیٰ لا روات ۲/۱۵۳، ۱۵۷۔

حدیث: ”نہی عن بیع وشرط.....“ کی روایت طبرانی نے ”مؤلف“ میں کی ہے جیسا کہ نصب الراية میں ہے زینبی نے ابن قفطان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حدیث ضعیف ہے (نصب الراية ۳/۱۸ طبع مجلس العلمی)۔

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۵۔

(۲) البدائع ۵/۲۹۹، ۳۰۰، الریاضی ۳/۶۳، التلویح علی التوضیح ۲/۱۲۳، جمع الجوامع ۱/۱۰۵، ۱۰۷۔

(۳) أسنى الطالب شرح روض الطالب مع حامیه الرلی ۲/۱۷۱۔

بیع باطل ۷-۹

جس بیع کے باطل ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے اس کے بارے میں یہ حکم فقہاء کے یہاں بالاتفاق ہے، رہی مختلف فیہ بیع مثلاً بیع فضولی، تو اگر حاکم اس کی صحت کا فیصلہ کر دے تو قضاء عقد صحیح ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو اس کے باطل ہونے کے قائل ہیں، یعنی شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں ان کے اصح قول کے مطابق، اس لئے کہ حاکم کا حکم اختلاف کو اٹھا دیتا ہے، لیکن حنابلہ کے یہاں اصح کے مقابل قول یہ ہے کہ اس میں ”اجازت“ کا دخل ہے^(۱)۔

اگر بیع باطل کا وقوع ہو جائے تو صورتاً اس کے وجود سے بعض احکام متعلق ہیں، جن کی تشریح یہ ہے:

الف- تراود (باہمی واپسی):

۹- اگر بیع باطل کا وقوع ہو جائے اور طرفین میں سے کوئی کچھ سپرد کر دے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے، اس لئے کہ بیع باطل میں قبضہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور طرفین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ جو اس نے لیا ہے اگر باقی ہو تو اس کو واپس کر دے۔ یہ حکم بالاتفاق ہے^(۲)۔

ابن رشد کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر بیع فاسدہ کا وقوع ہو جائے، اور وہ فوت نہ ہوئی ہوں (یعنی بیع اور ثمن دونوں موجود ہوں) تو ان کا حکم رد کرنا ہے یعنی بائع ثمن لوٹا دے

(۱) ابن عابدین ۳/۷، مخ الجلیل ۲/۵۷۲، کشاف القناع ۳/۵۷۷، نہایت

الکناج ۳/۳۸۹، ۳۹۰، قلیوبی وعمیرہ ۲/۶۰، حاشیہ الدسوقی ۳/۷۱۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۵، ابن عابدین ۳/۵۷۳، الدسوقی ۳/۷۱، القوائین

العقیمیہ ۳/۱۷۲، ۱۷۳، نہایت الکناج ۳/۳۶۳، ۳۳۵، کشاف القناع

۳/۱۵۰، المغنی ۳/۲۵۲، ۲۵۳۔

۷- حنفیہ اور جمہور کے مذہب کے درمیان اس تفریق کے باوجود کچھ باطل بیوع ایسی ہیں جن کے بطلان پر مذاہب اربعہ میں اتفاق ہے، جیسے کہ وہ بیع جس کے رکن یا شرائط انعقاد میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہو جائے مثلاً مردار، خون، ”ملائح“ اور ”مضامین“ کی بیع، یہ بالاتفاق باطل بیوع ہیں۔

کچھ بیوع ایسی ہیں جن کے بطلان میں مذاہب کا اختلاف ہے، اور وہ ہر ایسی بیع ہے جس میں خلل اور پر ذکر کردہ خلل کے علاوہ سے ہو۔

مثلاً بیع فضولی صحیح ہے، لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اجازت پر موقوف ہوگی، جبکہ شافعیہ کے یہاں اصح قول اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔ اذان جمعہ کے وقت بیع حنابلہ کے نزدیک باطل ہے، اور یہی بات بیع تعاطی، اس کتے کی بیع جسے رکھنے کی اجازت ہے اور بیع نجش وغیرہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔

اس طرح کی بیوع پر باطل ہونے یا باطل نہ ہونے کا حکم لگانے میں اختلاف کا سبب دلیل میں اختلاف ہے^(۱)۔

بیع باطل سے متعلق احکام:

۸- بیع باطل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، بس صورتاً اس کا وجود ہے۔ کوئی اور وجود نہیں، وہ بنیادی طور پر ختم ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے قاضی و حاکم کے فیصلہ کی ضرورت نہیں^(۲)۔

اس میں اجازت کا دخل نہیں ہے، کیونکہ وہ معدوم ہے، اور اجازت معدوم سے متعلق نہیں ہوتی ہے۔

(۱) الفروق للقرافی ۲/۸۲، ۸۳ (فرق ۷۰)، مخ الجلیل ۲/۵۵۰، بدیۃ المجتہد ۲/۱۹۳، ۱۶۷۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۵، ابن عابدین ۳/۵۷۳، حاشیہ الدسوقی ۳/۵۳، منتہی

للإراءات ۲/۱۹۰۔

بیع باطل ۱۰-۱۱

اور خریدار بیع لونا دے (۱)۔

ج-ضمان:

۱۱- اگر بیع خریدار کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو حنفیہ کے یہاں ”قول صحیح“ اور شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ کہ اس پر اس کا ضمان مثلی میں مثل کے ذریعہ اور ذوات التیم میں قیمت کے ذریعہ لازم ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ذوات التیم میں قبضہ کے وقت سے تلف کے وقت تک کی اعلیٰ قیمت لگائی جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ تلف کے دن کی اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا، ایک اور قول یہ ہے کہ قبضہ کے دن کی اس کی قیمت کا اعتبار ہے۔

حنابلہ کے نزدیک جس شہر میں قبضہ ہوا ہے اس میں تلف کے دن کی قیمت معتبر ہے: ”تاضی“ اسی کے قائل ہیں، اور امام احمد نے غصب کے بارے میں اسی کی صراحت کی ہے، نیز اس لئے کہ اس کا قبضہ مالک کی اجازت سے ہے، لہذا یہ عاریت کے مشابہ ہو گیا، اور خرقی نے غصب کے بارے میں لکھا ہے: اس پر اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لازم ہے، لہذا یہاں بھی اسی طرح سے اس کی تخریج ہوگی، اور یہی اولیٰ ہے، اس لئے کہ ”عین“ اپنے مالک کی ملکیت میں زیادتی کی حالت میں تھی، اور اسی پر اس کی زیادتی کے ساتھ اس کے نقص کا ضمان ہے تو تلف کی حالت میں بھی یہی حکم ہوگا۔

مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں تفصیل ہے، وہ کہتے ہیں: اگر بیع خریدار کے ہاتھ میں فوت ہو جائے تو مختلف فیہ بیع فاسد (کوکہ اختلاف مذہب مالکی سے باہر کا ہو) اس ضمن کے ساتھ مانند ہو جائے گی جس پر بیع ہوئی ہے۔ اور اگر مختلف فیہ نہ ہو بلکہ بالاتفاق فاسد ہو تو خریدار قبضہ کے وقت کی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر ذوات التیم میں سے ہو، اور ”مثلی“ کے مثل کا ضامن ہوگا اگر کیل یا وزن سے فروخت ہو، اور اس کے کیل یا وزن کا علم ہو، اور اس کا وجود محال نہ ہو، ورنہ اس کے خلاف واپسی کا فیصلہ ہونے کے دن اس کی

بیع کی واپسی اس کے متصل و منفصل اضافہ کے ساتھ، اور مشتری کے قبضہ میں باقی رہنے کی مدت کی اجرت مثل کے ساتھ ہوگی، اور اگر اس میں نقص پیدا ہو گیا ہو تو اس کا ضمان دے گا، اس لئے کہ اس کا ضمان اس پر واجب ہے تو اس کے اجزاء کا ضمان بھی واجب ہوگا۔ اس کی صراحت شافعیہ اور حنابلہ نے کی ہے، مذہب حنفی کے قواعد سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک اصل بیع میں اگر کوئی زیادتی یا نقص پیدا ہو جائے تو اسے بیع کا فوت ہونا قرار دے کر اس میں حق ضمان کی طرف منتقل ہو جائے گا (۲) (یعنی بیع واپس کرنے کے بجائے ضمان دے گا)۔

ب-بیع میں تصرف:

۱۰- اگر بیع باطل کے بیع میں خریدار نے تصرف کرتے ہوئے بیع یا بیہ وغیرہ کر دیا تو اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کا مالک نہیں، لہذا وہ دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے والا ہو گیا، اور اس کے تصرفات غاصب کے تصرفات کی طرح ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے یہ تصرف واپس کرنے سے مانع نہیں، کیونکہ وہ نافذ ہی نہیں۔ یہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ مالکیہ کے نزدیک بیع میں تصرف فوت کرنے والا مانا جاتا ہے، اور اس میں حق ضمان کی طرف منتقل ہو جائے گا (۳)۔

(۱) بدلیۃ الجہد ۲/ ۱۹۳ طبع عیسیٰ الجلیلی۔

(۲) روحۃ الطالین ۳/ ۴۰۸، حاشیہ الجہد علی شرح المبیع ۳/ ۸۳، المغنی

۳/ ۲۵۳، القوانین الفقہیہ ۲/ ۷۲، بدلیۃ الجہد ۲/ ۱۹۳۔

(۳) الفتاویٰ الخانیہ بہامش البند یہ ۲/ ۳۳۳، الدرر السنی ۳/ ۷۱، ۷۲، حاشیہ الجہد

علی المبیع ۳/ ۸۳، ۸۵، المغنی ۲/ ۲۵۵۔

بیع باطل ۱۲

قیمت کا ضمان ہوگا (۱)۔

جب عقد بعض میں باطل ہے تو سارے میں باطل ہوگا، اس لئے کہ ایک ہی معاملہ میں کئی حصے نہیں ہو سکتے، یا اس وجہ سے کہ حرام و حلال کے اجتماع کے وقت حرام غالب ہوتا ہے یا ضمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے۔

شافعیہ کا قول ”ظہر“، امام احمد سے دوسری روایت اور مالکیہ میں سے ابن قنار کا قول ہے کہ ایک ہی معاملہ میں کئی حصے ہونا جائز ہے، لہذا اجازت میں بیع صحیح اور ناجائز میں باطل ہوگی، اس لئے کہ ایک کے باطل ہونے کی وجہ سے سارے میں عقد کو باطل کرنا، ایک کے صحیح ہونے کی وجہ سے سارے کو صحیح قرار دینے سے اولیٰ نہیں، لہذا وہ دونوں اپنے اپنے حکم پر باقی رہیں گے، اور اجازت میں بیع صحیح، اور ناجائز میں باطل ہوگی۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: اگر ابتداء میں ہر شق کے لئے، ضمن سے اس کا حصہ معین کر دے تو اس صورت میں اس معاملہ کو دو مستقل معاملہ مانا جائے گا، اور ان میں تجزی (حصہ ہونا) جائز ہے، ایک معاملہ صحیح اور دوسرا باطل ہوگا۔

یہ تفریق معاملہ کی ایک صورت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شق میں عقد صحیح اور دوسری شق میں موقوف ہو مثلاً اپنے اور دوسرے کے گھر کو ایک ہی معاملہ میں فروخت کرنا، بیع ان دونوں میں صحیح ہے، اس کے مملوک گھر میں بیع لازم ہوگی اور دوسرے کے مملوک گھر میں لزوم بیع اس کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ یہ مالکیہ اور امام زفر کے علاوہ دوسرے ائمہ حنفیہ کے نزدیک ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ”ابتداءً کسی حصہ کی بیع جائز نہیں ہوتی ہے، مگر انتہاءً جائز ہو جاتی ہے“۔

امام زفر کے نزدیک سب باطل ہے، اس لئے کہ عقد مجموعہ پر واقع ہے، اور مجموعہ میں تجزی نہیں ہوتی۔

حنفیہ کی ایک رائے اور ہے، وہ کہتے ہیں: بیع خریدار کے پاس امانت ہے، اور وہ تعدی (زیادتی) یا حفاظت میں کوتاہی کئے بغیر ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ ایسا مال ہے جس پر اس نے اس کے مالک کی اجازت سے ایسے عقد میں قبضہ کیا ہے جو صورتاً موجود ہے، حقیقتاً نہیں۔ پس عقد معدوم کی طرح ہو گیا اور قبضہ کے لئے اس کی اجازت باقی رہ گئی (۲)۔

د- بیع باطل کی تجزی:

۱۲- بیع باطل کی تجزی سے مراد یہ ہے کہ بیع کے ایک ہی معاملہ میں جائز اور ناجائز چیزیں داخل ہوں، تو بیع ایک شق میں صحیح اور دوسری شق میں باطل ہوگی، اور فقہی قاعدہ ہے کہ اگر حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوگا۔ فقہاء نے اس قاعدہ کے تحت ”تفریق صفقہ“ کو داخل کیا ہے جو یہ ہے کہ ایک عقد میں جائز اور ناجائز چیزوں کو جمع کر دیا جائے۔

عقد بیع اگر ایک شق میں صحیح اور دوسری شق میں باطل ہو مثلاً شیرہ اور شراب کو جمع کرنا یا ذبیحہ اور مردار کو جمع کرنا، اور اس کو ایک ہی معاملہ میں بیچا گیا ہو تو سارا معاملہ باطل ہے۔ یہ حنفیہ اور مالکیہ (بہ استثناء ابن قنار) کا مسلک اور شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے (اسنوی نے ”کتاب الہمات“ میں دعویٰ کیا ہے کہ یہی مذہب ہے) اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) ابن ماجہ ۱۰۵۴، البدائع ۳۰۵/۵، الدرر النوری ۳۱۳، منہج الجلیل ۲/۵۷۸، ۵۷۹، روایت الطائین ۳۰۸، حاشیہ الجمل علی الصحیح ۳/۸۳، اشباہ السیوطی ۳/۳۷۳، کشف القناع ۳/۱۹۸، ۱۹۹، المغنی ۲/۲۵۳۔

(۲) البدائع ۳۰۵/۵، ابن ماجہ ۱۰۵۴، درر النوری ۳/۳۷۳، دفعہ (۳۷۰)،

بیع باطل ۱۳ - ۱۴

اسی وجہ سے گیسوں میں آٹے کی، زیتون کے پھل میں اس کے تیل کی، تھن میں دودھ کی، تربوزے میں بیج کی اور کھجور میں گٹھلی کی بیع ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ معدوم ہے، حتیٰ کہ اگر بائع خریدار کو دودھ یا آنا یا عصیر (شیرہ) سپرد کر دے تو بھی بیع صحیح نہ ہو سکے گی، اس لئے کہ عقد کے وقت معقود علیہ معدوم ہے، اور اس کے بغیر عقد کا انعقاد متصور نہیں، لہذا وہ منعقد ہی نہیں ہوگی، اس لئے نفاذ کا احتمال نہیں رکھے گی (۱)۔

۱۴ - جمہور کے نزدیک جو بیع فاسد اور باطل میں فرق نہیں کرتے بیع باطل مفسد کے ہٹا دینے سے صحیح نہیں ہو جائے گی، چنانچہ شافعیہ کی کتابوں میں ہے: اگر عاقدین مفسد عقد کو حذف کر دیں، کو مجلس خیاباری میں، تو بھی عقد صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ فاسد کا کوئی اعتبار ہی نہیں (۲)۔

ابن قدامہ کی ”المغنی“ میں ہے: اگر اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ اس کو قرض دے یا خریدار نے یہ شرط بائع پر لگائی تو یہ حرام ہے اور بیع باطل ہے، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہ یضمن، ولا بیع مالہ عندک“ (۳) (ایک ساتھ قرض اور بیع حلال نہیں ہے، ایک بیع میں دو شرطیں حلال نہیں ہیں، اس چیز کا نفع حلال نہیں ہے جو اپنے ضمان

(۱) ابن ماجہ ۱۰۸، ۱۱۳، الریاض ۴۷، ۵۰، فتح القدیر ۵۲/۶، بیع ۵۲/۶

کردہ دار احیاء التراث، البدائع ۱۳۹/۵

(۲) نہایۃ المحتاج ۳۳، ۳۳۵، ۳۳۵، روضۃ الطالبین ۳۳، ۳۱۰، مغنی المحتاج

۳۰/۲، حاشیۃ المجلس ۳۳، ۸۵، ۸۵

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہ

یضمن، ولا بیع مالہ عندک“ کی روایت ابوداؤد (۳/۶۹۳) طبع

عزت عبید دعاس، ترمذی (۳/۵۳۵) طبع الخلیفی اور حاکم (۲/۱۷) طبع

المعارف العشمانیہ نے کی ہے حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلی صورت میں پایا جانے والا سابقہ اختلاف اس میں بھی جاری ہوگا، اس لئے کہ عقد موقوف ان کے نزدیک دراصل باطل ہے۔

تیسری صورت جس کو ابن قدامہ نے ذکر کیا، یہ ہے کہ معلوم و مجہول کو ایک ساتھ فروخت کرے مثلاً کہے: میں نے تمہارے ہاتھ ایک ہزار میں یہ گھوڑیاں اور ان دوسری گھوڑیوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں انہیں فروخت کیا، یہ بیع بہر حال باطل ہے۔ ابن قدامہ نے کہا (۱)، میرے علم کے مطابق اس کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۵ - بیع باطل کی تصحیح:

۱۳ - بیع باطل کی تصحیح کی دو ممکن صورتیں ہیں،

اول: اگر مبطل عقد ختم ہو جائے تو کیا بیع صحیح ہو جائے گی؟

دوم: اگر عقد باطل کا صیغہ کسی دوسرے عقد صحیح کے معنی تک پہنچائے تو کیا یہ بیع باطل دوسرے عقد صحیح میں بدل جائے گی؟

اس کی توضیح حسب ذیل ہے:

پہلی صورت: حنفیہ بیع باطل اور بیع فاسد میں فرق کرتے ہیں، لہذا ان کے نزدیک بیع فاسد کی تصحیح مفسد کے اٹھ جانے سے ہو جائے گی، البتہ بیع باطل کی نہیں، حنفیہ اس کی تعلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ فاسد میں مفسد کے اٹھ جانے سے بیع لوٹ کر صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع فاسد کے ساتھ قائم ہے، اور بطلان کے ساتھ صفت بطلان کی وجہ سے وہ قائم نہ تھی، بلکہ معدوم تھی۔

(۱) الاشبہ لابن کثیم ۱۱۳، ۱۱۳، البدائع ۱۳۵/۵، ابن ماجہ ۳۳، ۱۰۴،

الاعتیاد ۲۳/۲، جوہر الإطیل ۶/۲، القوائین المعجمیہ ۲/۲، الدرستی

۲/۲، ۲۶۶، الاشبہ للسیوطی ۲/۲، ۱۲۰، ۱۲۲، المنہج فی القواعد ۱/۳۸۲، نہایۃ

المحتاج ۳۳، ۶۱، روضۃ الطالبین ۳۳، ۲۰، المغنی ۲/۶۱، ۲۶۲

بیع باطل ۱۵

کہ ان کے ساتھ بیع صحیح نہیں، کوکہ شرط کو حذف کر دیا جائے، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) جس نے کوئی سامان ادھار قیمت میں اس شرط کے ساتھ خرید ا کہ اگر وہ مر گیا تو قیمت اس پر صدقہ ہے۔ تو اس بیع کو فسخ کر دیا جائے گا، کوکہ اس شرط کو ساقط کر دے، اس لئے کہ یہ ”غرر“ ہے، اسی طرح اگر یہ شرط ہو کہ اگر وہ مر گیا تو بائع اس کے ورثاء سے قیمت کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

(۲) شرط ثنیا (بیع الوفاء) شرط (بیع کو فاسد کر دیتی ہے اگر چہ شرط کو ساقط کر دیا جائے، مشہور یہی ہے (۱)۔

(۳) بیع خیاری میں نقد کی شرط۔ ابن حابط نے کہا: اگر نقد کی شرط کو ساقط کر دے تو بھی صحیح نہیں ہے۔

رعی وہ شرط جس کے نتیجے میں شروط صحت میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہو تو وہ موجب فسخ ہے، عاقدین کے لئے اس عقد کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے (۲)۔

۱۵ - مذکورہ مسائل میں حکم کا مدار فقہاء کے یہاں، جیسا کہ ابن رشد نے کہا، یہ ہے کہ اگر بیع میں فساد شرط کی وجہ سے پیدا ہو تو کیا شرط کے اٹھ جانے سے فساد اٹھ جاتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ وہ فساد نہیں اٹھتا جو حائل بیع میں حرام لعینہ کے جوڑ دینے کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص ایک گھوڑا سو دینار اور ایک مٹکے شراب میں فروخت کرے، اور جب عقد بیع کر لے تو کہے کہ میں ایک مٹکے شراب کو چھوڑتا ہوں، یہ بیع علماء کے یہاں باجماع فسخ شدہ ہے۔

یہ بھی ایک دوسرے اصل پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ فساد حکمی (تعبدی) ہے یا عقلی؟ اگر ہم اسے حکمی کہیں، تو شرط کے اٹھ جانے

میں نہ ہو، اس چیز کی بیع حائل نہیں ہے جو تمہارے پاس نہ ہو)۔

نیز اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی، لہذا فاسد ہوگا، جیسا کہ ایک بیع میں دو بیع، نیز اس لئے کہ اگر قرض کی شرط لگائے گا تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کرے گا، اس طرح ثمن میں ہونے والا اضافہ قرض کا عوض اور اس کا نفع ہوگا، اور یہ سود ہے جو حرام ہے، اس لئے فاسد ہوگا، جیسا کہ اگر اس کی صراحت کر دیتا، نیز اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے لہذا وہ صحیح نہیں ہو جائے گی جیسا کہ اگر ایک درہم میں دو درہم کفر و خست کرے، پھر ایک درہم کو ترک کر دے (۱)۔

”شرح منتمی الارادات“ میں ہے: جس نے ضمان درک کی شرط کے ساتھ فروخت کیا، اور درک سے زید کا استثناء کیا، اس کے لئے اس کی بیع صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ ضمان درک سے زید کا استثناء کرنا بتاتا ہے کہ بیع میں اس کا حق ہے، اس لئے کہ اس نے اس کی بیع کی اجازت نہیں دی، لہذا وہ باطل ہوگی، پھر اگر وہ زید کو بھی ضمان درک میں شامل کر لے تو بیع صحیح نہیں ہو جائے گی، اس لئے کہ فساد صحیح نہیں ہو جاتا (۲)۔

مالکیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ہر ایسی شرط جو مقتضائے عقد کے مخالف ہو مثلاً بیع الثنیا (بیع الوفاء) اور وہ یہ ہے کہ سامان اس شرط پر خریدے کہ بائع جب ثمن لوٹا دے گا تو سامان اس کا ہو جائے گا) اسی طرح ہر ایسی شرط جو مقدار ثمن میں مخل ہو جیسے بیع اور قرض کی شرط، تو اس سے عقد فاسد ہوگا۔

لیکن اگر قرض کی شرط کو حذف کر دیا جائے تو بیع صحیح ہو جائے گی، اسی طرح ہر وہ شرط جو مقصود کے مخالف ہو، البتہ بعض شرائط ایسی ہیں

(۱) منہج الجلیل ۲/ ۵۷۰، ۵۷۱، نیز دیکھئے الموافقات للشاطبی ۱/ ۲۹۵، ۲۹۳۔

(۲) منہج الجلیل ۲/ ۵۷۲۔

(۱) المغنی ۳/ ۲۶۰، ۲۵۹، طبع المریض۔

(۲) شرح منتمی الارادات ۲/ ۲۵۰۔

بیع باطل ۱۶

الفاظ و مہمانی کا نہیں، اور اسی وجہ سے بیع الوفاء میں رہن کا حکم جاری ہوتا ہے (۱)۔

مذہب مالک میں ہے: جس نے زمین جائیداد یا کوئی اور چیز فروخت کی اور خریدار پر یہ شرط لگائی کہ اس کو فروخت نہیں کرے گا، اور بیہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ اس کو دشمن دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ بیہ رہن کے درجہ میں ہے، اگر دشمن کا دینا مقررہ مدت پر ہو (۲)۔

اسی طرح بیع باطل کے دوسرے صحیح عقد میں بدل جانے کا حکم اس قاعدہ کے ضمن میں جاری ہے جس کا ذکر پہلے آیا۔



سے فساد نہیں اٹھے گا، اور اگر عقلی کہیں تو شرط کے اٹھ جانے سے فساد اٹھ جائے گا۔

امام مالک اس کو ”عقلی“ سمجھتے ہیں، اور جمہور اس کو غیر عقلی سمجھتے ہیں۔

ربا اور غرر والے بیوع میں پایا جانے والا فساد اکثر حکمی ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان کے نزدیک اس کا بالکل انعقاد نہیں ہوتا، گو کہ بیع کے بعد ربا کو ترک کر دے یا ”غرر“ ختم ہو جائے (۱)۔

۱۶- رعی دوسری صورت یعنی بیع باطل کا کسی دوسرے صحیح عقد میں بدل جانا تو اس کی بنیاد اس قاعدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اعتبار عقود کے صیغوں کا ہے یا ان کے معانی کا؟

سیوطی کہتے ہیں: عقود کے صیغوں کا اعتبار ہے یا ان کے معانی کا؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے فروع میں ترجیح مختلف ہے مثلاً:

اگر بیع کو بائع کے ہاتھ اس پر قبضہ سے پہلے دشمن اول کے مثل میں فروخت کر دے تو یہ لفظ بیع کے ذریعہ اقالہ ہے۔ سبکی نے اس کی تخریج قاعدہ مذکورہ پر کی ہے، تخریج قاضی حسین کی ہے، انہوں نے کہا: اگر ہم لفظ کا اعتبار کریں تو صحیح نہ ہوگا اور اگر معنی کا اعتبار کریں تو اقالہ ہے (۲)۔ اور یہ بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ قبضہ سے پہلے بیع پر واقع ہے، لیکن وہ اس کے باوجود اقالہ صحیح میں بدل جائے گا، اس لئے کہ عقد میں اقالہ کے تمام عناصر موجود ہیں۔

ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں ہے: اعتبار معنی کا ہے، الفاظ کا نہیں، علماء نے کئی جگہوں پر اس کی صراحت کی ہے (۳)۔

”درر الحکام“ میں ہے: عقود میں اعتبار مقاصد و معانی کا ہے،

(۱) بدایۃ المجتہد ۲/۱۶۲ طبع عینی لکھنؤ۔

(۲) الاشباہ للسیوطی ۱۸۳، ۱۸۵۔

(۳) الاشباہ لابن نجیم ۲۰۷۔

(۱) درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام دفعہ (۳) ۱۸، ۱۹۔

(۲) منہج الجلیل ۲/۵۶۸۔

بیع التلجہ ۱-۲

اصطلاح میں اس کا معنی الجاء کے معنی کی طرف لوٹنا ہے، اور وہ اکراہ نام یا اکراہ ملجئی ہے۔ اور اس کا معنی جیسا کہ ”حاشیہ ابن عابدین“ سے سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو جان یا عضو کے تلف کرنے یا سخت مار کی دھمکی دے، اگر وہ اس کا مطلوب فعل انجام دے (۱)۔

بیع التلجہ

تعریف:

۱۔ بعض حنفیہ نے بیع التلجہ کی تعریف یہ کی ہے: ایسا عقد جس کو کوئی شخص کسی امر کی مجبوری کی وجہ سے انجام دے، اس طرح وہ اس پر مجبور کی طرح ہو جاتا ہے (۱)۔

صاحب ”الانصاف“ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: بائع اور مشتری ایسی بیع کا اظہار کریں جس کو وہ دل سے نہیں چاہیں، بلکہ ظالم وغیرہ کے خوف سے اس کوٹانے کے لئے کریں (۲)۔

شافعیہ نے اس کو ”بیع امانت“ کہا ہے (۳)۔ اس کی صورت جیسا کہ نووی نے ”المجموع“ میں لکھا ہے، یہ ہے کہ بائع اور مشتری عقد کے اظہار پر اتفاق کر لیں، ظالم وغیرہ کے خوف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ اور وہ دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں کہ جب وہ دونوں بیع کا اظہار کریں گے تو وہ بیع نہ ہوگی، پھر بیع کی جائے (۴)۔

رہا تلجہ جس کی طرف اس بیع کی اضافت کی گئی ہے تو وہ لغت میں اکراہ اور اضطرار کے معنی میں آتا ہے (۵)۔

متعلقہ الفاظ:

الف۔ بیع الوفاء:

۲۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ”عین“ کو ایک ہزار میں اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ جب اس کو ٹخن لوٹائے گا تو وہ اس کو عین واپس کر دے گا (۲)۔ بیع التلجہ اور بیع الوفاء حقیقت بیع کا ارادہ نہ ہونے میں متفق ہیں، اور ان میں باہمی اختلاف یہ ہے کہ بیع الوفاء رہن یا بیع اور شرط ظاہر کی طرف لوٹتی ہے، جبکہ بیع التلجہ میں عدم ارادہ بیع پر اتفاق بائع و مشتری کے درمیان مضمحل ہوتا ہے، اور کوئی بیع ہوتی ہی نہیں ہے۔

علاوہ ازیں بیع التلجہ اور بیع الوفاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ میں متعاقدین ظالم وغیرہ کے خوف یا کسی اور وجہ سے اظہار بیع پر متفق ہوتے ہیں، نیز اس بات پر بھی اتفاق ہوتا ہے کہ جب وہ دونوں اس کا اظہار کریں گے تو وہ بیع نہ ہوگی، جبکہ بیع الوفاء میں وہ دونوں اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ ”عین“ کو متعین قیمت میں فروخت کرے گا، اسی طرح وہ دونوں

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، بدائع الصنائع ۶/۵ طبع الجمالیہ۔

(۲) الانصاف ۲۶۵/۳ طبع التراث۔

(۳) آسنی المطالب ۱۱/۲ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۴) المجموع ۳۳۳۔

(۵) القاموس المحیط، الصحاح، المعجم اللغوی، مادۃ ”تلجہ“۔

(۱) ابن عابدین ۸۰/۵، طبع المصریہ کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام لہبر دوی ۳۵۷ طبع دار الکتاب العربی۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین علی الدر المختار ۲۳۶/۳ طبع المصریہ الفتاویٰ الہندیہ

۲۰۹/۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، جامعۃ الطحاوی علی الدر المختار ۱۳۳/۳، ۱۳۳ طبع دار المعرفہ۔

بیع التلجہ ۳-۵

سے اس کا معنی موضوعہ مراد لیا جائے (۱)۔

بیع التلجہ اور بیع ہازل کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ کا سبب و باعث کو کہ غالباً اکراہ ہوتا ہے، تاہم وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے بیع ہازل ہی ہے، اس لئے کہ بیع التلجہ میں بائع صیغہ بیع کا تلفظ کرتا ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ بیع کو مراد نہیں لیتا، اور اسی وجہ سے صاحب "البدائع" نے لکھا ہے کہ وہ بیع ہازل کے مشابہ ہے (۲)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہزل اختیار حکم اور اس پر رضامندی کے منافی ہے، لیکن وہ، مباشرت (انجام دینے) اور اس کے اختیار کرنے پر رضامندی کے منافی نہیں، لہذا یہ بیع میں اختیار شرط کے حکم میں ہو گیا (۳)۔

بیع کے علاوہ میں تلجہ:

۵- نکاح میں تلجہ ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی صاحب قہر و غلبہ نے دوسرے کے پاس اس کی کسی بیٹی کے لئے پیغام نکاح بھیجا، تو لڑکی والے نے اس کا نکاح کر دیا، اور استرعاء کے گواہوں کو خفیہ طریقہ پر گواہ بنا دیا کہ میں اس کے خوف سے ایسا کر رہا ہوں۔ اور وہ شخص ایسا ہے کہ اس سے دشمنی کرنا اندیشہ کا باعث ہے، اور یہ کہ اگر وہ چاہے گا تو لڑکی کو بلا نکاح اپنے لئے لے لے گا، اس لئے اس کے ساتھ اس نے نکاح کر دیا، تو یہ نکاح ہمیشہ کے لئے فسخ رہے گا۔

تلجہ تحیس (وقف)، طلاق، بیہ اور دوسرے تطوعات میں بھی جاری ہوتا ہے (۴)۔

اس بات پر بھی متفق ہوتے ہیں کہ جب بائع ثمن حاضر کر دے گا تو وہ بیع واپس لے لے گا، چنانچہ بیع الوفاء حقیقت میں بہ لفظ بیع رہن ہے یا بہ لفظ بیع ایک مدت کے لئے قرض ہے، اس لئے اس میں تلجہ کی شرط لگانا اس کو فاسد کر دے گا (۱)۔

ب- بیع مکروہ:

۳- بیع مکروہ سے مراد بائع کو اس کی رضامندی کے بغیر بیع پر آمادہ کرنا ہے، کیونکہ اکراہ لغت میں انسان کو کسی ناپسندیدہ چیز پر مجبور کرنے کے معنی میں ہے، اور شرع میں ایسا فعل جو مکروہ کی طرف سے وجود میں آئے، اور محل میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو جائے جس کے سبب وہ اس فعل کے انجام دینے پر مجبور ہو جائے جو اس سے مطلوب ہے (۲)۔

بیع التلجہ، اور بیع مکروہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ صرف ظاہر میں بیع ہے، حقیقت میں نہیں، جبکہ بیع مکروہ بیع حقیقی ہے، لہذا اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے کہ فاسد ہوگی یا موقوف۔

بیع ہازل:

۴- بیع میں ہازل وہ شخص ہے جو بیع کی بات کرے، لیکن حقیقت بیع کا ارادہ نہ ہو۔

ہزل: یہ ہے کہ لفظ سے اس کا معنی مراد نہ لیا جائے، نہ حقیقی، نہ مجازی۔ اور ہزل، جد کی ضد ہے، اور "جد" یہ ہے کہ کسی چیز

(۱) کشف الاسرار عن اصول ابی دوی ۳۵۷/۳، تعریفات البحر جانی۔

(۲) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵، ۱۷۷۔

(۳) ابن ماجہ بن ۲۳۲/۳، اصول ابی دوی ۳۵۷/۳۔

(۴) التبصرہ ۲۰/۲۵، ۵۔

(۱) المجموع للمدوی ۳۳۳/۹، ابن ماجہ بن ۲۳۶/۳، جامع المقبولین

۱/۲۳۳، ۲۳۶، کشف القناع ۱۲۹/۳، ۱۵۰۔

(۲) الدر المختار ۸۰/۵، المصباح مادہ "کرہ"۔

بیع الثلجہ ۶-۷

بیع الثلجہ کی قسمیں:

۶- بیع الثلجہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس میں تلجہ نفس بیع میں ہوتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جس میں تلجہ ثمن میں ہوتا ہے۔ اور ان دونوں اقسام میں سے ہر ایک کی دو انواع ہیں: کیونکہ تلجہ اگر نفس بیع میں ہو، تو انشاء بیع میں ہوگا یا تری بیع میں؟ اور اگر ثمن میں ہو تو اس کی مقدار میں ہوگا یا اس کی جنس میں؟

قسم اول: تلجہ نفس بیع میں ہو:

اس کی دو انواع ہیں:

نوع اول: تلجہ انشاء بیع میں ہو:

۷- وہ یہ ہے کہ خفیہ طور پر وہ دونوں کسی مجبوری کی وجہ سے اس بات پر اتفاق کر لیں کہ وہ دونوں بیع کا اظہار کریں گے، لیکن حقیقت میں ان دونوں کے درمیان بیع نہیں ہوگی۔ یہ محض ریا اور دکھاوا ہوگا، مثلاً کسی کو سلطان سے ڈر ہو تو وہ دوسرے سے کہے: میں ظاہر کروں گا کہ میں نے تم سے اپنا گھرنہ وخت کر دیا، یہ حقیقت میں بیع نہیں ہوگی، بلکہ تلجہ ہوگا، چنانچہ انہوں نے بیع کر لی تو جواز و بطلان کے بارے میں اس میں تین اقوال ہیں:

اول: بیع باطل ہے، امام ابوحنیفہ سے ظاہر الروایہ، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہی ہے^(۱)۔ یہی حنا بلہ کے یہاں ”وجہ صحیح“ اور مشہور ہے ”قاضی“ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

بہوتی نے لکھا ہے: یہ باطل ہے، یہی ایک قول ہے، کیونکہ ان دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے^(۲)۔

بطلان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ عاقدین نے الفاظ بیع کا تلفظ حقیقت کے ارادہ سے نہیں کیا، اور یہی ہزل کی تشریح ہے، اور ”ہزل“ جواز بیع سے مانع ہے، اس لئے کہ وہ سبب کو انجام دینے میں رضامندی کو ختم کر دیتا ہے، لہذا حکم کے حق میں یہ بیع منعقد نہیں ہوئی،^(۱) اسی طرح دلائل حال یہ ہے کہ وہ دونوں اس طرح کی بیع میں بیع کا ارادہ نہیں رکھتے، کو کہ وہ دونوں عقد میں یہ نہ کہیں کہ ہم نے یہ بیع تلجہ کے طور پر کی ہے^(۲)۔

دوم: بیع جائز ہے: امام ابوحنیفہ سے امام ابو یوسف کی روایت یہی ہے، مثالیہ کا مذہب، اسی طرح حنا بلہ کے یہاں دوسرا قول یہی ہے^(۳)۔

اس قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خفیہ اتفاق کا اعتبار نہیں، اعتبار اس عقد کا ہے جس کا انہوں نے اظہار کیا ہے، نیز اس لئے کہ انہوں نے خفیہ طور پر جو شرط لگائی ہے، اس کو انہوں نے عقد میں ذکر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے عقد صحیح کی شرطوں کے مطابق عقد کیا ہے، لہذا اسباق شرط اس میں اثر انداز نہ ہوگی، جیسا کہ اگر وہ دونوں متفق ہوں کہ بیع کے وقت دونوں کوئی فاسد شرط لگائیں گے، پھر بلا شرط بیع کریں^(۴) (اس صورت میں بیع صحیح ہوگی شرط فاسد کے وعدہ کا کوئی اثر بیع پر نہ ہوگا)۔

سوم: یہی امام محمد سے مروی ہے کہ بیع جائز (غیر لازم) ہے۔ اگر وہ دونوں ایک ساتھ جائز تر اردے دیں تو لازم ہو جائے گی، اس لئے کہ اس بیع کو باطل تر اردینا ضرورت کی وجہ سے ہے، لہذا اگر ہم بیع کے وقت وجود شرط کا اعتبار کر لیں تو ضرورت ختم نہ ہوگی، اگر ان

(۱) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵۔

(۲) کشاف القناع ۱۳۹/۳۔

(۳) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵، المجموع ۳۳۲/۳، المقروع ۳۹۳۔

(۴) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵، المجموع ۳۳۲/۳۔

(۱) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵۔

(۲) المقروع ۳۹۳، کشاف القناع ۱۳۹/۳، طبع النصر، الاضاف ۲۶۵/۳۔

طبع التراث۔

بیع التلجہ ۸-۱۰

ابتدائے اگر وہ دونوں تلجہ پر متفق ہوں، پھر وہ دونوں بیع کے وقت کہیں: ہمارے درمیان جو بھی شرط تھی، باطل ہے، تو تلجہ باطل ہو جائے گا اور بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ یہ فاسد اور زائد شرط ہے، لہذا اسقاط کرنے سے ساقط ہو جائے گی۔ اور جب ساقط ہوگی تو عقد جائز ہو گیا^(۱)۔

نوع دوم: اقرار بیع میں تلجہ ہو:

۹- تلجہ اگر اقرار بیع میں ہو یعنی ان دونوں نے باہم اتفاق کیا ہو کہ ایسی بیع کا اقرار کریں گے جو نہیں ہوئی ہے، چنانچہ انہوں نے اس کا اقرار کر لیا، پھر ان دونوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ بیع نہیں تھی، تو یہ بیع باطل ہے جیسا کہ صاحب ”البدائع“ نے لکھا ہے، اور ان دونوں کی اجازت سے جائز نہ ہوگی، اس لئے کہ اقرار خبر دینا ہے اور خبر دینے کی درستگی یہ ہے کہ خبر دیتے وقت مخبر بہ (جس کی خبر دی جا رہی ہے) ثابت ہو تو اگر وہ ثابت ہو تو خبر دینا سچا ہوگا، ورنہ جھوٹا ہوگا، لہذا اجازت کا احتمال نہیں رکھے گی، اس لئے کہ اجازت موجودی کی ہوتی ہے، معدوم کی نہیں^(۲)۔

قسم دوم: وہ بیع جس میں تلجہ ثمن یا بدل میں ہو:

اس کی بھی دو انواع ہیں:

۱۰- نوع اول: وہ بیع جس میں تلجہ مقدار ثمن میں ہو:

اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دونوں خفیہ طور پر اتفاق کر لیں کہ ثمن

دونوں میں سے ایک اجازت دے دے، دوسرا نہ دے تو جائز نہیں، اور اگر وہ دونوں اجازت دے دیں تو جائز ہوگی، اس لئے کہ شرط سابق یعنی باہمی خفیہ اتفاق حکم کے حق میں عقد کے انعقاد سے مانع ہے، لہذا یہ فریخت کنندہ اور خریدار کے لئے خیار شرط کے درجہ میں ہے۔ اس لئے ان دونوں کی رضامندی ہی سے صحیح ہوگی، اور خریدار قبضہ کی وجہ سے اس کا مالک نہ ہوگا۔

بیع التلجہ میں جانبین میں سبب کے انجام دینے سے رضامندی کا اصلاً وجود ہی نہیں، لہذا حکم کے حق میں سبب کا انعقاد نہیں ہوا، اس لئے ان میں سے ایک پر موقوف ہوگا، اس طرح وہ فریخت کنندہ اور خریدار کے لئے اختیار کی شرط کے مشابہ ہے^(۱)۔

۸- اس بیع کے بطلان کے قول پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونوں بیع کرنے والوں میں اختلاف ہو، ان میں سے ایک تلجہ کا دعویٰ کرے دوسرا تلجہ کا منکر ہو، اور دعویٰ کرے کہ یہ بیع خوہش اور رضامندی سے ہوئی ہے اور تلجہ کے انکار کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے کہ ظاہر اس کی تائید کر رہا ہے، لہذا تلجہ کا دعویٰ کرنے والے کے مقابلہ میں اس منکر تلجہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر یہ ثمن کا مطالبہ کرے، اور اگر تلجہ کا دعویٰ کرنے والا کوہ پیش کر دے تو اس کے کوہ قبول ہوں گے، اس لئے کہ اس نے شرط کو اسی کے ذریعہ ثابت کر دی، لہذا اس کا بینہ مقبول ہوگا جیسا کہ اگر بینہ سے خیار ثابت کر دے۔

جبکہ اس بیع کے جواز کے قول پر اس دعویٰ کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، اس لئے کہ تلجہ کا دعویٰ اگر چہ سچا ہو، بیع ظاہر میں اثر انداز نہیں۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، ۱۷۸، الاقویار ۲/۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، حاشیہ ابن ماجہ ۳/۶۰، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/۳۳۸۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، ۱۷۸، حاشیہ ابن ماجہ ۳/۲۳۳، ۲۳۵، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/۳۳۳، الاقویار ۲/۲۱۔

بیع التلجہ ۱۱

اس قول کی دلیل کہ خفیہ طور پر طے پانے والا ثمن ہی ثمن ہے، یہ ہے کہ ان دونوں نے اتفاق کیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سے زائد کا ارادہ نہیں کیا، تو کو یا انہوں نے اس کو ہزل (مذاق) کے طور پر کہا ہے^(۱)۔ یعنی اس کو ثمن میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اور ثمن وہی ہوگا جس پر انہوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا ہے۔ یہ خفیہ اور حنا بلہ کے نزدیک ہے جو بیع ہازل کے فساد کے قائل ہیں^(۲)۔

شافعیہ کے نزدیک جو دو آراء میں سے زیادہ صحیح رائے کے مطابق بیع ہازل کی صحت کے قائل ہیں، زائد ایک ہزار کو ثمن میں شامل کیا جائے گا^(۳)۔

علاوہ ازیں صاحب ”البدائع“ کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ آیا خفیہ ثمن معتبر ہے یا اعلانیہ، یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب وہ دونوں موضعہ (اتفاق) کے وقت کہیں کہ دو ہزار جن کا اعلانیہ عقد میں ذکر ہوگا ان میں سے ایک ہزار کا ذکر ریاء اور دکھاوا کے لئے ہوگا۔ لیکن اگر وہ موضعہ کے وقت یہ نہ کہیں تو ثمن وہی ہے جس پر انہوں نے عقد کیا ہے، اس لئے کہ ثمن اس چیز کا نام ہے جس کا عقد کے وقت ذکر کیا جائے اور عقد کے وقت دو ہزار کا ذکر کیا گیا ہے^(۴)۔

۱۱- نوع دوم: وہ بیع جس میں تلجہ جنس ثمن میں ہو:

اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دونوں خفیہ طور پر اتفاق کر لیں کہ ثمن ایک ہزار درہم ہے، پھر ایک سو دینار میں بیع ظاہر کریں تو کیا یہ بیع باطل ہوگی یا اعلانیہ ثمن کے بدلے صحیح ہوگی؟

امام محمد کی رائے ہے کہ یہ بیع قیاس کے اعتبار سے باطل ہوگی،

ایک ہزار ہے، پھر بظاہر دو ہزار میں بیع کریں تو اس بیع میں ظاہر کا اعتبار ہوگا یا باطن کا؟

اس مسئلہ میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

قول اول: اعتبار ظاہر کا ہے یعنی جس پر انہوں نے عقد کیا اور وہ اعلانیہ ثمن ہے۔

یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے جیسا کہ امام ابو یوسف نے ان سے روایت کیا ہے^(۱)۔ یہی شافعیہ کا مذہب اور حنا بلہ کے یہاں اظہر رائے ہے، قاضی نے اسی کو یقینی قرار دیا ہے^(۲)۔

قول دوم: اعتبار باطن کا ہے، یعنی خفیہ طور پر انہوں نے جس پر اتفاق کیا۔ اس قول کو امام محمد نے ”الاملاء“ میں بلا اختلاف نقل کیا ہے، اور یہی امام ابو یوسف کا قول بھی ہے۔

حنا بلہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے اور مالکیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ مالکیہ نے ”خفیہ مہر“ اور ”اعلانیہ مہر“ میں اس کی صراحت کی ہے^(۳)۔

اعلانیہ ثمن ہی ثمن ہے، اس قول کی وجہ یہ ہے کہ جو ثمن عقد میں مذکور ہو اسی کے ذریعہ عقد صحیح ہوتا ہے، اور انہوں نے خفیہ طور پر جس ثمن کا ذکر کیا ہے اس کا ذکر حالت عقد میں نہیں کیا، اس لئے اس کا حکم ساقط ہو گیا، نیز یہ کہ اتفاق سابق لغو ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ دونوں کسی شرط فاسد پر اتفاق کر لیں، پھر بلا شرط عقد کریں تو عقد صحیح ہے^(۴)۔

(۱) الاقویار ۲/۲۱، ۲۲۔

(۲) الاقویار ۲/۲۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۰۹، المجموع ۹/۳۳۲، لفروع

۳/۵۱، ۵۲، ۵۳، الانصاف ۳/۲۶۶۔

(۳) الاقویار ۲/۲۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۰۹، لفروع ۳/۵۰، الدرستی

۲/۳۱۳، الخرشنی ۳/۲۷۲۔

(۴) الاقویار ۲/۲۲، المجموع ۹/۳۳۲۔

(۱) الاقویار ۲/۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۷۶، کشاف القناع ۳/۱۵۰۔

(۳) المجموع ۹/۳۳۲۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔

بیع النکحہ ۱۲ - ۱۳

اور بطور استحسان صحیح ہوگی یعنی اعلانیہ ثمن میں^(۱)۔

یہ اختلاف اس صورت میں ہے (جیسا کہ ”البدائع“ میں ہے) جب ان دونوں نے مواضع کے وقت کہا ہو کہ اعلانیہ ثمن ریا اور دکھاوا ہے لیکن اگر انہوں نے یہ نہ کہا ہو تو ثمن وہی ہے جس پر انہوں نے عقد کیا ہے، اس لئے کہ ثمن اس چیز کا نام ہے جو عقد کے وقت مذکور ہو اور عقد کے وقت مذکور سودینا رہی ہے^(۲)۔

ازروئے قیاس اس بیع کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خفیہ ثمن کا ذکر انہوں نے عقد میں نہیں کیا، اور اعلانیہ ثمن کا انہوں نے قصد نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے اس کو ہزل کے طور پر کہا ہے، لہذا وہ ساقط ہے، اور بیع بلا ثمن باقی رہ گئی، لہذا صحیح نہیں ہوگی^(۳)۔

اور استحسان کے طور پر اس بیع کی صحت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بیع باطل نہیں بلکہ صحیح کا قصد کیا ہے، لہذا اس کو حتی الامکان صحت پر محمول کرنا واجب ہے۔ اور اس کو اعلانیہ ثمن اعلانیہ کے بغیر صحت پر محمول کرنا ناممکن ہے، تو کو یا انہوں نے جس چیز کی شرط خفیہ طور پر لگائی تھی، اس سے رجوع کر لیا، لہذا حکم ظاہر سے متعلق ہو گیا۔ جیسا کہ اگر وہ دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں کہ اس کو بیع النکحہ کریں گے، پھر ایک دوسرے کو بہہ کر دیں۔ برخلاف ”ہزار“ اور ”دو ہزار“ کے، اس لئے کہ جس ثمن کا خفیہ طور پر ذکر کیا گیا تھا اور اس کی شرط لگائی گئی تھی وہ عقد میں زیادتی کے ساتھ مذکور ہے، اس لئے عقد کا تعلق اسی سے ہوگا^(۴)۔

۱۲ - صاحب ”البدائع“ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمام اختلافات اس

صورت میں ہیں جبکہ ان دونوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا ہو، لیکن خفیہ طور پر عقد نہ کیا ہو، اور اگر انہوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا، اور خفیہ طور پر ہی کسی ثمن میں عقد کر لیا، اس کے بعد انہوں نے باہم اتفاق کیا کہ عقد کو اس سے زیادہ میں یا دوسری جنس کے ثمن میں ظاہر کریں گے پھر اگر انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ عقد دوم ریا اور دکھاوا ہے تو عقد دوم عقد اول کو ختم کر دے گا، اور ثمن وہ ہوگا جو عقد دوم میں مذکور ہے، اس لئے کہ بیع فسخ اور اقالہ کا احتمال رکھتی ہے، لہذا ان دونوں کا عقد ثانی کا آغاز کرنا عقد اول کو باطل کرنا ہے، اس لئے اول باطل ہو گیا، اور عقد ثانی اس ثمن کے ساتھ جو اس میں مذکور ہے منعقد ہو گیا، اور اگر انہوں نے کہا: عقد دوم ریا اور دکھاوا ہے پھر اگر ثمن دوسری جنس سے ہو تو عقد پہلا ہی معتبر ہوگا، اس لئے کہ جب انہوں نے ریا اور دکھاوا سے کا ذکر کیا تو عقد دوم میں مقرر ثمن کو باطل کر دیا، اس لئے عقد دوم صحیح نہیں ہوا، اور عقد اول باقی رہ گیا، اور اگر اول کی جنس سے ہو تو معتبر عقد دوم ہے، اس لئے کہ بیع فسخ کا احتمال رکھتی ہے، اس لئے معتبر عقد دوم ہوا، لیکن ثمن اول کے ساتھ ہوگا، اور زیادتی باطل ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس کو باطل کر دیا، کیونکہ اس کو انہوں نے ہزل کے طور پر کہا ہے^(۱)۔

۱۳ - شافعیہ کے نزدیک بیع اعلانیہ ثمن میں صحیح ہے، اور اتفاق سابق کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ لغو ہے، اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر وہ دونوں کسی شرط فاسد کے لگانے پر اتفاق کر لیں پھر بلا شرط بیع کر لیں^(۲)۔

۱۴ - جہاں تک حنا بلہ کا تعلق ہے تو ”افروع“ کی کتاب الصداق

(۱) الاقویار ۲/۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، الاقویار ۲/۲۲۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، الاقویار ۲/۲۲۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔

(۲) المجموع ۸/۳۳۳۔

بیع التلجہ ۱۵-۱۷

کے ذکر کردہ دھمکی اور اندیشہ سے واقف ہو^(۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اندیشہ یا قائل خوف امر کے سبب مکروہ علی البیوع پر مالکیہ کے نزدیک بیع لازم نہیں ہوتی، بلکہ اس کو اس میں رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، حتیٰ کہ ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد بھی جبکہ استرعاء کے گواہ بیع پر اکراہ اور دھمکانے سے واقف ہوں۔

فروخت کنندہ اور خریدار کے مابین اختلاف کا اثر:

۱۷- اگر ان میں سے ایک بیع التلجہ کا دعویٰ کرے اور دوسرا انکار کرے، اور تلجہ کا مدعی بیع پیش کرے تو بیع قبول کیا جائے گا، ورنہ مدعی اصل (یعنی عدم تلجہ) کا قول اس کی بیعت کے ساتھ معتبر ہوگا، اور اگر ہر ایک بیع پیش کرے تو مدعی تلجہ کا بیع مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر کو ثابت کرتا ہے۔

اگر ان دونوں نے اعلانیہ بیع کی اور اعتراف کیا کہ اس کی بنیاد تلجہ پر ہے تو اعلانیہ والی بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اس کو ہزل کے طور پر کیا ہے، ورنہ بیع لازم ہوگی۔

یہ سب ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد پر ہے جو خفیہ بیع کی صحت اور اعلانیہ بیع کے باطل ہونے کے قائل ہیں، اور وہ خفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں، حنابلہ کا مذہب یہی ہے، اور مالکیہ کے مذہب سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

لیکن جو لوگ بیع دوم کی صحت اور خفیہ طور پر سابقہ اتفاق کے باطل ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ تفصیلات نہیں ہیں۔ اور یہ امام ابو حنیفہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے قاضی ہیں^(۲)۔

میں ہے: اگر وہ دونوں بیع کرنے سے قبل کسی ثمن پر اتفاق کر لیں، پھر دوسرے ثمن میں بیع کریں تو اس میں دو اقوال ہیں:
اول: ثمن وہ ہے جس پر انہوں نے اتفاق کیا ہے۔
دوم: ثمن وہ ہے جس پر عقد ہوا ہے جیسا کہ نکاح^(۱)۔

۱۵- جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو دوسرے فقہاء کی طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں بیع التلجہ کی صراحت نہیں کی، البتہ انہوں نے ”بیع مکروہ“، ”بیع مضبوط“ اور ”بیع ہازل“ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ آپکا ہے۔ لیکن انہوں نے عقد نکاح اور خفیہ و اعلانیہ مہر پر کلام کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عمل خفیہ مہر پر ہوگا اگر اس بات پر بیع ہو کہ اعلانیہ مہر کا اعتبار نہیں، اس کا ذکر محض شان اور فخر کے طور پر ہے۔ اور اگر بیع نہ ہو اور زوجین خفیہ مہر پر اتفاق کر لیں تو اسی پر عمل ہوگا۔ اور اگر اختلاف کریں تو بیوی شوہر سے حلف لے گی، اگر بیوی کا دعویٰ ہو کہ خفیہ مہر قلیل سے اعلانیہ کثیر کی طرف رجوع ہو گیا ہے۔ اگر شوہر حلف اٹھالیتا ہے تو خفیہ مہر پر عمل ہوگا، اور اگر حلف سے انکار کرے تو بیوی سے رجوع پر حلف لی جائے گی، اور اعلانیہ مہر پر عمل ہوگا، اور اگر بیوی حلف سے انکار کرے تو خفیہ مہر پر عمل ہوگا^(۲)۔

۱۶- صاحب ”المتبصرہ“ نے ”شہادت استرعاء“ کے ذریعہ فیصلہ کی بحث میں لکھا ہے کہ استرعاء بیوع میں ناجائز ہے، مثلاً بیع سے قبل گواہ بنا لے کہ وہ بیع سے رجوع کرے گا۔ اور یہ کہ بیع ایک اندیشہ کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ بیع کا یہ معاملہ اس کی رضامندی کے خلاف ہے، بائع نے اس میں ثمن لے لیا ہے، اور اس میں خریدار کا حق ہے، الا یہ کہ گواہ بیع پر اکراہ اور دھمکانے کو جانتے ہوں تو استرعاء جائز ہے اگر بیع سے قبل اس کا انعقاد ہو۔ اور عقد میں ایسے شخص کی شہادت شامل ہو جو اس

(۱) الفروع ۲/۵۶۷۔

(۲) الدر المنثور ۲/۳۱۳، جوہر لا طیل ۲/۱۳، المحرشی ۳/۲۷۲۔

(۱) المتبصرہ ۵/۲۰۵۔

(۲) الدر المنثور بحاشیہ ابن ماجہ ۵/۲۳، جامعہ الطحاوی علی الدر المنثور ۳/۳۳،

بیع التولیہ، بیع الثنیہ، بیع جبری ۱-۲

یہ بات اجمالی ہے، مسئلہ کی تفصیل اور اس میں اختلاف کو ”بیع“ اور ”دعویٰ“ کے مباحث میں دیکھا جائے۔

بیع جبری

تعریف:

۱- بیع جبری: دو لفظوں سے مرکب ہے: ”بیع“ اور ”جبری“۔

بیع: مخصوص طریقہ پر مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے (۱)۔

جبری: جبرہ علی الأمر جبراً (اس کو زبردستی آمادہ کیا) سے ماخوذ ہے (۲)۔

استعمال فقہاء میں بیع جبری وہ ہے جو حق کی بنا پر اکراہ کرنے والے کی طرف سے ہو یا وہ بیع ہے جو کسی شخص کی مرضی کے خلاف اس کی طرف سے نیابتاً ہو، تاکہ اس پر واجب حق کو ادا کیا جائے یا ضرر کو دور کیا جائے یا عام مفاد کو بروئے کار لایا جائے (۳)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- اکراہ علی البیع:

۲- اکراہ لغت میں: انسان کو کسی امر پر اس کے اختیار کے بغیر آمادہ کرنا ہے (۴)۔

بیع التولیہ

دیکھئے: ”تولیہ“۔

بیع الثنیہ

دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔



(۱) آسنی الطالب ۲/۲۔

(۲) المصباح للمیر مادۃ ”جبر“۔

(۳) یہ تعریف ہم نے کتب فقہ میں مذکور بیع جبری کی مثالوں سے اخذ کی ہے۔

(۴) مختار الصحاح، المصباح للمیر مادۃ ”کرہ“، ابن ماجہ بن ۵/۸۰۔

= القوائین الفقہیہ لابن جزیری ص ۲۵۲، اروضۃ ۵/۳، ۵۷۵، ۵۸۷، المجموع ۳۳۳، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱

بیع جبری ۳-۵

اس کے وجود میں لانے پر آزادانہ رضامندی سے قائم ہوتی ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ“ (۱) (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو)۔

حدیث میں ہے: ”إنما البيع عن تراض“ (۲) (بیع تو رضامندی کے ذریعہ ہوتی ہے)، فقہاء کسی ایسی بیع کو برقرار نہیں رکھتے جو جانبین یعنی بائع اور مشتری کی رضامندی سے قائم نہ ہو، الا یہ کہ مفاد عامہ کا تقاضا ہو، یعنی احقاق حق یا عام مصلحت کو پورا کرنا یا خاص یا عام ضرر کو دفع کرنا ہو جس کو فقہاء کے عرف میں: ”اکراہ مشروع“ یا ”اکراہ بہ حق“ کہتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے وہ عقود جبر یہ ہیں جن کو حاکم منعقد کرتا ہے یا تو بذات خود اس شخص کی نیابت میں جس پر اس کا جاری کرنا واجب ہے، اگر وہ اس سے گریز کرے یا خود اسی کو اس کے اجراء پر مجبور کرتا ہے۔

فقہاء بیع پر جائز جبر کی کئی مثالیں ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

مدیون کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرنا:

۵- مدیون (دین دار) کو اپنا مال فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ اس پر فوری واجب الاداء دین کو ادا کیا جائے اگر وہ اس کی ادائیگی نہ کرے اور اس کے پاس ظاہری مال ہو، حاکم اس کو اس پر تعزیر (قید یا

شرع میں: وہ ایسا فعل ہے جو اکراہ کرنے والے کی طرف سے پایا جائے اور وہ اکراہ کردہ شخص کو اس سے مطلوب امر پر مجبور کر دے (۱)۔

بیع بالاکراہ اور بیع جبری میں فرق یہ ہے کہ بیع جبری ناحق نہیں ہوتی، جبکہ بیع بالاکراہ میں اصلاً عموم ہے۔ لیکن اس کا غالب اطلاق ناحق اکراہ پر ہوتا ہے۔

ب- بیع التلجھ:

۳- بیع التلجھ اصطلاح فقہاء میں یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار بیع کا اظہار کریں لیکن اس کا ارادہ نہ کریں، صاحب مال کسی دشمن یا ظالم بادشاہ کے خوف سے ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے (۲)۔

بیع التلجھ اور بیع جبری میں فرق یہ ہے کہ بیع التلجھ میں بیع کی صورت ہوتی ہے، حقیقت نہیں۔

شرعی حکم:

۴- بیع جبری کا حکم اس کے سبب کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، اگر ایفاء حق کے لئے ہو مثلاً اس کے مال کو اس پر فوری واجب الاداء دین ادا کرنے کے لئے، اور صاحب حق کے مطالبہ کے سبب فروخت کرنا تو یہ واجب ہے، اسی طرح اگر اس میں کوئی عام مصلحت ہو مثلاً اس مسجد کی توسیع جو نمازیوں کے لئے تنگ ہوگی ہو یا عام راستہ کی توسیع (۳)۔

بیع فقہ اسلامی میں دیگر قولی عقود کی طرح جانبین کی طرف سے

(۱) سورہ نساء ۲۹۔

(۲) حدیث: ”إنما البيع عن تراض“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۳۷۷ طبع المجلد) نے کی ہے بصری نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے، اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۱) حاشیہ ابن ماجہ بن ۸۰/۵۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ بن ۲۳/۲۳۔

(۳) الدرر النوری ۶/۳، ۷۔

بیع جبری ۶-۸

ادا نیگی نہ کرے، تو حاکم اس کو رہن رکھے ہوئے مال کی فروختگی پر مجبور کرے گا، یا اس کی اجازت کے بغیر اس کا نائب بن کر اس کو فروخت کر دے گا، اس لئے کہ یہ اس پر واجب حق ہے، اگر اس کی ادا نیگی نہ کرے تو حاکم اس کی ادا نیگی میں اس کا قائم مقام ہوگا، جیسا کہ جنس دین کی صورت میں ادا نیگی کرنا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”رہن“۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کا سامان یا غیر منقولہ جائیداد فروخت نہ کرے گا بلکہ اس کو قید میں رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنا مال فروخت کرنے پر یا اس کے علاوہ پر آمادہ ہو جائے (۱)۔

مختصر (ذخیرہ اندوز) کو فروختگی پر مجبور کرنا:

۷- اگر کسی کے پاس اس کی ضرورت سے فاضل نلہ ہو، لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اور وہ ان کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو دفع ضرر کے لئے حاکم اس کو اس کی فروختگی پر مجبور کرے گا (۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”احتکار“۔

واجب نفقہ کے لئے بیع پر مجبور کرنا:

۸- اگر مکلف اپنے ذمہ واجب نفقہ نہ دے مثلاً بیوی، اولاد اور والدین کا نفقہ، اور اس کے پاس ظاہری نقو و معلوم نہ ہوں تو حاکم ان لوگوں کے نفقہ کے لئے اس کے سامان یا غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرے گا۔

تفصیل: ”نفقہ“ میں دیکھیں۔

ضرب) کے ذریعہ دین کی ادا نیگی پر مجبور کرے گا، اگر وہ عدم ادا نیگی پر مصر ہو تو حاکم اس کا دین اس کے مال سے بچا کر ادا کرے گا اگر اس کے پاس دین کی جنس کا ظاہری مال ہو۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

اگر اس کا مال دین کی جنس کے علاوہ ہو مثلاً غیر منقولہ جائیداد، اور سامان تو جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ امام اس کی رضامندی کے بغیر جبراً اس کی نیابت میں اس کا مال بیچ دے گا (۱)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حاکم اس کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر فروخت نہیں کرے گا، بلکہ اس کو قید میں رکھے یہاں تک کہ وہ اپنا مال فروخت کر کے یا کسی اور طرح سے اپنے دین کی ادا نیگی کر دے، اس لئے کہ حاکم کی ولایت امام صاحب کی نظر میں مدیون پر ہے، اس کے مال پر نہیں، اس لئے اس کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر حاکم کی بیع نافذ نہیں ہوگی، نیز اس لئے کہ بیع تجارت ہے اور وہ بلا رضامندی نہیں ہوتی، نیز اس میں ایک طرح کا حجر (پابندی) ہے، جس کو امام ابوحنیفہ جائز مقرر نہیں دیتے، اس مسئلہ میں صاحبین امام صاحب کے خلاف ہیں، اور انہوں نے جائز مقرر کر دیا ہے کہ حاکم اس کے مال کو اس کے دین کی ادا نیگی کے لئے جبراً فروخت کر دے، اور صاحبین ہی کی رائے پر مذہب میں فتویٰ ہے (۲)۔

بیع مرہون:

۶- اگر کوئی ”عین“ فوری واجب الاداء دین یا دین مؤجل جس کی مدت پوری ہو چکی ہو، کے بدلہ رہن رکھے، اور مدیون دین کی

(۱) روہتہ الطائین ۳/۱۳، بدلیہ الجہد ۲/۳۰۸، ۳۰۸، الدرر السنی ۳/۲۶۹، ابن ماجہ ۲/۳۲۵۔

(۲) ابن ماجہ ۲/۹۵، الاقویار ۲/۹۸۔

شفعہ کی وجہ سے جبر الینا:

۹- شفعہ ایسا حق ہے جو شریعت نے شریک قدیم یا متصل پر وقتی کو دیا ہے، لہذا وہ فروخت شدہ قطعہ کا اس کے خریدار کی رضامندی کے بغیر اس ضمن اور خرچہ میں جو اس پر آیا ہے، جبراً مالک ہو جائے گا۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”شفعہ“۔

بیج جزاف

تعریف:

۱- جزاف: جازف مجازفة باب مفاعلت سے ام ہے۔
جزاف (ضمہ کے ساتھ) خلاف قیاس ہے، قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ لفظ جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو۔

یہ لغت میں ”جزف“ سے ماخوذ ہے یعنی زیادتی کے ساتھ لیا اور جزف فی الکیل جزفا کا معنی ہے: زیادہ ناپنا، اور جو شخص بغیر کسی ضابطہ کے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتا ہے اس کے لئے کہتے ہیں: ”جزاف فی کلامہ“، لہذا گفتگو کے صحیح انداز کو کیل و وزن کے قائم مقام کر دیا گیا ہے^(۱)۔

بیج الجزاف اصطلاح میں: کیلی یا وزنی یا عددی چیز کو کیل و وزن اور عدد کے بغیر اکل سے فروخت کرنا ہے^(۲)۔

شرعی حکم:

۲- اصل یہ ہے کہ عقد بیع کی صحت کے لئے بیع کا معلوم ہونا شرط ہے، لیکن ہر اعتبار سے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں بلکہ اصل بیع، اس کی مقدار اور صفت کا معلوم ہونا شرط ہے۔ اور بیع الجزاف میں مقدار کا علم ہوتا ہے مثلاً غلہ کے ڈھیر کی بیع جس کے کیل یا وزن کا علم نہ ہو،



(۱) لسان العرب، المصباح الممیر مادۃ ”جزف“۔

(۲) المشرح المصغیر ۳۵۳۔

بیع جزاف ۳

تعالف تھا جو اس کے جواز کی دلیل ہے، اور روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا، جس سے ”مرفوع“ ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے فقہاء فی الجملہ اس کے جواز پر متفق ہیں، اور شافعیہ کے یہاں زیادہ قوی قول، کراہت کے ساتھ جواز کا ہے (۱)۔

بیع جزاف کی شرائط:

۳- مالکیہ نے بیع جزاف کے جواز کے لئے چھ شرائط ذکر کی ہیں:

الف۔ اکل سے بیچی جانے والی چیز کو عقد کی حالت میں دیکھے یا عقد سے پہلے جبکہ وہ اسی حالت میں بلا تغیر وقت عقد تک برقرار رہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ دیکھنے سے بیع کا خراب ہونا لازم نہ آئے، مثلاً سرکہ کے مٹی سے بند کئے ہوئے گھڑے کہ ان کو کھولنے سے وہ خراب ہو جائیں گے، تو مجلس عقد میں ان کا دیکھنا کافی ہے۔

ب۔ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کیل یا وزن یا عدد کی مقدار سے واقف ہوں، اگر ان میں سے کوئی ایک اس کی مقدار سے واقف ہو تو صحیح نہیں ہے۔

ج۔ اس پر عقد کے ارادہ کے وقت دونوں اس کی مقدار کا اندازہ اور تخمینہ لگائیں۔

د۔ زمین جس پر بیع رکھی ہو برابر ہو۔

ه۔ جس چیز کو اکل سے بیچنے کا ارادہ ہو وہ بہت زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ اس کا اندازہ لگانا محال ہے، خواہ کیلی ہو یا وزنی یا عددی۔

اسی طرح شرط ہے کہ اگر عددی ہو تو بہت قلیل نہ ہو، کیونکہ شمار کے ذریعہ اس کی مقدار کا علم کوئی مشکل نہیں ہے۔

تعداد کے علم کے بغیر جانور کے ریوڑ کی بیع، پیمائش کے علم کے بغیر زمین کی بیع، اور طول کے علم کے بغیر کپڑے کی بیع۔

لوگوں کی حاجت و مجبوری کی وجہ سے جو باہمی لین دین میں تسہیل کی متقاضی ہے، بیع جزاف کو اصل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ دسوقی نے کہا: اصل بیع جزاف میں یہ ہے کہ وہ ممنوع ہو، لیکن عددی اشیاء میں سے جس شی کا علم دشوار ہو یا کیلی اور وزنی اشیاء میں سے جس شی کی جہالت معمولی ہو اس میں تخفیف کر دی گئی ہے (۱)۔

اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت ہے: ”کنا نشتری الطعام من الرکبان جزافاً، فنهانا رسول اللہ ﷺ أن نبيعه حتى ننقله من مكانه“ (ہم سواروں سے اناج اکل سے خرید کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس اناج کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ ہم اس کی جگہ سے منتقل کر لیں)۔

ایک اور روایت میں ہے: ”رأيت الناس في عهد رسول اللہ ﷺ إذا ابتاعوا الطعام جزافاً يضر بون في أن يبيعه في مكانه، وذلك حتى يؤروه إلى رحالهم“ (میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب لوگ اناج اکل سے خریدتے تو انہیں اس بات پر مار پڑتی کہ وہ اپنے مکانوں میں لے جانے سے قبل اسی جگہ پر اسے بیچتے)۔

ایک اور روایت میں ”یحولوه“ کا لفظ ہے (یعنی اس کو منتقل کر دیں)، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اناج اکل سے خریدتے پھر اس کو اپنے گھراٹھالالتے (۲)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اکل سے بیع کا

(۱) الدرستی ۲۰/۳۔

(۲) حدیث: ”کنا نشتری الطعام من الرکبان جزافاً، فنهانا رسول اللہ ﷺ أن نبيعه حتى ننقله من مكانه“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۶) طبع لکھنؤ کے لئے ہے۔

(۱) نہایہ المحتاج ۳/۳۹۲، حاشیہ الدرستی ۳۰/۳، کشاف القناع ۳/۶۹، تبیین الحقائق ۳/۵۸، روہتہ الطائین ۳/۵۸۔

بیع جزاف ۴-۵

جیسا کہ آئے گا (۱)۔

نوع دوم: جس ڈھیر کے کیل یا وزن کی مقدار معلوم نہ ہو اس کو ہر کیل یا وزن کے نرخ کی بنیاد پر فروخت کرنا۔ اس کے بارے میں مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے محمد بن الحسن اور ابو یوسف کی رائے ہے کہ ایسے ڈھیر کی بیع اٹکل سے جائز ہے جس کے صاع کی تعداد مجہول ہو مثلاً کہے: ”میں نے تمہارے ہاتھ اناج کا یہ ڈھیر ہر صاع ایک درہم کے نرخ پر فروخت کر دیا“، اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھیر کو دیکھنا اس کے اندازہ کے لئے کافی ہے، اور مجموعی ثمن کی جہالت مضر نہیں، کیونکہ اس کا تفصیلی علم ڈھیر کے کیل کرنے کے ذریعہ ممکن ہے، جس کی وجہ سے غرر ختم ہو جائے گا اور جہالت زائل ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ ایک تفضیل میں بیع جائز ہے، بقیہ سارے ڈھیر میں ناجائز ہے، الا یہ کہ صاع کی تعداد معلوم ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع کو سب کی طرف پھیرنا محال ہے، کیونکہ بیع و ثمن مجہول ہیں، لہذا اٹکل کی طرف پھیرا جائے گا جو معلوم ہے۔

اگر جہالت تمام تفضیل کے ذکر کرنے یا مجلس عقد میں ڈھیر کے کیل کر لینے سے زائل ہو جائے تو ڈھیر کی بیع جائز ہے اور اس طرح سے وہ اٹکل کی بیع ہونے سے خارج ہو جائے گا (۲)۔

اٹکل کی بیع کے وقت اناج کے ڈھیر کی جگہ کا برابر ہونا:

۵- اناج کے ڈھیر کی اٹکل سے بیع کی صورت میں بائع کے لئے حامل نہیں کہ اس کو ایسی جگہ رکھے جو ڈھیر میں کمی پیدا کر دے مثلاً چبوترہ یا پتھر وغیرہ پر ہو، اسی طرح گھی وغیرہ سیال چیزیں جو ظرف یا

(۱) المغنی ۳/۱۳۳۔

(۲) بیع القدر ۲/۵۲، شرح المغنی ۳/۳۵، نہلیۃ المحتاج ۳/۳۹۲، ۳۹۶۔

کشاف القناع ۳/۱۶۹۔

البتہ اگر کیلی یا وزنی ہو تو جائز ہے اگرچہ بہت کم ہو۔

و۔ اس کا شمار کرنا دشوار ہو، اس کے افراد کی بیع مقصود نہ ہوتی ہو، خواہ اس کا ثمن کم ہو یا کم نہ ہو مثلاً انڈے۔ لیکن اگر اس کے افراد مقصود ہوتے ہوں تو اس کو اٹکل سے بیچنا جائز ہے اگر ایک دوسرے کے لحاظ سے ثمن کم و بیش ہوتا ہو، اور اگر ثمن تھوڑا نہ ہو تو اس کی اٹکل سے بیع ممنوع ہے جیسے کپڑے۔

اگر اس کو شمار کرنا دشوار نہ ہو تو اس کی بیع اٹکل سے جائز نہیں، خواہ اس کے افراد مقصود ہوں یا نہ ہوں، اس کا ثمن قلیل ہو یا قلیل نہ ہو (۱)۔

صرف مالکیہ نے اس طریقہ سے شرائط کی تفصیل کی ہے، کوکہ ان میں بعض شرائط غیر مالکیہ کے یہاں بھی معتبر ہیں، مثلاً شرط اول، دوم اور چہارم، جیسا کہ اس کی تفصیل آئے گی۔

بیع الجزاف کی چند صورتیں ہیں جن کے احکام تفصیل ذیل کے ساتھ الگ الگ ہیں:

غلہ کا ڈھیر اٹکل سے فروخت کرنا:

۴- ”صبرہ“ غلہ وغیرہ کے ڈھیر کو کہتے ہیں۔ ڈھیر جس کی مقدار مجہول ہو، اور مشاہدہ کے ذریعہ اس کا علم ہو، اس کی بیع یا تو اجمالی ثمن میں ہوگی یا ہر ہر فرد کے ریٹ کی بنیاد پر، مثلاً کہے: اس میں سے ہر صاع اتنے میں ہے۔

نوع اول: اس کے بارے میں ابن قدامہ نے کہا: ہمارے علم میں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اگر اس کے اجزاء مساوی ہوں، اور ہر ایک کے یہاں شرط ہے کہ وہ احوال ربویہ میں سے نہ ہو اگر کوئی ربوی مال اس کی جنس سے فروخت کیا جائے،

(۱) شرح المغنی ۳/۳۵، ۳۷۔

بیع جزاف ۶-۷

جائز ہے (۱)۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے، شافعیہ میں سے ابن القطن کا قول یہی ہے۔

ناپی جانے والی، تولی جانے والی، گئی جانے والی اور پیمائش کی جانے والی اشیاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول الذکر کے اجزاء میں عام طور پر بہت زیادہ فرق نہیں ہوتا، اگر ان کو الگ الگ کر دیا جائے، لہذا مجموعی طور پر ان کا دیکھ لیما کافی ہوگا۔

جہاں تک گئی جانے والی اور پیمائش کی جانے والی اشیاء کا تعلق ہے، مثلاً جانور اور زمین تو ان کے اجزاء میں تفاوت ہوتا ہے اگر ان کو الگ الگ کر دیا جائے اور اجمالی طور پر ان کا دیکھ لیما کافی نہیں ہوگا (۲)۔

خریدار اور فروخت کنندہ میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے ساتھ بیع جزاف:

۷- بیع جزاف کی صحت کے لئے شرط ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ میں سے ہر ایک مقدار بیع سے ناواقف ہو یا دونوں اس سے واقف ہوں، بیع جزاف اس صورت میں جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مقدار بیع سے واقف ہو اور دوسرا ناواقف، یہ مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے (۳)۔

ان کے نزدیک عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دھوکا ہے، اس لئے کہ اکل سے بیع ضرورت و حاجت کے سبب ان چیزوں میں جائز ہے جو تخمینہ اور اندازے سے فروخت ہوتی ہوں، لہذا اگر اس کی مقدار کا علم ہو جائے تو اس کی اکل سے بیع جائز نہیں، کیونکہ اس کی

(۱) لشرح المغیر ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، المغنی ۳۳، ۳۴۔

(۲) فتح القدر ۲/۵۔

(۳) جامعہ الدسوقی ۳۳، ۲۰، روایت الطائین ۳، ۵۸، المغنی ۳، ۷۔

برتن میں رکھ کر فروخت ہوتی ہیں، اگر ان کی بیع جزاف ہو تو بائع کے لئے جائز نہیں کہ برتن ایسا ہو جس کے اجزاء مولے یا باریک ہونے میں مختلف ہوتے ہوں، اس لئے کہ یہ غش (دھوکہ) ہے، جس کے نتیجے میں غرر، جہالت اور نزاع پیدا ہوگی، اور ایسی صورت میں ڈھیر کا اندازہ لگانا محض اس کے مشاہدہ سے ناممکن ہوگا۔

اگر ڈھیر کسی چبوترہ یا ٹیلہ یا پتھر پر ہو جس کی وجہ سے اس میں کمی پیدا ہوتی ہو، خواہ بائع نے اس کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور خریدار نے اس سے ناواقفیت میں اس کو خرید لیا، تو بیع بائع کے لئے صحیح اور لازم ہوگی، اور خریدار کو اختیار ہوگا کہ عقد کو فسخ کر دے یا بائع سے ہونے والی کمی کے بقدر ثمن میں سے واپس لے، یعنی چبوترہ یا پتھر پر رکھنے کے ساتھ ڈھیر کی قیمت لگائی جائے اور ایک بار اس کے بغیر اس کی قیمت لگائی جائے، پھر اس کے ثمن میں جو کمی پیدا ہو، اتنا خریدار بائع سے اس کو واپس لے۔

اگر اس سے مانع کا ڈھیر فروخت کیا اور اس کے نیچے گڑھا نکالا تو خریدار کو اختیار نہیں ملے گا، اس لئے کہ یہ خریدار کے لئے مفید ہے، اس کے لئے مضرت نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے مقدار بڑھ جائے گی۔ بائع کو اختیار ہے اگر اس کو گڑھے کا علم نہ ہو (۱)۔

پیمائش کی جانے والی اشیاء اور متفاوت عددی اشیاء کی بیع جزاف:

۶- جمہور کی رائے ہے کہ جانور کے ریوڑ کی فروختگی اس کی تعداد معلوم نہ ہونے کے ساتھ اس طور پر کہ ہر جانور اتنے میں ہے، اسی طرح زمین اور کپڑے کی اکل سے بیع ان دونوں کی مجموعی پیمائش نہ معلوم ہونے کے باوجود اس طور پر کرنا کہ ہر ذراع اتنے میں ہے،

(۱) لشرح المغیر ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، المغنی ۳۳، ۳۴۔

بیع جزاف ۸-۹

کوئی ضرورت نہیں۔

اُکل سے بیع میں مماثلت کا تحقق نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ وہ تخمینہ اور اندازہ پر قائم ہے اس لئے ربا کا احتمال باقی رہے گا اور حضور ﷺ نے ”مزابنہ“ سے منع فرمایا، اور ”مزابنہ“ تر پھل کی خشک پھل سے بیع ہے۔ اس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ أن يبيع الرجل تمر حانظه إن كان نخلا بتمر كيلا، و إن كان كرما أن يبيعه بزبيب كيلا، و إن كان زرعاً أن يبيعه بكييل طعام، نہی عن ذلك كله،“ (۱) (رسول ﷺ نے منع کیا ہے کہ اپنے باغ کے کھجور اگر درخت پر ہوں تو خشک کھجور کے بدلے ماپ سے بیچے، اور اگر انگور ہو تو کشمش کے بدلے ماپ سے بیچے، اور اگر کاشت ہو تو اسے اناج کے بدلے میں ماپ سے بیچے، آپ نے ان سب سے منع کیا)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خشک ہو جانے پر کم ہو جائے گا، لہذا اس کی مقدار نامعلوم ہے۔

اشیاء ربویہ میں ضابطہ ہے کہ مماثلت سے ما واقفیت کی بیشی سے واقف ہونے کی طرح ہے (۲)۔

بیع میں کسی معلوم چیز کا یا اُکل کا اُکل میں ضم کرنا:

۹- اگر دو چیزوں کو اُکل سے ایک شمن یا دو شمن کے بدلے لے کر وخت کیا تو یہ صحت بیع سے مانع نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ایک اُکل کی بیع کے حکم میں ہے۔ اس لحاظ سے کہ رخصت ان دونوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ کہنے میں نے تمہارے ہاتھ کھجور اور اناج کے ان دونوں ڈھیروں کو

اس کے نتیجے میں خریدار اس سامان کو واپس کر دے گا جس کو اُکل سے خرید ہے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ بیچنے والے کو اس کی مقدار کا علم تھا، اور بیچنے والے کو عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ خریدار کو اس کی مقدار کا علم تھا۔

حنفیہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں ”صح“ یہ ہے کہ بیچنے والے اور خریدنے والے میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے باوجود بیع الجزاف صحیح ہے۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے، حرام نہیں، اس کی وجہ اس میں علماء کے اختلاف کی رعایت کرنا ہے (۱)۔

مال ربوی کی ہم جنس سے اُکل کی بیع:

۸- مال ربوی کی ہم جنس سے بیع جزاف جائز نہیں، اس لئے کہ فرمان نبوی ہے: ”الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء، يدا بيد“ (۲) (سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر، ٹھیک ٹھیک، نقد نقد پتو)۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال ربوی کی ہم جنس مال سے فروختگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان مماثلت ہو اور ایک دوسرے پر قبضہ ہو جائے۔

(۱) المغنی ۳/۱۷۳۔

(۲) حدیث: ”المذهب بالمذهب.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۲۱ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”لمھی عن المزابنة.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۸۳ طبع مجلس) اور مسلم (۳/۱۱۷ طبع مجلس) نے کی ہے نیز دیکھئے نیل وأوطار ۵/۱۹۸۔

(۲) روضة الطالبین ۳/۳۸۳، کشاف القناع ۳/۵۳، المجموع ۱۰/۵۳، فتح القدير ۵/۷۰، الدرستی ۳/۲۳۔

بیع جزاف ۹

دوسری تینوں صورتوں میں بیع فاسد ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں میں یا کسی ایک میں اصل کی مخالفت ہوگی، جس کی مثالیں یہ ہیں:

الف۔ غلہ کی اندازے سے بیع زمین کی پیمائش کی بیع کے ساتھ (یعنی ایسی زمین جس کی مقدار مساحت کے ذریعہ معلوم ہو)۔
ب۔ غلہ کی اُکل سے بیع غلہ کی کیل والی بیع کے ساتھ۔
ج۔ ایک زمین کی اُکل سے بیع دوسری زمین کی پیمائش والی بیع کے ساتھ۔

یہ تمام تفصیلات اس اندازے والی بیع کے بارے میں ہیں جس میں فروختگی کیل، وزن وغیرہ کی بنیاد پر نہ ہو۔

لیکن اگر اندازے کی بیع کیل وغیرہ کی بنیاد پر ہو تو اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو علی الاطلاق ضم کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ ڈھیر، ہر صاع ایک درہم کے حساب سے بیچ دیا اس شرط کے ساتھ کہ بیع کے ساتھ فلاں سامان بھی ہے، اور اس سامان کے لئے ثمن مقرر نہ کیا گیا ہو، بلکہ اس کا ثمن خریدے ہوئے ڈھیر کے ثمن میں سے ہو جائے گا (عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ فروختگی کے وقت یہ نہیں معلوم ہے کہ سامان کی مخصوص قیمت کیا ہے، اس لئے کہ سامان کے ساتھ خاص ثمن بیع کے وقت مجہول ہے، اور ”علی الاطلاق“ کا مطلب یہ ہے کہ سامان ڈھیر کی جنس سے ہو یا اس کی جنس کے علاوہ سے ہو، برابر ہے، اس لئے کہ اگر ثمن مقرر کر دے گا تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اس سے زیادہ کے برابر ہے، اور بائع معاملہ کو جزا فاسد کرنے کی خاطر نرمی سے کام لے رہا ہے، تو ثمن مقرر کرنا اور نہ کرنا برابر ہوگا، اس لئے کہ وہ غیر مقرر کے درجہ میں ہو جائے گا۔

اگر اس کا ثمن مقرر نہ کرے تو سامان کا خصوصی ثمن مجہول

تین دینار میں فروخت کیا یا میں نے اپنے ان دونوں باغوں کے پھلوں کو اُکل سے تین دینار میں فروخت کر دیا یا یہ کہے: ان میں سے پہلا ایک دینار میں اور دوسرا دو دینار میں فروخت کیا۔

اسی طرح اگر اُکل کی بیع کے ساتھ ایسا سامان ضم کر دیا جائے جو کیل یا وزن سے فروخت نہیں کیا جاتا مثلاً اگر کہے کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ ڈھیر اور یہ جانوروں دینار میں فروخت کر دیا (تو یہ بھی جائز ہے)۔

اگر بیع میں جزاف کے ساتھ کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ معلوم چیز کو ضم کیا جائے تو بسا اوقات اس کے نتیجے میں بیع فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس کا جزاف کے ساتھ ملنا معلوم القدر چیز میں ایسی جہالت پیدا کر دے گا جو موجود نہ تھی۔

مالکیہ^(۱) نے کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ معلوم المقدار چیز کے انضمام کو چار صورتوں میں تقسیم کیا ہے: اس لئے کہ جس چیز کی اندازے سے بیع کی جارہی ہے یا تو اس میں اصل (عرف کے لحاظ سے) یہ ہوگی کہ اس کو اندازے سے فروخت کیا جائے مثلاً زمین یا اس میں عرف کے لحاظ سے اصل یہ ہوگی کہ مقدار سے اس کی فروختگی کی جائے مثلاً کیل کے ذریعہ جیسے غلوں میں، اسی طرح وہ معلوم المقدار جو اس کے ساتھ ضم کی گئی ہے یا تو اس میں اصل یہ ہوگی کہ اس کو اندازے سے فروخت کیا جاتا ہے یا مقدار سے۔ جس چیز کو اندازے سے بیچا گیا ہے اگر اس میں اصل اندازے سے بیچنا ہو اور معلوم المقدار میں اصل یہ ہو کہ اس کو کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہو جیسے زمین کو اندازے سے بیچا گیا اور اس کے ساتھ غلے کو باپ کے حساب سے فروخت کیا گیا، تو اس صورت میں بیع صحیح ہوگی، اس لئے کہ ہر ایک کی اپنی اصل پر بیع ہوئی ہے۔

(۱) جامع الصغیر علی الخرشنی ۳۱/۵۔

بیع جزاف ۱۰-۱۱

ہوگا^(۱)۔

میں اتفاق پیدا کرنا محال ہے۔

شافعیہ کے یہاں دوسرا قول یہ ہے کہ اشارہ کو غالب قرار دیتے ہوئے بیع صحیح ہے^(۱)۔

حنا بلہ کے نزدیک: اگر کہے: میں نے اس ڈھیر کو اور اس دوسرے ڈھیر سے ایک قفیز کو دس درہم میں فروخت کیا تو صحیح ہے۔ لیکن اگر کہے: میں نے یہ ڈھیر ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے فروخت کیا، اس شرط کے ساتھ کہ میں تمہیں اس دوسرے ڈھیر میں سے ایک قفیز مزید دے دوں گا تو صحیح نہیں، انہوں نے کہا: کیونکہ اس صورت میں تفصیل کرنے پر ثمن مجہول ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ ”ایک قفیز اور کچھ چیز“ ایک درہم میں ہو جائے گی، اور ”کچھ چیز“ کو وہ دونوں نہیں جانتے، اس لئے کہ وہ دونوں ڈھیر میں قفیزوں کی مقدار سے ماوافق ہیں^(۲)۔

بیع کا طے شدہ مقدار سے کم یا زائد نکلنا:

۱۱- جس نے نلہ کا ڈھیر اس شرط پر سو درہم میں خرید اکہ وہ سو قفیز ہے۔ اور اس کو کم یا زائد پایا، اور جس نے کپڑا دس درہم میں اس شرط کے ساتھ خرید اکہ وہ دس ذراع ہے، یا زمین سو درہم میں اس شرط پر خریدی کہ وہ سو ذراع ہے اور اس کو کم یا زیادہ پایا تو جمہور کے نزدیک اس صورت میں بیع صحیح ہوگی، خواہ عقد میں طے شدہ مقدار سے بیع کم نکلے یا زیادہ۔

شافعیہ کے یہاں اس صورت میں بیع باطل ہے جبکہ بائع کہے: میں نے یہ ڈھیر، ہر صاع ایک درہم میں فروخت کر دیا، اس شرط کے ساتھ کہ میں اس دوسرے ڈھیر میں سے ایک قفیز مزید دوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجمالی اور تفصیلی ثمن میں جہالت پیدا ہو رہی ہے، یہ ایسے ہی ہو گیا کہ اس نے ایک صاع اور کچھ ایک درہم میں فروخت کیا، اور ”کچھ“ غیر معروف ہے، اس لئے کہ ڈھیر میں کتنے صاع ہیں یہ معلوم نہیں ہے^(۳)۔

خواہ بیع کپڑا یا زمین ہو جو مذروعات (بیائش کی جانے والی چیزوں) میں سے ہے یا اناج کا ڈھیر ہو جو مکیلات (ناپی جانے والی چیزوں) میں سے ہے۔

اس مسئلہ میں حنفیہ کے یہاں ہمیں تفصیل نہیں ملی۔

حنا بلہ کے یہاں ایک روایت یہ ہے کہ بیع باطل ہوگی، اگر بیع زمین یا کپڑا ہو، اس لئے کہ ان دونوں کے وصف میں خلل پیدا ہو گیا ہے، کیونکہ فروخت کرنے والے کو زیادتی کے سپرد کرنے پر مجبور کرنا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی خریدار کو بعض کے لینے پر مجبور کرنا ممکن ہے، اس لئے کہ اس نے سارا خرید لیا ہے، جس طرح ان دونوں کو قدر زائد میں شریک ہونے پر مجبور کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ شرکت کی وجہ سے ضرر ہوگا۔

۱۰- اگر ”یہ ڈھیر“ یا کوئی اور چیز (مثلاً ریوڑ) سو درہم میں، ہر صاع یا ہر راس یا ہر ذراع ایک درہم میں فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی، بشرطیکہ بیع سونٹے، اس لئے کہ اجمال و تفصیل میں اتفاق ہے، لہذا غریب جہالت نہیں۔ اور اگر سونہ نکلے، مثلاً کم یا زیادہ ہو تو شافعیہ کے یہاں ”صحیح قول“ یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ اجمالی اور تفصیلی ثمن

فی الجملہ فقہاء متفق ہیں کہ سابقہ صورت میں زیادتی کی حالت میں بیچنے والے کے لئے خیار اور نقصان کی حالت میں خریدار کے لئے خیار ثابت ہے۔

(۱) سابقہ جوالہ۔

(۲) المغنی ۳/۱۳۳۔

(۳) المجموع ۸/۳۱۳۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۳/۹۹۔

بیع جزاف ۱۱

جس چیز کی فروختگی اندازے سے ہو رہی ہو اگر وہ مذروعات میں سے ہو مثلاً کپڑا اور زمین اور کپڑا اس مقدار سے کم ہے جس پر دونوں کا اتفاق ہوا تھا تو حنفیہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ موجودہ زمین یا کپڑے کو سارے ٹمن میں لے یا بیع کو چھوڑ دے، اور خریدار کا اختیار اس صورت میں ساقط نہیں ہوگا جبکہ بائع نقص کے بقدر ٹمن کم کر دے۔

حنابلہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ موجودہ کو اس کے حصہ ٹمن میں لے یا بیع کو ترک کر دے۔

اگر ظاہر ہوا ہو کہ بیع طے شدہ مقدار سے زائد ہے تو حنفیہ کی رائے ہے کہ زیادتی اسی ٹمن میں خریدار کے لئے ہے، اس لئے کہ ”ذرع“ وصف کی طرح ہے، اور اوصاف کے بالمقابل کچھ ٹمن نہیں ہوتا اور بائع کو اختیار نہیں ہوگا۔

حنابلہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ بائع کو اختیار ہے۔

حنابلہ کے یہاں ان کے مذہب میں کچھ تفصیل ہے:

ان کی رائے ہے کہ فروخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ زیادتی کے ساتھ بیع سپرد کرے یا مقررہ مقدار سپرد کرے۔ اگر سارے کو سپرد کرنے پر راضی ہو جائے تو خریدار کو اختیار حاصل نہیں، اس لئے کہ بائع نے خریدار کے لئے اضافہ خیر کیا ہے۔ اور اگر زیادتی کے ساتھ سپرد کرنے سے انکار کرے تو خریدار کو اختیار ہے کہ بیع کرے یا سارا مقررہ ٹمن اور زائد کی قیمت دے کر لے لے۔

اگر لینے پر راضی ہو جائے تو دس ذراع کو لے گا، اور ایک ذراع میں بائع اس کا شریک ہوگا۔

بائع کو بیع کا اختیار دینے میں دو قوال ہیں:

اول: اس کے لئے بیع کا اختیار ہے، اس لئے کہ شرکت میں اس کا ضرر ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ نے مذروعات مثلاً کپڑا اور زمین، اور مکملات مثلاً نلہ کا ڈھیر، کے درمیان حکم میں فرق کیا ہے، لیکن شافعیہ ان دونوں کے درمیان حکم میں فرق نہیں کرتے، البتہ علی الاطلاق جس کا ضرر ہوا اس کے لئے اختیار ثابت کرتے ہیں۔

لہذا اس صورت میں جبکہ بائع کا ڈھیر سو درہم میں اس شرط کے ساتھ خریدار کو وہ سوتفیز ہے، اور اس کو کم پایا تو حنفیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے: اگر چاہے تو موجودہ بائع کو اس کے حصہ ٹمن کے بدلے لے لے، اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے، اس لئے ٹمن مثلاً بیع (کیلی ہو یا وزنی) کے اجزاء پر منقسم ہوتا ہے اور خریدار اس سے راضی نہیں، اس لئے کہ جس پر عقد ہوا ہے وہ اس سے کم ہے اور اسی وجہ سے اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو موجود چیز کو اس کے حصہ ٹمن کے بدلے لے لے اور اگر چاہے تو اس کو فسخ کر دے، اس لئے کہ اس نے بیع کو ناقص پایا۔

حنابلہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اس کو بیع کا اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ مقدار کی کمی باقی کیل میں عیب نہیں۔

شافعیہ کے نزدیک خریدار کو اختیار ہے کہ موجود چیز کو پورے مقررہ ٹمن میں لے یا فسخ کر دے۔

اگر ڈھیر کو طے شدہ مقدار سے زائد پائے تو خریدار زیادتی بائع کو واپس کر دے، اس لئے کہ زیادتی کی وجہ سے بائع کا ضرر ہے، نیز اس لئے کہ بیع مقدار معین پر ہوئی ہے، لہذا جو اس سے زائد ہو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔ یہ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔

شافعیہ کے نزدیک بیچنے والے کے لئے اختیار ثابت ہے، اور اس کا اختیار اس صورت میں بھی ساقط نہ ہوگا جبکہ خریدار بائع سے کہے: تم فسخ نہ کرو، میں قدر مشروط پر ہی قناعت کروں گا یا میں تمہیں زائد کا ٹمن دے دوں گا۔

بیج جزاف ۱۱

اس لئے کہ اگر وہ سارے ثمن میں لے تو وہ ہر ذراع ایک درہم میں لینے والا نہیں ہوا۔ اور اگر اس کو زائد پائے تو اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو سارے کو ہر ذراع ایک درہم کے حساب سے لے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے، کیونکہ جب اس کے لئے پیمائش میں زیادتی ہوئی ہے تو ثمن کا اضافہ اس پر لازم ہوگا، لہذا یہ ایسا نفع ہے جس میں ثانیہ ضرر ہے، اس لئے اس کو زیادتی کے لینے اور فسخ بیج کے درمیان اختیار دیا جائے گا^(۱)۔

دوم: اس کے لئے اختیار نہیں، اس لئے کہ وہ سارے کو اس ثمن میں فروخت کرنے پر راضی ہے۔ جب اس کے پاس ثمن پہنچ گیا اور ساتھ ہی اس کا ایک حصہ اس میں باقی ہے تو یہ اس کی رضامندی کے مطابق ثمن پر اضافہ ہے، اس لئے اس اضافہ کی وجہ سے وہ فسخ کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر بائع اس اضافہ کو ثمن لے کر خریدار کو دینا چاہے یا خریدار ثمن کے ذریعہ اس کا مطالبہ کرے تو دوسرے پر اس کا قبول کرنا لازم نہیں۔ اس لئے کہ یہ معاوضہ ہے جس میں دونوں کی رضامندی کا اعتبار ہے، لہذا اس پر کسی ایک کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

مذروعات اور مکیلات کے درمیان فرق کی وجہ یہ ہے کہ مکیلات پر عقد میں متفق علیہ "قدر" ہے جبکہ مذروعات میں "وصف" ہے۔ قدر (مقدار) کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے جبکہ وصف بیج کے تابع ہوتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں کچھ ثمن نہیں ہوتا، اسی وجہ سے وہ بیج کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے لے گا اگر متفق علیہ مقدار فوت ہو جائے، اور بیج کو سارے ثمن میں لے گا اگر وصف متفق علیہ فوت ہو جائے، لہذا اگر فروخت کرنے والا کہے: میں نے تمہارے ہاتھ کپڑا سو درہم میں اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ سو ذراع ہے، اور ہر ایک ذراع ایک درہم میں ہے اور اس کو ناقص پایا۔ تو خریدار کو اختیار ہے کہ اس کے حصہ ثمن کے بدلے لے میں لے لے اور اگر چاہے تو اس کو ترک کر دے۔

اس لئے کہ وصف اگرچہ بیج کے تابع ہے لیکن وہ اصل بن گیا ہے، اس لئے کہ مستقل طور پر اس کے لئے ثمن کا ذکر کیا گیا ہے، لہذا ہر ذراع کو مستقل کپڑے کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

(۱) بیج القدر ۱/۵، ۳، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲،

بیج الحاضر للبادی ۱-۳

سے کی ہے۔ اور ”عمودی“، ”بدوی“ کے معنی میں ہے اور عمود کی طرف منسوب ہے، اس لئے کہ بدوی خیموں میں رہتے ہیں^(۱)۔
لیکن حنابلہ نے ”بدوی“ کے لفظ کو بادیہ میں مقیم اور شہر میں داخل ہونے والے غیر شہری کے لئے شامل مانا ہے، خواہ وہ بدوی ہو یا قریہ کا رہنے والا یا دوسرے شہر کا ہو^(۲)۔

یہی مالکیہ کے یہاں ایک قول ہے^(۳)۔

۲- ”بیج الحاضر للبادی“ سے مراد جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شہری بدوی کے سامان کو فروخت کرنے کی ذمہ داری لے لے یعنی شہری فروخت کرنے والے بدوی کا دلال بن جائے۔

حلوانی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ شہری دلال دیہاتی کو فروخت کرنے سے یہ کہتے ہوئے روک دے کہ تم خود بیع نہ کرو، مجھے اس کا زیادہ علم ہے، اور وہ اس کا وکیل بن جائے، اور اگر اس قیمت میں فروخت کرے، اگر وہ دیہاتی کو خود سے فروخت کرنے کے لئے چھوڑ دیتا تو لوگوں کے لئے وہ سامان سستا پڑتا^(۴)۔

لہذا یہ بیع شہری کی شہری سے دیہاتی کی نیابت میں گراں قیمت میں ہوتی۔

اس تشریح کے مطابق: ”لابیع حاضر لباد“ میں لام اپنی حقیقت یعنی تعلیل پر ہوگا جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں۔

۳- بعض حنفیہ مثلاً صاحب ”الہدایہ“ کی رائے ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ شہری اپنا سامان بدوی کے ہاتھ گراں ثمن کی لالچ میں

بیج الحاضر للبادی

تعریف:

۱- حاضر: بادی کی ضد ہے، اور حاضر بادی کی ضد ہے^(۱)۔

حاضر: جو اہل حضر میں سے ہو اور وہ ”حاضرہ“ کا باشندہ ہے۔ اور حاضرہ: شہر، گاؤں اور ”ریف“ کو کہتے ہیں، اور ”ریف“ وہ زمین ہوتی ہے، جس میں عام طور پر کھیتی اور سبزہ ہو۔

شلمی نے کہا: حاضر کا معنی ہے: شہروں اور گاؤں میں رہنے والا، اور ”بادی“ بادیہ میں رہنے والا، اور ”بادیہ“ شہر، گاؤں اور ”ریف“ کے علاوہ کو کہتے ہیں۔ فرمان باری ہے: ”وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ“^(۲) (اور اگر حملہ آور پھر آجائیں تو یہ چاہیں گے کہ وہ دیہات میں بدوؤں کے درمیان ہوں) یعنی وہاں مقیم ہوں۔ اور شلمی نے کہا: اس سے مراد بادیہ میں اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ ”اور حاضرہ“ کی طرف نسبت کے لئے ”حضری“ اور ”بادیہ“ کی طرف نسبت کے لئے ”بدوی“ کہا جاتا ہے^(۳)۔

بعض مالکیہ نے اس بیع کی تعبیر ”بیع حاضر لعمودی“ کے الفاظ

(۱) الشرح الکبیر للدرر ۶۹، ۳، القوانین الفقہیہ ۱۷۱۔

(۲) المغنی ۲۷۹، ۳، کشاف القناع ۱۸۳، ۳۔

(۳) ابن جزئی نے القوانین الفقہیہ ۱۷۱ میں صیغہ تفسیر ”قیل“ کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۴) فتح القدیر ۱۰۷، ۱، رد المحتار ۱۳۳، ۳، الشرح الکبیر للدرر ۶۹، ۳، القوانین الفقہیہ ۱۷۱، ۱، تحفۃ المحتاج ۳۰۹، ۳، ۱۰، ۳، المغنی ۲۷۹، ۳۔

(۱) مختار الصحاح مادة ”حضر“۔

(۲) سورۃ احزاب ۲۰۔

(۳) شرح لکلی علی المصباح معجمیہ تعلیو بی عمیرہ ۱۸۲، ۲، ۱۸۳، تحفۃ المحتاج ۳۰۹، ۳، رد المحتار ۱۳۳، ۳، حاشیہ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۶۸، ۳۔

بیع الحاضر للبادی ۴

اس بیع سے ممانعت:

۴- اس بیع کی ممانعت میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تعلقوا الرکبان، ولا بیع بعضکم علی بیع بعض، ولا تناجشوا، ولا بیع حاضر لباد، ولا تصرؤا الغنم“ (۱) (تافلہ سے بیع کے لئے نہ ملو، کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، بیع میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ بولو بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، اور بکریوں کا دودھ تھن میں اکھٹا نہ کرو)۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں فرمان نبوی ہے: ”لا بیع

حاضر لباد، دعوا الناس، یرزق اللہ بعضهم من بعض“ (۲) (بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، بلکہ لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے رزق دیتا ہے)۔

حضرت انسؓ کی حدیث ہے: ”نہینا أن بیع حاضر لباد،

وإن كان أخاه و أباه“ (ہمیں منع کیا گیا کہ بستی والا باہر والے کا مال فروخت کرے اگر چہ وہ اس کا بھائی یا باپ ہو)۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں ”وإن كان أخاه لأبیه و أمه“ (۳) (اگر چہ اس کا حقیقی بھائی ہو) ہے۔

(۱) حدیث حضرت ابو ہریرہؓ ”لا تعلقوا الرکبان ولا بیع بعضکم علی بیع بعض.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۶۱ طبع استنبول) اور مسلم (۱۱۵۵/۲ طبع مجلس) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) حدیث حضرت ابن عباسؓ: ”لا بیع حاضر لباد، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض“ کی روایت مسلم (۱۱۵۷/۲ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۳) حدیث حضرت انسؓ: ”نہینا أن بیع حاضر لباد، وإن كان أخاه و أباه“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۷۳ طبع استنبول) اور مسلم (۱۱۵۸/۲ طبع مجلس) نے کی ہے دوسرے حصے کی روایت صرف مسلم نے کی ہے۔

فروخت کرے، تو اس سے منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ اس میں شہریوں کو ضرر پہنچانا ہے (۱)۔ اور اس تشریح کے مطابق: ”لا بیع حاضر لباد“ میں لام ”من“ کے معنی میں ہوگا۔ جیسا کہ باہر ترقی کہتے ہیں (۲)۔ یہ ان لوگوں کی تشریح ہے جنہوں نے کہا کہ ”حاضر“ مالک ہے اور ”بادی“ خریدار ہے۔

خیر الدین ربلی نے کہا: اس تشریح کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو ”الفصول العمدیہ“ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر بدوی کوفہ میں آئیں، اور اناج کا ذخیرہ وہاں سے لیتا چاہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ شہر والے ذخیرہ اندوزی کے لئے خریدنے سے منع کرتے ہیں، تو یہ بدرجہ اولیٰ ہے (۳)۔

حنفیہ میں سے حنفی نے صراحت کی ہے (۴) کہ صحیح جیسا کہ ”الجبلی“ میں ہے، یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد دلال اور بائع ہیں اور یہی پہلی تشریح ہے جس پر جمہور ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

اول: یہی تشریح بعض روایات میں حدیث کے آخری لکڑے سے ہم آہنگ ہے، جو یہ ہے: ”دعوا الناس، یرزق اللہ بعضهم من بعض“ (۵) (لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ رزق دیتا ہے ایک کو دوسرے سے)۔

دوم: یہ لام کے ساتھ متعدی ہے، ”من“ کے ساتھ نہیں۔ لہذا حنفیہ کا مذہب اس حدیث کی تشریح میں جمہور کی طرح ہوگا (۶)۔

(۱) الہدایہ مع شروح ۱۰۷/۶، الدر المختار ۳/۳۳۲۔

(۲) شرح الخنایہ علی الہدایہ ۶/۱۰۸۔

(۳) رد المختار ۳/۳۳۲، نیز اس تشریح کے بارے میں دیکھئے: تبیین الحقائق مع جامعہ العلمی ۳/۶۸۔

(۴) اہم صباغ لمیر مادۃ ”بیع“ رد المختار ۳/۳۳۳۔

(۵) حدیث کی تخریج فقہ ۱۰/۳۳ میں آئے گی۔

(۶) الدر المختار رد المختار ۳/۳۳۲، ۳۳۳۔

بیع الحاضر للبادی ۵-۹

چیزوں کو صرف بدویوں کے ہاتھ گراں قیمت میں فروخت کرے
(۱)۔

ممانعت کی قیود:

جمہور فقہاء نے بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کو مختلف شرائط اور
قیود سے مقید کیا ہے مثلاً:

۷- بدوی جو سامان لے کر آ رہا ہے اس کی عمومی ضرورت ہو، خواہ وہ
کھانے پینے کی چیز ہو یا دوسری کوئی چیز، لہذا جس چیز کی ضرورت
وحاجت شاذومادر پڑتی ہو، وہ اس ممانعت کے تحت داخل نہیں
ہوگی (۲)۔

۸- یہ کہ بدوی کا مقصد نوری بیع کرنا ہو، یعنی جس کو اس دن کے
نرخ پر بیع کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہذا اگر اس کا مقصد رفتہ
رفتہ بیچنا ہو اور اس سے شہری نے درخواست کی کہ اس کے سپرد کر دے
تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے لوگوں کو ضرر نہیں
پہنچایا، اور مالک کو اس سے روکنے کی کوئی وجہ نہیں (۳)۔

بیدونوں شرطیں شافعیہ اور حنابلہ کی ہیں۔

۹- یہ کہ نوری بیع کے مقابلہ میں اس کی مدت کا بیع زیادہ قیمت
میں ہو، جیسا کہ بعض شافعیہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کہا:
اس لئے کہ اگر شہری بدوی سے بیع کرے کہ اس مال کی مدت کا بیع
بیع اس دن کے نرخ پر کرنے کے لئے اس کے سپرد کرے، تو یہ چیز
بدوی کو اس سے موافقت کرنے پر آمادہ نہ کرے گی، لہذا یہ تنگی پیدا

بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کی علت:

اس ممانعت کی علت فقہاء کے یہاں مختلف فیہ ہے:

۵- الف۔ پہلی تشریح کے مطابق جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس
ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس بیع کے نتیجے میں شہر والوں کا نقصان
ہوگا (۱)، لوگوں پر تنگی ہوگی (۲) اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے
ہاتھ ستے دام میں فروخت کریں (۳)۔

ابن القاسم نے کہا: اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف نہیں کہ
بیع الحاضر للبادی سے ممانعت شہر والوں کے نفع ہی کے لئے
ہے (۴)، اس لئے کہ اگر بدوی کو اپنا سامان فروخت کرنے دیا
جائے تو لوگ اس کو ستے دام میں خریدیں گے، اور ان کے لئے
نرخ میں سہولت ہوگی۔ لیکن اگر شہری اس کو بیچنے کی ذمہ داری لے
لے، اور شہر کے نرخ سے کم پر فروخت نہ کرے تو شہر والوں کے لئے
تنگی ہوگی، حضور ﷺ نے اپنی تعلیل میں اسی وجہ کی طرف اشارہ
فرمایا ہے (۵)۔

۶۔ بعض حنفیہ مثلاً مرغینانی (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا) اور کاسانی اسی
طرح ترمناشی (بظاہر دوسری تشریح کی بنیاد پر) کی رائے ہے کہ اس
ممانعت کی علت شہر والوں کو ستے دام کے علاوہ ایک دوسری جہت
سے ضرر پہنچانا ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر والے قحط اور محتاجی کی حالت
میں ہوں، ناج اور چارے کی ضرورت ہو۔ اس کے باوجود شہری ان

(۱) تبیین الحقائق ۶۸/۳۔

(۲) شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳۷۳/۷۔

(۳) حامیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للذہبی ۶۹/۳۔

(۴) حامیہ الصدوی علی شرح لخرشی ۸۲/۵۔

(۵) المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

(۱) بدائع الصنائع ۲۳۲/۵، الہدایہ مع شروح ۱۰۷/۶، الدر المختار ۱۳۲/۳،

تبیین الحقائق ۶۸/۳۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳۰۹/۳، شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، المغنی ۲۸۰/۳،

کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

(۳) شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

بیع الحاضر للبادی ۱۰-۱۳

۱۱- حنا بلہ کی شرط ہے کہ بدوی سامان لے کر آئے اور اس کو فروخت کرنے کے لئے آئے، اس لئے کہ اگر اس کو ذخیرہ کرنے یا کھانے کے لئے لائے اور شہری اس کے پاس جا کر اس کو فروخت کرنے پر آمادہ کر لے تو یہ کشادگی اور سہولت پیدا کرنا ہے، تنگی پیدا کرنا نہیں (۱)۔

۱۲- مالکیہ کی شرط ہے کہ بیع شہری کے ہاتھ ہو، لہذا اگر شہری (بدوی کا مال) اسی جیسے بدوی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز ہے، اس لئے کہ بدوی ان سامانوں کے نرخ سے ناواقف نہیں ہوگا، اس لئے ان کے نرخ پر ہی لے گا، خواہ اس نے شہری سے خریدنا ہو یا بدوی سے، لہذا شہری کا اس کے ہاتھ فروخت کرنا بدوی کا بدوی کے ہاتھ فروخت کرنے کے درجہ میں ہے (۲)۔

۱۳- حنا بلہ کی شرط ہے کہ بدوی کے پاس نرخ سے واقف شہری جائے، لہذا اگر بدوی خود شہری کے پاس جائے، تو تنگی پیدا کرنے میں شہری کا کوئی اثر نہیں ہوگا (۳)۔

اگر ممانعت کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو بیع الحاضر للبادی ان لوگوں کے نزدیک حرام نہ ہوگی (۴)، جو اس شرط کے قائل ہیں۔
۱۴- حنفیہ جن میں سے بعض نے ممانعت کی صورت یہ بیان کی ہے کہ شہری امانج یا چارہ بدوی کے ہاتھ زیادہ ٹمن کی لالچ میں فروخت کرے، انہوں نے تحریم کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ اس بیع سے اہل شہر کا نقصان ہو، یعنی ان کے یہاں امانج اور چارے کی قلت ہو۔ لیکن اگر ان کے یہاں سرسبزی اور کشادگی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ ضرر نہیں ہے (۵)۔
حصکمی کی عبارت یہ ہے: یہ قیوط

کرنے کا سبب نہیں، برخلاف اس صورت کے جبکہ اس سے گراں قیمت میں فروخت کرنے کے لئے درخواست کرے تو بسا اوقات یہ زیادتی اس کو اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے جس کے نتیجے میں تنگی ہوگی (۱)۔

۱۰- بدوی نرخ سے ناواقف ہو (۲)، اس لئے کہ اگر بدوی کو اس کا علم ہوگا تو شہری اس کو اس سے زیادہ نہ دے گا (۳)، اور ممانعت اس وجہ سے بھی ہے تاکہ وہ لوگوں کے ہاتھ سے دام میں فروخت کریں، اور یہ علت اسی وقت پائی جائے گی جبکہ بدوی نرخ سے ناواقف ہوں، اور اگر ان کو نرخ کا علم ہو تو وہ ان کو ان کی قیمت ہی میں فروخت کریں گے جیسا کہ شہری نرخ کرے گا، اس لئے شہری کی بیع اس صورت میں بدویوں کی بیع کے درجہ میں ہوگی (۴)۔ یہ شرط مالکیہ اور حنا بلہ کی ہے۔

تاہم خثی نے ممانعت کو مطلق رکھا ہے، خواہ بدوی نرخ سے ناواقف ہو یا واقف ہو (۵)۔

مالکیہ کے یہاں معتمد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے: عدوی کے یہاں معتمد نرخ سے ناواقف ہونے کی شرط ہے (۶) اور ابن جزئی نے اسی کی صراحت کی ہے (۷)۔ دوسروں کے نزدیک معتمد (جیسا کہ دسوقی نے نقل کیا ہے) اطلاق ہے (۸)۔

(۱) حامیۃ الجمل علی شرح الحج ۸۶/۳۔

(۲) شرح الکبیر للردی بحامیۃ الدسوقی ۶۹/۳، المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

(۳) کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

(۴) حامیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر للردی ۶۹/۳۔

(۵) شرح الخثری ۸۳/۵۔

(۶) حامیۃ الصدوی علی شرح الخثری ۸۳/۵۔

(۷) القوانین العظیمیہ ص ۱۷۱۔

(۸) حامیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر للردی ۶۹/۳۔

(۱) کشاف القناع ۱۸۲/۳، المغنی ۲۸۰/۳۔

(۲) شرح الکبیر للردی بحامیۃ الدسوقی ۶۹/۳۔

(۳) کشاف القناع ۱۸۲/۳۔

(۴) ساہتہ مراجع۔

(۵) بدائع الصنائع ۲۳۲/۵۔

بیع الحاضر للبادی ۱۵-۱۶

ممانعت تحریم کے لئے ہے، لہذا اس کے علم کے باوجود اس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوگا، تاہم بیع صحیح ہوگی (۱)۔

ب۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع صحیح ہوگی، اس میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، اور یہ کہ ممانعت ابتداء اسلام کے ساتھ خاص ہے جب مسلمانوں پر تنگی تھی، امام احمد نے کہا: ایسا ایک مرتبہ ہوا تھا (۲)۔

ج۔ مالکیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں مذہب اور ”ظہر“ یہ ہے کہ بیع حرام ہے، اور باطل و فاسد بھی ہے جیسا کہ خرقی نے اس کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت ممنوع کے فساد کی متقاضی ہے (۳)۔

اسی طرح بہوتی نے اس کی صراحت اپنے اس قول سے کی ہے کہ وہ حرام ہوگی صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی ممانعت باقی ہے (۴)۔ امام احمد سے اس بیع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اس کی بیع کو رد کرتا ہوں (۵)۔ مالکیہ نے اس کے بارے میں تفصیل کرتے ہوئے یہ کہا ہے: اول: بیع فسخ ہوگی جب تک سامان موجود ہو، بیع یا عیب یا موت وغیرہ کے سبب فوت نہ ہوا ہو۔

دوم: اگر سامان فوت ہو چکا ہو تو اس ضمن کے ساتھ جس پر بیع ہوئی ہے بیع نافذ ہوگی۔ یہی معتمد ہے۔ ایک قول ہے کہ ”قیمت“ (مارکیٹ ریٹ) کے ساتھ نافذ ہوگی (۶)۔

ذیل میں اس بیع سے متعلق غیر حنفیہ کے یہاں بعض تفصیلی

اور محتاجی کی حالت کا حکم ہے، ورنہ نہیں، اس لئے کہ ضرر نہیں (۱)۔

۱۵۔ حنفیہ میں سے جنہوں نے ممانعت کی شکل یہ بیان کی ہے کہ شہری بدوی کا سامان فروخت کرے اور قیمت بڑھا دے اور یہی اصح ہے (۲)، انہوں نے اس کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ:

وہ سامان عام ضرورت و حاجت کا ہو مثلاً خوراک، لہذا اگر عام ضرورت کا نہ ہو یا خوراک کی کثرت ہو، اس کی ضرورت نہ ہو تو تحریم کے بارے میں تردد ہے (۳)۔

اور یہ کہ اہل شہر کو اس سے ضرر پہنچتا ہو (۴)۔

بیع الحاضر للبادی کا حکم:

۱۶۔ الف۔ جمہور فقہاء کے نزدیک وہ صحیح ہونے کے باوجود حرام ہے، بعض حنفیہ نے اس کی صراحت کی ہے (۵)۔ اور بعض حنفیہ نے اس کو ”کراہت“ سے تعبیر کیا ہے جو مطلق بولے جانے کی صورت میں تحریم کے معنی میں ہے، جیسا کہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے، اس کے باوجود جمہور کے نزدیک یہ بیع صحیح ہے جیسا کہ امام احمد سے یہ ایک روایت ہے۔ اور اس سے ممانعت فساد و بطلان کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق ذات بیع سے نہیں ہے، کیونکہ اس کا کوئی رکن مفقود نہیں ہے، اور نہ اس کا تعلق لازم ذات ہے، کیونکہ اس کی کوئی شرط مفقود نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ایک خارجی غیر لازم امر سے ہے مثلاً تنگی کرنا اور ایذا رسانی ہے (۶)۔ محلی نے کہا:

(۱) الدر المختار ۳/۳۲، الہدایہ فی بیع القدر ۶/۱۰۷۔

(۲) الدر المختار ۳/۳۲۔

(۳) حاشیہ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۳/۶۸۔

(۴) تبیین الحقائق حوالہ سابق، بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

(۵) حاشیہ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۳/۶۸، الدر المختار ۳/۳۲، الہدایہ مع شروح ۱/۱۰۸۔

(۶) شرح محلی علی المسماح مع حاشیہ اعلیٰ بی ۲/۱۸۲، نیز المغنی ۳/۲۸۰ سے موازنہ کریں۔

(۱) ساہتھ مراجع۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۰، الاضاف ۲/۳۳۳۔

(۳) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۴) کشاف القناع ۳/۱۸، المشرح الکبیر للذریع مع حاشیہ الدرستی ۳/۶۹۔

(۵) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۶) المشرح الکبیر للذریع مع حاشیہ الدرستی ۳/۶۹۔

بیع الحاضر للبادی ۱۷-۱۸

جزئیات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۷- اول: مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع کے فوت نہ ہونے کی شرط پر بیع کے فسخ کرنے کے ساتھ مالک، شہری اور بدوی ہر ایک کی تادیب کی جائے گی، اگر ان میں سے کوئی اس سے ناواقفیت کے سبب معذور نہ ہو یعنی وہ حرمت سے واقف ہو، جاہل کی تادیب نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ جبیل کے سبب وہ معذور ہے^(۱)۔

لیکن کیا مطلقاً تادیب ہوگی یا اگر وہ اس بیع کا عادی ہو تب ہوگی؟

اس سلسلہ میں مالکیہ کے یہاں دو اقوال ہیں^(۲)۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ تحریم سے واقف شخص گنہگار ہوگا جیسا کہ مالکیہ نے کہا، اسی طرح کوتاہی کرنے والا جاہل بھی گنہگار ہوگا اگرچہ وہ ایسا حکم ہو جو عموماً مخفی رہتا ہو۔ انہوں نے کہا: حاکم کو حق ہے کہ جو حکم عموماً مخفی نہ رہتا ہو اس کے ارتکاب پر تعزیر کرے، اگرچہ وہ ناواقف ہونے کا دعویٰ کرے۔ قلیوبی نے کہا: حرمت علم یا تقصیر کے ساتھ مقید ہے، اور تعزیر عدم خفاء کے ساتھ مقید ہے^(۳)۔

لیکن ائمہ شافعیہ میں سے قتال نے کہا: یہاں پر گناہ شہری پر ہوگا، بدوی پر نہیں، اور قتال کہتے ہیں کہ خریدار کو اختیار نہیں حاصل ہوگا^(۴)۔

پھر شافعیہ نے ہر ممنوع میں حرمت کے علم کی شرط کو عام رکھا ہے۔ ابن حجر نے کہا: یہاں اور تمام دوسری ممنوعات میں بھی ضروری ہے کہ وہ ممانعت سے واقف ہو یا اس کی واقفیت حاصل کرنے میں

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) حوالہ سابق، نیز فسخ و نفاذ دہب کے بارے میں دیکھئے شرح الخرشی مع حامیہ

العدوی ۵/ ۸۳۔

(۳) شرح المکملی مع حامیہ القلیوبی ۲/ ۱۸۲۔

(۴) شرح المکملی حوالہ سابق۔

کوتاہی کرنے والا ہو، جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور یہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ جو شخص کوئی کام کرے اس پر واجب ہے کہ اس سے متعلق وہ تمام چیزیں سیکھے جو کثرت سے واقع ہوتی ہیں^(۱)۔

۱۸- چونکہ نص بیع للبادی (بدوی کے لئے بیچنا) سے ممانعت کے بارے میں وارد ہے، اس لئے شراء للبادی (بدوی کے لئے خریدنا) کے بارے میں اختلاف ہے:

الف- مالکیہ کے مذہب میں نقد کے ذریعہ "شراء للبادی" یا سامان کے ذریعہ "شراء للبادی" کے درمیان تفصیل ہے۔

کچھ مالکیہ علی الاطلاق نقد اور سامان کے ذریعہ "شراء للبادی" (بدوی کے لئے خریدنے) کے جواز کے قائل ہیں یعنی وہ سامان نقد کے ذریعہ حاصل کرے یا بغیر نقد کے برابر ہے شیخ خلیل کے کلام کا ظاہر یہی ہے۔ خرشنی نے خریداری کے جواز کو ان سامانوں کے ساتھ خاص کیا ہے جن کو اس نے نقد ثمن دے کر حاصل کیا ہے، رہے وہ سامان جن کو اس نے بغیر نقد حاصل کیا تو بدوی کے لئے ان کے ذریعہ سامان خریدنا اس کے لئے ناجائز ہے۔ انہوں نے کہا: اس لئے کہ اس صورت میں وہی علت پائی جائے گی جو اس کے لئے بیع سے ممانعت میں ہے^(۲)۔

کچھ دوسرے مالکیہ نے کہا: ائمہ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے خریداری نقد ہی کے ذریعہ جائز ہے، سامان کے ذریعہ علی الاطلاق ناجائز ہے، ورنہ یہ اس کے سامان کو فروخت کرنا ہو جائے گا، اور یہ معتقد قول کے مطابق (جیسا کہ گزرا) علی الاطلاق ممنوع ہے، وسوقی نے اس کو "وجیہ" قرار دیا ہے^(۳)۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳۱۱۔

(۲) القوانين الفقہیہ ۱۷۱ کے ساتھ موازنہ کریں۔

(۳) المشرع المکبیر للامام الدرر مع حامیہ الدسوقی ۳۶۹، ۷۰، شرح الخرشی ۵/ ۸۳۔

بیع الحاضر للبادی ۱۹-۲۲

کہ بیع سے ممانعت اہل حضر کے لئے سہولت پیدا کرنا ہے، تاکہ ان کے لئے نرخ میں گنجائش رہے اور ضرر زائل ہو جائے، اور اس کے لئے خریدار کی صورت میں یہ چیز نہیں، اس لئے کہ اہل حضر کا ضرر نہیں، کیونکہ اہل بادیہ کے لئے غبن نہیں بلکہ یہ ان سے ضرر کو زائل کرنا ہے، اور شریعت کی نظر میں ساری مخلوق برابر ہے، شریعت نے اہل حضر سے دفع ضرر کے لئے حکم بتایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اہل بادیہ پر ضرر کو لازم کرے^(۱)۔

۲۱- سوم: یہاں ایک اور مسئلہ ہے جس کا تعلق ”بیع و شراء الحاضر للبادی“ سے ہے، وہ یہ کہ اگر شہری بدوی کو مشورہ دے، خود اس کے لئے بیع نہ کرے تو:

ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک اور لیث نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے^(۲)۔

شافعیہ نے کہا: اس کو ذخیرہ کرنے یا بیع کرنے کی ہدایت دینے کے وجوب کے بارے میں دو قول ہیں: وجہ تریہ ہے کہ اس کو ہدایت دینا واجب ہے^(۳)، کیونکہ اس کے حق میں بہتر کا مشورہ دینا واجب ہے۔

ابن قدامہ نے ہی نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، اوزاعی اور ابن المنذر نے اس کی اجازت دی ہے۔

ابن قدامہ نے کہا: قول صحابی حجت ہے اگر اس کے برخلاف ثابت نہ ہو^(۴)۔

۲۲- چہام: مالکیہ میں سے ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ بدوی کو نرخ بتانا اس کے لئے بیع کرنے کی طرح ہے، لہذا ناجائز ہے^(۵)۔

۱۹- ب۔ اس کی وجہ سے گنہ گار قراقرم اردینے میں بھی شافعیہ کے مذہب میں تردد ہے، لہذا اگر کوئی بادیہ سے خریدنے کے لئے آئے، اور کوئی شہری اس کے سامنے آکر اس کے لئے سستے دام میں خریدنے کی پیشکش کرے تو:

(۱) ابن یونس نے کہا: یہ حرام ہے، اور اذریعی کی تحقیق ہے کہ وہ قطعاً طور پر گنہ گار ہے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ ابن حجر نے کہا: بیع پر قیاس کرنا ہے، شروانی نے کہا: معتمد یہی ہے۔ البتہ انہوں نے یہ قید لگائی ہے کہ ثمن عام ضرورت کی چیز ہو۔ ممانعت کا قول حنابلہ میں سے ابن ہانی نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲) متاخرین کی ایک جماعت کے نزدیک مختار یہ ہے کہ خریداری میں گناہ نہیں ہے، انہوں نے بدوی کے لئے بیچنے اور خریدنے کے درمیان تفریق کرتے ہوئے کہا کہ خریداری اکثر نقد کے ذریعہ ہوتی ہے اور یہ عام ضرورت کی چیز نہیں ہے۔

(۳) جبکہ ابن حجر نے دونوں قول میں تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے قول اول (گنہ گار ہونے) کو اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ خریداری ایسے سامان کے ذریعہ ہو جو عام ضرورت کا ہو، اور گنہ گار نہ ہونے کے قول کو اس کے خلاف پر محمول کیا یعنی اس صورت پر جبکہ خریداری ایسے سامان کے ذریعہ ہو جس کی عام ضرورت نہیں^(۱)۔

۲۰- ج۔ بادیہ والے کے لئے خریدنے کے بارے میں حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے، اس کے بارے میں صرف ایک روایت ہے^(۲)، اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کے الفاظ خریداری کو شامل نہیں ہیں اور نہ ہی خریداری میں وہ بات ہے جو فروختگی میں ہے، اس لئے

(۱) تحفۃ المحتاج مع حاشیہ اشروانی ۳/۳۱۱، الانصاف ۳/۳۳۵۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۰، کشاف القناع ۳/۱۸۲، الانصاف ۳/۳۳۵۔

(۱) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۲) ساہتہ مراجع۔

(۳) حاشیہ اشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۰۔

(۴) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۵) القوانین الفقہیہ ۱/۱۷۱۔

بیع الحصاة ۱-۵

ب۔ شافعیہ نے اس کی تشریح میں کہا: ان کپڑوں میں سے جس پر کنگری پڑے وہ میں نے تمہیں فروخت کر دیا (۱)۔

ج۔ حنابلہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے: فروخت کرنے والا کہنے یہ کنگری مارو جس کپڑے پر کنگری پڑے گی، وہ اتنے دام میں تمہارا ہے (۲)۔

فروخت کنندہ کنگری پھینکے یا خریدار دونوں میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ عمیرہ برسی کہتے ہیں (۳)۔

۳۔ اس نوعیت کی بیع کی ایک اور تشریح ہے، وہ یہ کہ بائع خریدار سے کہے: میرے کھڑے ہونے یا فلاں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے یہ کنگری جہاں تک پہنچے وہ زمین میں نے تمہیں اتنے دام میں فروخت کر دی۔ مالکیہ اور حنابلہ نے اس تشریح کی صراحت کی ہے۔ اول الذکر (مالکیہ) نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ بیع لازمی طور پر ہو (۴)۔

۴۔ شافعیہ کے یہاں ایک اور تشریح ہے: وہ یہ کہ فروخت کرنے والا کہے: جب میں یہ کنگری پھینک دوں تو یہ کپڑا تمہارے ہاتھ میں دس میں فروخت ہو گیا۔ یعنی پھینکنے کو صیغہ بیع قرار دے (۵)۔

۵۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں اس کی ایک چوتھی تشریح یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار سے کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ سامان اتنے دام میں اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ جب میں یہ

بیع الحصاة

تعریف:

۱۔ بیع الحصاة: پتھر پھینک کر بیع کرنا، اس کا عرف دور جہالت میں تھا (۱)۔ اس سے ممانعت وارد ہے، اور وہ ”نبی عن الغرر“ کی حدیث میں ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع الحصاة، وعن بیع الغرر“ (۲) (نبی اکرم ﷺ نے بیع الحصاة اور بیع الغرر سے منع فرمایا ہے)۔ فقہاء اس کی تفسیر کے بارے میں مختلف ہیں۔

۲۔ حنفیہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ کنگری پھینکے، جہاں کچھ کپڑے رکھے ہوں جس کپڑے پر کنگری پڑ جائے، بلاتامل اور بغیر دیکھے ہوئے وہی بیع ہو جائے۔ اور اس کے بعد اختیار نہ ہو (۳)۔

حدیث کی یہ تشریح تمام فقہاء مذاہب نے ذکر کی ہے:

الف۔ مالکیہ نے کہا: وہ ایسی بیع ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر کنگری پڑ جائے گی اس پر بیع لازم ہوگی، کنگری پھینکنے والا کسی معین شی کا قصد نہ کرے (۴)۔ درویر نے اسے اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے کہ کپڑے اور سامان باہم ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔

(۱) لسان العرب مادة ”حسی“۔

(۲) حدیث: ”نہی عن بیع الحصاة، و عن بیع الغرر.....“ کی روایت مسلم (۱۱۵۳/۲) طبع مجلسی نے کی ہے۔

(۳) رد المحتار ۱۰۹، تبیین الحقائق ۳۸، فتح القدیر ۵۵/۶۔

(۴) شرح الکبیر للدرر بحیة الدسوقی ۵۷/۳۔

(۱) شرح مجلسی علی الصہاح ۱۷۶/۲۔

(۲) کشاف القناع ۳۱۶، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳۲۸، ۲۹۔

(۳) حاشیہ عمیرہ علی المشرح مجلسی ۱۷۷/۲۔

(۴) المشرح الکبیر للدرر مع حاشیة الدسوقی ۵۶/۳، کشاف القناع ۱۹۷/۳،

المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳۲۹۔

(۵) شرح مجلسی علی الصہاح ۱۷۶/۲، ۱۷۷۔

بیع الحصاصۃ ۶-۱۰

ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لیکن اگر اس بیع میں ثمن کا ذکر نہ ہو تو فساد ثمن کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا، اگر اس سے سکوت ہو، اس لئے کہ ان کے یہاں طے ہے کہ ثمن کی نفی کے ساتھ بیع باطل اور ثمن سے سکوت کے ساتھ فاسد ہے^(۱)۔

اسی طرح مالکیہ نے اس کے فساد کی توجیہ عین بیع کی جہالت سے کی ہے، البتہ انہوں نے (جیسا کہ ہم نے دیکھا) سامان کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ پھینکنے والا ان میں سے کسی معین چیز کا قصد نہ کرے۔ لیکن اگر قصد کے ساتھ پھینکنے تو جائز ہے اگر پھینکنا خریدار کی طرف سے ہو یا فروخت کرنے والے کی طرف سے ہو اور اس نے خریدار کو اختیار دے دیا ہو۔

اسی طرح اگر سامان ایک طرح کے ہوں تو بیع جائز ہے، خواہ کنکری اس سامان پر پڑے جس کا قصد تھا یا کسی دوسرے سامان پر^(۲)۔

۸- دوسری صورت میں (یعنی زمین کی ایک خاص مقدار کی بیع پھینکنے والا جہاں کھڑا ہے وہاں سے کنکری کے گرنے کی جگہ تک) فساد مقدار بیع کی جہالت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ پھینکنے میں اختلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ مالکیہ نے اس کی تعلیل بیان کی ہے۔ اور انہوں نے طے کیا ہے کہ فساد اس صورت میں ہوگا جبکہ بیع کے لازم ہونے کی شرط ہو^(۳)۔

۹- تیسری صورت میں (جس کو شافعیہ نے لکھا ہے) فساد کی وجہ انہوں نے صیغہ بیع کے نہ پائے جانے کو بتایا ہے، اس لئے کہ اس نے کنکری پھینکنے کو بیع گردانا، اور صیغہ کو چھوڑ کر اسی پر اکتفا کیا^(۴)۔

۱۰- چوتھی صورت میں فساد (یعنی خریدار اور فروخت کنندہ میں سے

کنکری پھینکوں تو بیع واجب اور لازم ہو جائے گی^(۱)۔

۶- مالکیہ نے ایک پانچویں تشریح پیش کی ہے:

الف۔ بائع خریدار سے کہے اس کنکری کو پھینکو اور اس ٹوٹی ہوئی کنکری کے جتنے اجزاء نکلیں گے ان ہی کی تعداد میں میرے لئے دینا یا درہم ہوں گے۔

ب۔ یا خریدار بائع سے کہے اس کنکری کو پھینکو، پھینکنے کے دوران اس کے جو متفرق اجزاء نکلیں گے ان ہی کی تعداد میں تمہارے لئے دینا یا درہم ہوں گے۔

ج۔ ان کے نزدیک ایک احتمال یہ ہے کہ کنکری سے مراد کنکری کی جنس ہو یعنی بائع خریدار سے کہے اپنی ایک یا دونوں ہتھیلیوں میں کچھ کنکریاں لو اور اس کو مثلاً ایک یا دو بار بلاؤ، جتنی کنکری گرے گی اس کی تعداد میں دینا یا درہم میرے لئے ہوں گے^(۲)۔

بیع الحصاصۃ کا حکم:

حدیث کی ان تمام تشریحی صورتوں میں بلا اختلاف فقہاء بیع فاسد ہے، اور ہر صورت کے بارے میں انہوں نے ایسی چیزیں مقرر کی ہیں جن سے ان کی وجہ فساد کا اشارہ ملتا ہے۔

۷۔ مثلاً پہلی صورت میں حنفیہ نے اس کے فساد کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس میں جہالت ہے اور تمملیک کو خطرہ پر معلق کرنا ہے، اس لئے کہ یہ اس قول کے معنی میں ہے: اگر میرا پتھر کسی کپڑے پر پڑے تو میں نے تمہیں اس کو یا تم نے اس کو مجھ سے اتنے میں فروخت کر دیا، اور تمملیکات میں اس کا احتمال نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے جو لازم آئے گا^(۳)۔

حنفیہ نے کہا ہے کہ اس وجہ سے فساد ثمن کے پہلے سے مذکور

(۱) اشرح الکبیر مع حامیۃ الدسوتی ۵۶/۳، القوانین العہدیہ ۷۰، اشرح المکمل علی الصہباج ۶/۲، ۱۷۷، اکتشاف القناع ۳/۱۶۷۔

(۲) اشرح الکبیر للذہبی مع حامیۃ الدسوتی ۵۷/۳۔

(۳) فتح القدیر والعتاب علی الہدایہ ۶/۵۵، نیز دیکھئے رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۱) دیکھئے الدر المختار اور اس کے کجولہ مراجع، رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۲) اشرح الکبیر للذہبی مع حامیۃ الدسوتی ۵۷/۳۔

(۳) الدسوتی ۵۶/۳۔

(۴) شرح المکمل علی الصہباج ۶/۲، ۱۷۷۔

بیع الحصاصۃ، بیع سلم، بیع صرف

بیع سلم

دیکھئے: ”سلم“۔

کسی ایک یا ان کے علاوہ کی طرف سے کنکری گرنے پر بیع کا لزوم (غیر معین زمانہ میں کنکری کے گرنے پر بیع کے لزوم کو معلق کرنے کی وجہ سے ہے، لہذا کنکری گرنے کا زمانہ مجہول ہونے کے سبب بیع فاسد ہے، اس میں جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں^(۱)، مجہول اجل کے ساتھ مؤجل کرنا یا جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں: زمانہ خیاری کی جہالت ہے^(۲)۔ ہاں اگر اپنے اختیار سے کنکری گرنے کے لئے معلوم اجل مقرر کر دے، اور اجل زمانہ خیاری کے بقدر ہو، اور وہ ہر چیز میں اپنے اپنے اعتبار سے ہوتا ہے (جیسا کہ عدوی کہتے ہیں) مثلاً کہے: اگر طلوع آفتاب سے ظہر تک یا آج سے کل تک تصدداً کنکری گرے تو بیع لازم ہوگی، فاسد نہ ہوگی^(۳)۔

بیع صرف

دیکھئے: ”صرف“۔

۱۱- پانچویں صورت میں (جس کو مالکیہ نے پیش کیا ہے) یعنی گرنے والی کنکری سے بکھرنے والے لکڑوں کی تعداد میں درہم یا دینار کے عوض بیع، فساد بیع مقدر دشمن کی جہالت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ یہ نہیں معلوم کہ گرنے والی کنکری سے بکھرنے والے لکڑوں کی تعداد کیا ہوگی۔

لہذا ابلا اختلاف تمام صورتوں کے بارے میں مذکورہ قیود اور تعلیلات کے ساتھ بیع الحصاصۃ فاسد ہے۔

اسی کے سلسلہ ابن قدامہ کہتے ہیں: یہ تمام بیوع فاسد ہیں، کیونکہ ان میں دھوکہ اور جہالت ہے، اس میں ہمارے علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔



(۱) الشرح الکبیر للذہبی مع حاشیہ الدسوقی ۵۶/۳۔

(۲) شرح المصنف علی المصنف ۱۷۷/۳۔

(۳) شرح الخیرین مع حاشیہ العدوی ۱۵/۱۔

بیع عرایا ۱-۲

حنا بلہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: درختوں پر لگی ہوئی ترکھور کو اندازہ سے، اپنی خشک کھجور کے عوض اسی کے مثل سے معلوم کیل میں فروخت کرنا ہے نہ کہ اندازے سے (۱)۔

اس کا حکم:

۲- بیع العرایا فی الجملہ جمہور فقہاء (مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور ابن منذر) کے نزدیک جائز ہے (۲)۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ امام مالک ان حضرات کے ساتھ نہیں (۳)۔

جواز کے قائل جمہور کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف۔ حضرت سہل بن ابو شیمہؓ کی حدیث میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع التمر بالتمر، و رخص فی العریة، أن تباع بخرصھا، یا کلھا أهلھا رطباً“ (۴) (رسول اللہ ﷺ نے کھجور کو کھجور کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا، اور عریہ میں رخصت دی ہے کہ اندازہ سے فروخت کی جائے، تاکہ اہل عریہ ترکھور کھائیں)۔

ابن قدامہ نے کہا: رخصت: سبب مانع کے باوجود ممنوع چیز کو مباح کرنا ہے۔ اگر سبب مانع پائے جانے کی صورت میں مباح کرنے سے ممانعت ہو تو ہمارے لئے کسی بھی حالت میں کوئی رخصت باقی نہ رہے (۵)۔

(۱) کشاف القناع ۳/۲۵۸، ۲۵۹، بشرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

(۲) بشرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

(۳) فتح القدر ۶/۵۳۔

(۴) حدیث سہل بن ابی شیمہؓ: ”نہی عن بیع التمر بالتمر، و رخص فی العریة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۸۷ طبع استنباطی) اور مسلم

(۳/۱۱۷۰ طبع المجلدی) نے کی ہے۔

(۵) المغنی ۳/۱۸۲، نیز دیکھئے: بشرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

بیع عرایا

تعریف:

۱- عرایا: عریة کی جمع ہے۔ عریة: کھجور کا درخت ہے جسے اس کا مالک کسی محتاج آدمی کو دے دے اور اس سال اس کا پھل اس کے لئے مقرر کر دے، اور وہ غریب آدمی اس درخت کے پاس آئے۔ ”عریة“ بروزن ”فعیلة“، مفعول کے معنی میں ہے، اس پر ”ہاء“ داخل ہے، اس کو اسماء کے درجہ میں رکھا گیا ہے، جیسے ”نطیحة“ اور ”اکیلة“۔ اگر ”نخلہ“ کے ساتھ اس کا ذکر ہو تو ”ہاء“ کو حذف کر دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے: ”نخلۃ عری“، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ”امراة فتیل“ (مقتولہ عورت) اس کی جمع ”عرایا“ ہے (۱)۔

”فتح الباری“ میں ہے: یہ دراصل کھجور کے درخت کا پھل عطیہ کرنا ہے بذات خود درخت کا عطیہ نہیں، عرب والے قحط کے وقت میں ان لوگوں کو اس طرح کا عطیہ دیتے تھے جن کے پاس پھل نہ ہوں (۲)۔

شافعیہ نے اس کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے: درخت پر لگی ہوئی ترکھور کو زمین پر موجود خشک کھجور کے عوض یا درخت میں لگے ہوئے ترکھور کو خشک انگور کے عوض فروخت کرنا ہے، بشرطیکہ پانچ وسق سے کم ہو (۳)۔

(۱) المصباح لمیر مادہ ”عری“۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۲۰۰۔

(۳) شرح المجلدی علی المصباح ۳/۲۳۸، تحفۃ المحتاج ۳/۳۷۲۔

بیع عرایا، بیع عربون ۱

ہٹ کر چلے جائیں۔ امام مالک سے یہی مروی ہے (۱)۔

ب۔ امام ابوحنیفہ سے ان کا قول مروی ہے کہ اس کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت دے دے، اور جب مناسب سمجھے اس کے حوالے کرے تو آپ ﷺ نے اجازت دی کہ اس درخت کو روک لے، اور اس کی جگہ اندازہ سے توڑی ہوئی خشک کھجور اندازہ سے اس کے بدل کے طور پر دے دے (۲)۔

بیع عربون

تعریف:

۱۔ عربون (عین اور راء کے فتح کے ساتھ) ”خَلْرُون“ (ایک نرم اور چکنا کیڑا جو بغیر ناگوں کے رہتا ہے) کی طرح ہے، اور ”غصفور“ کے وزن پر عربون بھی ایک لغت ہے (۱)۔ تیسری لغت عربان (ضمہ کے ساتھ) بروزن ”قربان“ ہے (۲)، البتہ عین کے فتح اور راء کے سکون کے ساتھ بولنا غلط ہے۔ عربوں نے اس طرح اس کا تلفظ نہیں کیا (۳)۔

عربون عجمی لفظ ہے جس کو عربی بنا لیا گیا ہے (۴)، اس کی لغوی تشریح یہ ہے: جس کے ذریعہ بیع ہو (یعنی بیعانہ) (۵)۔

فقہی اصطلاح میں عربون یہ ہے کہ کوئی سامان خریدے اور بائع کو ایک درہم یا زیادہ اس شرط کے ساتھ دے دے کہ اگر سامان لے گا تو اس کو ضمن میں شامل کر دیا جائے گا، اور اگر نہ لے تو وہ بائع کا ہے (۶)۔

یہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ انہوں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موہوب لہ (جس کو بہہ کیا گیا) قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے پھل کا مالک نہیں ہوا، لہذا بائع اپنی ملکیت کا اپنی ہی ملکیت کے عوض فروخت کرنے والا ہو گیا اور یہ جائز ہے، اس کا جواز بطور معاوضہ نہیں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ یہ نیا بہہ ہے، اس کو مجازاً بیع کہا گیا ہے، اس لئے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوا، اس لئے ابتداء احسان ہے، جیسا کہ مرغینانی کہتے ہیں (۳)۔

۵۔ حنابلہ نے بیع عرایا کے جواز کے لئے بہت سی شرطیں لگائی ہیں، بعض میں شافیہ نے ان سے اتفاق کیا ہے (۴)۔
عرایا کی مکمل شرائط اس کے احکامات اور اس کی صورتوں کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”عرایا“۔

(۱) المصباح لمیر مادہ ”عرب“۔

(۲) مختار الصحاح مادہ ”عربین“۔

(۳) حاشیہ اقلیو بی علی شرح کھلی ۱۸۶/۲۔

(۴) تحفۃ المحتاج ۳۳۲۔

(۵) القاموس المحیط مادہ ”عربون“ باب نون، فصل عین، اس کا نون اصلی ہے، جیسا کہ لغوی نے اس کی صراحت کی ہے۔

(۶) المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۵۸، نیز دیکھئے کشاف القناع ۱۹۵/۳، اور المشرح الکبیر للذہبی سے موازنہ کریں ۶۳، شرح کھلی علی المصباح ۱۸۶/۲، تحفۃ المحتاج ۳۳۲، نیز اس تعریف سے موازنہ کریں جو المصباح لمیر میں نفس مادہ کے تحت مذکور ہے۔

(۱) دیکھئے بیع القدر ۶/۵۳، نیز دیکھئے نیل واطار ۵/۲۰۰، ۲۰۱۔

(۲) بیع القدر ۶/۵۳، طحاوی نے اس تاویل کی توجیہ کی ہے اور شعر عرب سے اس پر استدلال کیا ہے نیز دیکھئے حوالہ سابق میں کمال الدین کی ذکر کردہ تفصیلات۔

(۳) الہدایۃ بیع القدر ۶/۵۳، تمیز الحقائق ۳۸، نیل واطار ۵/۲۰۰، ۲۰۱۔

(۴) المشرح الکبیر مع المغنی ۱۵۲، ۱۵۵، المغنی ۱۸۲/۲، ۱۸۵، کشاف القناع ۲۵۹، ۲۵۸، شرح کھلی علی المصباح ۲۳۸، ۲۳۹، تحفۃ المحتاج ۲۷۳، ۲۷۴۔

بیع عربون ۲-۵

اجمالی حکم:

۲- فقہاء اس بیع کے حکم کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں:

الف۔ جمہور (حنفی، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں ابو الخطاب) کی رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور حسن سے مروی ہے، جیسا کہ ابن قدامہ کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں اس سے ممانعت ہے، انہوں نے فرمایا: ”نہی النبی ﷺ عن بیع العربان“ (۱) (حضور ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا)۔

نیز اس لئے کہ یہ لوگوں کا مال ناحق کھانا ہے، اور اس میں دھوکہ ہے (۲)۔ نیز اس لئے کہ اس میں دو مفسد شرطیں ہیں: عربون کو بیہ کرنے کی شرط اور بالفرض عدم رضا مندی کی صورت میں بیع کو واپس کرنے کی شرط (۳)۔

نیز اس لئے کہ اس نے بائع کے لئے بلاعوض ایک چیز کی شرط لگائی ہے، لہذا صحیح نہیں، جیسا کہ اگر اس کی شرط کسی اجنبی کے لئے لگائے (۴)۔

نیز یہ کہ یہ خیال مجہول کے درجہ میں ہے، کیونکہ مدت کے ذکر کئے بغیر اس کی یہ شرط ہے کہ وہ بیع کو واپس کر سکتا ہے، اس لئے صحیح نہیں، جیسا کہ اگر کہے: مجھے اختیار ہے جب چاہوں سامان اور اس

(۱) حدیث: ”لہی عن بیع العربان.....“ کی روایت ابوداؤد (۳/۶۸) طبع عزت عید دہاس نے کی ہے ابن حجر نے تخمیناً اخیر (۳/۱۷) طبع شرکت المطابع النوریہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) شرح الخرشنی بحامیۃ الصدوق ۵/۷۸۔

(۳) شرح المنہج وجامیۃ الجمل ۲/۷۲، تحفۃ المحتاج ۳/۳۲۲، شرح لکھنوی علی المہاج ۲/۱۸۶، نیز دیکھئے نیل الاوطار ۵/۱۵۳۔

(۴) شرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۵۸۔

کے ساتھ ایک درہم لوٹا دوں گا (۱)۔

۳- ب۔ حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع کی یہ شکل جائز ہے۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ امر کی رائے (جو عدم جواز کی ہے) قیاس کے مطابق ہے، لیکن انہوں نے کہا: امام احمد نے اس مسئلہ میں حضرت مانع بن حارث کی روایت کو لیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے صفوان بن امیہ سے قید خانہ اس طور پر خریدا کہ اگر عمر راضی ہو گئے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے لئے یہ یہ ہوگا۔ اثرم نے کہا: میں نے امام احمد سے عرض کیا: آپ کی یہی رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں کیا کہوں گا؟ یہ تو حضرت عمرؓ ہیں۔

عربون سے ممانعت کے بارے میں حضرت عمرو بن شعیب کی روایت کی تضعیف کی گئی ہے (۲)۔ لیکن شوکانی کا فیصلہ ہے کہ مذہب جمہور راجح ہے، اس لئے کہ حضرت عمرو بن شعیب کی روایت کئی سندوں سے وارد ہے جن میں سے بعض کو بعض سے تقویت ملتی ہے، نیز اس لئے کہ اس میں ممانعت (ممانعت) ہے، اور ممانعت کے مقابلہ میں زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے (۳)۔

بیع عربون کے اہم ترین احکام:

۴- اگر مشتری عربون (بیعانہ) اس شرط کے ساتھ دے کہ اگر بیع ناپسند ہوئی تو بیعانہ کو واپس لے لے گا، ورنہ اس کا حساب کرے گا، تو یہ جائز ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں (۴)۔

۵- یہ بیع ان کے نزدیک فسخ کر دی جائے گی، اور اگر فوت ہو جائے (یعنی فسخ محال ہو) تو بیع قیمت کے عوض نافذ ہوگی (۵)۔

(۱) حوالہ سابق ۳/۵۸، ۵۹۔

(۲) حوالہ سابق ۳/۵۹۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۱۵۳، ۱۵۴۔

(۴) المشرح الکبیر للذہری ۳/۶۳، نیز دیکھئے القوائین الفقہیہ ص ۱۷۱۔

(۵) المشرح الکبیر للذہری ۳/۶۳۔

بیع عربون ۶، بیع عہدہ، بیع عینہ ۱

۶- اگر خریدار فروخت کرنے والے کو ایک درہم دے کر کہے: یہ سامان دوسرے خریدار کو فروخت نہ کرو، اگر میں نے تم سے سامان نہ لیا تو یہ درہم تمہارا ہے تو:

الف- اگر خریدار اس سامان کو نقد خرید کے ساتھ خریدے اور درہم کو دشمن میں وضع کرے تو صحیح ہے، اس لئے کہ بیع، شرط مفسد سے خالی ہوگی۔ احتمال ہے کہ صفوان بن امیہ سے حضرت عمر کے لئے جیل خانہ کی خریداری اسی شکل پر ہو، اس لئے اسی پر محمول ہوگی، تا کہ حضرت عمر کے فعل اور حدیث کے درمیان تطبیق دی جاسکے، اور قیاس سے ہم آہنگی ہو جائے اور ان امر کی موافقت ہو جائے جو بیع عربون کو فاسد کہتے ہیں۔ ب- اگر خریدار نے وہ سامان نہیں خریدا تو بائع اس درہم کا مستحق نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ اس کو بلا عوض لے گا، اور درہم والا اس کو واپس لے سکتا ہے۔

اس کو انتظار اور اس کی وجہ سے بیع میں تاخیر کا عوض قرار دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ اگر وہ اس کا عوض ہوتا تو خریداری کی حالت میں اس کو دشمن میں وضع کرنا درست نہ ہوتا، نیز اس لئے کہ بیع میں انتظار کا عوض لیا جائز نہیں۔ اگر یہ جائز ہوتا تو اس کی مقدار کا معلوم ہونا واجب ہوتا، جیسا کہ اجارہ میں ہے (۱)۔

بیع عینہ

تعریف:

۱- عینہ (عین کے کسرہ کے ساتھ) کے لغوی معنی: سلف (ادھار) ہے۔ کہا جاتا ہے: اعتان الرجل: ایک چیز دوسری چیز کے عوض ادھار خریدنا (۱) یا ادھار کے بدلے میں خریدنا، جیسا کہ رازی کہتے ہیں (۲)۔

اس بیع کو ”عینہ“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سامان کو ادھار خریدنے والا اس کا بدل (بائع سے) عین یعنی نقد حاضر کی صورت میں لیتا ہے (۳)۔

کمال بن ہمام کی نظر میں بیع عینہ کی وجہ شمیہ یہ ہے کہ وہ عین مسترجعہ (واپس لئے گئے سامان) سے ماخوذ ہے (۴)۔

دسوقی کے یہاں یہ کہنا مستحسن ہے کہ اس کو عینہ اس لئے کہا گیا کہ بیع عینہ کرنے والا مجبور شخص کی اس کے مطلوب کی تحصیل میں حیلہ کے طور پر زیادہ کے مقابلہ میں تھوڑا دے کر اعانت کرتا ہے (۵)۔ فقہی اصطلاح میں اس کی کئی تعریفات کی گئی ہیں۔

بیع عہدہ

دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

- (۱) المعصباح لمبیر مادہ ”عین“۔
- (۲) مختار الصحاح مادہ ”عین“۔
- (۳) المعصباح لمبیر نفس مادہ، کشاف القناع ۱۸۶/۳۔
- (۴) رد المحتار ۲۷۹/۳۔
- (۵) حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر للذہبی ۸۸/۳۔

(۱) لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۵۹/۳۔

بیع عینہ ۲-۴

اس کا حکم:

۳- اس صورت میں اس کے حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد نے کہا: یہ بیع ناجائز ہے۔ اور محمد بن الحسن نے کہا: یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کی طرح ہے، اس کو سود خوروں نے ایجاد کیا ہے^(۱)۔

امام شافعی سے مذکورہ صورت کا جواز منقول ہے (گویا ان کی نظر ظاہر عقد پر اور ارکان عقد پائے جانے پر ہے، انہوں نے نیت کا اعتبار نہیں کیا ہے)۔

حنابلہ میں سے ابن قدامہ نے امام شافعی کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ وہ ایسا ثمن ہے جس کے ذریعہ سامان کو اس کے بائع کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، لہذا اس کے بائع کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ اگر اس کو ثمن مثل میں فروخت کرے^(۲)۔

۴- مالکیہ نے عدم جواز کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ نفع لانے والا قرض ہے^(۳)۔

اس میں سود ہونے کی وجہ (جیسا کہ حنفیہ میں سے زیلعی کہتے ہیں) یہ ہے کہ ثمن بائع کے ضمان میں اس پر قبضہ سے قبل داخل نہیں ہوا، اور جب اپنے پاس اپنا عین مال اسی صفت کے ساتھ لوٹا لیا جس کے ساتھ اس کی ملکیت سے نکلا تھا اور بعض ثمن بعض کے بدلہ میں ہو گیا، تو اس کا دوسرے کے ذمہ اضافہ رہ گیا جو بلا معاوضہ ہے، لہذا یہ غیر مضمون کا نفع ہے اور یہ نص سے حرام ہے^(۴)۔

(۱) القوائین الفقہیہ ص ۱۷۱۔

(۲) المغنی ۲۵۶/۳۔

(۳) المشرح الکبیر للذہبی ص ۸۹/۳۔

(۴) رد المحتار ۱۱۵/۳۔

الف۔ ”رد المحتار“ میں ہے: کسی چیز کو اس کی اصلی قیمت سے زیادہ قیمت پر ادھار بیچنا، تاکہ مستقرض (طالب قرض) اس کو اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے فوری کم قیمت میں فروخت کر دے^(۱)۔

ب۔ رافعی کی تعریف ہے: کوئی چیز دوسرے کے ہاتھ ادھار ثمن پر فروخت کرے، اور اس کو خریدار کے حوالے کر دے، پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے قبل اس کے خریدار سے اس کا بائع اس کو اس سے کم نقد ثمن پر خریدے^(۲)۔ حنابلہ کی تعریف اس کے قریب ہے۔

ج۔ مالکیہ نے اس کی تعریف جیسا کہ ”المشرح الکبیر“ میں ہے یہ کی ہے: کسی شخص سے کوئی سامان مطلوب ہو جس کا وہ مالک نہیں ہے، تو وہ اس کو خرید کر طالب کے ہاتھ فروخت کر دے۔

آئندہ آنے والی تفصیل کے لحاظ سے اس کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے: وہ زیادتی کو حلال کرنے کے لئے قرض بہ صورت بیع ہے۔

بیع عینہ کی صورت:

۲- عینہ ممنوعہ کی کئی تشریحات ہیں، جن میں مشہور ترین یہ ہے:

کوئی سامان ثمن کے بدلے متعین مدت تک کے لئے فروخت کرے، پھر اسی سامان کو نقد اس سے کم قیمت میں خرید لے۔ اور مدت پوری ہونے پر خریدار ثمن اول ادا کرے۔ دونوں ثمن کے درمیان فرق اضافہ ہے جو ربا ہے، یہ بائع اول کا ہو۔

انجام کار عملی طور پر یہ دس کا قرض دینا ہے، تاکہ پندرہ واپس کرے، اور بیع ربا کا ایک ظاہری وسیلہ ہے۔

(۱) الدر المختار رد المحتار ۲۷۹/۳۔

(۲) نیل الواطار ۲۰۷/۵۔

بیع عینہ ۵

واتبعوا أذنان البقر، وتركوا الجهاد في سبيل الله، أنزل الله بهم بلاء، فلا يرفعه حتى يراجعوا دينهم“^(۱) (جب لوگ دینار و درہم میں بخل کریں، اور بیع عینہ کریں، اور بیل کی دم کے پیچھے لگ جائیں، اور اللہ کی راہ میں جہاد ترک کر دیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر بلاء نازل کر دے گا، جس کو اسی وقت اٹھائے گا، جب وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں)۔

ایک روایت میں ہے: ”إذا تبایعتم بالعینة، وأخذتم أذنان البقر، ورضیتم بالزرع، وتركتم الجهاد، سلط الله علیکم ذلاً، لا یبزعہ حتی ترجعوا إلی دینکم“^(۲) (جب تم بیع عینہ کرو گے اور بیل کی دم کے پیچھے لگ جاؤ گے، اور زراعت پر مطمئن و راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا، اور جب تک تم اپنے دین پر واپس نہیں آؤ گے اس کو نہیں ہٹائے گا)۔



(۱) حدیث: ”إذا ضن الناس بالمینار و الدرهم.....“ کی روایت احمد نے اپنی سند (۲۸/۳ طبع المیمیہ) میں کی ہے ابن قنطار نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی نے نصب الراية (۳/۱۷ طبع مجلس اعلیٰ) میں ان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا تبایعتم بالعینة.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۰/۳ طبع عزت عبیدہ ماس) نے کی ہے، ابن حجر نے بلوغ المرام (ص ۱۹۲ طبع عبد الحمید احمد خلی) میں کہتے ہیں: اس کی اسناد میں کلام ہے پھر ابن حجر نے سابقہ سند کو ذکر کیا جو ان الفاظ کے ساتھ ہے ”إذا ضن الناس“ اور کہہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۵- بیع عینہ حرام ہونے پر حنا بلہ نے حسب ذیل استدلال کیا ہے:
الف۔ غندر نے شعبہ سے، وہ ابو اسحاق سمعی سے، وہ اپنی بیوی عالیہ سے روایت کرتے ہیں: ”دخلت أنا وأم ولد زید بن أرقم علی عائشة، فقالت أم ولد زید بن أرقم: إني بعثت غلاماً من زید، بثمانمائة درهم إلی العطاء، ثم اشتريته منه بستمانه درهم نقداً۔ فقالت لها: بس ما اشتريت، وبس ما شريت، أبلغی زیلاً: أن جهاده مع رسول الله ﷺ بطل، إلا أن یتوب“^(۱) (میں اور حضرت زید بن ارقم کی ام ولد حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، زید بن ارقم کی ام ولد نے کہا: میں نے ایک غلام زید کے ہاتھ آٹھ سو درہم میں عطاء (وظیفہ) ملنے تک کے لئے فروخت کر دیا، پھر میں نے وہ غلام ان سے نقد چھ سو درہم میں خرید لیا، تو حضرت عائشہ نے اس سے فرمایا: خرید کر تم نے برا کیا، اور فروخت کر کے تم نے برا کیا، زید کو بتا دو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا جہاد باطل (اکارت) ہو گیا، الا یہ کہ وہ توبہ کر لیں)۔
حنا بلہ نے کہا: حضرت عائشہ اس طرح کی بات حضور ﷺ سے سن کر ہی کہہ سکتی ہیں۔

ب۔ نیز اس لئے کہ یہ ربا کا ذریعہ ہے، تاکہ ایک ہزار کی (مثلاً) پانچ سو کے عوض ادھار بیع کو مباح کر سکے، اور ذریعہ کا شریعت میں اعتبار ہے، اس کی دلیل قائل کو وراثت سے محروم رکھنا ہے^(۲)۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إذا ضن الناس بالمینار و الدرهم، وتبایعوا بالعینة،

(۱) حدیث ماکنہ ”أبلغی زیلاً.....“ کی روایت دارقطنی (۵۲/۳ طبع المحاسن) نے کی ہے دارقطنی کہتے ہیں: ام ہبہ اور عالیہ مجہول ہیں ان دونوں سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، یعنی جو اس حدیث کی سند میں موجود ہیں۔

(۲) کشاف القناع ۱۸۵/۳، المغنی ۲/۵۷۷۔

بیع غرر

دیکھئے: ”غرر“۔

بیع فاسد

تعریف:

۱- بیع: مال کا مال سے تبادلہ، اور فساد: صلاح کی ضد ہے۔
بیع فاسد اصطلاح میں: جو اصل کے اعتبار سے مشروع ہو
اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع۔ اصل سے مراد: صیغہ، عاقدین،
اور معتود علیہ، اور وصف سے مراد: جو اس کے علاوہ ہو^(۱)۔

یہ حنفیہ کی اصطلاح ہے جو فاسد و باطل کے درمیان تفریق
کرتے ہیں، ان کے نزدیک بیع فاسد، بیع صحیح اور بیع باطل کے درمیان
ایک درجہ ہے، اور اسی وجہ سے وہ حکم کا فائدہ دیتی ہے اگر اس کے
ساتھ قبضہ پایا جائے، لیکن شرعاً اس کو فسخ کرنا مطلوب ہے^(۲)۔

جمہور فقہاء کے نزدیک فاسد و باطل یکساں ہیں، جس طرح بیع
باطل حکم کا فائدہ نہیں دیتی، اسی طرح فاسد کا ان کے نزدیک کوئی اثر
نہیں^(۳)، یہ اجمالی بات ہے، ورنہ بعض شافعیہ نے فاسد و باطل کے
درمیان تفریق میں حنفیہ سے موافقت کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا:
اگر خلل رکن عقد میں پایا جائے تو بیع باطل ہے اور اگر عقد کی شرط میں



(۱) المصباح لمبیر، مجلۃ الاحکام العدلیۃ دفعہ (۱۰۵، ۱۰۹)، تمبین الحقائق

۳۳/۳۳، فتح القدیر ۱/۳۳۔

(۲) تمبین الحقائق للربیع ۳/۳۳، ابن ماجہ ۳/۱۰۰، البدائع ۵/۲۹۹،

فتح القدیر مع الہدایہ ۱/۳۲۔

(۳) الدرستی ۳/۵۲، لاشاہ للسیوطی ۱/۳۱۲، المنہج للزرکشی ۳/۷، القواعد

والفوائد ۱/۱۱۰۔

بیع فاسد ۲-۵

پایا جائے تو فاسد ہے (۱)۔

کیا گیا ہو (۱)۔ مثلاً اذان جمعہ کے وقت بیع اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی بیع پر بیع کرنا وغیرہ۔

متعلقہ الفاظ:

الف- بیع صحیح:

بیع مکروہ جمہور فقہاء (حنفی، مالکیہ اور شافعیہ) کے نزدیک درست اور منعقد ہے، اس پر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً بد لین میں ملکیت کا ثبوت، البتہ حنفیہ کی اصطلاح کے مطابق اگر وہ مکروہ تحریمی ہے تو اس میں گناہ ہے، کیونکہ اس میں ایک عارضی وصف کی وجہ سے ممانعت آئی ہے، مثلاً نماز جمعہ کی اذان کے ساتھ اس (بیع) کا ملنا (۲)۔ اگر مکروہ تنزیہی ہے تو اس میں گناہ نہیں، مثلاً امام احمد سے ایک روایت کے مطابق بیع الحاضر للبادی (شہری شخص کا دیہاتی کے لئے خرید و فروخت کرنا)۔

۲- بیع صحیح: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، اور موانع سے خالی ہونے کی صورت میں بذات خود حکم کا فائدہ دے، لہذا بیع صحیح پر اس کا اثر یعنی ملکیت کا حصول، بیع سے انتفاع وغیرہ مرتب ہوتا ہے، اور قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ مذاہب کے مابین متفق علیہ ہے (۲)۔

ب- بیع باطل:

حنا بلہ نے کہا: اذان جمعہ کے بعد امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ“ (۳) (اے ایمان والو جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف، اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو)، اور نبی، فساد کی متقاضی ہے (۴)۔
(دیکھئے: ”بیع منہی عنہ“۔)

۳- بیع باطل: جو اصل و وصف کسی لحاظ سے مشروع نہ ہو، لہذا اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے ذریعہ کوئی فائدہ حاصل ہوگا، نہ اس کو منعقد مانا جائے گا، لہذا اس کا سرے سے کوئی حکم نہیں، اس لئے کہ حکم موجود کا ہونا ہے اور اس بیع کا شرعاً کوئی وجود نہیں، کوکہ صورتاً وجود ہو، مثلاً بچہ اور مجنون کی طرف سے ہونے والی بیع اور مثلاً مردار، آزاد، اور ہر اس چیز کی بیع جس کو مال نہیں مانا جاتا (۳)۔
(دیکھئے: ”بطالان“ اور ”بیع باطل“۔)

د- بیع موقوف:

۵- بیع موقوف: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو اور موقوف ہونے کے طور پر حکم کا فائدہ دے، اور کسی دوسری وجہ سے بیع مکمل نہ ہو سکے، مثلاً دوسرے کے مال کو فروخت کرنا۔ اس صورت

ج- بیع مکروہ:

۴- مکروہ لغت: میں محبوب کی ضد ہے۔

بیع مکروہ جمہور فقہاء کے نزدیک: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، لیکن کسی غیر لازم متصل وصف کی وجہ سے اس سے منع

(۱) ابن ماجہ ۱۰۰/۳، بدایۃ المجتہد لابن رشد ۲/۱۹۳، نہایۃ المحتاج ۳/۲۳۰، منی الارادات ۳/۱۵۲۔
(۲) سابقہ مراجع۔
(۳) سورۃ جمعہ ۹۔
(۴) منی الارادات ۳/۱۵۲، کشف القناع ۳/۱۸۰۔

(۱) کنی الطالب ۲/۱۷۱۔
(۲) التزیلی ۳/۲۳، ابن ماجہ ۱۰۰/۳، منی المحتاج ۲/۵۵۱، روایت المناظر ۳۱۔
(۳) البدائع ۵/۳۰۵، ابن ماجہ ۱۰۰/۳، بدایۃ المجتہد ۲/۱۹۳، لأشباہ للسیدوطی ۳/۳۱۰، روایت المناظر ۳۱، الدرستی ۳/۵۲۔

بیع فاسد ۶-۸

باطل نہیں ہوتا، اور ان حالات میں بیع قبضہ کی شرط کے ساتھ حکم کا فائدہ دیتی ہے، اور اس پر فاسد کے احکام جن کا ذکر آ رہا ہے جاری ہوں گے، یہ اسباب جمہور فقہاء کے نزدیک عقد کے بطلان اور اس کے بالکل غیر معتبر ہونے کے اسباب مانے جاتے ہیں۔ چوں کہ بیع فاسد صرف حنفیہ کی اصطلاح ہے، اس لئے انہی کے نزدیک اسباب فساد کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

الف- ضرر اٹھائے بغیر سپرد کرنے کی قدرت نہ ہونا:

۸- بیع صحیح کی ایک شرط یہ ہے کہ بائع کو کوئی ضرر لاحق ہوئے بغیر بیع حوالہ کرنے کی قدرت ہو۔ اگر بیع کی حوالگی ضرر لازم کے بغیر ناممکن ہو تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ عقد کی وجہ سے ضرر کا استحقاق نہیں، اور عاقد کے التزام عقد سے صرف معقود علیہ کا سپرد کرنا لازم ہوتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی۔

لہذا اگر چھت میں لگی ہوئی شہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اینٹ یا ایک ذراع دیباج (ریشمی کپڑا) فروخت کرے تو ناجائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا اکھاڑے اور کالے بغیر ناممکن ہے، اور اس میں بائع کا ضرر ہے، اور عقد کی وجہ سے ضرر کا استحقاق نہیں ہوتا ہے، لہذا یہ ایسی چیز کی بیع ہوئی جس کو شرعاً سپرد کرنا واجب نہیں، اس لئے بیع فاسد ہوگی (۱)۔

اگر بائع اس کو نکال کر عقد فسخ کرنے سے قبل خریدار کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہے، یہاں تک کہ خریدار کو لینے پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ جواز سے مانع صرف یہ بات ہے کہ حوالہ کرنے میں بائع کا ضرر ہے، تو جب اس نے اپنے اختیار اور رضامندی سے سپرد کر دیا

میں بائع کو "فضولی" کہتے ہیں، کیونکہ اس نے دوسرے کے حق میں شرعی اجازت کے بغیر تصرف کیا ہے۔ لہذا جس نے دوسرے کی مملوک چیز فروخت کر دی تو بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر چاہے تو رد کر دے اور اگر چاہے تو اجازت دے دے، بشرطیکہ بیع اور خرید فروخت کرنے والے اپنی حالت پر ہوں (۱)۔

حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک بیع موقوف بیع صحیح ہے، شافعیہ و حنابلہ کا بھی ایک قول یہی ہے (۲)۔ اس لئے کہ بیع ایسے شخص کی طرف سے ہوئی ہے جو اس کا اہل ہے اور اس چیز کی بیع ہوئی ہے جو بیع کامل ہے، لیکن شافعیہ کے صحیح قول کے مطابق بیع موقوف بیع باطل ہے، حنابلہ کی دوسری روایت بھی یہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ملکیت اور ولایت مفقود ہے۔

(دیکھئے: "بیع موقوف")۔

شرعی حکم:

۶- بیع فاسد کرنا حرام ہے اگر بیع کرنے والے کو اس کے فساد کا علم ہو، اس لئے کہ اس میں شرعی مخالفت ہے کہ عقد کے وصف میں ہو، اور بیع فاسد کے بارے میں نبی (ممانعت) وارد ہے، اور نبی اس کے غیر مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے (۳)۔

اسباب فساد:

۷- درج ذیل اسباب کی بنا پر حنفیہ کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہے

(۱) مجلہ احکام الصلیہ دفعہ (۱۱۱)، تبیین الحقائق للردیعی ۳/۳۳، ابن ماجہ بن ۳۳۹، ۱۳۲، الاقویار ۲/۷۲، القوائین القویہ لابن جزیری ص ۱۶۳، معنی المحتاج ۲/۱۵، المستمع شرح الکبیر ۳/۲۷۳۔

(۲) سابقہ مراجع، نیز دیکھئے المجموع ۲/۲۵۸۔

(۳) التوضیح والتبیین ۱/۲۱۷، تبیین الحقائق ۳/۳۳۔

(۱) البدائع للکاسانی ۵/۶۸، ابن ماجہ بن ۳/۱۰۸، ۱۰۹۔

دراہم رائج ہوں تو جو زیادہ رائج ہو اس پر محمول ہوگا اور عقد صحیح ہوگا، لیکن اگر شہر میں چند قسم کے دراہم یکساں طور پر رائج ہوں تو بیع فاسد ہے، کیونکہ ثمن مجہول ہے، اس لئے کہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں (۱)۔

۱۰- اگر بیع میں ”اجل“ (مدت) ہو تو اس کی صحت کے لئے اجل کا معلوم ہونا شرط ہے، اور اگر اجل مجہول ہو تو بیع فاسد ہے، خواہ اجل کی جہالت غیر معمولی ہو، مثلاً ہوا کا اٹھنا، بارش کا برسنا، فلاں کی آمد یا موت وغیرہ یا جہالت قریبی (معمولی) ہو، مثلاً کٹائی اور گاہنے کا وقت، نوروز، مہرجان اور حاجیوں کی آمد وغیرہ، اس لئے کہ غیر معمولی جہالت کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ اس کا وجود ہو یا نہ ہو اور معمولی جہالت کی صورت میں پہلے آنے یا بعد میں آنے کا اندیشہ ہے، لہذا باعث نزاع بنے گا، اس لئے بیع فاسد ہوگی (۲)۔

ج- بیع بالاکراہ (زبردستی کی بیع):

۱۱- اکراہ ^{ملجئی} ہو یعنی جان یا عضو کے تلف کرنے کی دھمکی ہو تو وہ رضا کو ختم اور اختیار کو فاسد کر دیتا ہے، لہذا اکراہ ^{ملجئی} عقد بیع اور تمام عقود کو باطل کر دیتا ہے، اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
اکراہ غیر ^{ملجئی} مثلاً قید کرنے اور معمولی نقصان کی دھمکی تو حنفیہ کے نزدیک بیع کو فاسد کر دیتا ہے باطل نہیں کرتا، لہذا قبضہ ہونے پر اس سے ملکیت ثابت ہوگی، اور مکروہ (جس پر اکراہ کیا جائے) کی اجازت سے بیع صحیح اور لازم ہو جائے گی، اس لئے کہ اکراہ غیر ^{ملجئی} اختیار (یعنی کسی چیز کے فعل کو ترک پر ترجیح دینے) کو ختم نہیں کرتا، ہاں رضا (یعنی کسی چیز پر اطمینان) کو ختم کر دیتا ہے۔

تو مانع زائل ہو گیا (۱)۔

اگر اپنی تلوار میں لگی ہوئی زینت فروخت کر دے اور وہ بلا ضرر الگ ہو سکتی ہے تو جائز ہے، لیکن اگر بلا ضرر الگ نہ ہو سکے تو بیع فاسد ہے، الا یہ کہ الگ کر کے سپرد کر دے (۲)۔

اور یہی حکم کسی ایسے کپڑے کے ایک ذراع کفر وخت کرنے کا ہے۔ جس کو کاٹنے میں نقصان ہو اور انگوٹھی میں لگی ہوئی نگ کے بیچنے کا ہے۔ اسی طرح کسی مشترک کپڑے میں سے اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ فروخت کرنے کا ہے۔ اس لئے کہ ان سب میں سپرد کرنے میں ضرر ہے (۳)۔

ب- بیع یا ثمن یا اجل کی جہالت:

۹- بیع کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بیع و ثمن اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے، اگر ان میں سے کوئی اس طرح مجہول ہو کہ نزاع کا سبب بنے تو بیع فاسد ہے۔ لہذا اگر کہے: اس ریوڑ کی ایک بکری یا اس گٹھر کا ایک کپڑا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ ریوڑ میں سے ایک بکری اور گٹھر میں سے ایک کپڑا اس درجہ مجہول ہیں کہ اس سے نزاع پیدا ہوگا، اس لئے کہ دو بکریوں، اور دو کپڑوں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ جو موجب فساد ہے۔ لیکن اگر بائع کپڑے یا بکری کو معین کر کے خریدار کے حوالے کر دے اور خریدار راضی ہو جائے تو جائز ہے، اور یہ رضامندی سے نئی بیع ہوگی (۴)۔

اگر کوئی چیز دس درہم میں فروخت کی اور شہر میں مختلف قسم کے

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) البدائع ۵/۱۶۸۔

(۳) البدائع ۵/۱۶۸، ابن عابدین ۱۰۹/۳۔

(۴) البدائع ۵/۱۵۶، ۱۵۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۔

(۱) ساہتہ مراجع۔

(۲) البدائع ۵/۱۷۸، الاختیار ۲/۲۶، ابن عابدین ۱۰۶/۳۔

بیع فاسد ۱۳

کی خریداری، بولنے والی ہونے کی شرط پر قمری کی، سینگ مارنے والا ہونے کی شرط پر مینڈھے کی، اور لڑنے والا ہونے کی شرط پر مرغ کی خریداری کو شامل کیا ہے، لہذا بیع امام ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، امام محمد سے ایک روایت یہی ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس میں دھوکہ ہے^(۱)۔

اس موضوع پر بہت سی مختلف فیہ مثالیں ہیں جن کو ان کے اپنے مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

مفسد عقد فاسد شرائط میں سے بہر ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا ہے اور اس میں فروخت کنندہ یا خریدار کا فائدہ ہو، وہ شرط عقد کے مناسب نہ ہو اور نہ لوگوں میں اس کا تعامل جاری ہو مثلاً: اس شرط پر گھر فروخت کیا کہ بائع اس میں ایک ماہ رہے گا، پھر خریدار کے حوالے کرے گا، یا زمین اس شرط پر فروخت کرے کہ ایک سال کاشت کرے گا، یا جانور اس شرط پر فروخت کرے کہ بائع ایک ماہ اس پر سواری کرے یا کپڑا اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ اس کو ایک ہفتہ استعمال کرے گا، تو ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے، اس لئے کہ بیع میں مشروط منفعہ کی زیادتی، ربا ہوگی، اس لئے کہ اس زیادتی کے مقابلہ میں عقد بیع میں کوئی عوض نہیں، اور جس بیع میں ربا ہو وہ فاسد ہے، اسی طرح جس میں شبہ ربا ہو، وہ بھی فاسد ہے، اس لئے مذکورہ تمام شرطیں بیع کو فاسد کرنے والی ہیں۔ دیکھئے: ”ربا“۔

مفسد شروط میں سے: بیع میں دائمی خیاری بھی شرط ہے، اسی طرح غیر دائمی (موقت) خیاری شرط جس کے لئے متعین مدت میں غیر معمولی جہالت ہو، مثلاً ہوا کا اٹھنا، بارش کا ہونا۔ اس کی تفصیل اصطلاح: ”شرط“ میں ہے^(۲)۔

رضا، ارکان بیع میں سے نہیں بلکہ شرط صحت ہے^(۱)۔ جیسا کہ بحث ”اکراه“ میں اس کی تفصیل ہے۔

اسی طرح بیع مضطر (مجبور) فاسد ہے، مثلاً کوئی شخص اپنا مال فروخت کرنے پر مجبور ہو اور خریدار اس کو ثمن مثل سے کم میں غبن فاحش کے ساتھ ہی خریدنے کے لئے راضی ہو^(۲)۔

و- شرط مفسد:

۱۳- صحت بیع کی ایک شرط یہ ہے کہ بیع ان شرطوں سے خالی ہو جو بیع کو فاسد کرنے والی ہیں، شروط مفسدہ کی چند قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جس کا وجود ہی خطرہ میں ہو جس کے وجود میں غرر ہو مثلاً حاملہ ہونے کی شرط پر اونٹنی خریدی، اس لئے کہ یہ شرط وجود وعدم دونوں کا احتمال رکھتی ہے، اور فی الحال اس کا علم ممکن نہیں، اس لئے کہ پیٹ کا بڑا ہونا اور حرکت کرنا ہو سکتا ہے کہ کسی عارض کے سبب ہو، لہذا اس شرط پر بیع میں غرر ہے جو فساد کا موجب ہے۔ اس لئے کہ روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے مروی ہے: ”انہ نہی عن بیع الحصاة وعن بیع العورد“^(۳) (رسول اللہ ﷺ نے کنگری کی بیع، اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

حسن بن زیاد، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے، اس لئے کہ اس کے حاملہ ہونے کی شرط ایسی ہے جیسے غلام کے کاتب یا درزی وغیرہ ہونے کی شرط اور یہ جائز ہے، لہذا وہ بھی جائز ہوگی۔

بعض فقہاء نے اس مثال میں دودھ والی ہونے کی شرط پر گائے

(۱) ابن ماجہ ۳/۵۴۔

(۲) ابن ماجہ ۳/۱۰۶۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الحصاة، و عن بیع العورد“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۳ طبع المصنف) نے کی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع لعلاء الدین الکا سانی ۵/۱۶۹، ۱۷۰۔

(۲) البدائع ۵/۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۳۔

ھ- عقد میں توقیت کا ہونا:

۱۳- بیع کی صحت کی شرائط میں سے: عقد کا غیر موقت ہونا ہے، اور اگر موقت ہو تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ عقد بیع ”عین“ کی تملیک کا عقد ہے، اور اعیان کی تملیک کے عقود موقت طور پر صحیح نہیں ہوتے، اور اسی وجہ سے بعض فقہاء نے بیع کی تعریف یوں کی ہے: مالی معاوضہ کا عقد جو ابدی طور پر عین کی ملکیت کا فائدہ دے (۱)۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”اجل“ اور ”تاقیت“۔

و- عقد میں ربا کا ہونا:

۱۴- بیع کی صحت کی شرائط میں سے: ربا سے خالی ہونا ہے، اس لئے کہ جس بیع میں ربا ہو حنفیہ کے نزدیک فاسد ہے، کیونکہ ربا، نص قرآنی سے حرام ہے، فرمان باری ہے: ”وَاحْلَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا“ (۲) (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے)۔
اسی طرح شرط ہے کہ بیع ربا کے شبہ اور ربا کے احتمال سے بھی خالی ہو، کاسانی نے کہا: جس طرح حقیقت ربا مفسد بیع ہے، اسی طرح ربا کا احتمال بھی مفسد بیع ہے، اس لئے کہ محرمات کے باب میں شبہ احتیاطاً حقیقت کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے، اس کی اصل یہ فرمان نبوی ہے: ”الحلال بین والحرَام بین، فدع ما یریبک الی ما لا یریبک“ (۳) (حلال واضح ہے، اور حرام واضح ہے۔ لہذا جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو ترک کر دو، اور جو چیز شک میں نہ ڈالے اس کو اختیار کر لو)۔

ز- بیع بالغرر (غرر کے ساتھ بیع):

۱۵- غرر: کسی چیز کے حصول یا عدم حصول کا خطرہ۔ اگر غرر اصل بیع میں ہو، یعنی وہ وجود اور عدم وجود کا احتمال رکھے، مثلاً پھلوں کے آنے سے قبل ان کی بیع اور شکا کر کرنے سے قبل نضاء میں موجود پرندہ کی بیع، تو عقد باطل ہے، اور اگر غرر اوصاف بیع میں ہو، مثلاً درخت پر موجود تر کھجور کی توڑی ہوئی خشک کھجور کے عوض بیع، تو یہ عقد حنفیہ کے نزدیک فاسد ہے، اس لئے کہ مقدار بیع مجہول ہے (۱)۔
اس کی تفصیل اصطلاح ”غرر“ میں ہے۔

ح- قبضہ سے قبل منقول کی بیع:

۱۶- جس نے کوئی منقول چیز خریدی اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ پہلے فروخت کرنے والے کے اس مال پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی فروختگی کرے، اس لئے کہ روایت میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَقْبُضَ“ (۲) (نبی ﷺ نے قبضہ سے قبل اناج کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

نیز اس لئے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں بیع کے بلاک ہونے کے سبب بیع کے فسخ ہو جانے کا خطرہ ہے، کیونکہ اگر وہ قبضہ سے قبل بلاک ہو جائے تو بیع اول باطل ہو جائے گی، لہذا دوسری بیع فسخ ہو جائے گی، کیونکہ وہ بیع اول پر مبنی ہے، خواہ اس نے اس کو بائع اول کے ہاتھ فروخت کیا ہو یا کسی اور کے ہاتھ۔

اسی طرح اگر خرید کردہ منقول بیع کے نصف پر قبضہ کیا ہو، پھر اس خرید کردہ میں دوسرے کو شریک کر لیا تو مقبوضہ میں یہ شرکت صحیح

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۳، البدائع ۱/۱۱۸، مغنی المحتاج ۲/۴۳

(۲) سورۃ بقرہ ۲/۲۵۵۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۸۳، ۱۹۳، ۱۹۸۔

(۱) الاختیار ۲/۲۲، ابن ماجہ ۲/۱۰۷۔

(۲) حدیث: ”نہی عن بیع الطعام حتی یقبض...“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۳ طبع السنۃ) نے کی ہے۔

حدیث: ”الحلال بین والحرَام بین فدع ما یریبک الی ما لا یریبک“ کی روایت طبرانی نے ”لا وسط“ میں کی ہے اور شیخ نے مجمع الرواiek (۳/۷۳ طبع القدی) میں اس کو صحت قرار دیا ہے۔

بیع فاسد ۱۷-۱۸

امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر مفسد مقارن کے سبب بعض بیع میں عقد فاسد ہو جائے تو کل بیع میں فاسد ہو جائے گا^(۱)۔ اس لئے کہ اگر فساد مقارن ہو تو فاسد میں عقد کو قبول کرنا دوسرے میں عقد قبول کرنے کی شرط ہوگی، اور یہ شرط فاسد ہے، لہذا سب میں اثر انداز ہوگی، اور فساد طاری میں یہ علت نہیں پائی گئی، اس لئے فساد صرف مقدار مفسد تک محدود ہوگا۔

اسی لئے اگر ایک دینار دس درہم میں ادھار خریدے پھر مجلس میں دس میں سے کچھ درہم نقد ادا کر دے اور کچھ ادا نہ کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سب فاسد ہے، اس لئے کہ فساد عقد کے مقارن ہے، لہذا سب کے فساد میں موثر ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک مقبوضہ مقدار میں صحیح اور باقی میں فاسد ہے، اس وجہ سے کہ فساد مفسد کے بقدر ہی محدود ہوگا^(۲)۔

بیع فاسد کی مثالیں:

۱۸- حنفیہ نے اپنی کتابوں میں (بیع باطل کے بیان کے بعد) بیع فاسد کی کچھ مثالیں ذکر کی ہیں، اور یہ بیع فاسد و باطل کے درمیان حنفیہ کے فرق کرنے کے اصول پر مبنی ہے۔ بیع فاسد کی چند مثالیں:

اس چیز کی بیع جس میں ثمن سے سکوت ہو، مثلاً کسی چیز کی اس کے ریٹ پر فروختگی، ایسے کپڑے میں سے ایک ذراع کی بیع جس کو نکلے کرنا اس کپڑے کے لئے نقصان دہ ہو، بیع ملامہ و منابذہ^(۳)۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے: ”نہی

ہے، اور غیر مقبوضہ میں ناجائز، اس لئے کہ شریک کرنا ایک طرح کی بیع ہے، اور بیع منقول ہے، لہذا غیر مقبوضہ شرعاً اس کا محل نہیں، اس لئے غیر مقبوضہ میں درست نہیں اور مقبوضہ مقدار میں درست ہے^(۱)۔ (دیکھئے: ”قبض“)

فساد کی تجزی:

۱۷- اصل یہ ہے کہ فساد صرف مفسد کے بقدر ہو، لہذا اگر کوئی معاملہ صحیح و فاسد پر مشتمل ہو تو فساد صرف مفسد کے بقدر ہوگا اور باقی میں صحیح ہے، اس پر فقہاء حنفیہ کا اتفاق ہے، بشرطیکہ فساد طاری (عارضی) ہو۔

بیع عینہ کی صورت میں آیا ہے: اگر کوئی چیز دس میں فروخت کی اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا، پھر اس کو پانچ میں خرید لیا تو یہ ناجائز ہے، البتہ اگر اس کو دوسرے کے ساتھ ضم کر کے خریدے تو صحیح ہے۔

”الہدایہ“ میں ہے: جس نے پانچ سو میں کوئی سامان خرید ا، پھر اس کو ایک دوسرے سامان کے ساتھ بائع کے ہاتھ ثمن نقد ادا کرنے سے قبل پانچ سو میں فروخت کر دیا تو بیع اس سامان میں صحیح ہے جس کو اس نے بائع سے نہیں خرید ا تھا، اور دوسرے میں ناجائز ہے، اس لئے کہ ثمن اس سامان کے مقابلہ میں رکھنا واجب ہے جس کو اس نے خرید ا نہیں، اس طرح وہ دوسرے سامان کو فروخت شدہ قیمت سے کم میں ثمن ادا کرنے سے قبل خریدنے والا ہوگا، اور یہ ربا کے شبہ کی وجہ سے فاسد ہے^(۲)۔

اگر فساد عقد کے ساتھ مقارن ہو تو امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک یہی حکم ہے، اس لئے کہ وہ دونوں حضرات فساد طاری اور فساد مقارن کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

(۱) ابن ماجہ ۶/۵۔

(۲) البدائع ۵/۲۱۷، ۲۵۰، ۲۵۱، الفتح والعتاب علی الہدایہ ۶/۳۳۔

(۳) ملامہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کپڑا بے سوچے سمجھے چھولے، تاکہ چھولنے والے پر بیع لازم ہو جائے، اور دیکھنے پر اس کو کوئی خیال نہ ہو۔

(۱) البدائع ۵/۱۸۰، ۱۸۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۳۔

(۲) الفتح مع الہدایہ ۷/۷۱، ۷۳، ابن ماجہ ۶/۱۱۶۔

بیع فاسد ۱۸

حوالہ کرے گا تو یہ فاسد ہے، اس لئے کہ اعیان کی حوالگی کو مؤخر کرنا باطل ہے، کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ تا جیل ثمن میں خریدار کے لئے آسانی پیدا کرنے کی خاطر مشروع ہے، تا کہ وہ ثمن حاصل کر سکے، اور یہ علت اعیان میں معدوم ہے، لہذا شرط فاسد ہوئی۔

بیع فاسد میں سے: بیع مزاہہ و محافلہ بھی ہے (۱)، اس لئے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں سے منع فرمایا (۲) کیونکہ اس لئے بھی کہ ان دونوں میں ربا کا شبہ ہے۔ اور اگر اس شرط پر بیع کی خریدار کچھ دراہم قرض دے گا یا کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اس کو سل دے گا تو بیع فاسد ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے ”بیع مع شرط“ سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور نہ ہی وہ عقد کے (مناسب) ہے، اور اس میں عاقدین میں سے ایک کا فائدہ ہے، لہذا عقد فاسد ہوگا۔

نوروز، مہر جان، نساہی کے روزے اور یہودیوں کے افطار تک کے لئے بیع، اگر فروخت کنندہ اور خریدار دونوں اس سے واقف ہوں تو فاسد ہے۔ اسی طرح کٹائی، پھل توڑنے، گاہنے اور حاجی کے آنے تک کے لئے بیع کرنا فاسد ہے، اس لئے کہ اجل مجہول ہے جو نزاع کا باعث بن سکتا ہے، اور اگر اجل کو اس کے آنے سے قبل ساقط کر دے تو فقہاء حنفیہ کے یہاں بیع جائز ہے، امام زفر کا اختلاف ہے، انہوں نے کہا: فاسد صحیح نہیں ہو سکتی (۳)۔

(۱) مزاہہ: درخت پر لگی کھجور کو زمین پر سو جو کھجور کے عوض اندازہ سے کیل کے ذریعہ فروخت کرنا۔

محافلہ: بانی میں سو جو کیوں کو اسی کے مثل کیوں کے عوض اندازہ سے کیل کے ذریعہ فروخت کرنا (ابن ماجہ بن ۱۱۹۳)۔

(۲) حدیث: ”لہی عن الملامسة و المناہذة...“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۸۳/۳ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ بن ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۹، ۱۲۲۔

رسول اللہ ﷺ عن الملامسة و المناہذة“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے ملامسہ و مناہذہ سے منع فرمایا ہے)، تھن میں دودھ کی بیع، پشت پر اون کی بیع، بکری میں گوشت کی بیع، چھت میں نصب شہتیر کی بیع، دو کپڑوں میں ایک کی بیع جبکہ خیار تعین کی شرط نہ ہو۔

تھن میں دودھ کی بیع جہالت اور بیع کا غیر بیع سے اختلاط کے سبب فاسد ہے، انہی دو اسباب کی وجہ سے پشت پر اون کی بھی بیع فاسد ہے، نیز نزاع کے احتمال کی وجہ سے۔ اور حدیث نبوی ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع لبن فی ضرع، و سمن فی لبن“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے تھن میں دودھ کی بیع، اور دودھ میں گھی کی بیع سے منع کیا ہے)۔

بکری میں گوشت کی اور چھت میں لگی شہتیر کی بیع اس لئے فاسد ہے کہ ماحق ضرر کے بغیر اس کو سپرد کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح کپڑے میں سے ایک ذراع اور تلوار میں لگی زینت کی بیع کا حکم ہے اور اگر الگ کر لے اور بیع فسخ کرنے سے قبل حوالے کر دے تو جائز ہے (۳)۔

اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ اس کو مہینہ کے شروع میں

= اور مناہذہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف بغیر دوسرے کے کپڑے دیکھے ہوئے پھینکے، تا کہ پھینکنا بیع قرار پائے۔ من بیوع کا اور جاہلیت میں عرف و رواج تھا (ابن ماجہ بن ۱۰۹۳)۔

(۱) حدیث: ”لہی عن الملامسة و المناہذة“ کی روایت مسلم (۳۸۳/۱۱ طبع استغیہ) اور بخاری (فتح الباری ۳۵۹/۳ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع لبن فی ضرع و سمن فی لبن“ کی روایت دارقطنی (۳۸۳/۱۳ طبع دارالماہین) اور بیہقی (۳۲۰/۵ طبع دائرة المعارف اہمائیہ) نے کی ہے۔ بیہقی نے کہا اس کو مرفوع قرار دینا عمر بن فروخ کا تفرد ہے اور مرفوع قرار دینا قوی نہیں، اور اس کو موقوف طور پر روایت کیا ہے اسی طرح دارقطنی نے اس کا ابن عباس پر موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے۔

(۳) الاختیار ۲۳/۲۳، ۲۳، ابن ماجہ بن ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰۔

بیع فاسد ۱۹-۲۱

کی بیع، اسی طرح آبق (بھگوڑے غلام) کی، اور تھن میں دودھ کی بیع (۱)۔

بیع فاسد کے آثار:

۲۱- گذر چکا ہے کہ جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک، بیع فاسد و بیع باطل کے درمیان فی الجملہ کوئی فرق نہیں ہے، دونوں ہی غیر منعقد ہیں، لہذا جمہور فقہاء کے نزدیک بیع فاسد کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ بیع باطل کا اعتبار نہیں ہوتا ہے (۲)۔

جب خلیل نے اپنی ”مختصر“ میں کہا: ”فسد منہی عنہ“ (منہی عنہ فاسد ہے) تو درویر نے اس کی تشریح اپنے اس قول سے کی: یعنی باطل ہے یعنی منعقد نہیں، خواہ عبادت ہو مثلاً یوم عید کا روزہ یا عقد ہو مثلاً مریض اور محرم کا نکاح اور جیسے اس چیز کی فروختگی جس کی حواگی پر قدرت نہ ہو یا جو مجہول ہو، اس لئے کہ نہی فساد کی متقاضی ہے (۳)۔

خلیل کی عبارت پر دسوقی نے لکھا: یعنی جس کے لین دین سے روکا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جو عبادت اور معاملات (یعنی عقود) سب کو شامل ہے (۴)۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر دونوں عقد کرنے والے عقد کو فاسد کرنے والے سبب کو ختم کر دیں، اگرچہ حذف کرنا مجلس خیاری میں ہو تو بھی بیع فاسد صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ فاسد کا کوئی

= اور غائض سے مراد یہ ہے کہ کپڑے میں ایک بار ڈکی لگاؤں گا، اور جتنی سوتی ٹکالوں ان کو تمہیں اتنے میں فروخت کیا (ابن ماجہ بن ۱۰۹۳)۔

- (۱) ابن ماجہ بن ۳۷، ۱۰۹، ۱۱۲، الاقویار ۲۲/۲۳۔
- (۲) حاشیہ الدسوقی ۳۳، ۵۳، حاشیہ الجمل ۳۳، ۵۵، لہجو رلار رکشی ۳۳۔
- (۳) الشرح الکبیر للدرریر بحاشیہ الدسوقی ۳۳، ۵۳۔
- (۴) حاشیہ الدسوقی حوالہ سابق۔

۱۹- نیز حنفیہ نے بیع فاسد کی یہ مثالیں بھی ذکر کی ہیں: شراب اور خنزیر کے عوض بیع یا عین کے عوض شراب اور خنزیر کی بیع مقایضہ، لہذا اگر شراب و خنزیر ”عین“ کے بالمقابل ہوں مثلاً کپڑے کو شراب کے بدلہ خرید لیا شراب کو کپڑے کے بدلہ فروخت کیا تو بیع فاسد ہے، اور اگر ان دونوں کو ”دین“ کے بالمقابل رکھا جائے مثلاً دراہم و دنانیر کے عوض ان کی بیع تو یہ بیع باطل ہے۔

تفریق کی وجہ جیسا کہ مرغینانی نے لکھا ہے یہ ہے کہ شراب و خنزیر اہل ذمہ کے نزدیک مال ہیں، البتہ وہ غیر متقوم مال ہیں۔ اس لئے کہ شریعت نے اس کی توہین کرنے اور اس کا اعزاز نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اور عقد کے ذریعہ اس کو اپنی ملکیت میں لیا اس کا اعزاز کرنا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے انہیں دراہم کے بدلہ خرید تو دراہم مقصود نہیں، کیونکہ یہ وسیلہ ہیں، اس لئے کہ وہ ذمہ میں واجب ہوتے ہیں، مقصود صرف شراب ہے، لہذا ان کا متقوم ہونا بالکل ساقط ہو گیا، لہذا عقد باطل ہوا۔ برخلاف شراب کے عوض کپڑا خریدنے والے کے، کیونکہ اس میں کپڑے کا اعزاز ہے شراب کا نہیں۔ اسی طرح اگر شراب کو کپڑے کے عوض فروخت کرے تو عقد فاسد ہے۔ اس لئے کہ یہ کپڑے کو شراب کے عوض خریدنا مانا جائے گا، کیونکہ یہ مقایضہ ہے (۱)۔

۲۰- کچھ اور صورتیں ہیں، جن کو بیع فاسد یا بیع باطل قرار دینے میں فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے۔ مثلاً حمل کی بیع، نضا میں موجود پرندے کی بیع اور سمندر میں موجود مچھلی کی بیع ان دونوں کے شکار سے قبل، اگر ان دونوں کے بالمقابل سامان ہو، اور شکاری کے ایک بار شکار کرنے اور غوطہ خور کے ایک بار غوطہ لگانے کی بیع (۲)، سیپ میں موجود موتی

- (۱) الہدایہ مع فتح القدیر ۶/۵۶، ۶۶، ابن ماجہ بن ۳۷، ۱۰۳، ۱۰۶۔
- (۲) غائض سے مراد یہ ہے کہ کپڑے ایک بار لگائے پر جتنی مچھلیاں نکلیں گی ان کو میں نے اتنے میں تم سے بیع دیا۔

بیع فاسد ۲۲

جائید اور غیر منقولہ ہو تو پر وہی کو حق شفعہ نہیں ہے (۱)۔

بیع فاسد کے ذریعہ حاصل شدہ بیع میں تصرف کے جواز کی

دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ

سے تذکرہ کیا کہ وہ بریرہ کو خریدنا چاہتی ہیں، لیکن اس کے آقا فرودخت

کرنے کے لئے اپنے واسطے ولاء کی شرط لگاتے ہیں، تو آپ ﷺ

نے ان سے فرمایا: ”خذیہا واشترطی لہم الولاء، فإن الولاء

لمن أعتق، فاشترتہا مع شرط الولاء لہم“ (۲) (اس کو لے لو

اور ان کے لئے ولاء کی شرط رکھ لو، کیونکہ ولاء تو آزاد کرنے والے

کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس کو ان کے لئے شرط

ولاء کے ساتھ خرید لیا)۔ آپ نے بیع بالشرط (شرط کے ساتھ

فروختگی) کے فساد کے باوجود آزاد کرنے کو جائز قرار دیا، مفید ملک

ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تملیک کا رکن یعنی دونوں عقد کرنے

والوں کے ایجاب و قبول کے الفاظ (میں نے بیچا اور میں نے خریدا)

ایسے شخص سے صادر ہوا جو شرعی ولایت کی بنا پر تملیک کا اہل ہے، یعنی

وہ شخص جو مکلف ہے اور احکام شرع کا مخاطب ہے، اور یہ تملیک ایسی

چیز کی طرف منسوب ہے جو تملیک کا محل ہے یعنی مال۔ کیونکہ گفتگو

انہی دونوں کے بارے میں ہے، لہذا یہ عقد منعقد ہوگا، کیونکہ مصالح

کا ذریعہ ہے اور فساد ایک ایسی علت کی بنا پر ہے جو اس سے متصل

ہے، مثلاً اذان جمعہ کے وقت فروختگی اور ممانعت انعقاد کی نفی نہیں

کرتی بلکہ انعقاد کو ثابت کرتی ہے، اس لئے کہ ممانعت کا تقاضا ہے

کہ جس چیز سے روکا جا رہا ہے وہ متصور اور اس پر قدرت ہو، اس

لئے کہ ایسی چیز سے روکنا جو غیر متصور ہے اور قدرت میں نہیں ہے

فتیح بات ہے، لیکن ممانعت پائے جانے کی وجہ سے یہ عقد خبیث

(۱) ابن ماجہ ۴۱۳۳۔

(۲) حدیث عائشہؓ ”إلما الولاء.....“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۶۷۳) ۳۷۷

طبع استغیثہ) اور مسلم (۳/۱۱۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

اعتباری نہیں (۱)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک فاسد کو

اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ جس طرح حنفیہ کے نزدیک باطل کو اجازت

لاحق نہیں ہوتی (۲)۔ قلیوبی اور جمل وغیرہ نے امام نوویؒ کی گرفت

کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے یہاں بیع فاسد کے حکم اور فاسد

خریداری کے ذریعہ قبضہ کئے گئے مال کے حکم میں ایک فرق کو نظر انداز

کر دیا، اور انہوں نے اس کے احکام مختصراً ذکر کئے ہیں (۳)۔

البتہ حنفیہ بیع فاسد و بیع باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور

وہ باطل کے برخلاف فاسد کو منعقد مانتے ہیں اور باطل کو غیر منعقد۔ بیع

باطل کے احکام اس کی اصطلاح میں آچکے ہیں۔

ہاں بیع فاسد کے احکام اجمالی طور پر ذیل میں ذکر کئے جا رہے

ہیں:

اول۔ قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا:

۲۲۔ بیع فاسد حنفیہ کے نزدیک ملکیت کا فائدہ دیتی ہے اگر خریدار بیع

پر بائع کی طرف سے صراحتاً یا دلائل اجازت سے قبضہ کر لے۔ مثلاً

مجلس بیع میں قبضہ کیا اور بائع خاموش رہا، تو خریدار کے لئے جائز ہوگا

کہ بیع میں بیع یا بیہ یا صدقہ یا اجارہ وغیرہ کا تصرف کرے، البتہ اس

سے انتفاع نہیں کر سکتا (۴)۔

ابن عابدین نے کہا: اگر اس کا مالک ہو جائے تو اس کے لئے

ملکیت کے تمام احکام ثابت ہوں گے، سوائے پانچ کے: اس کو

کھانا جائز نہیں، اس کو پہننا جائز نہیں، (اگر بیع باندی ہے تو) اس سے

وہی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سے بائع کی شادی جائز ہے اور اگر بیع

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح لمعج ۸۵/۳۔

(۲) رد المحتار ۴/۱۳۳۔

(۳) حاشیہ اقلیوبی ۱۸۱/۲، حاشیہ الجمل علی شرح لمعج ۸۳/۳۔

(۴) البدائع ۵/۳۰۳، الزیلعی ۳/۶۳، ۶۵، ابن ماجہ ۴/۱۳۳۔

بیع فاسد ۲۳-۲۵

ملکیت کی منتقلی قیمت کے ذریعہ نہ کہ متعین کردہ ثمن کے ذریعہ:

۲۴- حنفیہ کا اتفاق ہے کہ بیع فاسد میں قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا حصول بیع کی قیمت مارکٹ ریٹ کے بدلہ میں ہوگا، اس مقررہ ثمن کے مقابلہ میں نہیں جس پر فریقین کا اتفاق ہوا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد منہی عنہ (منوع) ہے اور قیمت کی تعیین فاسد ہے، لہذا متعین کردہ قیمت واجب نہیں ہوگی۔ اور قیمت مارکٹ ریٹ کے بارے میں امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک قبضہ کے دن کا اعتبار ہے، اور امام محمد کے نزدیک تلف کرنے کے دن کا ہے (۱)۔

دوم- استحقاق فسخ:

۲۵- بیع فاسد اپنے وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہونے کے باوجود فساد اس کے ساتھ متصل ہے، اور فساد کو زائل کرنا واجب ہے، لہذا وہ مستحق فسخ ہے، نیز اس لئے کہ فاسد، نبی کی وجہ سے ملک خبیث کا فائدہ دیتا ہے، لہذا ان میں سے ہر ایک کو خباثت کو زائل کرنے اور فساد کو دور کرنے کے لئے حق فسخ ہے، نیز اس لئے کہ بیع فاسد کے اسباب میں سے: ربا کی شرط لگانا اور مجہول مدتوں کو داخل کرنا وغیرہ ہے، اور یہ معصیت ہے، معصیت سے روکنا واجب ہے، اور استحقاق فسخ معصیت سے روکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ جب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ فسخ ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ اس

ملکیت کا فائدہ دے گا (۱)۔

حنفیہ نے بیع فاسد کے مفید ملک ہونے کے لئے دو شرطیں لگائی ہیں:

اول: قبضہ، لہذا قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے کہ فساد کو ختم کرنے کے لئے اس کا فسخ کرنا واجب ہے، اور قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہونے میں فساد کا برقرار رہنا ہے۔

دوم: قبضہ بائع کی اجازت سے ہو، لہذا اجازت قبضہ سے ملکیت ثابت نہیں ہوگی (۲)۔

۲۳- بیع فاسد والے بیع میں تصرف اور حصول ملکیت کی کیفیت کے بارے میں علماء حنفیہ کا اختلاف ہے: بعض حنفیہ نے کہا: خریدار اس میں تصرف کا مالک اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ بائع نے اس کو مسلط کیا ہے، اس اعتبار سے نہیں کہ وہ سامان کا مالک ہو گیا ہے، اسی وجہ سے اس غلہ کو کھانا جائز نہیں جس کو فاسد طریقہ پر خرید گیا ہو۔ بعض حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ تصرف کا جواز چیز کے مالک ہونے کی بنا پر ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ اگر کسی نے مکان فاسد طور پر خرید اور اس پر قبضہ کر لیا، پھر اس کے برابر میں ایک دوسرا مکان فروخت ہوا تو وہ اس کو شفعہ کے ذریعہ اپنے لئے لے سکتا ہے، حالانکہ جب شفعہ کا استحقاق ہوا تو اس وقت مکان کا وہ مالک نہیں تھا، لیکن اس میں شفعہ کے لئے شفعہ نہیں ہے اگرچہ اس میں ملکیت کا فائدہ دیتا ہے، اس لئے کہ بائع کا حق ختم نہیں ہوا (۳)۔ یعنی اس لئے کہ بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو فسخ کا اختیار ہے۔

(۱) ثمن اور قیمت میں فرقہ ثمن وہ ہے جس پر عاقدین رضی ہوں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم۔ اور قیمت بلا کی نیا دنی معیار کے درجہ میں جو کسی چیز کی قیمت لگائی جائے۔ (ابن ماجہ بن ۵۱/۳، ۵۲، الاقویار ۲۳/۲، الزیلعی ۶۳/۳، جوہر الاکلیل ۲۳/۳، الجمل ۵/۳، الشرح الکبیر مع المغنی ۵۶/۳، کشاف القناع ۱۹۷/۳)۔

(۱) الاقویار لتعلیل الحق للموصلی ۲۳/۲۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۳۔

(۳) البزازی علی الہدایہ ۳۷۷/۳، الزیلعی ۶۳/۳، البدائع ۵/۳۰۳، ابن ماجہ بن ۱۲۳۔

فسخ کا اختیار کس کو ہے؟

۲۷- فسخ یا تو قبضہ سے قبل ہو گا یا قبضہ کے بعد:

الف: اگر قبضہ سے قبل ہو تو دونوں عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو دوسرے فریق کے علم میں لا کر فسخ کا اختیار ہے، خواہ دوسرا فریق راضی نہ ہو، اس لئے بیع فاسد قبضہ سے قبل ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی، لہذا اس کو قبضہ سے پہلے فسخ کرنا ایجاب و قبول سے گریز کرنے کے درجہ میں ہے، لہذا اس کا ان دونوں میں سے ہر ایک مالک ہوگا، لیکن (جیسا کہ ذیل میں کہتے ہیں) یہ دوسرے کے علم پر موقوف ہے، اس لئے کہ اس میں دوسرے فریق کے لئے فسخ کو لازم کرنا ہے، لہذا اس کے علم کے بغیر اس پر لازم نہ ہوگا^(۱)۔

ب: اگر فسخ قبضہ کے بعد ہو تو فساد بیع اور ثمن سے وابستہ ہو گا یا ان کے علاوہ سے:

(۱) اگر فساد، صلب عقد میں ہو، یعنی اس کا تعلق بیع یا ثمن سے ہو مثلاً ایک درہم کو دوسرے درہم میں فروخت کرنا اور مثلاً شراب اور خنزیر کے بدلہ فروخت کرنا، تو بھی یہی حکم ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اکیلے فسخ کر سکتا ہے، اس لئے کہ بدل سے وابستہ فساد صلب عقد سے وابستہ ہوتا ہے، اس لئے اس کو صحیح بنانا ممکن نہیں، کیونکہ بدلین (بیع اور ثمن) کے بغیر عقد کا قیام نہیں، لہذا فساد قوی ہوگا اور صلب عقد میں موثر ہوگا، یعنی دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں لازم نہیں ہوگا۔

(۲) اگر فساد بیع و ثمن سے وابستہ نہ ہو مثلاً شرط زائد کے ساتھ بیع اور مثلاً اجل مجہول کے ساتھ بیع، یا ایسی شرط کے ساتھ بیع جس میں کسی ایک کا فائدہ ہو تو:

اسیجانی کا فیصلہ ہے کہ فسخ کا اختیار صاحب شرط کو حاصل ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس لئے کہ جس فساد کا تعلق بدل سے نہ

(۱) تبیین الحقائق ۳/ ۶۳۔

کے انجام دینے سے گریز کرے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی علت بیان کی ہے^(۱)۔

بیع فاسد کے فسخ کے لئے تاقضی کا فیصلہ شرط نہیں، اس لئے کہ جو چیز شرعاً واجب ہو اس میں تاقضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں^(۲)۔ لیکن اگر دونوں عقد کرنے والے بیع فاسد کی بیع کو برقرار رکھنے پر مصر ہوں اور تاقضی کو اس کا علم ہو جائے تو ان دونوں کی مرضی کے خلاف جبراً اس کو فسخ کر سکتا ہے، کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے^(۳)۔

شرائط فسخ:

۲۶- فسخ کی درج ذیل شرطیں ہیں:

الف: پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرے عقد کرنے والے کے علم میں لا کر فسخ کیا جا رہا ہو، اس کی رضا مندی شرط نہیں، کاسانی نے کرنی سے نقل کیا ہے کہ یہ شرط بلا اختلاف ہے، پھر اسپجانی سے نقل کیا کہ یہ امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک شرط ہے، امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ کہ اس میں اختلاف خیار شرط اور خیار ربیعت میں اختلاف کی طرح ہے۔

ب: بیع دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں برقرار ہو۔

ج: اس میں کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جائے جس کی وجہ سے واپس کرنا ناممکن ہو^(۴)۔

(۱) الاختیار لتبیین الحقائق للموصلی ۲/ ۲۲، ابن ماجہ ۱۲۵۳، البدائع للکاسانی ۳۰۰/ ۵۔

(۲) الدر المختار بہامش رد المحتار ۱۲۵/ ۳۔

(۳) الدر المختار ۱۲۵/ ۳۔

(۴) بدائع الصنائع ۳۰۰/ ۵، ابن ماجہ ۱۵۲/ ۳، حامیہ الجمل علی شرح المنہج

۳/ ۸۳، کشاف القناع ۳/ ۱۹۸۔

بیع فاسد ۲۸-۳۰

اور خریدار اس کے ضمان سے بری ہو جائے گا^(۱)۔

حق فسخ کو باطل کرنے والی چیزیں:

۲۹- حق فسخ صراحتاً باطل کرنے اور ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا، مثلاً کہے: میں نے ساقط کر دیا یا باطل کر دیا یا بیع کو واجب کر دیا یا لازم کر دیا۔ اس لئے کہ وجوب فسخ، فساد کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر ثابت ہے، اور جو چیز خالص اللہ کا حق ہونے کی حیثیت سے ثابت ہوتی ہے بندہ اس کو مقصود بنا کر ساقط نہیں کر سکتا جیسے خیار رد بیت۔

ہاں بطریق ضرورت ساقط ہو جاتا ہے، مثلاً بندہ اپنے ذاتی حق میں مقصود کے طور پر تصرف کرے جس کے ضمن میں حق اللہ کا سقوط بطریق ضرورت ہو۔

جب حق فسخ باطل ہو جائے تو بیع لازم ہو جائے گی اور ضمان ثابت ہو جائے گا، اور اگر باطل نہ ہو تو بیع غیر لازم ہوگی اور ضمان بھی ثابت نہیں ہوگا۔

ذیل میں اس کی اہم صورتیں پیش ہیں:

پہلی صورت- بیع فاسد والے بیع میں قوی تصرف:

۳۰- حنفیہ نے علی الاطلاق کہا ہے کہ حق فسخ ہر ایسے تصرف سے باطل ہو جاتا ہے جو بیع کو خریدار کی ملکیت سے نکال دے^(۲)، کیونکہ اس سے بندہ کا حق متعلق ہو گیا^(۳)، اسی تغلیل کو مالکیہ نے بنیاد بنایا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ بیع کو مہر بنا دے یا بدل صلح بنا دے یا بدل اجارہ، مالکیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ اس اقدام کی وجہ سے

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳۰۰، الدر المختار ۳/۱۲۵۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۲۶ بحوالہ کتاب الوکالیہ۔

(۳) الدر المختار ۳/۱۲۷، شرح المکبیر ۳/۷۳۔

ہو وہ قوی نہیں ہوتا، لہذا اس کے ساقط ہونے کا احتمال ہے، لہذا صاحب شرط کے حق میں ظاہر ہوگا، لیکن اس پر لازم نہیں ہوگا۔

کرنی نے مسئلہ میں اختلاف لکھا ہے:

چنانچہ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے قول کے مطابق: ان میں سے ہر ایک کے لئے حق فسخ ہے، اس لئے کہ فساد کے سبب یہ بیع غیر لازم ہے۔

اور امام محمد کے قول کے مطابق فسخ کا حق اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے شرط کا نفع ہو، اس لئے کہ وہی اس مفسد کو ساقط کر کے عقد کو صحیح بنانے پر قادر ہے۔ اگر دوسرا اس کو فسخ کر دے تو اپنے ذمہ دوسرے حق کو باطل کر دے گا اور یہ ناجائز ہے^(۱)۔

بیع فاسد کے فسخ کا طریقہ:

۲۸- بیع فاسد دو طریقے سے فسخ ہوتی ہے:

اول: قول کے ذریعہ یعنی جس کو فسخ کا اختیار ہے وہ یہ کہے: میں نے عقد فسخ کر دیا یا رد کر دیا یا توڑ دیا، اس طرح سے عقد فسخ ہو جائے گا، اور اس میں قاضی کے فیصلے یا فروخت کرنے والے کی رضامندی کی ضرورت نہیں، خواہ قبضہ سے قبل ہو یا قبضہ کے بعد، اس لئے کہ استحقاق فسخ فساد کو ختم کرنے کے لئے ثابت ہے۔ اور فساد کو ختم کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہذا تمام لوگوں کے حق میں ظاہر ہوگا اور قاضی کے فیصلے یا بیچنے والے کی رضامندی پر موقوف نہ ہوگا^(۲)۔

دوم: فعل کے ذریعہ، یعنی بیع بائع کو کسی بھی طریقہ سے مثلاً بہہ یا صدقہ یا اعارہ یا بیع یا اجارہ کے ذریعہ لوٹا دے۔ اگر ایسا کر لیا اور بیع بائع کے ہاتھ میں حقیقتاً آگئی یا حکماً مثلاً تخلیہ، تو یہ بیع کو ترک کرنا ہے

(۱) رد المحتار ۳/۱۲۵، البدائع ۵/۳۰۰، تبیین الحقائق ۳/۶۳۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۰۔

بیع فاسد ۳۱-۳۲

کے مقابل میں آئے تو اللہ کے حکم سے حق العبد کو مقدم کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اس کا دامن عفو وسیع ہے جبکہ بندہ ہمیشہ اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے۔

ج: نیز اس لئے کہ عقد اول اصل کے لحاظ سے مشروع ہے وصف کے لحاظ سے نہیں، جبکہ عقد دوم، اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہے، لہذا محض وصف اس کا معارض نہیں ہوگا۔

د: نیز اس لئے کہ بیع دوم بائع اول کی طرف سے مسلط کرنے کی وجہ سے وجود میں آئی ہے، اس لئے کہ اس کی طرف سے تملیک (قبضہ کی اجازت کے ساتھ) تصرف کرنے پر مسلط کرنا ہے، لہذا وہ دوسرے خریدار سے واپس نہیں لے سکتا، ورنہ وہ اپنی طرف سے مکمل شدہ چیز کو توڑنے کی کوشش کرنے والا ہوگا، اور یہ مناقضہ کا سبب ہے^(۱)۔

۳۲- حنفیہ نے اس سے اجارہ کو مستثنیٰ کیا ہے، اور انہوں نے طے کیا ہے کہ اجارہ بیع فاسد کے فسخ کرنے سے مانع نہیں، اس لئے کہ اجارہ اعذار کی بنا پر فسخ ہو جاتا ہے اور فساد کو ختم کرنا اعذار میں سے ہے، بلکہ فساد سے زیادہ قوی کوئی عذر ہی نہیں، جیسا کہ کاسانی کہتے ہیں^(۲)۔

نیز اس لئے (جیسا کہ مرغینانی کہتے ہیں) کہ اجارہ رفتہ رفتہ منعقد ہوتا ہے، لہذا اس کو رد کرنا امتناع (گریز کرنا) ہوگا^(۳)۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ حق فسخ کے استعمال سے جو چیز مانع ہے اگر وہ زائل ہو جائے (مثلاً بیہ کرنے والا اپنے بیہ کو واپس لے لے، یا رہن رکھنے والا اپنے رہن کو چھڑا لے) تو حق فسخ لوٹ آتا

اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی^(۱)۔

یا اس کو بیہ کر کے حوالہ کر دے، اس لئے کہ بیہ سپردگی کے بغیر ملکیت کا فائدہ نہیں دیتا، برخلاف بیع کے۔

یا اس کو رہن رکھ کر حوالہ کر دے، اس لئے کہ سپرد کئے بغیر رہن لازم نہیں ہوتا۔

یا اس کو صحیح طور پر وقف کر دے، اس لئے کہ وقف کر کے اس نے اس کو خرچ کر دیا، اور اپنی ملکیت سے خارج کر دیا^(۲)۔

یا اس کی وصیت کر کے مر گیا، اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت سے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی ہے) کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گی، اور یہ نئی ملک ہے، لہذا یہ اس کو فروخت کرنے کی طرح ہوگی۔

یا اس کو صدقہ کر کے سپرد بھی کر دے، اس لئے کہ سپرد کئے بغیر وہ صدقہ کرنے والے کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا^(۳)۔

اسی طرح آزاد کرنے سے بھی حق فسخ ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی قوت، سرایت اور اس کی طرف شارع کی توجہ و رغبت کے سبب، اس کو مستثنیٰ کیا ہے^(۴)۔

۳۱- ان تمام صورتوں میں بیع فاسد نافذ ہو جاتی ہے، اس کو فسخ کرنا محال ہے، اس کی دلیل یہ ہے:

الف: اس لئے کہ خریدار اس کا مالک ہو گیا، لہذا اس میں تصرف کا بھی مالک ہو گیا۔

ب: اس لئے کہ دوسرے عقد کے سبب بندہ کا حق متعلق ہو گیا، اور پہلے عقد کو فسخ کرنا محض حق اللہ کے لئے تھا، اور حق العبد، حق اللہ

(۱) تمییز الحقائق ۶۳/۳، الدر المنثور ۴۳/۳۔

(۲) الاقنار ۲۲/۲، ۲۳، ابن ماجہ ۱۲۶/۳۔

(۳) الدر المنثور ۱۲۶/۳، ۱۲۷۔

(۴) الاقنار ۲۲/۲، ۲۳، ابن ماجہ ۱۲۶/۳۔

(۱) الہدایہ فی فسخ القدر ۶۸، ۶۹، نیز دیکھئے تمییز الحقائق ۶۳، ۶۴، ۶۵۔

(۲) بدائع الصنائع ۳۰۱/۵، نیز دیکھئے الدر المنثور ۱۲۶/۳، ۱۲۷۔

(۳) الہدایہ فی فسخ ۱۰۰/۵۔

بیع فاسد ۳۳-۳۵

ہے، اس لئے کہ یہ عقود سب کے حق میں ہر طرح سے فسخ کے موجب نہیں۔

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ قیمت یا مثل کا فیصلہ ہونے سے قبل ہو، اس کے بعد نہ ہو، اس لئے کہ تقاضی کا یہ فیصلہ اس مال میں فروخت کرنے والے کے حق کو ختم کر دیتا ہے، اور اس کے حق کو شارع کے حکم سے قیمت یا مثل میں منتقل کر دیتا ہے، لہذا اس کا عین میں حق لوٹ کر نہیں آئے گا، کو کہ سبب اٹھ جائے جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے جب غاصب کے خلاف غصب کردہ مال گم ہونے کی وجہ سے قیمت کا فیصلہ کر دیا جائے پھر غصب کردہ مال مل جائے^(۱)۔

دوسری صورت: بیع فاسد کی بیع میں کئے جانے والے تصرفات:

۳۳- مثلاً تعمیر کرنا، درخت لگانا۔ اگر خریدار شرعاً فاسد کے طور پر خریدی ہوئی زمین پر تعمیر کر دے یا کوئی درخت لگا دے تو:

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ تعمیر کرنے اور درخت لگانے کی وجہ سے فسخ ممنوع ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں امام صاحب کے نزدیک استہلاک (خرچ کرنا) ہیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہمیشہ کے لئے کی جاتی ہیں، اور یہ دونوں چیزیں فروخت کرنے والے کی طرف سے مسلط کرنے کی وجہ ہوں، لہذا ان دونوں کے سبب لوٹانے کا حق ختم ہو جائے گا جیسا کہ بیع۔

صاحبین کی رائے ہے کہ تعمیر اور شجر کاری فسخ سے مانع نہیں ہیں، بائع کو حق ہے کہ ان دونوں کو توڑ کر بیع واپس لے لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حق شفیعہ (اگرچہ ضعیف ہے)، تعمیر اور شجر کاری کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا تو یہ بدرجہ اولیٰ باطل نہ ہوگا^(۲)۔

۳۴- موانع فسخ میں سے بیع میں اضافہ یا اس میں نقص ہونا ہے:

الف- اضافہ: حنفیہ کا فیصلہ ہے کہ بیع کے ساتھ متصل اضافہ جو اس سے پیدا شدہ نہ ہو، مثلاً بیع کپڑا تھا اس کو سل دیا یا کپڑا تھا رنگ دیا یا گیہوں تھا اس کو پیس دیا یا روئی تھی اس کا سوت کات دیا اور اس جیسی تمام صورتوں میں فسخ ممنوع ہو جاتا ہے اور خریدار پر بیع کی قیمت لازم ہو جاتی ہے۔

رہا وہ متصل اضافہ جو پیدا شدہ ہے مثلاً بیع کامونا ہونا یا منفصل اضافہ جو پیدا شدہ ہو مثلاً اولاد، اور منفصل اضافہ جو پیدا شدہ نہ ہو مثلاً کمائی اور بھہ، تو یہ سب مانع فسخ نہیں^(۱)۔

ب: بیع میں نقص: حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر خریدار کے قبضہ میں بیع میں نقص پیدا ہو جائے تو رد کرنے کا اس کا حق ختم نہ ہوگا، اور فسخ کرنا ممنوع نہیں ہے، البتہ اگر اس کے قبضہ میں رہتے ہوئے اسی کے فعل سے نقص پیدا ہوا ہو یا بذات خود بیع کے فعل سے یا سماوی آفت سے تو بائع اسے خریدار سے لے لے گا، اور اس کو نقص کے تاوان کا ضامن بنائے گا، اور اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے بائع کے فعل سے نقص پیدا ہوا تو اس کی وجہ سے بائع کو بیع واپس لینے والا گردانا جائے گا، اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے نقص پیدا ہوا ہو تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اس کو خریدار سے لے یا جنایت کرنے والے سے لے^(۲)۔

۳۵- حنفیہ میں سے زبلی نے واپسی اور فسخ کے حق کو ممنوع قرار دینے والے انعال کا ضابطہ لکھتے ہوئے کہا: اگر خریدار بیع میں ایسا کام کر دے، جس کی وجہ سے غصب کی صورت میں مالک کا حق ختم ہو جاتا ہے، تو اس کی وجہ سے مالک کا واپس لینے کا حق بھی ختم

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳۱۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳۷، ۱۳۸۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳۱، تمیز الحقائق مع جامعہ اہلسنی ۶۵۳۔

بیع فاسد ۳۶-۳۷

ہو جائے گا، مثلاً گیہوں ہوں کو پیس دے (۱)۔

کی تصحیح ممکن ہے، مثلاً غیر موقت خیار کی شرط کے ساتھ بیع یا ایسے خیار موقت کی شرط کے ساتھ بیع جس کا وقت مجہول ہو، مثلاً کٹائی اور بوائی اور مثلاً ایسے مؤخر ثمن کے بدلہ فروختگی جس کی مدت مجہول ہو، اجل جس کا حق ہے اس نے وہ وقت آنے سے پہلے اور بیع کو فسخ کرنے سے پہلے اجل کو ساقط کر دیا تو جائز ہوگئی، کیونکہ مفسد زائل ہو گیا اگرچہ اسقاط اجل جدا ہونے کے بعد ہو، جیسا کہ ابن عابدین نے لکھا ہے۔ اسی طرح تمام فاسد بیوع مفسد کے حذف کرنے سے جائز ہو جاتی ہیں، چنانچہ چھت میں نصب کڑی کی بیع فاسد ہے، اسی طرح کپڑے میں سے ایک ذراع اور تلواری کی زینت کی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ وہ ضرر جس کا اسے حق نہیں ہے اس کے بغیر بیع کو حوالہ کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن اگر اس کو فسخ کرنے سے قبل اکھاڑ کر خریدار کے حوالے کر دے تو جائز ہے، اور خریدار کے لئے گریز کرنے کا حق نہیں۔ دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع فاسد ہے، کیونکہ بیع مجہول ہے، لیکن اگر کہے ان میں سے جس کو چاہے لے لے تو عدم نزاع کے سبب جائز ہے (۱)۔ اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ خریدار اس کو رہن دے گا، اور رہن معین یا مقرر نہ ہو تو بیع فاسد ہے، البتہ اگر وہ دونوں مجلس میں تعیین رہن پر راضی ہو جائیں اور دونوں کے جدا ہونے سے قبل خریدار نے رہن اس کے پاس پہنچا دی یا خریدار نے ثمن فوراً دے دیا تو اجل باطل ہے، اور بیع فساد کے ختم ہونے کی وجہ سے اتحساناً جائز ہو جائے گی (۲)۔

یہ سب اکثر فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہے، اس میں امام زفر کا اختلاف ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: بیع جب فساد کے ساتھ منعقد ہوگی تو اس کے بعد سبب فساد کو دور کر کے اس کے جائز ہونے کا امکان نہیں

(۱) البدائع ۵/۷۸، ابن عابدین ۱۱۹/۳، الاقویار ۲/۲۵، ۲۶۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۳۔

سوم۔ (بیع فاسد کے احکام میں سے) بیع فاسد کے بیع اور ثمن میں نفع کا حکم:

۳۶۔ فقہاء حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ثمن میں ہونے والا نفع بائع کے لئے حلال ہے، اور بیع میں ہونے والا نفع خریدار کے لئے حلال نہیں، لہذا اگر کوئی چیز کسی سے بیع فاسد کے طور پر مثلاً ایک ہزار درہم میں خریدی، اور دونوں نے قبضہ کر لیا، اور اپنے اپنے مقبوضہ میں ہر ایک کو نفع ہوا تو ”عین“ (چیز) پر قبضہ کرنے والا نفع کو صدقہ کر دے، اس لئے کہ وہ تعیین سے متعین ہو جاتی ہے، اس لئے اس میں خباثت مستحکم ہو چکی ہے اور جس نے درہم پر قبضہ کیا اس کے لئے نفع حلال ہے، اس لئے کہ ”نقد“ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا (۲)۔

اس فرق کا حاصل یہ ہے کہ اگر بیع مقایضہ (عین کی عین سے بیع) ہو تو دونوں میں سے کسی کے لئے نفع حلال نہیں، اس لئے کہ بیع اور ثمن میں سے ہر ایک اعتبار سے بیع ہے، اس لئے ان دونوں میں ایک ساتھ خباثت مستحکم ہوگی ہے (۳)۔

چہارم۔ بیع فاسد کا تصحیح کو قبول کرنا:

۳۷۔ بیع فاسد میں فساد ضعیف ہوگا یا قوی:

الف: اگر فساد ضعیف ہو، یعنی صلہ عقد میں داخل نہ ہو تو اس

(۱) تمیز الحقائق ۶۵/۳۔

(۲) صحیحہ حنفیہ کے نزدیک بیع فاسد میں نقد کی تعیین کے بارے میں دو روایتیں ہیں، لیکن اگر بیع فاسد میں درہم پر قبضہ کرنے والے نے تجارت کی، اور دوسرے عقد میں اس کو نفع ہوا تو بیع اس کے لئے حلال ہے اس میں ایک ہی روایت ہے، کیونکہ عقداتی میں نقد متعین نہیں ہوتا (دیکھئے ابن عابدین ۱۲۹/۳)۔

(۳) ابن عابدین ۱۲۹/۳۔

بیع فاسد ۳۸-۴۰

الف: اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے خریدار کے فعل یا بذات خود بیع کے فعل یا ساموی آفت سے بیع میں نقص پیدا ہو تو نقص کے تاوان کا خریدار کو ضامن قرار دینے کے ساتھ بائع اس کو لے لے گا۔

ب: اگر نقص بائع کے فعل سے ہو تو اس کی وجہ سے وہ بیع کو واپس لینے والا ہو گیا، حتیٰ کہ اگر بیع خریدار کے پاس ہلاک ہو جائے، اور اس کی طرف سے بائع پر کوئی رکاوٹ اور پابندی نہیں پائی گئی تو بائع کا مال ہلاک ہوگا۔

ج: اگر اجنبی کے فعل سے نقص پیدا ہو تو بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ:

اگر چاہے تو اس کو خریدار سے لے، پھر خریدار مجرم سے وصول کرے۔

اور اگر چاہے تو مجرم کے پیچھے لگے اور وہ خریدار سے وصول نہیں کرے گا^(۱)۔

ششم- بیع فاسد میں خیار کا ثبوت:

۴۰- حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع فاسد میں خیار شرط ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ بیع جائز میں ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اگر غلام کو ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب میں فروخت کیا، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے لئے خیار ہے، اور خریدار نے بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا، اور تین دنوں کے اندر اس کو آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا، اور اگر بائع کے لئے خیار شرط نہ ہوتا تو قبضہ کے بعد خریدار کا آزاد کرنا نافذ ہوتا۔ ابن عابدین نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ مدت خیار کے گزرنے کے بعد اس کا آزاد کرنا درست ہے، کیونکہ خیار ختم ہو گیا، اور یہ ظاہر ہے۔

(۱) رد المحتار ۴/۱۲۵۔

ہے، کیونکہ اس میں استحالہ (ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا) ہے۔

ب: اگر فساد قوی ہو اس طرح کہ صلب عقد یعنی (بدل یا مبدل) میں ہو، تو سبب فساد کو ختم کرنے سے بالاتفاق جواز کا احتمال نہیں۔ مثلاً کوئی عین ایک ہزار درہم اور ایک رطل خمر میں فروخت کیا، پھر خریدار سے خمر کو ساقط کر دیا تو یہ بیع فاسد ہے، اور صحیح نہ ہوگی^(۱)۔

پنجم- بیع کے ہلاک ہونے پر ضمان:

۳۸- فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیع فاسد کی بیع اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان خریدار پر ثابت ہے، یعنی اگر وہ مثلی (کیلی یا وزنی یا عددی) ہو تو مثل لوٹائے گا، اور اگر ذوات القیم میں سے ہو تو قیمت لوٹائے گا، خواہ کتنی ہی ہو، خواہ ثمن سے زیادہ ہو یا اس سے کم یا اس کے برابر۔

ذوات القیم میں جمہور حنفیہ کے نزدیک قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہے، اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے وہ اس کے ضمان میں داخل ہوئی ہے، لہذا وہی دن معتبر ہوگا جس دن ضمان کا سبب منعقد ہوا ہے^(۲)۔

امام محمد کے نزدیک اتلاف (ہلاک کرنے) کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس لئے کہ اتلاف کی وجہ سے مثل یا قیمت کا ثبوت ہو جاتا ہے^(۳)۔

۳۹- اگر بیع فاسد کی بیع میں خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے نقص پیدا ہو جائے تو اس نقص کے ضمان کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) البدائع ۵/۷۸۔

(۲) الدر المختار ۴/۱۲۵، کتایب المطالب ۲/۱۳۸۔

(۳) رد المحتار ۴/۱۲۵۔

بیع فاسد ۴۰، بیع الفضولی ۱

بیع فاسد کی بیع میں جس طرح خیاب شرط ثابت ہوتا ہے اسی طرح خیاب عیب بھی ثابت ہوتا ہے، اور خریدار کو اختیار ہے کہ قبضہ کے بعد عیب کے سبب تاضی کے فیصلہ سے یا اس کے بغیر اس کو واپس کر دے (۱)۔

بیع الفضولی

تعریف:

۱- بیع لغت میں: کسی چیز کا کسی چیز سے تبادلہ کرنا ہے۔

اور شرع میں: مال منقوم کا مال منقوم سے مالک بننے اور بنانے کے لئے تبادلہ کرنا ہے (۱)۔

فضولی لغت میں: وہ شخص ہے جو لایعنی چیزوں میں مشغول ہو۔ اور اصطلاح میں: فضولی وہ شخص ہے جو عقد میں نہ ولی ہو، نہ اصیل ہو اور نہ وکیل ہو (۲)۔

”العناویہ“ میں ہے: فضولی: فاء کے ضمہ کے ساتھ ہی ہے، اور فضل کے معنی: زیادتی کے ہیں، مفرد لفظ ”فضل“ کے بجائے جمع کا لفظ ”فضول“ ہی ایسی چیز کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لایعنی چیزوں میں مشغول رہے اس کو فضولی کہتے ہیں، اور فقہاء کی اصطلاح میں فضولی وہ ہے جو وکیل نہ ہو (۳)۔

تبیین الحقائق پر شلمی کے حاشیہ میں آیا ہے: حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ فضولی وہ ہے جو دوسرے کے حق میں شرعی



(۱) لسان العرب، القاسوس الحریط، الصحاح، امصباح لمیر مادہ ”فضل“، التعریفات للجر جانی۔

(۲) امصباح مادہ ”فضل“، التعریفات للجر جانی۔

(۳) العناوی علی الہدایہ صدر ہاشم بیح القدر ۳۰۹/۵، طبع لا میریہ امصباح مادہ ”فضل“۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳۹/۳، رد المحتار ۳/۲۲۲، ۱۲۶۔

بیع الفضولی ۲-۳

دوم: بیع ممنوع اور باطل ہے۔

رہا فضولی کا خریداری کرنا تو کچھ فقہاء اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور بیع کی طرح اجازت پر موقوف قرار دیتے ہیں، کچھ فقہاء اس کو اس طرح سے نہیں قرار دیتے جبکہ بعض اس میں تفصیل کرتے ہیں۔

دلائل:

۴- بیع فضولی کے جواز کے تاملین کا استدلال اس فرمان باری سے ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" (۱) (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو)، اور اس میں اپنے مسلمان بھائی کا تعاون ہے (۲)۔

نیز ان کا استدلال حضرت عروہ بن ابوالجعد باری کی حدیث سے ہے، وہ حدیث یہ ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا لِيَشْتَرِيَ لَهُ بِه شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ بِه شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدَيْنَارٍ، فَجَاءَ بِدَيْنَارٍ وَشَاةً، فِدْعَا لَهُ بِالْبُرْكَاةِ فِي بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوْ اشْتَرَى التَّرَابَ لَرُبِحَ فِيهِ" (۳) (نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تاکہ آپ کے لئے ایک بکری خریدیں، انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک دینار و ایک بکری لے کر آئے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے بیع میں برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ اگر مٹی خریدتے تو بھی اس میں نفع ہوتا)۔

نیز حضرت حکیم بن حزام کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی

اجازت کے بغیر تصرف کرے، مثلاً اجنبی شادی کرائے یا بیع کرے، واحد (فصل) کی طرف نسبت نہیں آئی ہے کو کہ قیاس یہی تھا کہ واحد کی طرف نسبت ہو، کیونکہ غالبہ استعمال کی وجہ سے اس مفہوم کے لئے "علم" بن کر انسانی اور اعرابی کی طرح ہو گیا ہے (۱)۔

لفظ فضولی فقہاء کے نزدیک ہر اس شخص کو شامل ہے جو ملکیت، ولایت اور وکالت کے بغیر تصرف کرے، مثلاً غاصب، مال منسوب میں بیع وغیرہ کا تصرف کرے، اور وکیل اگر اپنے مؤکل کے حکم کے خلاف بیع یا شراء یا تصرف کرے، تو اس کو بھی اس مخالفت کے سبب فضولی مانا جائے گا، اس لئے کہ وہ اپنے مؤکل کی طے کردہ حدود سے آگے بڑھ گیا ہے۔

شرعی حکم:

۲- جو فقہاء بیع فضولی کو باطل سمجھتے ہیں ان کی رائے کا تقاضا ہے کہ بیع فضولی کا اقدام کرنا حرام ہو، اس لئے کہ یہ باطل معاملات کا سبب بنتا ہے۔ اور جو فقہاء اس کو صحیح سمجھتے ہیں یعنی حنفیہ و مالکیہ، ان میں مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ مالک کی مصلحت کے بغیر بیع فضولی حرام ہے، ہاں اگر کسی مصلحت کی وجہ سے ہو، مثلاً تلف یا ضیاع کا خوف ہو تو حرام نہیں، بلکہ بسا اوقات مندوب ہوتی ہے۔

شرعی حکم کے بارے میں حنفیہ کی صراحت ہم کو نہیں ملی۔

اجمالی حکم:

۳- بیع فضولی کے بارے میں فی الجملہ فقہاء کے دو نقطہ ہائے نظر ہیں:

اول: بیع جائز ہے اور مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۱) سورۃ مائدہ ۲/۵۔

(۲) المجموع ۲/۶۳، طبع المنقذ، الفروق للعراقی ۳/۳۳، طبع دار المعرفہ۔

(۳) حدیث: "عروہ بن ابی الجعد....." کی روایت بخاری (بیع الباری

۶۳۲/۶، طبع الریاض) نے کی ہے۔

(۱) جامعہ اہلسنی علی تمیز الحقائق ۳/۱۰۳، طبع دار المعرفہ، حاشیہ ابن ماجہ بن

۱۳/۵، طبع المعصرین۔

بیع الفضولی ۵

میرے پاس آتا ہے اور ایسی چیز فروخت کرنے کی درخواست کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں، کیا میں اس کے لئے بازار سے خرید لوں، پھر اس کو فروخت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تبع مالیس عندک“^(۱) (جو چیز تمہارے پاس نہیں، اس کو فروخت نہ کرو)۔

نیز حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرو نے فرمایا: مجھ سے میرے والد نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا یہاں تک حضرت عبد اللہ بن عمر کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربیح مال م یضمن، ولا بیع مالیس عندک“^(۲) (ایک ساتھ ادھار اور فروختی جائز نہیں، اور نہ ہی فروختی میں دو شرطیں جائز ہیں، اور نہ اس چیز کا نفع حلال ہے جو ضمان میں نہ ہو اور نہ اس چیز کا بیچنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے)۔

نیز حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا ینزل فیما تملک، ولا ینزل فیما تملک، ولا یعتق إلا فیما تملک، ولا یبع إلا فیما تملک“^(۳) (طلاق نہیں مگر اس میں جس کے تم مالک ہو، حق نہیں مگر اس میں جس کے تم مالک ہو، اور بیع نہیں مگر اس میں جس

(۱) تحفۃ الاحوذی ۳/۳۳۰ طبع دوم، المجموع ۲/۶۲ طبع استغیثہ، کشف القناع ۱۵۷ طبع اشعر۔

حدیث حکیم بن حزام ”لا بیع مالیس عندک.....“ کی روایت ترمذی (تحفۃ الاحوذی ۳/۳۳۰) نے کی ہے ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

(۲) تحفۃ الاحوذی ۳/۳۳۱، ۳۳۲ طبع دوم۔

حدیث عمرو بن شعیب ”لا یحل سلف و بیع.....“ کی روایت ترمذی (۳/۵۳۵ طبع اعلیٰ) نے کی ہے ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔

(۳) المجموع ۲/۶۲، ۲۶۳ طبع استغیثہ۔

حدیث عمرو بن شعیب ”لا ینزل فیما تملک.....“ کی روایت ابوداؤد (۳/۶۳۰ طبع عزت میدداس) اور ترمذی (۳/۸۶۸ طبع اعلیٰ) نے کی ہے الفاظ ابوداؤد کے ہیں ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے اور یہ اس باب کی تمام روایات سے احسن ہے۔

کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار میں قربانی کا جانور خریدنے کے لئے بھیجا، انہوں نے قربانی کا جانور خریدا، اور اس میں ایک دینار نفع کمایا، پھر اس کی جگہ دوسرا جانور خریدا، اور قربانی کا جانور اور دینار خدمت نبوی میں لائے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ضح بالشاءة وتصدق بالمدینار“^(۱) (بکری کی قربانی کر دو، اور دینار کو صدقہ کر دو)۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بیع کو جائز قرار دیا۔ اگر باطل ہوتی تو اس کو رد کر دیتے، اور ایسی بیع کرنے والے پر تکفیر فرماتے، نیز اس لئے کہ یہ تصرف تملیک ہے جو اس تصرف کے ”اہل“ کی طرف سے صادر ہوا ہے، لہذا اس کے منعقد ہونے کا قائل ہونا واجب ہے، کیونکہ مالک کو اس میں کوئی ضرر نہیں، اس لئے کہ اس کو اختیار حاصل ہے، بلکہ اس میں اس کا نفع ہے کہ وہ خریدار کی تلاش اور دشمن کے فرار (یعنی مطالبہ) وغیرہ کا بوجھ خود اٹھالیتا ہے، اور اس میں عاقد کا بھی نفع ہے، اس لئے کہ اس کے کلام کو لغو کرنے سے بچاتا ہے۔ اور اس میں خریدار کا بھی نفع ہے، اس لئے کہ اس نے اس کا اقدام خوشی سے کیا ہے، انہی وجوہ کے سبب شرعی قدرت ثابت ہے^(۲)۔

۵- عدم جواز کے قائلین کا استدلال، حکیم بن حزام کی اس روایت سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ایک شخص

(۱) تبیین الحقائق ۳/۱۰۳ طبع دار المعرف، المجموع ۲/۶۲ طبع استغیثہ، سنن البیہقی ۱/۱۱۳ طبع اول۔

حدیث حکیم بن حزام ”ضح بالشاءة.....“ کی روایت ترمذی (تحفۃ الاحوذی ۳/۵۳۵) نے کی ہے ترمذی نے کہا ہم اس کو صرف اسی طریق سے جانتے ہیں، میرے نزدیک حبیب بن ابی ثابت کا حکیم بن حزام سے سماع نہیں۔

(۲) فتح القدیر ۵/۳۱۰ طبع وامیریہ البحر الرائق ۱/۱۶۰ طبع اعلیٰ، تبیین الحقائق ۳/۱۰۳، ۱۰۴ طبع دار المعرف۔

بیع الفضولی ۶-۸

کے تم مالک ہو۔)۔

جدید اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، البتہ مالک کی

اجازت پر موقوف ہوگی۔

امام شافعی کا دوسرا جدید قول اور امام احمد سے دوسری روایت یہ

ہے کہ بیع باطل ہے (۱)۔

۸- یہ سب صرف اجمالی بات ہے، اس لئے کہ حنفیہ بیع فضولی کے

نفاذ کے لئے کچھ شرائط ذکر کرتے ہیں جو یہ ہیں: ملکیت کا باقی

رہنا اور بقاء ملکیت کا تحقق دونوں عقد کرنے والوں یعنی فروخت کنندہ

اور خریدار کی بقا سے ہوتا ہے، اور معتقد علیہ کا بغیر تبدیلی کے باقی رہنا،

اس لئے کہ اجازت عقد میں تصرف ہے، لہذا عقد کی بقاء ضروری ہے،

اور عقد کی برقراری دونوں عقد کرنے والوں اور محل عقد کی برقراری

سے ہوتی ہے، جیسا کہ یہی حال عقد کو وجود میں لانے میں ہے، نیز

حنفیہ کے یہاں یہ بھی شرط ہے کہ فضولی اس شے کو اس شرط پر نہ بیچے کہ

وہ اس کی ذاتی ہے۔ رہائش تو حنفیہ کے یہاں اس کا قیام و بقاء شرط

ہے اگر وہ سامان ہو، اس لئے کہ سامان تعین سے متعین ہو جاتا ہے،

لہذا وہ بیع کی طرح ہو گیا، لیکن اگر شے ذین ہو تو حنفیہ نے اس کے

برقرار رہنے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

نیز حنفیہ نے یہ بھی شرط لگائی کہ مالک اول بیع جس کے لئے عقد

بیع کی گئی ہے وہ باقی ہو، ساتھ ہی ساتھ اس کو اجازت کے وقت بیع کی

حالت کا (کہ موجود ہے یا نہیں) علم ہو، اس لئے کہ عقد اس کی

یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ فضولی شخص کی بیع باطل ہے، اس

لئے کہ یہ ملکیت، اجازت، ولایت اور وکالت کے بغیر تصرف ہے۔

نیز اس لئے کہ اس نے ایسی چیز فروخت کی جس کے سپرد

کرنے پر قادر نہیں، اس لئے صحیح نہیں، جیسا کہ بھگوڑے غلام، پانی

میں مچھلی اور نضا میں پرندے کی بیع (۱)۔

ذیل میں فضولی کے تصرف کے بارے میں مذاہب کی تفصیل

ہے:

الف- بیع میں فضولی کا تصرف:

۶- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع کی شرائط میں سے ایک شرط

یہ ہے کہ بیع فروخت کرنے والے کی ملکیت ہو یا فروخت کرنے

والے کو اس پر ولایت یا وکالت حاصل ہو جو اس میں اس کے تصرف کا

جواز پیدا کرے، نیز فضولی کی بیع کی صحت پر اتفاق ہے اگر مالک

حاضر ہو اور بیع کی اجازت دے دے، اس لئے کہ اس صورت میں

فضولی وکیل کی طرح ہو جائے گا۔

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر بیع کا مالک اجازت دینے کا

اہل نہ ہو، مثلاً فرنگی کے وقت وہ نابالغ بچہ ہو تو فضولی کی بیع درست

نہیں ہے۔

۷- بیع فضولی کے بارے میں اختلاف اس صورت میں ہے جب

مالک تصرف کا اہل ہو، اور اس کے غائبانہ میں اس کا مال فروخت کیا

گیا یا اس کی موجودگی میں فروخت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو کیا بیع

فضولی صحیح ہوگی یا نہیں؟

حنفیہ و مالکیہ کا مذہب، امام شافعی کا قول قدیم اور ایک قول

(۱) مغنی المحتاج ۱۵/۲ طبع المجلدی، المجموع ۲۶۱/۲، ۲۶۳ طبع السنہ۔

(۱) بدائع الصنائع ۱۳۷/۵ طبع الجمالی، تبیین الحقائق ۱۰۳/۱۰۲ طبع

دارالمعرف، ابن ماجہ ۱۳۶/۳، فتح القدیر ۳۰۹/۵ طبع وامیرپہ حاجیہ

الدوسقی ۱۲/۲ طبع الفکر، سواہب الجلیل ۳۶۹/۲، طبع انوار، الخرش

۱۸/۵ طبع دارصادر، روضۃ المصابین ۳۵۳/۳ طبع المکتب الاسلامی، تحت

المحتاج ۲۳۶/۳، ۲۳۷ طبع دارصادر، المجموع ۲۵۹/۹ طبع السنہ، کشاف

القناع ۱۵۷/۳ طبع المنصر، الانصاف ۲۸۳/۳ طبع التراث، الفروع

۳۶۶/۳، ۳۶۷ طبع اول المنار۔

بیع الفضولی ۹-۱۱

پانچویں چیز (جس کی بقاء شرط ہے) وہ ثمن ہے جو سامان کی صورت میں ہے۔ اور اگر بیع کا مالک اجازت دے (جبکہ ثمن عرض ہو) تو فضولی دوسرے کے مال کو فروخت کرنے کے سبب سامان کو ایک اعتبار سے خریدنے والا ہو گیا۔ اور خریداری موقوف نہیں ہوتی اگر اس کو نفاذ مل جائے، اس لئے وہ فضولی پر نافذ ہوگی اور وہ سامان کا مالک ہو جائے گا، اور اجازت کا فائدہ یہ ہے کہ اس نے فضولی کو یہ اجازت دے دی کہ خریدے ہوئے اس سامان کا ثمن اپنے مال سے نقد ادا کر دے اور اسی وجہ سے اس کو اجازت عقد کہتے ہیں، گویا اس نے کہا: یہ سامان اپنے لئے خرید لو، اور اس کا ثمن میرے اس مال سے نقد ادا کر دو جو تمہارے اوپر قرض ہوگا، لہذا اگر مثلی ہو تو اس پر مثل، اور اگر ”ذوات القیم“ میں سے ہو مثلاً کپڑا تو اس کی قیمت واجب ہوگی، اس طرح وہ کپڑے کو قرض لینے والا ہو گیا، اور قرض ذوات القیم میں اگر چہ ناجائز ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ قصداً ہو، اور یہاں خریداری کی صحت کے تقاضے کے تحت ضمانتی ثابت ہوا ہے، لہذا اس میں مقتضی کی صحت کی شرائط کی رعایت ہوگی، اور وہ شراہ ہے، کوئی اور چیز نہیں (۱)۔

۱۰- حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ فضولی کو اختیار ہے کہ اپنے اوپر سے دفع ضرر کے لئے مالک کی اجازت سے قبل فسخ کر دے، اس لئے کہ بیع کے حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں، برخلاف نکاح میں فضولی کے، کیونکہ اس کی حیثیت محض ترجمان کی ہے (۲)۔

۱۱- حنفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اجازت کے بعد فضولی کا حکم وکیل کے حکم کی طرح ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر وہ ثمن میں کمی کر دے، پھر مالک بیع کی اجازت دے دے تو بیع بھی ثابت ہوگی اور ثمن کی کمی بھی ثابت

اجازت پر موقوف ہے، لہذا دوسرے کی اجازت سے نافذ نہ ہوگا، لہذا اگر مالک مر جائے تو وارث کی اجازت سے نافذ نہ ہوگا، خواہ ثمن دین ہو یا عرض (سامان) (۱)۔

اگر مالک کو اجازت کے وقت بیع کے حال کا علم نہ ہو (کہ وہ موجود ہے یا نہیں) تو امام ابو یوسف کے قول اول کے مطابق بیع جائز ہے، امام محمد کا بھی قول یہی ہے، اس لئے کہ اصل اس کا باقی رہنا ہے، پھر امام ابو یوسف نے اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے کہا: جب تک مالک کو اجازت کے وقت بیع کے برقرار ہونے کا علم نہ ہو بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ شک شرط اجازت میں ہوا ہے، لہذا جب تک شرط اجازت کے بارے میں شک ہے اس وقت تک عقد ثابت نہ ہوگا (۲)۔

۹- جب مالک اجازت دے دے تو بیع خریداری کی ملکیت ہوگئی، اور ثمن مالک بیع کی ملکیت ہو گیا جو فضولی کے قبضہ میں امانت ہے۔ اگر ثمن ہلاک ہو جائے تو وکیل کی طرح فضولی اس کا ضامن نہ ہوگا، اس لئے کہ بعد میں آنے والی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے، اس وجہ سے کہ اسی کے سبب اس کا تصرف نافذ ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے اس نوعیت کی اجازت کو: (اجازت عقد) کہتے ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثمن دین ہو، لیکن اگر عین ہو اس طور پر کہ فضولی نے دوسرے کی مملوک چیز کو عین سامان کے بدلہ بیع مقایضہ کے طور پر فروخت کر دیا تو اس میں چاروں مذکورہ چیزوں کی بقاء شرط ہے جو یہ ہیں: بیعنے والا، خریدنے والا، بیع اور مالک اول، اور

(۱) مجمع وانہر ۲/۹۵، ۹۳، طبع العثمانیہ، البحر الرائق ۶/۱۶۰ طبع العلمیہ، جامع المنصولین ۱/۲۳۰ طبع بولاق۔

(۲) العنایہ مع فتح القدر ۵/۳۱۳ طبع وامیر تیمین الحقائق ۳/۱۰۶ طبع دار المعرفۃ، البحر الرائق ۶/۱۶۰ طبع العلمیہ۔

(۱) مجمع وانہر ۲/۹۵، ۳۱۲، طبع العثمانیہ۔

(۲) مجمع وانہر ۲/۹۵، طبع العثمانیہ، فتح القدر ۵/۳۱۳ طبع وامیر۔

بیع الفضولی ۱۲-۱۳

”صرف“ کے معاملات میں فضولی نے بیع کی تو اسے فسخ کر دیا جائے گا۔
سوم: یہ ہے کہ غیر وقف میں ہو۔ اگر وقف میں ہو تو باطل ہے،
واقف کی رضامندی پر موقوف نہیں، کوکہ ملکیت اسی کی ہو^(۱)۔
۱۳- مالکیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک کو حق ہے کہ بیع فضولی کو
توڑ دے، خواہ فضولی غاصب ہو یا کوئی اگر بیع فوت نہ ہوئی ہو، لیکن
اگر عین بیع جاتی رہی تو فضولی کے ذمہ اس کے ثمن اور قیمت میں جو
زائد ہے وہ واجب ہوگا^(۲)۔

مالکیہ نے کہا: جس شخص نے فضولی سے خرید ا ہے وہ مالک کے
علم میں آنے سے پہلے اس چیز کی آمدنی اور پیداوار کا حق دار ہوگا،
بشرطیکہ خریدار کو اس بات کا علم نہ ہو کہ بیچنے والے نے مالک کے حق پر
زیادتی کی ہے یا وہاں کوئی ایسا شبہ ہو جو فروخت کرنے والے سے
زیادتی کی نفی کرتا ہو، کیونکہ مثلاً وہ بچوں کا پرورش کرنے والا ہے مثلاً
ماں، جو بچوں کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرتی ہے یا وہ مالک کے سبب میں
ہے، یعنی ان لوگوں میں ہے جو مالک کی جانب سے اس کے کاموں
کی انجام دہی کرتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے
کہ وہ مالک کا وکیل ہے، پھر مالک آجائے اور اس کا انکار کر دے
وغیرہ، اس کی دلالت مسئلہ یمن سے ہوتی ہے کہ یہ قسم کھائے کہ فلاں
سے فروخت نہیں کرے گا، پھر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جو
اس کے سبب میں سے ہے^(۳)۔

مالکیہ کی کتابوں میں ایک اور حکم مذکور ہے جس کو مالکیہ نے

ہوگی، خواہ مالک کو کم کرنے کا علم رہا ہو یا نہ رہا ہو، لیکن اگر کم کرنے کا
علم اس کو اجازت کے بعد ہوا تو اس کے لئے خیارت ثابت ہوگا، اس کی
وجہ (جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے) یہ ہے کہ وہ اجازت کے
سبب وکیل کی طرح ہو جاتا ہے، اور اگر وکیل ثمن کم کر دے تو مؤکل
خریدار سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، تو یہی حکم یہاں بھی ہوگا^(۱)۔
۱۲- مالکیہ نے بیع فضولی کی صحت کے لئے تین شرطیں لگائی ہیں:

اول: مالک، مجلس بیع میں حاضر نہ ہو، لیکن شہر میں حاضر ہو یا شہر
سے باہر قریب ہو اتنا دور نہ ہو کہ اس کی آمد یا اس کے مشورہ کا انتظار
کرنے میں ضرر ہو۔ اگر وہ مجلس بیع میں حاضر ہو اور خاموش رہے تو بیع
اس پر لازم ہے، اور فروخت کرنے والے کو ثمن مل جائے گا، اور اگر
تقریباً سال گزر گیا، اور مالک نے فروخت کرنے والے فضولی سے
ثمن کا مطالبہ نہیں کیا تو فروخت کرنے والے کے ذمہ اس کا کچھ
نہیں^(۲)۔ اور سکوت کی صورت میں اس کی ماواقفیت عذر نہیں اگر وہ
اس کا دعویٰ کرے۔ مالک فضولی سے ایک سال گزرنے سے قبل تک
ثمن کا مطالبہ کر سکتا ہے، اور اگر سال گزر جائے اور وہ خاموش ہو تو
ثمن میں اس کا حق ساقط ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس
کی موجودگی میں بیع ہوئی ہو۔ لیکن اگر اس کی عدم موجودگی میں بیع
ہوئی تو ایک سال تک وہ بیع کو توڑ سکتا ہے، اور ایک سال گزرنے پر
توڑنے کا اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

ثمن میں اس کا حق مدت حیا زہ گزرنے سے قبل ساقط نہیں
ہوتا، اور مدت حیا زہ: دس سال ہے^(۳)۔

دوم: یہ ہے کہ فضولی کی بیع عقد صرف نہ ہو، اور اگر

(۱) الرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر۔

(۲) الرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر، الدسوقی ۳/۱۲ طبع الفکر، جوہر والکلیل ۵/۲ طبع
دار المعرفہ۔

(۳) الخرشمی مع حامیہ الصدوی ۱۸/۵ طبع صادر، الرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر، الدسوقی
مع المشرح الکبیر ۳/۱۲ طبع الفکر۔

(۱) جامع الفصولین ۲۳۱/۱ طبع وامیر۔

(۲) الرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر۔

(۳) المشرح الکبیر ۳/۱۲ طبع الفکر، المشرح الصغیر ۳/۲۶ طبع دار المعارف۔

بیع الفضولی ۱۴-۱۵

ہے (۱)۔

بیع فضولی کو موقوف قرار دینے کے قول پر شیخین (رافعی اور نووی) کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ خود بیع کی صحت مالک کی اجازت پر موقوف ہے، اور امام الحرمین نے فرمایا کہ بیع تو عقد کے وقت ہی درست ہے، مالک کی اجازت پر صرف ملکیت (کی منتقلی) موقوف ہے اور ”لام“ میں وہ اسی پر چلے ہیں (۲)۔

اجازت کے باب میں ان کے نزدیک اعتبار عقد کے وقت تصرف کے مالک کی اجازت ہے، لہذا اگر فضولی، بچہ کا مال فروخت کر دے، پھر وہ بائع ہو اور اجازت دے تو نافذ نہ ہوگی۔

ان کے نزدیک بیع فضولی میں محل اختلاف (جیسا کہ نہایت احتجاج میں ہے) وہ صورت ہے جبکہ مالک حاضر نہ ہو، اور اگر دوسرے کا مال اس کی موجودگی میں فروخت کیا اور وہ خاموش ہے تو یہ بیع قطعاً درست نہیں ہوتی۔

شافعیہ کے نزدیک بطلان یا انعقاد کے اعتبار سے بیع فضولی میں مذکورہ اختلاف ہر اس شخص کے بارے میں جاری ہوگا جو دوسرے کی لڑکی کا نکاح کر دے یا دوسرے کی منکوحہ کو طلاق دے دے یا دوسرے کا گھرا جا رہے پر دے دے یا اس کو بہہ کر دے، اور یہ سب اس کی اجازت کے بغیر ہو (۳)۔

۱۵ - حنابلہ کے یہاں مذہب (اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں) یہ ہے کہ بیع فضولی صحیح نہیں، جیسا کہ ”الانساف“ میں ہے، اور اسی میں یہ

جواز پر متفرع کیا ہے، غیر مالکیہ نے اس کی صراحت نہیں کی۔ اور وہ بیع پر فضولی کے اقدام کا حکم ہے۔ چنانچہ دسوقی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے، ایک قول: اس کی ممانعت کا ہے، دوسرا قول: اس کے جواز کا، اور تیسرا قول: عقار (جائیداد غیر منقولہ) میں ممانعت، اور ”عروض“ (موال منقولہ) میں جواز کا ہے (۱)۔

۱۴ - شافعیہ کے یہاں بیع فضولی کے بطلان کا قول ہی صحیح ہے، جس کی صراحت امام شافعی کی فقہ جدید میں کر دی گئی ہے اور اسی کو صاحب المہذب، جمہور عراقیوں، اور بکثرت یا اکثر خراسانیوں نے قطعی کہا ہے جیسا کہ ”المجموع“ میں ہے۔

مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر اس کے انعقاد کا قول: قول قدیم ہے، جس کو خراسانیوں اور عراقیوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے، نیز ان ہی میں سے الحاطلی نے ”اللباب“ میں، اور شاشی اور صاحب البیان نے یہ بات کہی ہے۔

رہا امام الحرمین کا یہ قول کہ عراقی اس قول سے ماوانف ہیں اور وہ اس کو قطعاً باطل کہتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد: متقدمین عراقی ہیں، جیسا کہ ”المجموع“ میں ہے۔ پھر جن جن لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے انہوں نے خاص طور سے مذہب قدیم سے نقل کیا ہے، ”بوہلی“ میں امام شافعی کی نص و تصریح یہی ہے اور یہ ”جدید“ میں سے ہے، امام شافعی نے ”بوہلی“ کے باب القصب کے اخیر میں کہا: اگر عروہ بارتقی کی روایت صحیح ہے تو جس نے بھی دوسرے کی منکوحہ کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کیا یا آزاد کر دیا، پھر مالک راضی ہو گیا، تو بیع اور حقیق دونوں جائز ہیں، یہ امام شافعی کی صراحت ہے۔ حضرت عروہ بارتقی کی حدیث جس کی نص گذر چکی ہے صحیح ہے، اس طرح جدید میں امام شافعی کے دو اقوال ہو گئے، ان میں سے ایک قدیم کے موافق

(۱) الدسوقی ۱۲/۳ طبع انکسار لفرق للقرانی ۲/۲۳۳ طبع دار المعرفہ۔

(۱) المجموع ۲۵۹/۹ طبع المنقذ معنی المحتاج ۱۵/۲ طبع المجلسی، فتح الباری ۶۳۲/۱

طبع المریض، سنن بیہقی ۱۱۲/۶ طبع بول۔

حدیث عروہ کی تخریج فقہ ۲۸۶ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) تحفہ المحتاج ۲۳/۷ طبع دار صادر۔

(۳) المجموع ۲۶۰/۹ طبع المنقذ، نہایت المحتاج ۳۹۱/۳ طبع المکتبہ الاسلامیہ،

روضة الطالبین ۳۵۳/۳ طبع المکتبہ الاسلامیہ۔

بیع الفضولی ۱۶-۱۷

اسی کے لئے ہوگا جس کے لئے خریدا ہے، وہ اجازت دے یا نہ دے۔ لیکن اگر دوسرے کی طرف منسوب کرے، مثلاً بیچنے والے سے کہے: اپنا غلام فلاں کے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا: میں نے بیچ دیا، اور خریدار نے اس بیع کو فلاں کے لئے قبول کر لیا تو یہ خریداری موقوف ہوگی (۱)۔

۱۷- مالکیہ کے یہاں فضولی کی خریداری اس کی بیع کی طرح ہے، یعنی جس کے لئے خریداری کی گئی اس کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر وہ خریداری کی اجازت نہ دے تو سامان خریدار (فضولی) پر لازم ہوگا۔ اگر ثمن اس شخص کے مال میں سے ادا کیا گیا ہو جس کے لئے خریداری کی گئی ہے تو وہ عدم اجازت کی حالت میں فروخت کرنے والے سے واپس لینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ الا یہ کہ فضولی (جس نے خریدا) نے خریداری کے وقت گواہ بنا دیا ہو کہ اس نے فلاں شخص ہی کے لئے اس کے مال سے خریدا ہے، اور فروخت کرنے والے کو اس کا علم ہو یا وہ خریدار کی بات کی تصدیق کرے یا اس بات پر بینہ قائم ہو جائے کہ جس چیز کے ذریعہ خریدا ہے، وہ جس کے لئے خریداری ہوئی ہے اس کی ملکیت ہے، اگر مشتری لہ (جس کے لئے خریداری کی گئی) اپنا مال لے لے اور خریداری کی اجازت نہ دے، تو اس صورت میں بیع ٹوٹ جائے گی جبکہ بائع نے تصدیق کی ہو، لیکن اگر یہ بینہ قائم ہوا تھا کہ مال مشتری لہ کا ہے تو بیع نہیں ٹوٹے گی، بلکہ بیچنے والا، خریدار نے والے فضولی سے ثمن کا مثل وصول کرے گا، اور ابن القاسم اور اصحیح کے قول کے مطابق اس پر بیع لازم ہوگی۔

ابن الماشون نے کہا: اعتبار مشتری لہ (جس کے لئے خریداری کی گئی ہے) کے قول کا ہے، لہذا اس سے قسم لی جائے گی کہ

(۱) تبیین الحقائق ۱۰۳/۲ طبع دار المعرف، نتائج و افکار ۳۱۱/۵ طبع الامیر یب
حاشیہ ابن ماجہ بن ۶۲۳ طبع المصریہ

بھی ہے کہ اسی کو ”الوجیز“ وغیرہ میں قطعی کہا ہے، اور الفروع، المحرر، اربعائتین، الخاویز اور المنظم وغیرہ میں اسے مقدم کیا ہے۔ صاحب کشاف القناع نے لکھا ہے کہ یہ بیع صحیح نہیں، حتیٰ کہ اگر مالک حاضر ہو اور خاموش رہے، پھر اس کے بعد اس کی اجازت دے دے تو بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ شرط فوت ہو چکی ہے یعنی وقت بیع، ملکیت اور اجازت فوت ہے (۱)۔

رعی وہ روایت جو بیع فضولی کو صحیح قرار دے کر اس کو مالک کی اجازت پر موقوف کرتی ہے تو اس کو صاحب ”الفاقی“ نے اختیار کیا، جیسا کہ ”الانصاف“ میں ہے، وہ لکھتے ہیں: اجازت سے قبل قبضہ کرنا اور قبضہ دلانا نہیں ہے (۲)۔

ب- خریداری میں فضولی کا تصرف:

۱۶- حنفیہ کا مذہب ہے کہ فضولی کی خریداری اجازت پر موقوف نہیں اگر عقد کرنے والے پر ناند ہو سکے، اور اگر ناند نہ ہو سکے تو موقوف ہوگی، جیسا کہ اس بچہ کی خریداری جس کے تصرفات پر پابندی عائد ہو اور خریداری خریدار پر اس وقت ناند ہوگی جبکہ اس کو دوسرے کی طرف منسوب نہ کیا ہو، اور خریداری اس پر ناند ہو سکے، اور دوسرے کی طرف سے پہلے سے خریدار کے لئے توکیل نہ ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو خریداری موقوف ہوگی، اور وکالت کی صورت میں مؤکل پر ناند ہوگی، کیونکہ ”شرح الطحاوی“ میں مذکور ہے: اگر کسی نے کسی دوسرے کے لئے کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر خرید لی تو اس کا خرید کردہ سامان

(۱) الانصاف ۲۸۳/۲ طبع التراث، لفروع ۳۶۶/۲، طبع المنان المحرر ۳۱۰/۱ طبع الحمدیہ شرح شمسی لا رادت ۱۳۳/۲ طبع الفکر کشاف القناع ۱۵۷ طبع المصر۔

(۲) الانصاف ۲۸۳/۲ طبع التراث، لفروع ۳۶۶/۲ طبع المنان المحرر ۳۱۰/۱ طبع محمدیہ المجموع ۸۷، ۷۲ طبع التلویہ، المغنی ۲۲۷/۲ طبع المریض۔

بیع الفضولی ۱۸-۱۹

دو ”وہمیں“ ہیں۔

اگر کوئی چیز دوسرے کے لئے خود اپنے مال سے خریدی تو دیکھا جائے گا: اگر اس کا نام نہیں لیا تو مباشر (خود خریداری کرنے والے) کی طرف سے عقد ہوگا، خواہ دوسرا شخص اجازت دے یا نہ دے، اور اگر اس کا نام لیا ہو تو دیکھا جائے گا اگر اس نے اجازت نہیں دی تو نام لیا لغو ہوا، اور کیا خود اس کی طرف سے عقد ہوگا یا باطل ہو جائے گا؟ دو ”وہمیں“ ہیں۔ اور اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو کیا تسمیہ لغو ہوگا، دو ”وہمیں“ ہیں، اگر ہم کہیں: ہاں، تو کیا بالکلیہ باطل ہوگا یا مباشر (بذات خود خریداری کرنے والے) کی طرف سے ہو جائے گا؟ اس میں دو ”وہمیں“ ہیں، اگر ہم کہیں: نہیں، تو اجازت دینے والے کی طرف سے ہوگا، اور کیا دیا گیا ثمن قرض ہوگا یا ہبہ؟ دو ”وہمیں“ ہیں (۱)۔

۱۹- حنا بلہ کے نزدیک فضولی کی خریداری صحیح نہیں، الا یہ کہ اپنے ذمہ میں خریدے اور کسی شخص کے لئے جس کا نام نہ لیا ہو خریداری کی نیت کرے تو یہ خریداری صحیح ہے، خواہ ثمن دوسرے کے مال سے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس لئے کہ اس کا ذمہ قائل تصرف ہے۔ اور اگر اس کا نام لے لیا یا دوسرے کے لئے اس کے عین مال سے خریدا تو خریداری صحیح نہیں ہوگی، پھر اگر خریداری کی وہ شخص اجازت دے دے جس کے لئے خریدا گیا ہے تو وہ اس کا اسی وقت سے مالک ہو جائے گا جب اس کے لئے خریداری کی گئی، اس لئے کہ اسی کے لئے خریدی گئی ہے تو یہ اس صورت کے مشابہ ہوگا جب اس کی اجازت سے خریداری ہوئی، اس لئے اس کے منافع اور بڑھوتری اسی کے لئے ہوگی، اور اگر وہ اجازت نہ دے تو خریداری عاقد کے لئے

اس نے خریدار کو حکم نہیں دیا، اور وہ اپنا مال خریداری فرخت کرنے والے میں سے جس سے چاہے لے لے گا، اگر وہ فرخت کرنے والے سے واپس لے تو وہ فرخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ خریدار سے واپس لے لے اور خریداری اس پر لازم کر دے، اور اگر اس خریدنے والے فضولی سے لیا تو وہ فرخت کرنے والے سے واپس نہیں لے سکتا (۱)۔

۱۸- شافعیہ نے فضولی کی خریداری کے بارے میں تفصیل لکھی ہے، اس لئے کہ فضولی یا تو دوسرے کے لئے دوسرے کے عین مال سے خریدے گا یا دوسرے کے لئے اس کے ذمہ میں واجب سے خریدے گا یا دوسرے کے لئے، خود اپنے مال سے خریدے گا: اگر دوسرے کے لئے دوسرے کے عین مال سے خریدے تو اس میں دو اقوال ہیں: قول جدید یہ ہے کہ خریداری باطل ہے اور قول قدیم یہ ہے کہ یہ خریداری دوسرے کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر ذمہ میں خرید تو دیکھا جائے: اگر مطلق رکھے یا نیت کرے کہ وہ چیز دوسرے کے لئے ہے تو جدید قول میں مباشر یعنی خریدار کے لئے ہوگی، اور قدیم قول میں اجازت پر موقوف ہوگی، اگر وہ رد کر دے تو فضولی کے حق میں نافذ ہوگی، اور اگر کہے: میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار کے عوض خریداجو اس کے ذمہ میں ہوگا تو یہ دوسرے کے عین مال سے خریدنے کی طرح ہے۔ اور اگر صرف یہ کہا: فلاں کے لئے ایک ہزار میں خریداجو اس کے ذمہ کی طرف منسوب نہیں کیا، تو جدید کے مطابق دو ”وہمیں“ ہیں، اول: عقد لغو ہے، دوم: بذات خود عقد کرنے والے کی طرف سے خریداری ہوگی، اور قول قدیم میں فلاں کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور اگر وہ رد کر دے تو اس میں

(۱) روحہ الطالین ۳۵۳، ۳۵۴ طبع المکتب الاسلامی، المجموع ۹/۲۶۰ طبع المستقیم۔

(۱) مواہب الجلیل ۲۷۲/۳ طبع المباح، جامعہ المدینہ العلمیہ، حاشیہ الخرشنی ۱۸/۵ طبع دارصادر۔

بیع الفضولی ۱۹، بیع مالم یقبض ۱

ہوگی، اور اس کا حکم اس پر لازم ہوگا، جیسا کہ اگر غیر کی نیت نہ کی ہو، اور جس کے لئے نیت کی ہے اس کے سامنے پیش کرنے سے قبل اس کے لئے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں (۱)۔

بیع مالم یقبض

۱- حضرت ابن عباسؓ سے مروی صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (جو امانج خریدے قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرے)، ایک روایت میں ہے: ”حتی یکتالہ“ (یہاں تک کہ اس کو ماپ لے)۔ ایک اور روایت میں ہے: ”حتی یتوفیہ“ (یہاں تک کہ اس کو وصول کر لے)۔ راوی حدیث حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر چیز امانج ہی کے مثل ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعہ حتی تقبضہ“ (۱) (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرو)۔

قبضہ سے قبل بیع کو فروخت کرنے کے بارے میں فقہاء کے چند

مذہب ہیں:

(۱) حدیث: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۹، ۳۳۹، طبع استیعاب) اور مسلم (۳/۱۱۶۰، طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے الفاظ ”حتی یکتالہ“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۰) نے کی ہے، الفاظ ”حتی یتوفیہ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۹، ۳۳۹) اور مسلم (۳/۱۱۶۰) نے کی ہے ایک روایت میں ہے: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعہ حتی تقبضہ.....“ جس کی روایت احمد (المستدرک ۳/۳۰۲، طبع المیزان) نے کی ہے۔

(۱) شرح منہجی لإرادات ۲/۱۳۳، ۱۳۳، طبع دار الفکر، کشف القناع ۱۵۸، ۱۵۷، طبع المنصر۔

بیع مالہ بقبض ۲-۳

سے خریدنے والے کے ذمہ میں نہیں، اس لئے کہ قبضہ نہیں ہے (۱)۔
نیز زید بن ثابت کی حدیث میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى
أَنْ تَبَاعَ السَّلْعُ حَيْثُ تَبْتَاعُ، حَتَّى يَحْوِزَهَا التَّجَارُ إِلَى
رِحَالِهِمْ“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ
سامانوں کو اس جگہ فروخت کیا جائے جہاں خریدے گئے ہیں، یہاں
تک کہ تاجر اس کو اپنے قبضہ میں کر لیں)۔ اور تاجر کے محفوظ کرنے
سے مراد قبضہ کا پایا جانا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث میں
ہے (۳)۔

نیز اس لئے کہ قبضہ سے قبل ملکیت کمزور ہے، کیونکہ بیع کے
تلف ہونے سے عقد فسخ ہو جاتا ہے (۴)۔ شافعیہ نے قبضہ سے قبل بیع
سے ممانعت کی علت یہی بتائی ہے (۵)۔

حنا بلہ نے اس روایت کی بنا پر (جس کو ان کے ایک امام ابن
عقیل نے اختیار کیا ہے) عدم جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس پر ملکیت
مکمل نہیں ہوتی، لہذا اس کی بیع ناجائز ہے، جیسا کہ اگر بیع غیر متعین
ہو اور جیسا کہ بیع کیلی یا وزنی ہو (۶)۔

۳- حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی بیع اس پر قبضہ سے قبل صحیح
نہیں ہے اگرچہ فروخت کرنے والے کے ہاتھ ہی کیوں نہ ہو (۷)۔

۲- شافعیہ کا مذہب، امام ابو یوسف کا قول اول، امام محمد کا قول اور
امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ (۱) قبضہ سے قبل بیع کفر و خست کرنا
صحیح نہیں، خواہ منقول ہو یا جائیداد غیر منقولہ، کو کہ بائع اجازت دے
دے اور ثمن پر قبضہ کر چکا ہو۔ اس کی دلیل حکیم بن حزام کی یہ روایت
ہے: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں کچھ
چیزیں خریدتا ہوں ان میں سے میرے لئے کیا حلال اور کیا حرام
ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا فَلَا تَبْعُهُ
حَتَّى تَقْبِضَهُ“ (۲) (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ سے قبل اس کو
فروخت نہ کرو)۔ اور حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ نبی کریم
ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا يَحِلُّ سَلْفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانٌ فِي
بَيْعٍ، وَلَا رِبْحٌ مَالٍ يَضْمَنُ، وَلَا بَيْعٌ مَالِيَسٍ
عِنْدَكَ“ (۳) (ایک ساتھ قرض اور بیع حلال نہیں اور نہ بیع میں دو
شرطیں حلال ہیں، نہ اس چیز کا نفع حلال ہے جو آدمی کے ذمہ نہ ہو اور
نہ اس چیز کی بیع حلال ہے جو آپ کے پاس نہ ہو)۔

”غیر مضمون کے نفع“ سے مراد قبضہ سے قبل فروخت کی گئی چیز کا
نفع ہے (۴)۔ مثلاً کوئی سامان خریدے اور بائع کی طرف سے اس پر
قبضہ ملنے سے قبل دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع باطل ہے اور
اس کا نفع ناجائز ہے، اس لئے کہ بیع بائع اول کے ضمان میں ہے، اس

(۱) نیل و اوطار ۵/۱۸۰۔

(۲) حدیث زید بن ثابت: ”لَهِى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَبَاعَ السَّلْعُ حَيْثُ
تَبَاعُ“ کی روایت ابو داؤد (۳/۶۵) طبع عزت عبید دھاس نے کی ہے
ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (سور ارد اظہان ص ۲۷۳ طبع استقویہ)۔

(۳) جامعہ اقلیو بی علی شرح لکھنؤ ۲/۲۱۲۔

(۴) تحفۃ المحتاج ۳/۴۰۱ نیز دیکھئے شرح لکھنؤ ۲/۲۱۳، شرح امہاج
۳/۱۶۲۔

(۵) شرح لکھنؤ علی امہاج ۲/۲۱۳۔

(۶) المغنی ۳/۲۲۱۔

(۷) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۶۲۔

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۶/۱۳۷، شرح لکھنؤ علی امہاج ۲/۲۱۲، المغنی
۳/۲۲۱، لشرح الکبیر ۳/۱۱۷، یہ روایت امام احمد سے ہے جس کو ابن عقیل
نے اختیار کیا ہے۔

(۲) حدیث حکیم بن حزام: ”إِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا فَلَا تَبْعُهُ حَتَّى تَقْبِضَهُ“ کی
تخریج فقرہ ۱ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) حدیث: ”لَا يَحِلُّ سَلْفٌ وَبَيْعٌ...“ کی روایت ترمذی (۳/۵۳۵) طبع
لکھنؤ نے کی ہے ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) کشاف القناع ۳/۲۲۲۔

بیع مالہ بقبض ۳

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو اپنی مختلف روایات کے ساتھ ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ سے قبل بیع کی بیع سے ممانعت ہے۔

نیز اس لئے کہ قبضہ سے قبل بیع میں عقد اول کے فسخ ہونے کا اندیشہ ہے، اس صورت میں کہ بیع بائع کے قبضہ میں رہتے ہوئے ہلاک ہو جائے۔ اور اگر بیع قبضہ سے قبل ہلاک ہو جائے تو عقد فسخ ہو جاتا ہے، اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے غیر مملوکہ چیز کی بیع کی ہے اور غرر حرام ناجائز ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الحصة، و عن بیع الغورد“^(۱) (نبی کریم ﷺ نے کنکری کی بیع اور غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

حنفیہ کے یہاں منقولات میں مانع اور غیر مانع کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اس لئے کہ ابن عباس نے، جیسا کہ گزرا ہوا ہے: میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر چیز اسی کی طرح ہے یعنی مانع کی طرح۔

حضرت ابن عباس کے قول کی تائید ابن عمر کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”میں نے بازار میں تیل خریدا اور جب میں اس کو قطعی کر چکا تو مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے اس میں اچھا نفع دیا، اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کے ہاتھ پر مار دوں (یعنی اس کے ایجاب کو قبول کر کے عقد سے اتفاق کر لوں) تو پیچھے سے ایک صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ زید بن ثابتؓ ہیں، انہوں نے فرمایا: اسے خریدنے کی جگہ فروخت نہ کرو، یہاں تک کہ تم اس کو اپنی قیام گاہ پر محفوظ کر لو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ سامانوں کو ان کے خریدنے کی جگہ فروخت کیا جائے، یہاں تک کہ

(۱) دیکھئے: الہدایہ شرح الحناویہ ۶/۱۳۵، ۱۳۶، تبیین الحقائق ۳/۸۰۔
حدیث: ”لہی عن بیع الحصة وعن بیع الغورد“ کی روایت مسلم (۱۱۵۳/۳ طبع المصنف) نے کی ہے۔

تاجر ان کو اپنی قیام گاہوں میں محفوظ کر لیں“^(۱)۔
عدم صحت سے مراد یہاں: فساد ہے بطلان نہیں، کوکہ صحت کی نفی میں ان دونوں کا احتمال ہے، لیکن حنفیہ کے یہاں ظاہر فساد ہی ہے، اس لئے کہ فساد کی علت: غرر ہے، بیع کے دونوں ارکان موجود ہیں اور کثرت فساد کو باطل کہہ دیا جاتا ہے^(۲)۔

حنفیہ میں شیخین (مام ابو حنیفہ و ابو یوسف) جائیداد غیر منقولہ کی بیع قبضہ سے قبل احتملاً جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال: جواز بیع کے عمومی دلائل سے ہے جن میں کوئی تخصیص نہیں، اور کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے ناجائز ہے، نیز اس لئے کہ جائیداد غیر منقولہ میں ہلاکت کے ذریعہ عقد کے فسخ ہونے کا وہم نہیں ہوتا، برخلاف اموال منقولہ کے، نیز اس لئے کہ جائیداد غیر منقولہ کو حوالہ کرنے پر قدرت حاصل ہے، اور پانی اور ریت کے بھر جانے سے اس کی تباہی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور نادر کا اعتبار نہیں۔

اس کی ایک دلیل: قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف پر قیاس کرنا بھی ہے، اس لئے کہ وہ جائز ہے، کیونکہ اس میں کوئی غرر نہیں، جیسا کہ مہر، بدل خلع، بدل حلق اور بدل صلح عن دم الحمد (عمداً خون کرنے کے سلسلہ میں صلح کا بدل) میں تصرف کرنا۔ اس لئے کہ تصرف کی اجازت دینے والی چیز ملکیت ہے اور وہ پائی گئی، لیکن حتی الامکان غرر سے امتراز واجب ہے، اور یہ اس صورت میں ہے جس میں غرر کا تصور ہو اور وہ منقول بیع ہے، غیر منقولہ جائیداد نہیں^(۳)۔

(۱) حدیث: ”لہی أن بیع السلع حیث بیع.....“ کی تخریج تقریباً ۲ کے تحت آچکی ہے۔
(۲) رد المحتار ۳/۱۶۳، نیز دیکھئے: الدر المختار ہی مقام پر۔
(۳) تبیین الحقائق ۳/۸۰، تصرف کے ساتھ، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۳۲/۵، اور اس کے بعد کے صفحات، اوسطاً ۱۳/۸ اور اس کے بعد کے صفحات، الہدایہ ۶/۱۳۷، ۱۳۸۔

بیع مالم یقبض ۴-۵

شرطیں لگائی ہیں:

الف- یہ کہ طعام معاوضہ کے طور پر لیا گیا ہو، یعنی کسی چیز کے مقابلہ میں ہو، مثلاً اجارہ کے ذریعہ یا خریداری یا صلح کے ذریعہ یا جنایت کے تاوان میں لیا گیا ہو، یا کسی عورت کو اس کے مہر میں ملا ہو یا ان کے علاوہ اور کوئی معاوضہ کی شکل ہو، ایسے طعام کی فروختگی اس پر قبضہ سے پہلے جائز نہیں (۱)۔

لیکن اگر اس کے پاس طعام میراث یا ہبہ وغیرہ کے طور پر آجائے (جن کو عوض میں نہیں لیا جاتا) تو قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہے۔

ب- یہ کہ معاوضہ کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ ہو، یعنی اس کو کیل کے ذریعہ خریدے، اور قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے، خواہ اس کو اُکل سے فروخت کرے یا کیل سے، لیکن اگر اُکل سے خریدے، پھر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے تو اس کی بیع جائز ہے، خواہ اس کو اُکل سے فروخت کرے یا کیل سے (۲)، لہذا اگر طعام ماپ سے خریدے تو قبضہ سے قبل اس کی بیع نہ اُکل سے جائز ہے نہ ہی ماپ کر۔

اور اگر اس کو اُکل سے خریدے تو قبضہ سے قبل مطلقاً جائز ہے، اُکل سے ہو یا کیل سے (۳)۔

۵- حنابلہ کے مذہب میں قبضہ سے قبل جن اموال کی بیع ممنوع ہے

امام محمد کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے غیر منقولہ جائیداد میں بھی، قبضہ سے قبل بیع کی اجازت نہیں دی، اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے، اور امام شافعی کا قول ہے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے (۱)۔ اس کی دلیل، حدیث کا مطلق ہونا اور اموال منقولہ پر قیاس ہے۔

نیز ایک دلیل اجارہ پر بھی قیاس ہے، کیونکہ اجارہ جائیداد غیر منقولہ میں قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اور دونوں میں مشترک علت یہ ہے کہ دونوں میں غیر مضمون کا نفع پایا جا رہا ہے، اس لئے کہ فروختگی میں مقصود نفع ہے، اور غیر مضمون کا نفع شرعاً ممنوع ہے، اور ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے، لہذا قبضہ سے قبل بیع فاسد ہوگی، کیونکہ وہ خریدار کے ضمان میں داخل نہیں ہوئی۔ جیسا کہ اجارہ میں ہے (۲)۔

۴- مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع کو حرام و فاسد کرنے والی چیز صرف کھانے والی چیز کی فروختگی ہے، دوسری چیزوں کی بیع کا قبضہ سے قبل یہ حکم نہیں، خواہ کھانے والی چیز اموال ربوہ میں سے ہو، مثلاً گیہوں یا اموال ربوہ میں سے نہ ہو، مثلاً مالکیہ کے نزدیک سبب۔

رعی وہ چیزیں جو کھائی نہیں جاتیں ان کی بیع قبل قبضہ جائز ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث ہے: (۳) ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (جو طعام خریدے، اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)، نیز اس لئے کہ کھانے والی چیزوں میں اکثر تغیر پیدا ہو جاتا ہے، دوسری چیزوں میں نہیں (۴)، لیکن مالکیہ نے اس نوعیت کی بیع کے فساد کے لئے دو

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۶/۱۳۷۔

(۲) الہدایہ مع شرح التناویہ ۶/۱۳۷۔

(۳) حدیث: ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ.....“ کی تخریج فقہ ۱/۱۰۰ کے تحت آچکی ہے۔

(۴) بدایۃ المجتہد لابن رشد ۲/۱۳۳۔

(۱) اشرح الکبیر للدرر مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۱۵۱، ۱۵۲، القوانین الفقہیہ ۱۷۱، ۱۷۰۔

(۲) حاشیۃ الدسوقی علی اشرح الکبیر للدرر ۳/۱۵۲، نیز دیکھئے القوانین الفقہیہ ۱۷۱۔

(۳) حاشیۃ الدسوقی ۳/۱۵۳۔

بیع مالہ یقبضہ ۵

میں اس بات پر مار پڑتی تھی کہ طعام کو اپنی قیامگاہوں میں لے جانے سے پہلے فروخت کریں (۱)۔

سابقہ حدیث کی وجہ سے: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یستوفیہ“ (۲) (جو اناج خریدے اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)۔

نیز حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کی وجہ سے: ”ہم غلہ لا ذکر لانے والوں سے اناج اُکل سے خرید کرتے تھے، تو رسول اللہ نے ہم کو منع فرمایا کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے سے قبل فروخت کریں“ (۳)۔

نیز ابن المنذر نے کہا: اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے اناج خرید لیا، اس کے لئے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے (۴)۔

حنا بلہ نے کہا: اگر وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جائے تو اس کی بیع اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے، جیسا کہ قبضہ کے بعد ایسا کرنا جائز ہے۔

”اشرح الکبیر“ میں اس کی یہ تشریح کی گئی ہے: اور یہ (حدیث ”من ابتاع طعاما“ جس نے اناج خرید لیا) بتاتی ہے کہ ممانعت ہر اناج میں عام ہے، ساتھ ہی اُکل سے بیع کرنے کی ممانعت کی صراحت ہے۔ اور یہ حدیث اپنے مفہوم (مخالف) کے لحاظ سے بتاتی ہے کہ اناج کا حکم اس کے علاوہ میں دوسرا ہے (۵)۔

اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن میں بعض کا ذکر آچکا ہے (۱)۔

مثلاً ایک روایت ہے کہ طعام اور اس جیسی چیزوں کی بیع، قبضہ سے قبل مطلقاً جائز ہے، خواہ مکمل ہو یا موزون یا کوئی اور۔ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے کہ انہوں نے کیل یا وزن کی شرط لگائی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے (۲)۔ اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث ہے: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (۳) (جو طعام خریدے اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)۔

نیز اثرم کے اس قول کی وجہ سے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے حدیث: ”نہی عن ربیع مالہ یضمن“ کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ طعام اور اس جیسی کھانے یا پینے والی چیز کا حکم ہے، لہذا اس کو قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے (۴)۔

نیز ابن عبد البر نے کہا: اصح یہ ہے کہ جس چیز کی قبضہ سے قبل فروختگی سے روکا جاتا ہے وہ طعام ہی ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے طعام کو قبضہ سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ طعام کے علاوہ قبضہ سے پہلے فروخت کرنا مباح ہے (۵)۔

نیز حضرت ابن عمرؓ کے قول کی وجہ سے کہ میں نے دیکھا کہ جو لوگ اُکل سے طعام خریدتے تھے انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ

(۱) ماسبق میں امام ہاشمی موران کے مؤلفین کا مذہب دیکھئے کہ اس میں ایک روایت احمد سے ہے۔

(۲) دیکھئے فقرہ سابق۔

(۳) حدیث ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ“ کی تخریج فقرہ ۱ کے تحت آچکی ہے۔

(۴) اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۱۶۳۔

(۵) حوالہ سابق۔

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) دیکھئے فقرہ ۱۔

(۳) حدیث: ”کنا لیسوی الطعام من الرکبان جزاا.....“ کی روایت مسلم (۳۱۶۱ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۴) اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۱۶۳۔

(۵) اشرح الکبیر ۱۱۶۳۔

بیع مالہ بقض ۵

مذہب حنابلہ کی روایت ہے (۱): مکیل، موزون، معدود اور مذروع میں فروخت کرنے والے کی طرف سے قبضہ میں لینے سے قبل، خریدار کا تصرف صحیح نہیں (۲)، یہ حضرت عثمان بن عفان، سعید بن المسیب، حسن، حکم، حماد بن ابی سلیمان، اوزاعی اور اسحاق سے بھی مروی ہے (۳)۔

مکیل، موزون اور اس جیسی چیزوں اور ان کے علاوہ کے درمیان فرق کے بارے میں اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ حدیث مذکور میں قبضہ سے قبل طعام کی بیع سے ممانعت ہے، اور طعام کا اس وقت اکثر استعمال: کیلی اور روزنی چیز کے لئے تھا، معدود اور مذروع کو ان دونوں پر اس وجہ سے قیاس کیا گیا ہے کہ ان کے لئے بھی سپرد کرانے کے حق کی احتیاج ہے (۴)۔ خواہ معدود متعین ہو، مثلاً ڈھیر یا غیر متعین، مثلاً ڈھیر میں سے ایک تفیز۔

رہا مکیل و موزون اور اس جیسی چیزوں کے علاوہ میں تو قبضہ سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث ہے: "آتیت النبی ﷺ فقلت: إني أبيع الإبل بالبقيع، فأبيع بالمدنانير و آخذ الدراهم، وأبيع بالدراهم و آخذ المدنانير، فقال: لا بأس أن تأخذ بسعر يومها، ما لم تفترقا وبينكما شيء" (۵) (میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر

امام احمد سے ایک اور روایت ہے کہ جو متعین ہو، مثلاً ڈھیر ماپے بغیر فروخت ہو، اس کی بیع قبضہ سے قبل جائز ہے، اور جو غیر متعین ہو، مثلاً ڈھیر میں سے ایک تفیز، اور لوہے کے ٹکڑے میں سے ایک رطل (۱)۔ اس کی بیع قبضہ سے قبل، بلکہ کیل یا وزن سے قبل ناجائز ہے۔

یہ روایت امام مالک کے سابقہ قول سے قریب ہے کہ جو اکل سے خریدی گئی ہے اس کی بیع جائز ہے۔ لیکن امام مالک بیع کو طعام کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

اس روایت کی وجہ ابن عمرؓ سے مروی یہ قول ہے کہ سنت ربی ہے کہ بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شامل تھا اگر وہ تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا (بالع اس کا تاوان نہ دے گا) (۲)۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو خریدار کے ضمان میں سے فرار دیا، حالانکہ خریدار نے قبضہ نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ متعین میں قبضہ سے قبل بیع ہوئی ہے (۳)۔

نیز اس لئے کہ متعین بیع میں سپرد کرانے کا حق متعلق نہیں ہوتا، لہذا وہ مال خریدار کے مال میں سے ہوگا، جیسا کہ غیر مکیل اور غیر موزون۔

امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے: کسی چیز کی بیع قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اس روایت کے لحاظ سے وہ امام شافعی وغیرہ کے موافق ہیں جیسا کہ گزرا۔

(۱) ذبو لہو ہے کلو، اس کی جمع: ذبوا ہے، جیسے "غرفة" کی جمع: "غرف" ہے دیکھئے المصباح لمیر مادہ "زیر"۔

(۲) قول ابن عمرؓ: "مضت السدة أن ما أدرکه الصفة حيا مجموعا فہو من المبتاع" کو بخاری نے اپنی صحیح (بیع البخاری ۳۵۱۳ طبع التلخیص) میں تعلیقا ذکر کیا ہے، ابن حجر نے تعلیق التحلیق (۳۳۳ طبع المکتب الاسلامی) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) لشرح الکبیر ۱۱۵۳۔

(۱) دیکھئے الاضاف ۲/۶۰، ۳/۶۱، ۴/۶۱، ۵/۶۱، ۶/۶۱، ۷/۶۱، ۸/۶۱، ۹/۶۱، ۱۰/۶۱، ۱۱/۶۱، ۱۲/۶۱، ۱۳/۶۱، ۱۴/۶۱، ۱۵/۶۱، ۱۶/۶۱، ۱۷/۶۱، ۱۸/۶۱، ۱۹/۶۱، ۲۰/۶۱، ۲۱/۶۱، ۲۲/۶۱، ۲۳/۶۱، ۲۴/۶۱، ۲۵/۶۱، ۲۶/۶۱، ۲۷/۶۱، ۲۸/۶۱، ۲۹/۶۱، ۳۰/۶۱، ۳۱/۶۱، ۳۲/۶۱، ۳۳/۶۱، ۳۴/۶۱، ۳۵/۶۱، ۳۶/۶۱، ۳۷/۶۱، ۳۸/۶۱، ۳۹/۶۱، ۴۰/۶۱، ۴۱/۶۱، ۴۲/۶۱، ۴۳/۶۱، ۴۴/۶۱، ۴۵/۶۱، ۴۶/۶۱، ۴۷/۶۱، ۴۸/۶۱، ۴۹/۶۱، ۵۰/۶۱، ۵۱/۶۱، ۵۲/۶۱، ۵۳/۶۱، ۵۴/۶۱، ۵۵/۶۱، ۵۶/۶۱، ۵۷/۶۱، ۵۸/۶۱، ۵۹/۶۱، ۶۰/۶۱، ۶۱/۶۱، ۶۲/۶۱، ۶۳/۶۱، ۶۴/۶۱، ۶۵/۶۱، ۶۶/۶۱، ۶۷/۶۱، ۶۸/۶۱، ۶۹/۶۱، ۷۰/۶۱، ۷۱/۶۱، ۷۲/۶۱، ۷۳/۶۱، ۷۴/۶۱، ۷۵/۶۱، ۷۶/۶۱، ۷۷/۶۱، ۷۸/۶۱، ۷۹/۶۱، ۸۰/۶۱، ۸۱/۶۱، ۸۲/۶۱، ۸۳/۶۱، ۸۴/۶۱، ۸۵/۶۱، ۸۶/۶۱، ۸۷/۶۱، ۸۸/۶۱، ۸۹/۶۱، ۹۰/۶۱، ۹۱/۶۱، ۹۲/۶۱، ۹۳/۶۱، ۹۴/۶۱، ۹۵/۶۱، ۹۶/۶۱، ۹۷/۶۱، ۹۸/۶۱، ۹۹/۶۱، ۱۰۰/۶۱، ۱۰۱/۶۱، ۱۰۲/۶۱، ۱۰۳/۶۱، ۱۰۴/۶۱، ۱۰۵/۶۱، ۱۰۶/۶۱، ۱۰۷/۶۱، ۱۰۸/۶۱، ۱۰۹/۶۱، ۱۱۰/۶۱، ۱۱۱/۶۱، ۱۱۲/۶۱، ۱۱۳/۶۱، ۱۱۴/۶۱، ۱۱۵/۶۱، ۱۱۶/۶۱، ۱۱۷/۶۱، ۱۱۸/۶۱، ۱۱۹/۶۱، ۱۲۰/۶۱، ۱۲۱/۶۱، ۱۲۲/۶۱، ۱۲۳/۶۱، ۱۲۴/۶۱، ۱۲۵/۶۱، ۱۲۶/۶۱، ۱۲۷/۶۱، ۱۲۸/۶۱، ۱۲۹/۶۱، ۱۳۰/۶۱، ۱۳۱/۶۱، ۱۳۲/۶۱، ۱۳۳/۶۱، ۱۳۴/۶۱، ۱۳۵/۶۱، ۱۳۶/۶۱، ۱۳۷/۶۱، ۱۳۸/۶۱، ۱۳۹/۶۱، ۱۴۰/۶۱، ۱۴۱/۶۱، ۱۴۲/۶۱، ۱۴۳/۶۱، ۱۴۴/۶۱، ۱۴۵/۶۱، ۱۴۶/۶۱، ۱۴۷/۶۱، ۱۴۸/۶۱، ۱۴۹/۶۱، ۱۵۰/۶۱، ۱۵۱/۶۱، ۱۵۲/۶۱، ۱۵۳/۶۱، ۱۵۴/۶۱، ۱۵۵/۶۱، ۱۵۶/۶۱، ۱۵۷/۶۱، ۱۵۸/۶۱، ۱۵۹/۶۱، ۱۶۰/۶۱، ۱۶۱/۶۱، ۱۶۲/۶۱، ۱۶۳/۶۱، ۱۶۴/۶۱، ۱۶۵/۶۱، ۱۶۶/۶۱، ۱۶۷/۶۱، ۱۶۸/۶۱، ۱۶۹/۶۱، ۱۷۰/۶۱، ۱۷۱/۶۱، ۱۷۲/۶۱، ۱۷۳/۶۱، ۱۷۴/۶۱، ۱۷۵/۶۱، ۱۷۶/۶۱، ۱۷۷/۶۱، ۱۷۸/۶۱، ۱۷۹/۶۱، ۱۸۰/۶۱، ۱۸۱/۶۱، ۱۸۲/۶۱، ۱۸۳/۶۱، ۱۸۴/۶۱، ۱۸۵/۶۱، ۱۸۶/۶۱، ۱۸۷/۶۱، ۱۸۸/۶۱، ۱۸۹/۶۱، ۱۹۰/۶۱، ۱۹۱/۶۱، ۱۹۲/۶۱، ۱۹۳/۶۱، ۱۹۴/۶۱، ۱۹۵/۶۱، ۱۹۶/۶۱، ۱۹۷/۶۱، ۱۹۸/۶۱، ۱۹۹/۶۱، ۲۰۰/۶۱، ۲۰۱/۶۱، ۲۰۲/۶۱، ۲۰۳/۶۱، ۲۰۴/۶۱، ۲۰۵/۶۱، ۲۰۶/۶۱، ۲۰۷/۶۱، ۲۰۸/۶۱، ۲۰۹/۶۱، ۲۱۰/۶۱، ۲۱۱/۶۱، ۲۱۲/۶۱، ۲۱۳/۶۱، ۲۱۴/۶۱، ۲۱۵/۶۱، ۲۱۶/۶۱، ۲۱۷/۶۱، ۲۱۸/۶۱، ۲۱۹/۶۱، ۲۲۰/۶۱، ۲۲۱/۶۱، ۲۲۲/۶۱، ۲۲۳/۶۱، ۲۲۴/۶۱، ۲۲۵/۶۱، ۲۲۶/۶۱، ۲۲۷/۶۱، ۲۲۸/۶۱، ۲۲۹/۶۱، ۲۳۰/۶۱، ۲۳۱/۶۱، ۲۳۲/۶۱، ۲۳۳/۶۱، ۲۳۴/۶۱، ۲۳۵/۶۱، ۲۳۶/۶۱، ۲۳۷/۶۱، ۲۳۸/۶۱، ۲۳۹/۶۱، ۲۴۰/۶۱، ۲۴۱/۶۱، ۲۴۲/۶۱، ۲۴۳/۶۱، ۲۴۴/۶۱، ۲۴۵/۶۱، ۲۴۶/۶۱، ۲۴۷/۶۱، ۲۴۸/۶۱، ۲۴۹/۶۱، ۲۵۰/۶۱، ۲۵۱/۶۱، ۲۵۲/۶۱، ۲۵۳/۶۱، ۲۵۴/۶۱، ۲۵۵/۶۱، ۲۵۶/۶۱، ۲۵۷/۶۱، ۲۵۸/۶۱، ۲۵۹/۶۱، ۲۶۰/۶۱، ۲۶۱/۶۱، ۲۶۲/۶۱، ۲۶۳/۶۱، ۲۶۴/۶۱، ۲۶۵/۶۱، ۲۶۶/۶۱، ۲۶۷/۶۱، ۲۶۸/۶۱، ۲۶۹/۶۱، ۲۷۰/۶۱، ۲۷۱/۶۱، ۲۷۲/۶۱، ۲۷۳/۶۱، ۲۷۴/۶۱، ۲۷۵/۶۱، ۲۷۶/۶۱، ۲۷۷/۶۱، ۲۷۸/۶۱، ۲۷۹/۶۱، ۲۸۰/۶۱، ۲۸۱/۶۱، ۲۸۲/۶۱، ۲۸۳/۶۱، ۲۸۴/۶۱، ۲۸۵/۶۱، ۲۸۶/۶۱، ۲۸۷/۶۱، ۲۸۸/۶۱، ۲۸۹/۶۱، ۲۹۰/۶۱، ۲۹۱/۶۱، ۲۹۲/۶۱، ۲۹۳/۶۱، ۲۹۴/۶۱، ۲۹۵/۶۱، ۲۹۶/۶۱، ۲۹۷/۶۱، ۲۹۸/۶۱، ۲۹۹/۶۱، ۳۰۰/۶۱، ۳۰۱/۶۱، ۳۰۲/۶۱، ۳۰۳/۶۱، ۳۰۴/۶۱، ۳۰۵/۶۱، ۳۰۶/۶۱، ۳۰۷/۶۱، ۳۰۸/۶۱، ۳۰۹/۶۱، ۳۱۰/۶۱، ۳۱۱/۶۱، ۳۱۲/۶۱، ۳۱۳/۶۱، ۳۱۴/۶۱، ۳۱۵/۶۱، ۳۱۶/۶۱، ۳۱۷/۶۱، ۳۱۸/۶۱، ۳۱۹/۶۱، ۳۲۰/۶۱، ۳۲۱/۶۱، ۳۲۲/۶۱، ۳۲۳/۶۱، ۳۲۴/۶۱، ۳۲۵/۶۱، ۳۲۶/۶۱، ۳۲۷/۶۱، ۳۲۸/۶۱، ۳۲۹/۶۱، ۳۳۰/۶۱، ۳۳۱/۶۱، ۳۳۲/۶۱، ۳۳۳/۶۱، ۳۳۴/۶۱، ۳۳۵/۶۱، ۳۳۶/۶۱، ۳۳۷/۶۱، ۳۳۸/۶۱، ۳۳۹/۶۱، ۳۴۰/۶۱، ۳۴۱/۶۱، ۳۴۲/۶۱، ۳۴۳/۶۱، ۳۴۴/۶۱، ۳۴۵/۶۱، ۳۴۶/۶۱، ۳۴۷/۶۱، ۳۴۸/۶۱، ۳۴۹/۶۱، ۳۵۰/۶۱، ۳۵۱/۶۱، ۳۵۲/۶۱، ۳۵۳/۶۱، ۳۵۴/۶۱، ۳۵۵/۶۱، ۳۵۶/۶۱، ۳۵۷/۶۱، ۳۵۸/۶۱، ۳۵۹/۶۱، ۳۶۰/۶۱، ۳۶۱/۶۱، ۳۶۲/۶۱، ۳۶۳/۶۱، ۳۶۴/۶۱، ۳۶۵/۶۱، ۳۶۶/۶۱، ۳۶۷/۶۱، ۳۶۸/۶۱، ۳۶۹/۶۱، ۳۷۰/۶۱، ۳۷۱/۶۱، ۳۷۲/۶۱، ۳۷۳/۶۱، ۳۷۴/۶۱، ۳۷۵/۶۱، ۳۷۶/۶۱، ۳۷۷/۶۱، ۳۷۸/۶۱، ۳۷۹/۶۱، ۳۸۰/۶۱، ۳۸۱/۶۱، ۳۸۲/۶۱، ۳۸۳/۶۱، ۳۸۴/۶۱، ۳۸۵/۶۱، ۳۸۶/۶۱، ۳۸۷/۶۱، ۳۸۸/۶۱، ۳۸۹/۶۱، ۳۹۰/۶۱، ۳۹۱/۶۱، ۳۹۲/۶۱، ۳۹۳/۶۱، ۳۹۴/۶۱، ۳۹۵/۶۱، ۳۹۶/۶۱، ۳۹۷/۶۱، ۳۹۸/۶۱، ۳۹۹/۶۱، ۴۰۰/۶۱، ۴۰۱/۶۱، ۴۰۲/۶۱، ۴۰۳/۶۱، ۴۰۴/۶۱، ۴۰۵/۶۱، ۴۰۶/۶۱، ۴۰۷/۶۱، ۴۰۸/۶۱، ۴۰۹/۶۱، ۴۱۰/۶۱، ۴۱۱/۶۱، ۴۱۲/۶۱، ۴۱۳/۶۱، ۴۱۴/۶۱، ۴۱۵/۶۱، ۴۱۶/۶۱، ۴۱۷/۶۱، ۴۱۸/۶۱، ۴۱۹/۶۱، ۴۲۰/۶۱، ۴۲۱/۶۱، ۴۲۲/۶۱، ۴۲۳/۶۱، ۴۲۴/۶۱، ۴۲۵/۶۱، ۴۲۶/۶۱، ۴۲۷/۶۱، ۴۲۸/۶۱، ۴۲۹/۶۱، ۴۳۰/۶۱، ۴۳۱/۶۱، ۴۳۲/۶۱، ۴۳۳/۶۱، ۴۳۴/۶۱، ۴۳۵/۶۱، ۴۳۶/۶۱، ۴۳۷/۶۱، ۴۳۸/۶۱، ۴۳۹/۶۱، ۴۴۰/۶۱، ۴۴۱/۶۱، ۴۴۲/۶۱، ۴۴۳/۶۱، ۴۴۴/۶۱، ۴۴۵/۶۱، ۴۴۶/۶۱، ۴۴۷/۶۱، ۴۴۸/۶۱، ۴۴۹/۶۱، ۴۵۰/۶۱، ۴۵۱/۶۱، ۴۵۲/۶۱، ۴۵۳/۶۱، ۴۵۴/۶۱، ۴۵۵/۶۱، ۴۵۶/۶۱، ۴۵۷/۶۱، ۴۵۸/۶۱، ۴۵۹/۶۱، ۴۶۰/۶۱، ۴۶۱/۶۱، ۴۶۲/۶۱، ۴۶۳/۶۱، ۴۶۴/۶۱، ۴۶۵/۶۱، ۴۶۶/۶۱، ۴۶۷/۶۱، ۴۶۸/۶۱، ۴۶۹/۶۱، ۴۷۰/۶۱، ۴۷۱/۶۱، ۴۷۲/۶۱، ۴۷۳/۶۱، ۴۷۴/۶۱، ۴۷۵/۶۱، ۴۷۶/۶۱، ۴۷۷/۶۱، ۴۷۸/۶۱، ۴۷۹/۶۱، ۴۸۰/۶۱، ۴۸۱/۶۱، ۴۸۲/۶۱، ۴۸۳/۶۱، ۴۸۴/۶۱، ۴۸۵/۶۱، ۴۸۶/۶۱، ۴۸۷/۶۱، ۴۸۸/۶۱، ۴۸۹/۶۱، ۴۹۰/۶۱، ۴۹۱/۶۱، ۴۹۲/۶۱، ۴۹۳/۶۱، ۴۹۴/۶۱، ۴۹۵/۶۱، ۴۹۶/۶۱، ۴۹۷/۶۱، ۴۹۸/۶۱، ۴۹۹/۶۱، ۵۰۰/۶۱، ۵۰۱/۶۱، ۵۰۲/۶۱، ۵۰۳/۶۱، ۵۰۴/۶۱، ۵۰۵/۶۱، ۵۰۶/۶۱، ۵۰۷/۶۱، ۵۰۸/۶۱، ۵۰۹/۶۱، ۵۱۰/۶۱، ۵۱۱/۶۱، ۵۱۲/۶۱، ۵۱۳/۶۱، ۵۱۴/۶۱، ۵۱۵/۶۱، ۵۱۶/۶۱، ۵۱۷/۶۱، ۵۱۸/۶۱، ۵۱۹/۶۱، ۵۲۰/۶۱، ۵۲۱/۶۱، ۵۲۲/۶۱، ۵۲۳/۶۱، ۵۲۴/۶۱، ۵۲۵/۶۱، ۵۲۶/۶۱، ۵۲۷/۶۱، ۵۲۸/۶۱، ۵۲۹/۶۱، ۵۳۰/۶۱، ۵۳۱/۶۱، ۵۳۲/۶۱، ۵۳۳/۶۱، ۵۳۴/۶۱، ۵۳۵/۶۱، ۵۳۶/۶۱، ۵۳۷/۶۱، ۵۳۸/۶۱، ۵۳۹/۶۱، ۵۴۰/۶۱، ۵۴۱/۶۱، ۵۴۲/۶۱، ۵۴۳/۶۱، ۵۴۴/۶۱، ۵۴۵/۶۱، ۵۴۶/۶۱، ۵۴۷/۶۱، ۵۴۸/۶۱، ۵۴۹/۶۱، ۵۵۰/۶۱، ۵۵۱/۶۱، ۵۵۲/۶۱، ۵۵۳/۶۱، ۵۵۴/۶۱، ۵۵۵/۶۱، ۵۵۶/۶۱، ۵۵۷/۶۱، ۵۵۸/۶۱، ۵۵۹/۶۱، ۵۶۰/۶۱، ۵۶۱/۶۱، ۵۶۲/۶۱، ۵۶۳/۶۱، ۵۶۴/۶۱، ۵۶۵/۶۱، ۵۶۶/۶۱، ۵۶۷/۶۱، ۵۶۸/۶۱، ۵۶۹/۶۱، ۵۷۰/۶۱، ۵۷۱/۶۱، ۵۷۲/۶۱، ۵۷۳/۶۱، ۵۷۴/۶۱، ۵۷۵/۶۱، ۵۷۶/۶۱، ۵۷۷/۶۱، ۵۷۸/۶۱، ۵۷۹/۶۱، ۵۸۰/۶۱، ۵۸۱/۶۱، ۵۸۲/۶۱، ۵۸۳/۶۱، ۵۸۴/۶۱، ۵۸۵/۶۱، ۵۸۶/۶۱، ۵۸۷/۶۱، ۵۸۸/۶۱، ۵۸۹/۶۱، ۵۹۰/۶۱، ۵۹۱/۶۱، ۵۹۲/۶۱، ۵۹۳/۶۱، ۵۹۴/۶۱، ۵۹۵/۶۱، ۵۹۶/۶۱، ۵۹۷/۶۱، ۵۹۸/۶۱، ۵۹۹/۶۱، ۶۰۰/۶۱، ۶۰۱/۶۱، ۶۰۲/۶۱، ۶۰۳/۶۱، ۶۰۴/۶۱، ۶۰۵/۶۱، ۶۰۶/۶۱، ۶۰۷/۶۱، ۶۰۸/۶۱، ۶۰۹/۶۱، ۶۱۰/۶۱، ۶۱۱/۶۱، ۶۱۲/۶۱، ۶۱۳/۶۱، ۶۱۴/۶۱، ۶۱۵/۶۱، ۶۱۶/۶۱، ۶۱۷/۶۱، ۶۱۸/۶۱، ۶۱۹/۶۱، ۶۲۰/۶۱، ۶۲۱/۶۱، ۶۲۲/۶۱، ۶۲۳/۶۱، ۶۲۴/۶۱، ۶۲۵/۶۱، ۶۲۶/۶۱، ۶۲۷/۶۱، ۶۲۸/۶۱، ۶۲۹/۶۱، ۶۳۰/۶۱، ۶۳۱/۶۱، ۶۳۲/۶۱، ۶۳۳/۶۱، ۶۳۴/۶۱، ۶۳۵/۶۱، ۶۳۶/۶۱، ۶۳۷/۶۱، ۶۳۸/۶۱، ۶۳۹/۶۱، ۶۴۰/۶۱، ۶۴۱/۶۱، ۶۴۲/۶۱، ۶۴۳/۶۱، ۶۴۴/۶۱، ۶۴۵/۶۱، ۶۴۶/۶۱، ۶۴۷/۶۱، ۶۴۸/۶۱، ۶۴۹/۶۱، ۶۵۰/۶۱، ۶۵۱/۶۱، ۶۵۲/۶۱، ۶۵۳/۶۱، ۶۵۴/۶۱، ۶۵۵/۶۱، ۶۵۶/۶۱، ۶۵۷/۶۱، ۶۵۸/۶۱، ۶۵۹/۶۱، ۶۶۰/۶۱، ۶۶۱/۶۱، ۶۶۲/۶۱، ۶۶۳/۶۱، ۶۶۴/۶۱، ۶۶۵/۶۱، ۶۶۶/۶۱، ۶۶۷/۶۱، ۶۶۸/۶۱، ۶۶۹/۶۱، ۶۷۰/۶۱، ۶۷۱/۶۱، ۶۷۲/۶۱، ۶۷۳/۶۱، ۶۷۴/۶۱، ۶۷۵/۶۱، ۶۷۶/۶۱، ۶۷۷/۶۱، ۶۷۸/۶۱، ۶۷۹/۶۱، ۶۸۰/۶۱، ۶۸۱/۶۱، ۶۸۲/۶۱، ۶۸۳/۶۱، ۶۸۴/۶۱، ۶۸۵/۶۱، ۶۸۶/۶۱، ۶۸۷/۶۱، ۶۸۸/۶۱، ۶۸۹/۶۱، ۶۹۰/۶۱، ۶۹۱/۶۱، ۶۹۲/۶۱، ۶۹۳/۶۱، ۶۹۴/۶۱، ۶۹۵/۶۱، ۶۹۶/۶۱، ۶۹۷/۶۱، ۶۹۸/۶۱، ۶۹۹/۶۱، ۷۰۰/۶۱، ۷۰۱/۶۱، ۷۰۲/۶۱، ۷۰۳/۶۱، ۷۰۴/۶۱، ۷۰۵/۶۱، ۷۰۶/۶۱، ۷۰۷/۶۱، ۷۰۸/۶۱، ۷۰۹/۶۱، ۷۱۰/۶۱، ۷۱۱/۶۱، ۷۱۲/۶۱، ۷۱۳/۶۱، ۷۱۴/۶۱، ۷۱۵/۶۱، ۷۱۶/۶۱، ۷۱۷/۶۱، ۷۱۸/۶۱، ۷۱۹/۶۱، ۷۲۰/۶۱، ۷۲۱/۶۱، ۷۲۲/۶۱، ۷۲۳/۶۱، ۷۲۴/۶۱، ۷۲۵/۶۱، ۷۲۶/۶۱، ۷۲۷/۶۱، ۷۲۸/۶۱، ۷۲۹/۶۱، ۷۳۰/۶۱، ۷۳۱/۶۱، ۷۳۲/۶۱، ۷۳۳/۶۱، ۷۳۴/۶۱، ۷۳۵/۶۱، ۷۳۶/۶۱، ۷۳۷/۶۱، ۷۳۸/۶۱، ۷۳۹/۶۱، ۷۴۰/۶۱، ۷۴۱/۶۱، ۷۴۲/۶۱، ۷۴۳/۶۱، ۷۴۴/۶۱، ۷۴۵/۶۱، ۷۴۶/۶۱، ۷۴۷/۶۱، ۷۴۸/۶۱، ۷۴۹/۶۱، ۷۵۰/۶۱، ۷۵۱/۶۱، ۷۵۲/۶۱، ۷۵۳/۶۱، ۷۵۴/۶۱، ۷۵۵/۶۱، ۷۵۶/۶۱، ۷۵۷/۶۱، ۷۵۸/۶۱، ۷۵۹/۶۱، ۷۶۰/۶۱، ۷۶۱/۶۱، ۷۶۲/۶۱، ۷۶۳/۶۱، ۷۶۴/۶۱، ۷۶۵/۶۱، ۷۶۶/۶۱، ۷۶۷/۶۱، ۷۶۸/۶۱، ۷۶۹/۶۱، ۷۷۰/۶۱، ۷۷۱/۶۱، ۷۷۲/۶۱، ۷۷۳/۶۱، ۷۷۴/۶۱، ۷۷۵/۶۱، ۷۷۶/۶۱، ۷۷۷/۶۱، ۷۷۸/۶۱، ۷۷۹/۶۱، ۷۸۰/۶۱، ۷۸۱/۶۱، ۷۸۲/۶۱، ۷۸۳/۶۱، ۷۸۴/۶۱، ۷۸۵/۶۱، ۷۸۶/۶۱، ۷۸۷/۶۱، ۷۸۸/۶۱، ۷۸۹/۶۱، ۷۹۰/۶۱، ۷۹۱/۶۱، ۷۹۲/۶۱، ۷۹۳/۶۱، ۷۹۴/۶۱، ۷۹۵/۶۱، ۷۹۶/۶۱، ۷۹۷/۶۱، ۷۹۸/۶۱، ۷۹۹/۶۱، ۸۰۰/۶۱، ۸۰۱/۶۱، ۸۰۲/۶۱، ۸۰۳/۶۱، ۸۰۴/۶۱، ۸۰۵/۶۱، ۸۰۶/۶۱، ۸۰۷/۶۱، ۸۰۸/۶۱، ۸۰۹/۶۱، ۸۱۰/۶۱، ۸۱۱/۶۱، ۸۱۲/۶۱، ۸۱۳/۶۱، ۸۱۴/۶۱، ۸۱۵/۶۱، ۸۱۶/۶۱، ۸۱۷/۶۱، ۸۱۸/۶۱، ۸۱۹/۶۱، ۸۲۰/۶۱، ۸۲۱/۶۱، ۸۲۲/۶۱، ۸۲۳/۶۱، ۸۲۴/۶۱، ۸۲۵/۶۱، ۸۲۶/۶۱، ۸۲۷/۶۱، ۸۲۸/۶۱، ۸۲۹/۶۱، ۸۳۰/۶۱، ۸۳۱/۶۱، ۸۳۲/۶۱، ۸۳۳/۶۱، ۸۳۴/۶۱، ۸۳۵/۶۱، ۸۳۶/۶۱، ۸۳۷/۶۱، ۸۳۸/۶۱، ۸۳۹/۶۱، ۸۴۰/۶۱، ۸۴۱/۶۱، ۸۴۲/۶۱، ۸۴۳/۶۱، ۸۴۴/۶۱، ۸۴۵/۶۱، ۸۴۶/۶۱، ۸۴۷/۶۱، ۸۴۸/۶۱، ۸۴۹/۶۱، ۸۵۰/۶۱، ۸۵۱/۶۱، ۸۵۲/۶۱، ۸۵۳/۶۱، ۸۵۴/۶۱، ۸۵۵/۶۱، ۸۵۶/۶۱، ۸۵۷/۶۱، ۸۵۸/۶۱، ۸۵۹/۶۱، ۸۶

بیع مالہ بقبض ۶

اگر عین ہوں تو اس پر قبضہ سے قبل بیع، اجارہ اور سارے تصرفات جائز ہیں^(۱)۔

حنابلہ نے اس ضابطہ کی علت یہ بیان کی ہے: تصرف کا تقاضہ کرنے والی چیز ملکیت ہے اور وہ پائی گئی، لیکن جس ملکیت میں اس بات کا وہم ہو کہ معقود علیہ (جس چیز کا عقد کیا گیا ہو) کی بلاکت کا احتمال ہونے کی وجہ سے اس کے فسخ ہونے کا اندیشہ ہے، ایسی ملکیت پر غرر سے بچنے کے لئے دوسرے عقد کی بنا جائز نہیں ہوگی اور جس ملکیت میں اس غرر کا وہم نہ ہو، اس سے مانع دور ہو گیا، لہذا اس پر دوسرے عقد کو مبنی کرنا جائز ہے^(۲)۔

ب- حنفیہ میں سے محمد بن الحسن نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے:

۱- ہر ایسا تصرف جو قبضہ کے بغیر تام نہ ہو مثلاً بیہ، صدقہ، رہن، قرض، اعارہ وغیرہ، بیع پر قبضہ سے قبل جائز ہے۔

۲- ہر تصرف جو قبضہ سے قبل تام ہو جانا ہو مثلاً بیع، اجارہ، صلح عن الدین (دین کے بارے میں صلح کا بدل) اگر عین ہو وغیرہ، بیع پر قبضہ سے قبل ناجائز ہے۔

امام محمد کے نزدیک اس کی علت یہ ہے: (مثلاً) بیہ چونکہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، لہذا اسے وہم ہو سکتا (جس کے لئے بیہ کیا گیا) واجب (بیہ کرنے والے) کا نائب ہو گیا، اور وہی وہ خریدار ہے جس نے اس کو بیع قبضہ سے قبل بیہ کیا ہے، پھر وہ اپنے لئے اس پر قبضہ کرنے والا ہو گیا، لہذا قبضہ کے بعد بیہ مکمل ہوگا۔

برخلاف بیع وغیرہ (مثلاً) جو قبضہ سے قبل پوری ہو جاتی ہے، ان میں قبضہ سے قبل تصرف ناجائز ہے، اس لئے کہ جب دوسرے خریدار نے اس پر قبضہ کیا تو وہ پہلے خریدار کی طرف سے قبضہ

عرض کیا: میں ”بیع“ میں اونٹ فروخت کرتا ہوں، دینار میں فروخت کر کے (اس کے بدلہ) درہم لیتا ہوں، اور درہم میں فروخت کر کے (اس کے بدلہ) دینار وصول کرتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن کے نرخ پر لینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ جدا بیگی پر دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ رہ گئی ہو۔

حنابلہ نے کہا: یہ قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف ہے، اور ثمن عوضین میں سے ایک ہے^(۱)۔

قبضہ سے قبل ممنوع تصرف کا ضابطہ:

۶- قبضہ سے قبل شرعاً ممنوع تصرفات کے بارے میں فقہاء کے ضوابط مختلف ہیں:

الف- حنفیہ و حنابلہ کا متفق علیہ ضابطہ یہ ہے:

ہر عوض جو ایسے عقد سے ملکیت میں آئے جس پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی بلاکت سے عقد فسخ ہو جاتا ہے اس میں قبضہ سے قبل تصرف کرنا جائز نہیں، اور جس چیز کی بلاکت سے عقد فسخ نہ ہو اس میں قبضہ سے قبل تصرف جائز ہے^(۲)۔

اول کی مثال: بیع، اجرت، بدل صلح عن دین (دین کے بارے میں صلح کا بدل) اگر ثمن اجرت اور بدل عین ہوں (حنفیہ کے نزدیک)، یا کیلی یا وزنی یا عددی ہوں (حنابلہ کے نزدیک)۔

دوم کی مثال: مہر اگر عین ہو (حنفیہ کے نزدیک)، اسی طرح بدل خلع، حتن علی مال (مال کی شرط پر آزادی)، بدل عن صلح دم العمد (قتل عمد کے سلسلہ میں صلح کا بدل)، اسی طرح جنایت کا تاوان اور تلف شدہ چیز کی قیمت، حنابلہ کے نزدیک ان دونوں میں یہ سب

(۱) المغنی ۳/۲۲۱، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۸۔

(۲) المغنی ۳/۲۲۱، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۸، ان سبب کا الدر المختار و رد المحتار ۳/۶۲ سے موازنہ کیا جائے۔

(۱) دونوں مذاہب کے ساتھ مراجع۔

(۲) المغنی ۳/۲۲۱، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۸۔

بیع مالہ بقبض ۶

کرنے والا نہیں ہوا، کیونکہ بیع قبضہ پر موقوف نہیں، اور اس سے قبضہ سے قبل بیع کی تملیک لازم آئے گی جو صحیح نہیں ہے^(۱)۔
 تمر تاشی نے اشارہ کیا ہے کہ اصح امام محمد کی رائے ہے^(۲)۔
 ج۔ مالکیہ میں سے درویر نے قبضہ سے قبل طعام کی بیع کی ممانعت کا ضابطہ یہ لکھا ہے کہ بیع کے دو عقد یکے با دیگرے ہوں اور ان دونوں کے درمیان میں قبضہ نہ پایا جائے^(۳)۔ مالکیہ کی رائے کے مطابق یہ ضابطہ طعام کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ ان کی رائے گذر چکی ہے کہ وہ لوگ قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت کو مطلق ربوی اطعمہ میں محصور کرتے ہیں۔

ابن جزئی کے کلام سے جو ضابطہ اخذ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے:

ہر ایسا طعام جو معاوضہ میں لیا گیا ہو (اُکل کے بغیر) اس پر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے۔ اور معاوضہ کے تحت خریداری، اجارہ، صلح، جنایت کا تاوان اور مہر وغیرہ آتے ہیں (جیسا کہ ذکر کیا گیا)، لہذا اس کی بیع قبضہ سے قبل ناجائز ہے۔ ہاں وہ قبضہ سے قبل اس کو بیہ کر سکتا ہے یا قرض کے طور پر دے سکتا ہے^(۴)۔

مالکیہ کے یہاں: غیر جزاف (اُکل کے بغیر) کی قید اس طعام کو نکالنے کے لئے ہے جسے ماپے، گنے اور تولے بغیر اُکل سے فروخت کیا گیا ہے، کیونکہ قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ محض عقد کے ذریعہ وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو گیا ہے، لہذا وہ حکماً مقبوض ہے، اس لئے اس میں بیع کے دو عقد لگانا نہیں آئے جن

(۱) رد المحتار ۳/۱۶۳، ۱۶۳ تصدیر کے ساتھ، نیز موضوع کی تفصیل کے لئے

دیکھئے: بیع القدر ۶/۱۳۶، ۱۳۷۔

(۲) الدر المختار ۳/۱۶۲۔

(۳) لشرح الکبیر للدرویر ۳/۱۵۲۔

(۴) القوائین الفقہیہ ۷/۷۰، ۷۱۔

کے درمیان قبضہ نہ ہوا ہو^(۱)۔

اسی طرح مالکیہ نے مطلق طعام معاوضہ کی بیع کے جواز کے لئے (اس پر قبضہ کی شرط کے ساتھ) یہ بھی شرط لگائی ہے کہ قبضہ اپنی طرف سے اپنے لئے نہ ہو، اگر اپنی طرف سے اپنے لئے ہوگا تو اس کی بیع ممنوع ہوگی، اس لئے کہ دو عقدوں کے درمیان ہونے والا یہ قبضہ عدم قبضہ کی طرح ہے^(۲)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جواز کے لئے معتبر قبضہ قوی قبضہ ہے، لہذا اس کے بعد بیع طعام جائز ہے، رہا ضعیف قبضہ تو وہ عدم قبضہ کی طرح ہے، لہذا اس کے بعد جواز نہ ہوگا مثلاً:

اگر اس کو طعام کی بیع کا وکیل بنایا، اس نے اجنبی کے ہاتھ بیچ دیا اور طعام پر اجنبی کے قبضہ سے قبل وکیل نے اس سے اس کو اپنے لئے خرید لیا تو اپنے سے اس کی بیع ممنوع ہوگی، اس لئے کہ اس حالت میں وہ اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح اگر اس کو طعام خریدنے کا وکیل بنایا اور اس نے اس کو خرید کر اس پر قبضہ کر لیا، پھر اجنبی کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا۔ پھر اس پر اجنبی کے قبضہ کرنے سے قبل اس سے خرید لیا تو اپنے سے اس کا خرید ناجائز ہے، اس لئے کہ اس حالت میں وہ اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا^(۳)۔

اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ ہونے کی صورت میں بیع طعام کے عدم جواز سے وہ صورت مستثنیٰ ہے کہ اگر اپنی طرف سے قبضہ کرنے والا ایسا شخص ہو جو عقد کے دونوں اطراف کو انجام دینے والا ہو، مثلاً وصی، اپنے ماتحت و قییموں کے لئے یا والد اپنی دو چھوٹی اولاد

(۱) لشرح الکبیر ۳/۱۵۲، القوائین الفقہیہ ۷/۷۱۔

(۲) حامیۃ الرسولی علی لشرح الکبیر ۳/۱۵۲۔

(۳) لشرح الکبیر مع حامیۃ الرسولی ۳/۱۵۲۔

بیع مالم بقبض ۷-۸

شافیعیہ نے اس کی توجیہ (خود شافیعیہ کی تعبیر میں) یہ کی ہے کہ شارع کو حقیق کی خواہش ہے، اور بقیہ تصرفات اسی کے حکم میں ہیں۔
۷- نیز انہوں نے ثمن معین کو خواہ وہ دراہم ہو یا دانیر یا ان کے علاوہ، قبضہ سے قبل تصرف کے سلسلہ میں بیع کے ساتھ لاحق کیا ہے، لہذا اس پر قبضہ سے قبل بائع اس کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس میں کوئی تصرف کر سکتا ہے، اس لئے کہ ممانعت عام ہے اور سابقہ توجیہ بھی اس کی دلیل ہے (۱)۔

بلکہ ابن حجر نے کہا: ہر عین جو عقد معاوضہ میں مضمون ہو اس کا یہی حکم ہے (۲)۔ یعنی قبضہ سے قبل اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔
رہے آدمی کے وہ اموال جو دوسرے کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوں، مثلاً ودیعت (امانت رکھا ہوا مال)، مال شرکت، مال مضاربت، رہن رکھا ہوا مال رہن سے چھوٹنے کے بعد، مال وراثت، غنیمت میں سے جو مال مجاہد کی ملکیت میں آئے، مولیٰ علیہ (زیر ولایت نابالغ شخص) کے بلوغ رشد کے بعد، ولی کے ہاتھ میں باقی ماندہ مال اور اس طرح کے اموال، ان میں تصرف کا مالک ہے، اس لئے کہ ان تمام مذکورہ اموال میں ملکیت تام ہے (۳)۔

۸- شاید یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ پیش کیا ہے جس کے نصف کو شافیعیہ نے بیان کیا ہے، موصوف کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:
وہ تصرفات جو عوض کے ساتھ ہوں، بیع کے ساتھ لاحق ہوں گے، لہذا ان کو انجام دینا قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اور وہ تصرفات جن میں عوض نہیں، وہ بیہ کے ساتھ لاحق ہیں، لہذا ان کو

کے لئے، کہ اس صورت میں ان میں سے کسی ایک کے طعام کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا، پھر اس کو اجنبی کے ہاتھ، اس کے قبضہ کرنے سے قبل اس شخص کے لئے فروخت کرنا جس کے لئے اس کو خریدنا ہے جائز ہے (۱)۔

دو شافیعیہ نے اس سلسلہ میں کوئی ضابطہ وضع نہیں کیا ہے، البتہ انہوں نے (اپنے مذہب کے اصح قول میں) قبضہ سے پہلے بطلان کے اعتبار سے بیع کے ساتھ دوسرے عقود کو لاحق کیا ہے، چنانچہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ اجارہ، رہن اور بیہ (اگرچہ بائع کی طرف سے ہوں) باطل ہیں، لہذا یہ عقود صحیح نہیں ہونگے، اس لئے کہ نبی کی سنت یعنی ملکیت کا ضعف ان میں موجود ہے، اسی طرح صدقہ، ہدیہ، بدل، خلع، خون وغیرہ کے بارے میں صلح کا عوض، قرض، مضاربت اور شرکت وغیرہ کا حکم ہے (۲)۔

”بیع“ کی عبارت عام ہے، چنانچہ اس میں صراحت ہے: غیر مقبوض میں کوئی تصرف اگرچہ فروخت کرنے والے کے ساتھ ہو، جیسے بیع، رہن صحیح نہیں ہے، اور عقد کے سبب وہ چیز ضمان میں آگئی (۳)۔

البتہ شافیعیہ نے قبضہ سے قبل بیع میں خریدار کے درج ذیل تصرفات کو صحیح قرار دیا ہے، اعتاق (آزاد کرنا)، وصیت، تدبیر (مدبر بنانا)، تزویج، وقف، قسمت نراز و تعدیل (رد نہیں) کا تصرف، اور اسی طرح اکل سے خریدے ہوئے طعام کو مباح کرنا، برخلاف اس صورت کے جبکہ طعام کو کیل سے خریدنا ہو تو اس کی اباحت کے صحیح ہونے کے لئے اس کو ناپنا اور اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) دیکھئے فقرہ ۱/۱۰۔
(۲) تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۳۔
(۳) سابقہ جلد ۳/۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، شرح لکھلی علی الصہاج ۲/۲۱۳۔

(۱) الشرح الکبیر للذہبی ۳/۱۵۳۔
(۲) شرح لکھلی علی الصہاج ۲/۲۱۳۔
(۳) دیکھئے بیع و شرحہ بھائیہ الجمل ۳/۱۶۱، ۱۶۲، نیز دیکھئے تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵۔

بیع مالہ بقبض ۹-۱۰

ایک قول یہ ہے کہ وہ معقول المعنی ہے، اس کی علت یہ ہے کہ اس کے ظاہر ہونے میں شارع کی ایک غرض ہے، یعنی سہولت سے اناج تک رسائی، تا کہ کمزور اور قوی ہر ایک اس کو حاصل کر سکے۔ اگر قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہو تو اہل اموال بلا ظاہر کئے اس کو ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کریں گے، اور خفیہ طور پر مالک سے اس کی خرید و فروخت کے امکان کی وجہ سے اناج مخفی ہو جائے گا، تو فقیر کی اس تک رسائی نہیں ہوگی، لیکن اگر اس سے روک دیا جائے تو اس کے ذریعہ کیل کرنے والا اور بوجھ لادنے والا فائدہ اٹھائے گا، اور فقیروں کے لئے کھلا ہوا سامنے ہوگا، تو اس سے لوگوں کے دل مضبوط ہونگے خصوصاً بھوک اور شدت کے زمانہ میں^(۱)۔

قبضہ کی تحدید اور اس کا تحقق:

۱۰- مالکیہ، ہنالیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر چیز پر قبضہ اس کے اعتبار سے ہے^(۲)۔

الف- اگر کیلی یا وزنی یا عددی یا ذریعی ہو تو اس پر قبضہ کیل یا وزن یا شمار یا ذراع (پیمائش) کے ذریعہ ہوگا۔ اس کی دلیل حضرت عثمانؓ کی حدیث ہے انہوں نے کہا: ”میں یہودیوں کے ایک خاندان سے جن کو ”بنو قبیقاع“ کہا جاتا ہے، کھجور خریدتا اور نفع کے ساتھ فروخت کرتا تھا، حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عثمان: إذا ابتعت فاکتلت، و إذا بعت فاکل،“^(۳)

(۱) حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر ۱۵۱/۳، ۱۵۲، حاشیہ العدوی علی شرح کلابیہ الطالب ۳۵۲۔

(۲) المغنی ۲۲۰/۳ میں ابن قدام کی صراحت ہے۔

(۳) حدیث: ”یا عثمان إذا ابتعت فاکتلت“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۳/۳ طبع اشرفیہ) نے دلیل کی ہے اور احمد (۱/۶۲ طبع المصنوع) نے

قبضہ سے قبل انجام دینا جائز ہے، شوکانی نے اس رائے کو راجح قرار دیا اور اس کے ثبوت کے لئی اس بات سے استدلال کیا ہے کہ قبضہ سے پہلے وقف کرنے اور آزاد کرنے کی صحت پر فقہاء کا اجماع ہے، اور غیر مقبوض کی بیع سے ممانعت کی علت (یعنی شبہ ربا) سے بھی استدلال کیا ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ طاؤس نے ان سے نبی کا سبب دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: اگر خریدار بیع کو قبضہ سے قبل فروخت کر دے اور بیع بائع کے ہاتھ میں رہ جائے تو گویا کہ اس نے دراہم کو دراہم میں فروخت کر دیا، لہذا اگر مثلاً سو دینار میں اناج خرید، دشمن فروخت کرنے والے کے حوالہ کر دیا اور اناج کو اس سے اپنے قبضہ میں نہیں لیا، پھر اس اناج کو ایک دوسرے شخص کے ہاتھ مثلاً ایک سو بیس میں فروخت کر دیا تو گویا اس نے اپنے سونے کے بدلہ میں اس سے زائد سونا خرید لیا یعنی ایک سو میں ایک سو بیس کو خرید لیا۔

شوکانی نے کہا: ظاہر ہے کہ اس طرح کی علت اس تصرف پر منطبق نہیں جو بلا عوض ہو۔

غیر مقبوض کی فروختگی کی ممانعت کی جو علتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں یہ علت سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے مقاصد کو سب سے زیادہ جانتے تھے^(۱)۔

۹- بعض مالکیہ نے کہا: یہ نبی تعبدی ہے، دسوقی (مالکی) نے اشارہ کیا ہے کہ اہل مذہب کے نزدیک یہی صحیح ہے، اور اس کو ”توضیح“ سے نقل کیا ہے^(۲)۔

(۱) نیل الواطار ۵/۱۶۰۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر ۱۵۱/۳۔

بیع مالم بقبض ۱۰

(۱) اے عثمان! جب تم خرید و تو ماپ کر لو، اور جب فروخت کرو تو ماپ کر

(دو)۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان: صاع البائع، و صاع المشتري“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اس میں دو صاع جاری ہو: بیچنے والے کا صاع اور خریدنے والے کا صاع سے ماپ نہ لیا جائے)۔

مالکیہ نے ”مثلی“ پر قبضہ کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس کو خریدار کے سپرد کر دیا جائے اور اس کے برتنوں میں اس کو اندر لے دیا جائے (۲)۔
ب۔ اگر اٹکل سے ہو تو اس پر قبضہ، اس کو منتقل کرنا ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: لوگ بازار کے اوپری حصہ میں اٹکل سے اناج کی خرید و فروخت کرتے تھے: ”فنہا ہم رسول اللہ ﷺ أن یبعوه حتی ینقلوه“ (تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فروخت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کو منتقل کر لیں)۔ ایک روایت میں ہے: ”حتی یحولوه“ (۳)

= موصولہ کی ہے یعنی (۳/۸۸ طبع القدسی) نے اس کو حسن کہا ہے اور بیعتی نے اپنی سنن (۵/۳۱۵ طبع دائرہ المعارف عثمانیہ) میں اس کے قوی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۱) المغنی ۳/۲۲۰۔

حدیث: ”نہی عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان، صاع البائع، و صاع المشتري“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۵۰۷ طبع الجلی) اور دارقطنی (۳/۸ طبع دارالماکن) نے کی ہے، ابن حجر نے بیعتی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو مرسل روایت کیا ہے پھر کہہ کر کہ وہ (طریق) کے موصولہ مروی ہے ایک دوسرے سے لے کر وہ قوی ہو جاتی ہے۔

(۲) شرح المکبیر للردردیر مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۱۳۳۔

(۳) دیکھئے المغنی ۳/۲۲۰۔

حدیث: ”کانوا یشیعون الطعام جزاھا“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۵۰ طبع استقویہ) اور مسلم (۳/۱۱۶۱ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(یہاں تک کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کر لیں)۔

ج۔ اگر منقول (سامان اور جانور) ہو تو اس پر قبضہ لوگوں کے

عرف و رواج کے اعتبار سے ہوگا، جیسا کہ مالکیہ نے کہا: مثلاً کپڑے کو اپنے قبضہ میں لے لینا اور جانور کی تکمیل سپرد کر دینا (۱)۔

یا اس کو ایسی جگہ منتقل کر دے جو فروخت کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں، یہ شافعیہ کے نزدیک ہے، اور یہی امام ابو یوسف سے مروی ہے، مثلاً سڑک اور خریدار کا گھر (۲)۔

حنابلہ نے منقول (سامان اور جانور) میں تفصیل کرتے ہوئے کہا: اگر بیع دراہم یا دمانیر ہوں تو ان پر قبضہ ہاتھ سے ہوگا، اگر کپڑے ہوں تو ان پر قبضہ، ان کو منتقل کرنا ہے اور اگر جانور ہو تو اس پر قبضہ اس کو اپنی جگہ سے چا دینا ہے (۳)۔

د۔ اگر عقار (جائیداد غیر منقولہ) ہو تو اس پر قبضہ اس کے اور خریدار کے درمیان بلا کسی حائل کے تخلیہ کر دینا (۴)، اور اس کو اس میں تصرف پر قادر بنا دینا ہے، اس طور پر اگر چاہی ہو تو اس کے حوالے کر دے، بشرطیکہ اس کو خریدار کے علاوہ دوسرے کے سامان سے خالی کر دے، یہ شافعیہ کے نزدیک ہے (۵)۔

مالکیہ نے یہ شرط صرف رہائشی گھر میں لگائی ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک اس پر قبضہ اس کو خالی کر دینے کے ذریعہ ہے، صرف تخلیہ کافی نہیں، ہاں دوسری جائیدادوں میں قبضہ، تخلیہ کے ذریعہ

(۱) شرح المکبیر للردردیر ۳/۱۳۵۔

(۲) تحفۃ الختام ۳/۳۱۲ اور اس کے بعد کے صفحات، شرح المنہج ۳/۱۶۶، ۱۷۲، الدر المنثور ۵/۳۰۹۔

(۳) المغنی ۳/۲۲۰، کشف القناع ۳/۲۳۔

(۴) المغنی ۳/۲۲۰، کشف القناع ۳/۲۳، ۲۳۸۔

(۵) شرح الجلی علی المسماح ۲/۲۱۵، شرح المنہج ۳/۱۶۹، اور ۳/۱۶۷ میں بہت سی تفصیلات ہیں۔

بیع مالہ بقبض ۱۱-۱۲

کہ قبضہ کا حکم ہو، اس لئے اس پر وہ سب کچھ مرتب ہوگا جو حقیقی قبضہ پر مرتب ہوتا ہے، اور یہی اصح ہے (۱)۔

اصح کے بالمقابل امام ابو یوسف سے مروی قول ہے کہ منقول میں منتقل کئے بغیر قبضہ ثابت نہیں ہوتا (۲)۔

۱۲- اسی بنیاد پر اگر اپنی خریدی ہوئی چیز کو قبضہ سے قبل فروخت کر دے اور اس میں نفع ملے تو یہ غیر مضمون کا نفع ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربیع مالہ یضمن، ولا بیع ما لیس عندک" (۳) (ادھار اور بیع ایک ساتھ حلال نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں اور نہ غیر مضمون کا نفع جائز ہے، اور اس چیز کی بیع حلال نہیں جو تمہارے پاس نہیں)۔

امام محمد بن الحسن نے "کتاب الآثار" میں اس کو ایک دوسری سند اور دوسری روایت کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: رہا غیر مضمون کا نفع تو اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدے اور اس پر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے (۴)۔

یہی تشریح شوکانی نے بھی کی ہے، چنانچہ کہا: یعنی ایسے سامان کا نفع لیما ناجائز ہے جو سامان اس کے ضمان میں نہیں، مثلاً کوئی سامان خریدے اور اس کو فروخت کرنے والے سے اس پر قبضہ دینے سے پہلے اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع باطل ہے اور اس کا نفع ناجائز، اس لئے کہ بیع بائع اول کے ضمان میں ہے، اس سے

ہو جائے گا، اگر چہ فروخت کرنے والا اپنے سامانوں کو وہاں سے نہ خالی کرے (۱)۔

شافعیہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ تفصیل صرف اس قبضہ کے بارے میں ہے جو تصرف کو درست کرنے والے ہیں، رہا وہ قبضہ جو ضمان کو فروخت کرنے والے سے منتقل کرتا ہے تو اس کا مدار بیع پر خریدار کے استیلاء پر ہے، خواہ اس کو منتقل کرے یا نہ کرے، اور خواہ بائع، بیع اور خریدار کے درمیان تخلیکہ کرے یا نہ کرے، خواہ اس کو قبضہ کی اجازت دے یا نہ دے اور خواہ اس کو روکنے کا حق ہو یا نہ ہو، لہذا جب خریدار نے بیع پر استیلاء کر لیا تو بائع کے ذمہ سے ضمان ختم ہو گیا، بایں معنی کہ اگر وہ اس وقت تلف ہو جائے تو عقد فسخ نہ ہوگا یا اگر اس میں عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کے لئے خیانت ثابت نہ ہوگا، اور اگر بائع کی طرف لوٹے تو ضمان اس کی طرف نہیں لوٹے گا (۲)۔

۱۱- حنفیہ نے قبضہ کے بارے میں یہ تفصیل نہیں کی (امام احمد سے ابن الخطاب کی روایت بھی یہی ہے)، بلکہ انہوں نے تخلیکہ کو (یعنی موانع کو ختم کرنا اور قبضہ پر قدرت دینا) حکماً قبضہ مانا ہے، ظاہر الروایہ یہی ہے، امام احمد سے ابن الخطاب نے یہی روایت کیا ہے اور تخلیکہ کے ساتھ تمیز کی شرط لگائی ہے (۳)۔

حنفیہ نے اپنے اس مذہب کی صراحت، رہن کے سلسلہ میں رہن اور مرتہن کے درمیان تخلیکہ کرانے میں کی ہے، انہوں نے کہا: اس میں تخلیکہ قبضہ ہے، جیسا کہ بیع میں بھی تخلیکہ قبضہ ہے (۴)۔ انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ سپرد کرنا ہے، لہذا اس کے لوازمات میں سے ہے

(۱) رد المحتار ۵/۳۰۹۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) حدیث: "لا یحل سلف و بیع....." کی تخریج فقہ ۲/۲۰ کے تحت گذر چکی ہے۔

(۴) نصب الرایہ ۲/۹۰۔

(۱) لشرح الکبیر للذہبی ۳/۱۲۵۔

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح البیہقی ۳/۱۶۸۔

(۳) رد المحتار ۵/۳۰۹، المغنی مع لشرح الکبیر ۳/۲۲۰۔

(۴) الدر المختار ۵/۳۰۹۔

بیع مالہ تقبض ۱۳-۱۴

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شُرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتَّى تَقْبُضَ (۱) (حضور ﷺ نے قبضہ سے قبل صدقات کو خریدنے سے منع فرمایا ہے)۔
حضرت حکیم بن حزام کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "لا تبع ماليس عندك" (۲) (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو نہ بیچو)۔

۱۴- جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور بعض مالکیہ) صدقہ وغیرہ مثلاً بیہ، رہن، قرض، اعارہ (عاریت پر دینا) اور ایداع (ودیعت رکھنا) کو، عقود تبرع میں سے مانتے ہیں، جو قبضہ کے بغیر مطلقاً اور غیر مملوکہ ہوتے ہیں، اور قبضہ سے قبل ان میں عقد بے اثر مانا جاتا ہے (۳)۔

صدقہ کے بارے میں مرغینانی کی عبارت ہے: صدقہ، بیہ کی طرح قبضہ کے بغیر صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ یعنی (صدقہ) بیہ کی طرح تبرع ہے (۴)۔

بلکہ کاسانی نے کہا: قبضہ صدقہ کے جواز کی شرط ہے، قبضہ سے قبل عام علماء کے نزدیک وہ ملکیت میں نہیں آتا (۵)۔

اس کے لئے اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں: "يقول ابن آدم: مالي مالي،

(۱) حدیث: "سألت النبي عن شراء الصدقات حتى تقبض" کی روایت ابن ماجہ (۲/۲۰۰ طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے زبلی نے عبدالحق امیلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد ناقص استدلال ہے (نصب الراية ۱۵/۱۳ طبع مجلس العظمیٰ البند)۔

(۲) حدیث: "لا تبع ماليس عندك" کی روایت ترمذی (تحتہ او حوذی ۳۳۰/۳ طبع المکتبۃ المستقیم) نے کی ہے ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(۳) مجلہ او حکام العدلیۃ دفعہ (۵۷)، قبضہ کے بغیر تبرع ناقص ہے۔

(۴) الہدایہ شرح العنایہ ۱۵/۷۷۔

(۵) بدائع الصنائع ۱۲/۱۳۳۔

خریدنے والے کے ضمان میں نہیں، اس لئے کہ اس کا قبضہ نہیں (۱)۔
بہوتی نے بھی یہی تشریح کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد اس چیز کا نفع ہے جس کو قبضہ سے پہلے فروخت کر دیا گیا ہو (۲)۔
یہ حدیث کو کہ عام ہے، لیکن امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو طعام کے ساتھ خاص کیا ہے، ان سے اثرم کی روایت یہی ہے، اثرم نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے حدیث "نہی عن ربح مالہ یضمن" کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: یہ اناج اور اس جیسی ماکول یا مشروب چیز کے بارے میں ہے، لہذا اس کو قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے۔

ابن عبد البر نے کہا: احمد بن حنبل سے اُصح یہ ہے کہ قبضہ سے قبل جس چیز کی بیع ممنوع ہے وہ اناج ہے (۳)۔

قبضہ سے قبل صدقہ یا بیہ کی بیع:

۱۳- صدقہ: اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے، وجوبی یا استحبابی طور پر زندگی میں کسی حاجت مند کو بلا معاوضہ مال کا مالک بنا دینا ہے (۴)۔

یہ تعریف (جیسا کہ نظر آتا ہے) فرض صدقہ جو سال کے اخیر میں مالدار کے مال سے لیا جاتا ہے یعنی مال کی زکاۃ یا رمضان کے مہینہ کے اخیر میں روزہ دار کو پاک کرنے کے لئے لیا جاتا ہے جس کو صدقہ نظر کہتے ہیں، کو شامل ہے، اسی طرح نقلی صدقہ کو بھی شامل ہے جو ہر وقت مستحب ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ کی سابقہ روایت میں ہے: "نہی النبی

(۱) نیل و اطوار ۵/۱۸۰۔

(۲) کشاف القناع ۳/۲۳۲۔

(۳) شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۱۶/۳۔

(۴) المغنی مع شرح الکبیر ۶/۲۳۶، شرح الکبیر للذہبی ۳/۹۷۔

بیع مالہ بقبض ۱۴

دونوں کو عام ہے۔

یہی شافعیہ کا بھی مذہب ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: واہب (بہہ کرنے والے) کی اجازت سے قبضہ کے بغیر بہہ کی ہوئی چیز (صدقہ و بہہ کو شامل عام معنی کے لحاظ سے) ملکیت میں نہیں آتی (۱)۔

شافعیہ کی عبارتوں میں ہے: اگر حلف اٹھائے کہ فلاں کو بہہ نہیں کرے گا، پھر اس کے لئے بہہ کیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا یا قبول کیا لیکن قبضہ نہیں کیا تو اس صحیح یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا (۲)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بہہ کے صحیح اور تام ہونے کے لئے قبول کرنا اور قبضہ کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حنابلہ کے یہاں مذہب بھی علی الاطلاق ہے، جیسا کہ مرداوی کہتے ہیں، چنانچہ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ بہہ کی قسمیں: صدقہ، ہدیہ اور عطیہ ہیں، ان کے معانی قریب قریب ہیں اور ان سب میں زندگی میں بلا عوض مالک بنانا ہے، ان میں بہہ ہی کے احکام جاری ہوں گے (۳)، یعنی ان مذکورہ اقسام میں ہر ایک کے احکام، بقیہ میں جاری ہوں گے (۴)۔

حنابلہ نے کہا: بہہ کرنے والے کی اجازت سے قبضہ کے ذریعہ بہہ لازم ہو جاتا ہے، اس سے پہلے لازم نہیں ہوتا، یعنی واہب کی اجازت سے قبضہ سے قبل، اور اگر بہہ غیر مکمل وغیرہ کا ہو تو ان تمام میں قبضہ کے بغیر بہہ لازم نہیں ہوتا (۵)۔

(۱) شرح کھلی علی المہاج مع حامیہ اقلیوبی ۳/۱۱۲، ۱۶۰، شرح الحج مع حامیہ الجمل ۳/۵۹۸، صاحب حامیہ الجمل نے صراحت کی ہے کہ یہ شرط اور اس کے تمام احکام مطلق بہہ (جو صدقہ و ہدیہ کو شامل ہے) میں جاری ہوں گے۔

(۲) شرح کھلی علی المہاج ۳/۲۸۷۔

(۳) کشاف القناع ۳/۲۹۹، نیز اطلاق کے سلسلہ میں دیکھئے الانصاف ۷/۹۔

(۴) حوالہ سابق۔

(۵) الانصاف ۷/۱۱۹، ۱۲۰، المشرح الکبیر ۶/۲۵۰، اس میں اور المغنی ۶/۲۵۱

وہل لک یا بن آدم من مالک إلا ما اكلت فأفیت، أو لبست فأبلیت، أو تصدقت فأمضیت“ (۱) (ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، اے ابن آدم! تیرا ہے کیا، بس وہی جو تم نے کھالیا اور فنا کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ کر کے اس کو نافذ کر دیا ہے)، اللہ تعالیٰ نے صدقہ میں امضاء (نافذ کرنا) کا اعتبار کیا اور صدقہ کو نافذ کرنا اس کو سپرد کرنا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سپرد کرنا شرط ہے۔

نیز حضرت ابو بکر، عمر، ابن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے ان کا یہ قول مروی ہے: ”صدقہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا“۔

نیز اس لئے کہ صدقہ تمیرہ (بری کرنے) کا عقد ہے، لہذا بذات خود حکم کا فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ بہہ۔

بہہ کے بارے میں کاسانی کہتے ہیں: بہہ اگر بغیر قبضہ کے صحیح ہوتا تو مومو ہو بلکہ (جس کے لئے بہہ کیا گیا) کے لئے یہ اختیار ثابت ہوتا کہ بہہ کرنے والے سے سپردگی کا مطالبہ کرے، اور یہ عقد ضمان ہو جاتا، اور یہ مشروع کو بدلنا ہے (۲)۔

حنفیہ کا یہ قول، مذہب مالکی کے مشہور قول کے بالمقابل ہے، اور وہ مالکیہ کی ضعیف روایت ہے جس کی تاویل انہوں اس طرح کی ہے، اور کہا گیا ہے: قبضہ کے ذریعہ ہی بہہ ملکیت میں آتا ہے (۳)۔ یہ عبارت اگرچہ بہہ کے بارے میں آئی ہے، لیکن مالکیہ کے یہاں صدقہ کی تعریف سے (جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے اور جیسا کہ احکام آرہے ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہہ اور صدقہ

(۱) حدیث: ”يقول ابن آدم مالي مالي.....“ کی روایت مسلم (۳/۲۳۷)۔
طبع عیسیٰ الجلیلی نے کی ہے۔

(۲) بدائع الصنائع ۶/۱۳۳۔

(۳) حامیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۶/۱۰۱۔

بیج مالہ تقبض ۱۴

مولوبلہ (جس کے لئے بیہ کیا ہے) کو تا بودے (۱)۔
حنابلہ نے اپنی کتابوں میں (۲) مالکیہ کی دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبئہ" (۳) (اپنے بیہ کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے تے کر کے پھر اس کو کھانے والا)۔ اور ایک روایت میں ہے: "فی صدقۃ" (اپنے صدقہ کو)۔ ایک اور روایت میں ہے: "کالکلب یقیء ثم یعود فی قبئہ" (جیسے کتائی کرنا ہے پھر اس کو دوبارہ کھا جاتا ہے)۔

مالکیہ کی عبارتوں میں ہے:

الف۔ اگر کوئی شخص کہے: میرا گھر فقیروں پر صدقہ یا بیہ یا وقف ہے تو اس کی ملکیت سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا (اس لئے کہ تعیین نہیں)۔

ب۔ اگر کوئی کہے: میرا گھر زید پر صدقہ یا بیہ یا وقف ہے تو اس کی ملکیت ختم ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ اس وقت اس نے نیکی اور کار ثواب کا ارادہ کیا ہے۔

ج۔ اگر کوئی کہے: مجھ پر اللہ کے لئے واجب ہے کہ زید کو یا فقراء کو ایک درہم دوں تو علی الاطلاق اس کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ایک قول ہے کہ اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حنابلہ نے اپنے مذہب (یعنی بیہ وغیرہ مثلاً صدقہ میں جو یہاں زیر بحث ہے، علی الاطلاق قبضہ کی شرط ہونے) کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو "عالیہ" میں اپنے مال سے بیس وسق توڑنے کا اختیار دیا ہے، اور جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو کہا: "بیٹی! میں نے تمہیں بیس وسق توڑنے کا اختیار دیا تھا، کاش تم نے اس کو توڑ لیا ہوتا یا قبضہ کر لیا ہوتا تو تمہارا ہو جاتا، اب تو وہ وارث کا مال ہے تم لوگ اسے کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لیا" (۱)۔

بہوتی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر، عثمان، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قریب قریب یہی مروی ہے، اور صحابہ میں کسی کی مخالفت معلوم نہیں۔

حنابلہ نے قبضہ شرط ہونے پر یہ بات مرتب کی ہے کہ قبضہ سے پہلے بیہ کرنے والا بیہ سے رجوع کر سکتا ہے (یہی حکم صدقہ کا بھی ہے) اس لئے کہ عقد نامکمل ہے (۲)۔

مالکیہ نے اپنے مشہور مذہب میں قبضہ کی شرط لگانے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ بیہ (اسی طرح صدقہ جیسا کہ مالکیہ کی تفریحات سے ماخوذ ہے) (۳) مشہور قول کے مطابق بیہ کے الفاظ بولنے سے ملکیت میں آ جاتا ہے، اور اگر بیہ کرنے والا بیہ کردہ مال کی حوالگی سے انکار کرے تو جس کے لئے بیہ کیا گیا ہے وہ اس مال کا مطالبہ بیہ کرنے والے سے کر سکتا ہے، تا کہ بیہ کرنے والے کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اس مال پر

= میں مکمل و سوزوں کے درمیان اور ان کے علاوہ کے درمیان تفریق کی ایک روایت ہے۔

(۱) کشاف القناع ۳۰۱۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) شرح الخرشنی مع حامیہ الصدوی ۷/۱۴۰۔

(۱) شرح الکبیر للدرر ۱۰۱، اور القوانین الکبریٰ ۲۳۲ کے ساتھ ۱۶۰ اذکرہم۔

(۲) دیکھئے شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲۵۰، المغنی ۲۳۶، ۲۳۷۔

(۳) حدیث: "العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبئہ" کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۲۳۳ طبع استقویہ) اور مسلم (۱۲۳۱/۲ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے ایک روایت میں "فی صدقۃ" ہے جس کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۲۳۵ طبع استقویہ) اور مسلم (۱۲۳۱/۲ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے اور ایک روایت میں "کالکلب یقیء ثم یعود فی قبئہ" ہے جس کی روایت مسلم (۱۲۳۱/۳ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے۔

بیع مالم یقبض ۱۴، بیع محاقله ۱-۲

اس کی توجیہ انہوں نے یہ کی ہے کہ قضا (فیصلہ) میں مصدق علیہ (جس پر صدقہ کیا گیا ہے) یا موبہ لہ (جس کے لئے بہہ کیا جائے) کی تعیین ضروری ہے، اور اس میں ثواب کا قصد بھی ضروری ہے^(۱)۔

بیع محاقله

امام احمد سے ایک روایت میں ہے: مکمل و موزون میں بہہ و صدقہ صحیح نہیں، اور اس میں صدقہ و بہہ، قبضہ کے بغیر لازم نہیں ہوتا۔ ان دونوں کے علاوہ میں قبضہ کے بغیر صحیح ہے اور نفس عقد سے لازم ہو جاتا ہے اور قبضہ کے بغیر اس میں ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

اس فرق کی دلیل کا حاصل: بیع پر قیاس کرنا ہے، اس اعتبار سے کہ بہہ بھی تملیک ہے، چنانچہ بعض بیوع قبضہ سے قبل غیر لازم ہیں مثلاً ”بیع صرف“ اور ربا والی بیوع اور بعض بیوع قبضہ سے پہلے لازم ہیں اور وہ اس کے علاوہ ہیں^(۲)۔

خلاصہ یہ کہ جمہور فقہاء تصریحات میں قبضہ کی شرط لگاتے ہیں۔

تعریف:

۱- محاقله لغت میں: ایسے اناج کو جو بالیوں میں ہو، خشک یا تازہ گیہوں سے فروخت کرنا ہے، جیسا کہ فیومی کہتے ہیں^(۱)۔

اصطلاح میں: گیہوں کو اس کے خوشہ میں ایسے گیہوں کے بدلہ فروخت کرنا جو اندازہ کے حساب سے ماپ میں خوشہ والے گیہوں کے مثل ہو^(۲)۔

خرص: اندازہ کرنا ہے۔

حنا بلہ نے اس کی اور زیادہ عام تعریف کی ہے: دانہ کو اس کے

خوشہ میں اس کی جنس کے عوض بیچنا^(۳)۔

بیع محاقله کا حکم:

۲- فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ بیع

محاقله جائز ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک فاسد اور غیر حنفیہ کے نزدیک

باطل ہے، اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”نہی رسول

اللہ ﷺ عن المزائنة والمحاقلة“^(۴) (حضور ﷺ نے



(۱) المصباح لمیر، بخار الصحاح مادہ ”ھل“۔

(۲) الہدایہ مع شروع ۶/۵۳، تبیین الحقائق ۳/۷۲، شرح لکھلی علی الصہاج

۳/۲۳۷، ۲۳۸، تحت المحتاج ۳/۷۱۔

(۳) کشاف القناع ۳/۵۸، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۱۔

(۴) حدیث: ”نہی عن المزائنة والمحاقلة“ کی روایت بخاری (بیع الباری

۳/۳۸۳ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۱) شرح الخرشنی مع حامیہ الصدوی ۷/۱۲۰۔

(۲) المغنی ۶/۲۳۶، المشرح الکبیر ۶/۲۵۰، ۲۵۲، نیز دیکھئے: کشاف

القناع ۳/۳۰۱۔

بیع محاقله ۲، بیع مراہکہ، بیع مزابنہ ۱

مزابنہ اور محاقله سے منع فرمایا ہے۔

نیز اس لئے کہ یہ کیلی چیز کا اسی کی ہم جنس کیلی چیز سے فروخت کرنا ہے، لہذا اٹکل سے ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں شبہ ربا ہے جو تحریم کے باب میں حقیقت ربا کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے (۱)۔

نیز اس لئے کہ مماثلت کا علم نہیں (جیسا کہ بطلان کے وجہ کی شافعیہ نے تعبیر کی ہے) (۲)۔ اور حنا بلہ اس علت کی تکمیل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اور مساوات سے ما واقفیت تفاضل کے علم کی طرح ہے (۳)۔

نیز جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں محاقله میں بہ مقابلہ مزابنہ اس بات کی زیادتی ہے کہ محاقله میں اصل بیع سے جو مقصود ہے ایسی چیز سے چھپی ہوئی ہے جو بیع کی منفعت میں سے نہیں ہے، لہذا اس میں رویت بھی نہیں رہی (۴)۔

مالکیہ کی کتابوں سے یہ بات ماخوذ ہے کہ مزابنہ وغیرہ کے فساد کی عمومی علت غرر اور اموال ربو یہ میں ایک جنس کی باہمی تبادلہ میں ربا ہونا ہے (۵)۔

مزید تفصیل کے لئے اصطلاح ”محاقله“ دیکھی جائے۔

بیع مزابنہ

تعریف:

۱۔ مزابنہ: زبن سے ماخوذ ہے، اور زبن لغت میں: دفع کرنا ہے (۱) کیونکہ مزابنہ غبن کے سبب نزاع اور مدافعت کا ذریعہ بنتا ہے (۲)۔ جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں۔

فقہی اصطلاح میں جمہور نے مزابنہ کی یہ تعریف کی ہے کہ مزابنہ درخت پر لگی تر کھجور کو اندازہ کر کے اسی ماپ کے برابر توڑی ہوئی کھجور کے بدلہ میں فروخت کرنا ہے (۳) (یعنی ظن اور اندازہ سے)، اور خرص: اندازہ کو کہتے ہیں (۴)، اور اس کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی تر کھجور کا مثلاً سو صاع کی مقدار میں تخمینہ و اندازہ لگایا جائے اور اس کے برابر کھجور سے فروخت کر دیا جائے (۵)۔ اور اگر ثمن تر کھجور نہ ہو تو اختلاف جنس کے سبب جائز ہے (۶)۔

بیع مراہکہ

دیکھئے: ”مراہکہ“۔

(۱) ائنا یہ شرح الہدایہ ۵۳/۶، تبیین الحقائق ۳۷۳/۷۔

(۲) شرح لکھنوی علی الصہاج ۲۳۸/۳۔

(۳) کشاف القناع ۲۵۸/۳۔

(۴) شرح لکھنوی علی الصہاج ۲۳۸/۳، حاشیہ الجمل علی شرح الصہاج ۲۰۸/۳۔

(۵) اشرح الکبیر للذریع مع حاشیہ الدرستی ۶۰/۳۔

(۱) الصہاج لمیر، مختار الصحاح مادة ”زبن“۔

(۲) رد المحتار ۱۰۹/۳، بحوالہ البحر الرائق، حاشیہ التعلیو بی علی شرح لکھنوی علی الصہاج ۲۳۸/۳۔

(۳) یہ ”البدایہ“ کی عبارت ہے، نیز دیکھئے الہدایہ مع شروع ۵۳/۶، الدر المختار ۱۰۹/۳، کفایۃ الطالب ۱۵۸/۲، نیز دیکھئے تحتہ المحتاج ۱۷۳/۲، شرح لکھنوی علی الصہاج ۲۳۸/۳، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۵۱/۳۔

(۴) فتح القدر ۵۳/۶۔

(۵) رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۶) اس کی تردید کے لئے دیکھئے رد المحتار ۱۰۹/۳۔

بیع مزایانہ ۲

عوض بیع ہے^(۱)، جیسا کہ حدیث سابق کی بعض روایات میں یہ اضافہ وارد ہے: ”وعن بیع العنب بالزبيب، و عن کل ثمر بخرصه“^(۲) (اور انگور کی کشمش کے بدلہ اور ہر پھل کی اس کے اندازہ سے بیع کی ممانعت فرمائی)۔

مالکیہ نے (شاید اسی وجہ سے) علی الاطلاق کہا کہ ہر چیز کی اس کی ہم جنس خشک کے عوض بیع ناجائز ہے، نہ کی بیشی کے ساتھ اور نہ برابر کسی طرح بھی جائز نہیں حتیٰ کہ دانوں کی بیع بھی^(۳)۔



مالکیہ میں سے درویر نے مزایانہ کی تعریف یہ کی ہے کہ مزایانہ معلوم کے بدلہ میں مجہول کی فروختگی ہے ربوی ہو یا غیر ربوی یا مزایانہ مجہول کی اسی جنس کی مجہول چیز کے عوض بیع کرنا ہے^(۱)۔

مالکیہ ہی میں سے ابن جزئی نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ چیز کو اسی کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت کرنا، خواہ ربوی ہو یا غیر ربوی^(۲)۔

بیع مزایانہ کا حکم:

۲- اس بیع کے حکم میں فقہاء کا اختلاف نہیں، اور وہ متفق ہیں کہ یہ فاسد ہے اور غیر صحیح ہے، اس کی دلیل یہ ہے:

الف - حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن المزایانہ والمحاقلہ“^(۳) (حضور ﷺ نے مزایانہ اور محائلہ سے منع کیا ہے)۔

ب - شبہ ربا ہے، کیونکہ یہ کیل کی اسی جنس کی کیل سے بیع ہے جس میں کیل کے حساب سے عدم مساوات کا احتمال ہے^(۴)۔

ثانیہ صراحت کرتے ہیں کہ ان دونوں میں ربا ہے، اس لئے کہ دونوں میں مماثلت کا علم نہیں ہے^(۵)۔

ج - اس میں غرر ہے جیسا کہ ابن جزئی کی توجیہ ہے^(۶)۔
ترکھجور کی خشک کھجور کے عوض بیع ہی کی طرح انگور کی کشمش کے

(۱) شرح الکبیر للدرر ۶۰/۳۔

(۲) القوائین الفقہیہ ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۳) حدیث: ”نہی عن المزایانہ.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ص ۳۸۳ طبع استنبیہ) اور مسلم (۱۱۷۱/۳ طبع مکتبۃ المدینہ) نے کی ہے۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار ۱۰۹/۳، الہدایۃ مع شروح ۵۳/۶۔

(۵) تجلید المحتاج مع جامعہ الشروانی ص ۳۷۱۔

(۶) القوائین الفقہیہ ص ۱۶۹۔

(۱) الہدایۃ مع شروح ۵۳/۶، تبیین الحقائق ص ۷۷۔

(۲) زبلی نے سابقہ مقام میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۳) کفایۃ الطالب ص ۱۵۸۔

۳- یہ بیع مذکورہ تمام صورتوں میں عام فقہاء کے نزدیک فاسد ہے، ابن قدامہ نے کہا: ہمارے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں (۱)۔ پہلی صورت میں فساد اس لئے ہے کہ نہ دیکھنے کے باوجود بیع لازم ہے، کیونکہ روایت کے بجائے چھونے پر اکتفا کیا گیا ہے (۲)، دوسری صورت میں فساد کی وجہ جیسا کہ شافعیہ نے کہا صیغہ بیع (ایجاب وقبول) کا نہ ہونا ہے (۳)، اور تیسری صورت میں فساد کی وجہ حنفیہ کی تعبیر میں یہ ہے کہ تملیک کو اس بات پر معلق کیا گیا ہے کہ جب اس چیز کو چھولے تو بیع لازم ہوگی اور خیار مجلس ساقط ہو گیا، اور تملیکات میں تعلیق کا احتمال نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں قمار کی صورت پیدا ہوگی (۴)۔

حنا بلہ نے فساد کی دو علتیں ذکر کی ہیں:

اول: جہالت۔

دوم: اس کا شرط پر مطلق ہونا، اور یہ شرط کپڑا چھونا ہے (۵)۔

ابن قدامہ کی تعبیر میں غرر سے مراد شاید یہی ہے۔

شوکانی نے فساد کی علت کو غرر، جہالت اور خیار مجلس کے ابطال کی صورت میں مختصر طور پر بیان کیا ہے (۶)۔

۴- علاوہ ازیں مالکیہ نے اپنی تفصیلی فروعات میں تصریح کی ہے کہ بیع کے لزوم و ثبوت میں چھونے پر اکتفاء کرنا پھر اس کے کہ کپڑا

ہو جائے، بغیر دیکھے اور بغیر رضامندی کے (۱)۔

۲- فقہ میں اس کے علاوہ، ملامسہ کی کچھ اور صورتیں مذکور ہیں:

الف۔ کوئی شخص کسی کپڑے کو لپیٹی ہوئی حالت میں یا اندھیرے میں چھولے، پھر اس کو اس شرط پر خرید لے کہ اس کو دیکھنے کے بعد اس کو خیار نہیں ہوگا۔ یعنی اس کے دیکھنے کے بجائے اس کے چھونے پر اکتفا کرے، یا ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کپڑا بے سوچے چھولے (جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے) اور یہ جانہین سے مشارکت کے طور پر ہو، لیکن شیخ درودیکہ کا اشارہ اس کے خلاف ہے جس میں شیخ علیش نے ان کی مخالفت کی ہے، اور یہ منقول تفسیر سے ماخوذ ہے (۲)۔

ب۔ یا یہ کہ کپڑا لپیٹا ہوا ہو اور بیچنے والا خریدار سے کہے: جب تم اس کو چھولو گے تو میں نے اس کو تمہارے ہاتھ بیچ دیا، اور اس کا چھونا ایجاب وقبول کے قائم مقام ہوگا (۳)۔

”المغرب“ میں ہے: بیع ملامسہ یا لماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: جب میں تیرا کپڑا چھولوں یا تم میرا کپڑا چھولو تو بیع واجب ہوگی (۴)۔

ج۔ یا کوئی چیز اس شرط پر فروخت کرے کہ وہ جب اس کو چھوئے گا بیع لازم ہو جائے گی، اور خیار مجلس وغیرہ ختم ہو جائے گا (۵)، یہی تشریح امام ابو حنیفہ سے منقول ہے، یا خریدار یہی بات کہے۔

(۱) حدیث: ”لہی عن یعن ولسین.....“ کی روایت بخاری (بیع المبارکی

۳۵۸/۳، ۳۵۹/۳، طبع استنبی (موسلم (۱۱۵/۳) طبع عینی الحلی) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار ۱۰۹/۳، اشرح المکیر للردیہ ۵۶/۳، شرح الحلی علی المہاج

۱۷۶/۲، اور اشرح المکیر فی ذیل المغنی ۲۹/۳ کا ظہر بھی یہی ہے۔

(۳) رد المحتار ۱۰۹/۳، شرح الحلی علی المہاج ۱۷۶/۲۔

(۴) تمییز الحقائق ۳۸/۳۔

(۵) حوالہ سابق، شرح الحلی علی المہاج ۱۷۶/۲۔

(۱) المغنی ۴۷۵/۳، اشرح المکیر فی ذیل المغنی ۲۹/۳۔

(۲) شرح الحلی علی المہاج ۱۷۶/۲، نیز دیکھئے اشرح المکیر للردیہ مع حافیہ

الردیہ ۵۶/۳۔

(۳) شرح الحلی علی المہاج ۱۷۶/۲۔

(۴) شرح العنای علی الہدایہ ۵۵/۶۔

(۵) اشرح المکیر فی ذیل المغنی ۲۹/۳۔

(۶) نیل الاوطار ۵۱/۵۔

کھولا جائے اور اس کے اندر کی صورت حال معلوم کی جائے، یہی بیع کو فاسد کرنے والا ہے، مالکیہ نے کہا: لہذا اگر اس میں غور و فکر سے قبل شی اس شرط پر بیچ دے کہ بعد میں اس کو دیکھ لے گا، اگر پسند آ گیا تو روک لے گا ورنہ رد کر دے گا تو یہ بیع جائز ہے^(۱)۔

بیع منابذہ

۱- بیع منابذہ بھی دور جاہلیت کی بیوع میں سے ہے۔ صحیح احادیث میں اس سے ممانعت ثابت ہے جیسا کہ ملامہ سے ممانعت ثابت ہے^(۱)۔ اور بعض احادیث میں اس کی تشریح ہے۔

فقہاء نے اس کی حسب ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

الف۔ خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے، ان دونوں میں کوئی بھی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے یا اس کی طرف بلا تامل پھینک دے جیسا کہ مالکیہ کی تعبیر ہے^(۲)۔ اس شرط کے ساتھ کہ پھینکانا ہی بیع قرار دیا جائے^(۳) یہ تشریح حضرت ابو سعید خدریؓ سے صحیح مسلم میں منقول ہے: ”کہ یہی ان کی بیع ہو بغیر دیکھے اور بغیر رضامندی کے“^(۴)، اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے^(۵)۔



(۱) ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو ”بیع الملامہ فقرہ ۱۸“ کے تحت منابذہ سے ممانعت کے سلسلہ میں گزریں۔

(۲) اشراح الکبیر بحامیۃ الدسوقی ۵۶۳۔

(۳) رد المحتار ۱۰۹۳، نیز دیکھئے: بیع القدر ۵۵۶، اشراح الکبیر للمفتدی فی ذیل المغنی ۲۹۳۔

(۴) مذکورہ حدیث بیع ملامہ فقرہ ۱۸ کے تحت دیکھی جائے۔

(۵) تبیین الحقائق ۲۸۳، بحوالہ الرینوی۔

(۱) حامیۃ الدسوقی علی اشراح الکبیر ۵۶۳۔

بیع منابذہ ۲

صورت میں جس کو حنفیہ نے ذکر کیا ہے) اس معنی میں ہے کہ جب میں تمہاری طرف کپڑا پھینکوں تو تم پر اس کی خریداری لازم ہوگی۔ اور تملیکات میں تعلق کا احتمال نہیں رہتا، اس لئے کہ اس سے جوئے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے^(۱)۔

۳- اس لئے کہ اس میں عدم رویت یا عدم صیغہ یا شرط فاسد ہے، جیسا کہ شافعیہ نے توجیہ کی ہے^(۲)۔



ب۔ یہ کہ دونوں پھینکنے کو بیع قرار دیں یعنی ایجاب و قبول کے بجائے اسی پر اکتفاء کریں، ان میں سے ایک کہے: میں تمہاری طرف ایک کپڑا اس میں پھینک رہا ہوں، اور دوسرا شخص اس کو لے لے^(۱) (پہلی صورت میں مشارکت تھی اور اس میں نہیں ہے)۔

ج۔ یہ کہنے میں نے اسے تمہارے ہاتھ اتنے میں فروخت کر دیا، اس شرط پر کہ میں جب اس کو تمہاری طرف پھینکوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی اور خیار ختم ہو جائے گا^(۲)۔

د۔ یہ کہنے جو بھی کپڑا تم میری طرف پھینکو گے اس کو میں نے اتنے میں خرید لیا، یہ امام احمد رحمہ اللہ کے کلام کا ظاہر ہے^(۳)۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے قبل ثمن کے بارے میں ان کے درمیان آمادگی اور گفتگو ہو چکی ہو، ورنہ ممانعت کی وجہ ثمن کا ذکر نہ ہونا ہوگی، اور حنفیہ کے حوالہ سے آپکا ہے کہ ثمن سے سکوت کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، اور اس کی نفی سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔

۲- یہ تمام صورتیں فاسد ہیں اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں، ابن قدامہ اور دیگر فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے اور فساد کی علت یہ بتائی ہے:

۱- سابقہ صحیح حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے۔

۲- اس میں جہالت ہے، یہ توجیہ حنفیہ و حنابلہ نے کی ہے^(۳)۔

۳- تملیک کو خطرہ پر مطلق کرنا، اس لئے کہ بیع منابذہ (پہلی

(۱) شرح اکملی ۱/۲۶۲، نیز دیکھئے: تجلید المحتاج ۲/۲۹۳۔

(۲) شرح اکملی علی الصہاج ۱/۲۶۲۔

(۳) المغنی ۲/۲۵۵، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲/۲۹۳، نیز دیکھئے: کشاف القناع ۱/۶۶۳۔

(۱) رد المحتار ۱۰۹/۳، الخانیہ شرح الہدایہ ۵۵/۶، نیز مذکورہ مقام پر علی فتح القدر سے سوازیہ کریں، المغنی ۲/۲۵۵۔

(۲) شرح اکملی ۱/۲۶۲، تجلید المحتاج ۲/۲۹۳، ۲/۲۹۳۔

(۳) رد المحتار ۱۰۹/۳، فتح القدر ۱/۵۵، المغنی ۲/۲۵۵۔

بیع منہی عنہ ۱-۳

خارجی نہ ہو اور نہ حقیقت و ماہیت مراد لینے کا قصد ہو (۱)۔

لہذا آیت کے معنی کا حاصل یہ ہوا کہ ہر بیع حلال ہے، اور یہ لفظ کے عموم سے ماخوذ ہے۔

اس آیت کے بارے میں اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت کو کہ عموم کے طور پر وارد ہے، لیکن اس میں تخصیص ہے، اس لئے کہ فقہاء کا مختلف اقسام کی بیوع کی ممانعت پر اتفاق ہے (جیسا کہ رازی و عاصم کہتے ہیں اور جیسا کہ آئے گا) مثلاً قبضہ سے پہلے کی بیع، جو چیز انسان کے پاس نہیں اس کی بیع، غرر اور مجہول کی بیع اور حرام اشیاء کا عقد بیع۔

آیت کے لفظ سے ان بیوع کا جواز ثابت ہوتا تھا، لیکن ان کو دلائل کے سبب آیت سے خاص کر لیا گیا ہے، اس کے باوجود آیت کی تخصیص ان صورتوں میں جن میں تخصیص کی دلیل موجود نہ ہو، آیت کے لفظ کے عموم کا اعتبار کرنے سے مانع نہیں (۲)۔

نہی کا موجب:

۳- نہی کا موجب جمہور کے نزدیک تحریم ہے الا یہ کہ تحریم سے ہٹا کر کسی اور تقاضے مثلاً کراہت یا رہنمائی یا دعا وغیرہ کی طرف پھیرنے والا قرینہ موجود ہو (۳)۔ اس سلسلے میں اختلاف اور تفصیل

(۱) دیکھئے التوضیح لصدور الشریعہ بہائش شرح الخلوۃ ج ۱، ۵۳، طبع محمد علی بیچ، قاہرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء۔

(۲) احکام القرآن لابن کبیر الرازی الجصاص ۳۶۹/۱ طبع الآستانہ ۱۳۳۵ھ الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ۳۵۶/۳ طبع دارالکتب العربی برائے طباعت و اشاعت، قاہرہ ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء۔

(۳) مسلم الشبوت فی ذیل المستصحب ۳۹۶/۱ طبع بولاق ۱۳۲۲ھ، شرح المحمد علی مختصر المنتقى لابن الحاجب ۹۵/۲ طبع بولاق ۱۳۱۶-۱۳۱۹ھ، الاحکام فی اصول و احکام لمدنی ۲۱۵/۲، ۲۷۵ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

بیع منہی عنہ

تعریف:

۱- ”بیع“ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر گفتگو اصطلاح ”بیع“ میں گذر چکی ہے۔

لفظ منہی عنہ فعل ”نہی“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

”نہی“ کا معنی لغت میں کسی چیز سے روکنا ہے۔ یہ ”امر“ کی ضد ہے۔

اصطلاح میں ”نہی“ کا معنی کسی چیز سے رکنے کا حاکمانہ طور پر مطالبہ کرنا ہے۔

کوئی عارض نہ ہو تو بیع میں اصل حلت ہے:

۲- بیع میں اصل باحت اور صحت ہے، تا آنکہ ممانعت یا فساد کی دلیل آجائے۔

اس کی دلیل فرمان باری ہے: ”و اَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“ (۱) (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے) یہ حکم ہر طرح کی بیوع کی باحت میں عام ہے، اور عموم کی دلیل یہ ہے کہ لفظ بیع مفرد الف اور لام کے ساتھ آیا ہے، اور الف اور لام کے ساتھ مفرد لفظ اہل اصول کے نزدیک عموم کا معنی دیتا ہے، بشرطیکہ کوئی عہد ذہنی یا

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۵۔

بیع منہی عنہ ۴-۵

کی شکل سنت کو عمداً اور بغیر استخفاف کے ترک کرنا ہے، اس لئے کہ سنت پر عمل کرنا مندوب ہے، اور اس کے ترک پر ملامت کی جاتی ہے، نیز معمولی سا گناہ بھی لاحق ہوتا ہے^(۱)۔

ایک طرف اگر حنفیہ کے یہاں صراحت ہے کہ ان کے کلام میں لفظ مکروہ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ تزییہ ہونے کی صراحت نہ کر دی جائے^(۲)، تو مالکیہ کے یہاں اس کے برعکس کی صراحت ہے کہ مطلق بولنے کی صورت میں کراہت سے مراد محض تزییہ ہے^(۳)۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کراہت کا اطلاق اسی چیز پر ہوتا ہے جو دوسرے فقہاء کے یہاں کراہت تزییہ ہے۔

بیع سے نہی کے اسباب

۴- اسباب نہی عقد سے متعلق ہوں گے یا غیر عقد سے، اور عقد سے متعلق اسباب میں کچھ کا تعلق محل عقد سے ہے اور کچھ کا تعلق لازم عقد سے ہے۔

محل عقد سے متعلق اسباب:

محل عقد معقود علیہ (وہ شیء جس پر عقد کیا جائے) ہے۔ اس میں فقہاء نے چند شرائط لگائی ہیں:

معقود علیہ سے متعلق پہلی شرط:

۵- یہ کہ معقود علیہ عقد کے وقت موجود ہو یعنی معدوم نہ ہو، لہذا فقہاء

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۱/۸۹، ۳۱۸، ۳۱۹ طبع بولاق ۱۳۷۲ھ۔

(۲) رد المحتار ۱/۱۵۰۔

(۳) جامعہ الصدوق علی شرح کلتیہ الطالب ۱/۱۳۸، ۱۳۹ طبع مطبعہ عیسیٰ المبارکی الحلبي، قاہرہ۔

ہے جس کو اصولی ضمیمہ اور اصطلاح ”نہی“ میں دیکھا جائے۔

اگر کوئی قرینہ یا دلیل ایسی پائی جائے جو نہی کو تحریم سے پھیر دے تو نہی سے مراد کراہت ہوگی، اور کراہت لغت میں محبت کی ضد ہے، اور اصطلاح میں حسب ذیل معانی ہیں:

الف- مکروہ تحریمی: جو حرمت کے زیادہ قریب ہو بایں معنی کہ اس سے جہنم کی سزا کے استحقاق سے کم درجہ کا جرم متعلق ہو، مثلاً شفاعت سے محرومی، حنفیہ کے نزدیک مطلق کراہت کا مصداق یہی ہے، لیکن یہ امام محمد کے نزدیک حرام ہے جس کی حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہے۔

ب- مکروہ تزییہ: مکروہ تزییہ وہ ہے جو حلال ہونے کے زیادہ قریب ہو بایں معنی کہ اس کا ارتکاب کرنے والے کو کوئی سزا نہ ہو، لیکن اس کو ترک کرنے والے کو ادنیٰ ثواب ملے^(۱)، لہذا اس کا ترک اس کے فعل سے افضل ہے، مکروہ تزییہ کے مترادف ”خلاف اولیٰ“ ہے، اور بکثرت اس کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

لہذا اگر مکروہ کا ذکر کریں تو اس کی دلیل پر غور کرنا ضروری ہوگا:

الف- اگر وہ دلیل ظنی ہو تو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا جائے گا، الا یہ کہ نہی کو تحریم سے استجاب کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز پائی جائے۔

ب- اگر وہ دلیل ظنی نہ ہو، بلکہ ایک درجہ غیر قطعی ترک کا معنی بتاتی ہو تو یہ مکروہ تزییہ ہے۔

مکروہ تحریمی اور مکروہ تزییہ کے درمیان ایک درجہ ”إساءت“ ہے جو مکروہ تحریمی سے نیچے اور مکروہ تزییہ سے اوپر کا درجہ ہے، اس

(۱) التبیح والتوضیح مع شرح الخلوخ للفتاویٰ ۱۲۶/۲۔

بیع منہی عنہ ۶

ہے (۱)، اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے: "أن النبی ﷺ نہی عن بیع المضامین والملاقیح وحبل الحبلہ" (۲) (نبی کریم ﷺ نے مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا)۔

نیز حضرت سعید بن المسیب کا قول ہے: حیوان میں ربا نہیں ہے، حضور ﷺ نے جانوروں سے متعلق صرف تین چیزوں سے منع فرمایا ہے: مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ (۳)۔

نیز اس بیع میں غرر ہے، ہو سکتا ہے کہ اونٹنی بچہ نہ جنے یا اس سے قبل مر جائے، لہذا یہ معدوم کی بیع ہے اور اس چیز کی بیع ہے جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے (۴)۔

شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو نہ ملکیت میں ہے نہ معلوم ہے، اور نہ ہی اس کی سپردگی پر قدرت ہے (۵)۔

حنابلہ نے اس کی توجیہ میں کہا کہ جہالت ہے، اس لئے کہ اس کی صفت اور اس کی زندگی معلوم نہیں ہے، اور اس لئے کہ اس کی سپردگی پر قدرت نہیں ہے (۶)۔ اور جب حمل کی بیع جائز نہیں تو حمل کے حمل کی بیع بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی۔

۶- معدوم کی بیع ہی کے قبیل سے بیع عسب الحمل (سانڈ سے جفتی

کے نزدیک معدوم کی بیع نہیں ہوگی، اور اس کو باطل مانا جائے گا۔ اس کی شکل حسب ذیل بیوع میں ہے: "مضامین"، "ملاقیح" اور حبل الحبلہ کی بیع، اور شکم مادر میں موجود جنین کی بیع۔

مضامین: "مضمون" مجنون کے ہم وزن کی جمع ہے اور اس سے مراد جمہور اور بعض مالکیہ جیسے ابن جزئی کے نزدیک وہ مادہ جو ز کی پشت میں ہے (۱)۔

ملاقیح: "مملقوۃ" اور "مملقوۃ" کی جمع ہے، اور اس سے مراد مادہ چوپایوں اور گھوڑیوں کے شکم کے جنین ہیں (۲)۔

امام مالک نے کہا: مضامین سے مراد اونٹنیوں کے شکم کے جنین، اور ملاقیح سے مراد نر جانوروں کی پشت میں موجود مادہ کی بیع ہے (۳)۔

بیع حبل الحبلہ کی بیع سے مراد نتاج (پیدا ہونے والے بچہ) کے نتاج کی بیع یعنی یہ اونٹنی یا یہ جانور جو بچہ جنے گی اس بچہ کے بچہ کو فروخت کرنا، لہذا اس کے بچہ کے بچہ کو نتاج کہا جاتا ہے (۴)۔

ان تمام بیوع کے باطل ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابن المنذر نے کہا: بالاجماع ملاقیح و مضامین کی بیع ناجائز

(۱) الدر المختار ۳/۱۰۲، فتح القدیر ۶/۵۰، القوائین النعمیہ ص ۱۶۹ طبع بیروت ۱۹۷۷ء شرح الحلی علی الصہاح ۲/۱۷۲ طبع سوم مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی، قلمبرہ ۵۷۳ھ/۱۹۵۶ء المغنی ۲/۶۳، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۲/۳۷ طبع بیروت ۱۳۹۲ھ۔

(۲) الدر المختار ۳/۱۰۲، فتح القدیر ۶/۵۰، شرح الحلی علی الصہاح ۲/۱۷۲۔

(۳) شرح المکبیر للدرر مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۵۷ طبع عیسیٰ البابی الحلی، المغنی ۲/۶۳، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۲/۳۷، فتح القدیر ۶/۵۰، نصب الرایۃ ۱۰/۱۱۰۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۳۸، شرح الحلی وحاشیہ عمیرہ ۲/۵۷، ۱۷۶، ۱۷۷، المغنی ۲/۶۳، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۲/۳۷، الدر المختار ۳/۱۰۲۔

(۱) المغنی ۲/۶۳، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۲/۳۷۔

(۲) حدیث ابن عباسؓ "لہی عن بیع المضامین و الملاقیح....." کی روایت طبرانی نے کی ہے، شیخ نے کہا اس میں اسماعیل بن ابوجیبہ ہے جس کی امام احمد نے توثیق اور جمہور نے تصحیف کی ہے (مجمع الزوائد ۳/۱۰۳ طبع القدسی)۔

(۳) فتح القدیر مع شرح العنایہ الکفایہ ۶/۵۰ طبع بیروت۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۳۸، فتح القدیر ۶/۵۰۔

(۵) شرح الصحیح بحاشیہ الحمل ۳/۷۰، نیز دیکھئے شرح الحلی علی الصہاح ۲/۱۷۲۔

(۶) المغنی ۲/۶۳، شرح المکبیر ۲/۳۷، کشاف القناع ۳/۱۶۶۔

بیع منہی عنہ ۷

کرانے کی بیع)۔

یعنی جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، اور اس کو خرچ کیا جاتا اور روکا جاتا ہے^(۱)۔ (دیکھئے: اصطلاح ”مال“)، لہذا غیر مال کی بیع منعقد نہ ہوگی، اس کی مثال یہ ہے کہ مسلمان کسی مردار کی بیع کرے تو یہ باطل ہے، وہ طبعی طور پر مرا ہوا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا کسی اور غیر شرعی ذبح کے ذریعہ مرا ہو۔ اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے: ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ“^(۲) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون)، اس سے مستثنیٰ صرف مچھلی اور ٹڈی ہیں جس کی دلیل یہ فرمان نبوی ہے: ”أَحَلَّتْ لَنَا مَيْتَاتَانِ وَ دِمَانٌ: فَأَمَّا الْمَيْتَاتَانِ فَالْحَوْتِ وَ الْجِرَادِ، وَ أَمَّا الدِمَانُ فَالْكَبِدُ وَ الطَّحَالُ“^(۳) (ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں: مردار مچھلیاں اور ٹڈی ہیں، اور خون جگر اور تلی ہیں)۔

رہا ذمی کا مردار فروخت کرنا: تو اگر وہ فطری موت مرا ہو یعنی ضرب و قتل کے ذریعہ نہ مرا ہو (یعنی رتق باقی رہنے تک اس کی سانس جاری رہی ہو) تو وہ بالاتفاق مال نہیں۔

جو جانور فطری موت نہ مرا ہو بلکہ گلا گھونٹنے کے سبب مرا ہو یا ذمی کے دین کے مطابق اس کو مارا گیا ہو، اور ہماری شریعت میں وہ ذبح نہ ہو تو اس کی بیع کے جواز و فساد کے بارے میں حنفیہ کے یہاں مختلف روایتیں ہیں: امام ابو یوسف سے جواز کی روایت اور امام محمد

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے، وہ فرماتے ہیں: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ عَسْبِ الْفَحْلِ“^(۱) (آپ ﷺ نے زکری جفتی کے ثمن سے منع فرمایا)۔ ایک اور روایت میں ہے: ”عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ“ (سانڈ سے جفتی کرانے سے منع فرمایا)۔ اس روایت کے بارے میں کاسانی نے کہا: بذات خود عسب (جفتی) پر نبی کو محمول کرنا ممکن نہیں، اس لئے کہ عاریت کے طور پر ایسا کرنا جائز ہے، لہذا انہی کو بیع اور اجارہ پر محمول کیا جائے گا، لیکن اس چیز کو یہاں پر محذوف اور مضر رکھا گیا ہے^(۲)، جیسا کہ اس فرمان باری میں ہے: ”وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ“^(۳) (آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجئے)۔

شافعیہ نے اس حدیث کی تاویل و تشریح میں تقریباً یہی لکھا ہے، انہوں نے اس کے تین طرح کے احتمالات کا ذکر کرتے ہوئے (دوسرے علماء کی طرح) اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے اور کہا: اس کے نطفہ کا ثمن حرام ہے، اس کو فروخت کرنا باطل ہے، اس لئے کہ وہ غیر معلوم بے قیمت اور سپردگی پر قدرت سے خالی ہے^(۴)۔

محل عقد سے متعلق دوسری شرط:

۷۔ یہ کہ معقود علیہ مال ہو، مال سے مراد فقہی اصطلاح والا مال ہے

(۱) حدیث ابن عمرؓ: ”نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ عَسْبِ الْفَحْلِ“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۳/۶۱، طبع السنہ ۱۳۶۱ھ) نے کی ہے۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۳۹۔

(۳) سورہ یوسف ۸۲۔

(۴) تحفۃ الکنان بشرح امہانج لابن حجرؒ مع حامیہ اشروانی و اعبادی

۲/۹۲، ۲/۹۳، کشاف القناع ۳/۱۶۶، المغنی ۲/۷۷۔

(۱) الدر المختار بحوالہ درر الحکام ۳/۱۰۰۔

(۲) سورہ مائدہ ۳۔

(۳) حدیث: ”أَحَلَّتْ لَنَا مَيْتَاتَانِ وَ دِمَانٌ.....“ کی روایت ابن ماجہ

(۲/۱۰۷۳، طبع عیسیٰ الخلیفی) نے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، دارقطنی

نے حضرت ابن عمرؓ پر اس کے موقوف ہونے کو درست کہا ہے ابن حجر نے اس

کو نقل کرنے کے بعد اس پر یہ پتھرہ کیا ہے موقوف روایت ہے جس کو ابو حاتم

وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، وہ مروی ہے کہ حکم میں ہے (تخصیص الجہیر ۱/۲۶۱، طبع

شرکت المطابع النوریہ)۔

بیع منہی عنہ ۸

کی ہے (۱)۔

مردار اور خون وغیرہ کی تحریم کی علت حنفیہ کے نزدیک مالیت کا نہ ہونا، اور دوسرے حضرات کے نزدیک نجاست عین ہے (۲)۔
محل عقد میں مالیت کے نہ ہونے کی صورتوں میں سے آزاد کی بیع، اسی طرح آزاد کو ثمن بنا کر اس کے عوض بیع، یعنی اس پر ”باء“ داخل کر کے کہنے: ”بعثک هذا البیت بھذا الغلام“ حالانکہ وہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہو، اس لئے کہ حقیقت بیع مال کامل سے تبادلہ ہے، اور وہ یہاں موجود نہیں، اس لئے کہ وہ مال نہیں ہے (۳)۔

اس بیع کی تحریم پر سخت وعید اس حدیث میں وارد ہے: ”ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة، ومن كنت خصمه خصمته، رجل أعطى بي ثم غلب، ورجل باع حراً فآكل ثمنه، ورجل استأجر أجبيراً، فاستوفى منه ولم يعطه أجره“ (۴)
(میں قیامت کے دن تین آدمیوں کا فریق ہوں گا اور جس کا میں فریق ہوں گا اس کو مغلوب کر دوں گا: ایک وہ شخص جس نے میرا مال لے کر عہد کیا، پھر فریب کیا، دوسرے وہ جس نے آزاد کو فروخت کر کے اس کا ثمن کھایا، تیسرے وہ جس نے مزدور سے پوری محنت لی، پھر اس کی مزدوری نہ دی)۔

تیسری شرط: مالیت والا ہونا:

۸۔ محل عقد سے متعلق شرائط میں اس کے مال ہونے کے ساتھ

- (۱) المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳، نیل الاوطار ۵/۱۳۳۔
(۲) دیکھئے القوائین المعبیہ ۱/۱۶۳، المشرع الکبیر للردیہ ۳/۱۰۳، شرح المحلی علی المصباح ۳/۱۵۷۔
(۳) الدر المختار ۳/۱۰۱، بدائع الصنائع ۵/۱۳۰۔
(۴) حدیث: ”ثلاثة أنا خصمهم.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۲۷ طبع المتفقہ) نے کی ہے۔

سے فساد کی روایت ہے، باطل ہونے کی کوئی روایت نہیں (۱)۔

غیر حنفیہ بیع کے باطل ہونے کے تعلق سے فطری طور پر مردہ، اور غیر فطری طور پر مردہ جانور کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

ابن المنذر نے کہا: مردار یا اس کے کسی جز کی بیع کے عدم جواز پر اہل علم کا اجماع ہے (۲)۔

تحریم کی دلیل یہ حدیث نبوی ہے: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ (۳) (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی بیع کو حرام کیا ہے)۔

دم مسفوح (جاری خون) کی بیع حرام اور غیر منعقد ہوگی، اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے: ”أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا“ (۴) (یا بہتا ہوا خون)، ”مسفوح“ کی قید سے جو اس کے علاوہ ہے وہ خارج ہو گیا، لہذا اس کی بیع جائز ہے، مثلاً جگر اور تلی (۵)، ان دونوں کو تحریم سے مذکورہ بالا حدیث کے سبب استثناء کیا گیا: ”أحلت لنا ميتتان و دمان.....“ (ہمارے لئے دو مردار، اور دو خون حلال کئے گئے ہیں.....) اس میں کوئی اختلاف نہیں، ابن المنذر اور شوکانی نے اس کی بیع کے حرام ہونے پر اہل علم کے اجماع کی صراحت

(۱) الدر المختار ۳/۱۰۱۔

(۲) المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳، نیز دیکھئے المشرع الکبیر للردیہ ۳/۱۰۳، شرح المحلی علی المصباح ۳/۱۵۷۔

(۳) حدیث: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر و الميتة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۲۷ طبع المتفقہ) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۴) سورۃ أنعام ۱۳۵۔

(۵) الدر المختار ۳/۱۰۱۔

بیع منہی عنہ ۹

ساتھ، اس کا منقوم ہونا بھی ہے۔
 حنفیہ کے نزدیک منقوم ہونا دو طرح سے ہے:
 عرفی: جو حفاظت میں لینے کے ذریعہ ہوتا ہے، لہذا غیر محفوظ
 مثلاً شکار اور گھاس، منقوم نہیں۔
 شرعی: جو انتفاع کی بابت کے ذریعہ ہوتا ہے، اور یہاں یہی
 مراد ہے۔
 لہذا اس مفہوم کے لحاظ سے جو مال منقوم نہ ہو یعنی اس سے
 انتفاع مباح نہ ہو، اس کی بیع باطل ہے (۱)۔

بعض فقہاء مالیت، اور تقوم کے بجائے طہارت اور نفع کی شرط
 لگاتے ہیں جیسا کہ مالکیہ اور شافعیہ نے کیا ہے (۲)۔
 بعض نے تقوم کی اس شرط کے بجائے صرف مالیت کی شرط
 لگائی ہے، جو ان کے نزدیک مال کی اس تعریف کی وجہ سے ہے کہ مال
 وہ جس میں کوئی غیر حرام منفعت ہو، اور وہ بلا حاجت یا ضرورت کے
 مباح ہو۔ اور یہ جنابہ ہیں۔

”منفعت“ کی قید سے وہ خارج ہو گیا جس میں کوئی منفعت
 نہیں مثلاً کیڑے مکوڑے، اور وہ جس میں حرام منفعت ہو مثلاً شراب،
 اور جس میں حاجت کی وجہ سے مباح منفعت ہو مثلاً کتا، اور جس
 میں ضرورت کی وجہ سے مباح منفعت ہو مثلاً مخمض (سخت بھوک) کی
 حالت میں مردار (۳)۔

۹۔ غیر منقوم کی مثالوں میں سے خمر اور خنزیر کی بیع ہے، یہ جمہور فقہاء
 کے نزدیک فاسد ہے۔

(۱) شرح المکمل علی المسماح ۱۵۵/۲۔
 (۲) الشرح الکبیر للردیہ ۱۰/۳، شرح الخرش علی مختصر ظلیل بحیثیۃ العدوی ۱۵/۵
 طبع بیروت۔
 (۳) کشاف القناع ۱۵۲/۳، الشرح الکبیر بذیل المغنی ۱۳/۳۔
 (۴) حدیث: ان الله حرم بیع الخمر و المیتة..... کی تخریج فقہرہ ۷/۷ کے
 تحت آچکی ہے۔
 (۵) الدر المختار و رد المحتار ۱۰۳/۳، ۱۰۳/۳، تبیین الحقائق شرح کتر الدقائق
 ۳/۳، ۳۵، ۳۳، طبع دار المعرفہ بیروت۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۱۰۳/۳۔
 (۲) دیکھئے: القوانین الفقہیہ ص ۶۳، الشرح الکبیر للردیہ ۱۰/۳، شرح المکمل علی
 المسماح ۱۵۷/۲۔
 (۳) کشاف القناع ۱۵۲/۳۔

بیع منہی عنہ ۱۰-۱۱

۱۰- حنفیہ کے نزدیک غیر منقوم ہی کی مثالوں میں سے وہ مردار ہے جو فطری موت نہ مرا ہو، بلکہ گلا گھونٹنے وغیرہ کی وجہ سے مرا ہو، اس لئے کہ وہ ذمی کے یہاں شراب کی طرح مال ہے^(۱)، مالیت کی شرط میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

۱۱- غیر منقوم سے متعلق وہ ناپاک ہو جانے والی چیز ہے جو ناقابلِ تطہیر ہو مثلاً گھی، تیل، شہد، دودھ اور سرکہ۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے اکثر کا مشہور اور اصح مذہب ان کی بیع کا عدم جواز ہے، اس لئے کہ ان کا کھانا حرام ہے، کیونکہ حضور ﷺ سے اس چوہیا کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں مر گئی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”و إن كان مانعا فلا تقربوه“^(۲) (اور اگر سیال ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ)۔ اور جب حرام ہے تو اس کی بیع ناجائز ہوگی، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں فرمان نبوی ہے: ”لعن اللہ الیہود، حرمت علیہم الشحوم، فجملوها (أي أذابوها) فباعوها....“^(۳) (اللہ کی لعنت یہودیوں پر ہو کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر دیا)۔

نیز اس لئے کہ وہ نجس ہے، لہذا مردار کی چربی پر قیاس کرتے ہوئے اس کی بیع ناجائز ہوگی، اس لئے کہ وہ نجس العین کے معنی میں ہے^(۴)۔

(۱) الدر المختار رد المحتار ۴/۱۰۳، نیز دیکھئے فقرہ ۷۔

(۲) حدیث ”و إن كان مانعا فلا تقربوه....“ کی روایت ابو داؤد (۱۸۱/۳) تحقیق عزت عبید دعاس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے (فتح المبارک ۱/۳۳۳ طبع استنبول)۔

(۳) حدیث: ”لعن اللہ الیہود....“ کی روایت مسلم (۱۳۰۷/۳) طبع عیسیٰ الحلیمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کی ہے۔

(۴) القوانین الفقہیہ ۲/۱۶۳، شرح کلمی علی المہاج ۲/۱۵۷، کشاف الفقہاء ۱/۶۵۳، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۳۔

اسی طرح حنفیہ نے مذکورہ چیزوں کی بیع میں مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق کیا ہے، اس سلسلہ میں کاسانی کہتے ہیں: خنزیر کی بیع مسلمان کی طرف سے منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مال نہیں، لیکن اہل ذمہ کو آپس میں شراب اور خنزیر کی بیع کرنے سے نہیں روکا جائے گا، جس کی دلیل یہ ہے:

الف۔ ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے کہ ان کے لئے اس سے انتفاع شرعاً مباح ہے، جیسا کہ سرکہ اور بکری ہمارے لئے مباح ہیں، لہذا وہ ان کے حق میں مال ہیں، اس لئے ان کی بیع جائز ہوگی، اور سیدنا عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام میں اپنے مخلصین عشر کے پاس لکھا کہ اس کی بیع ان کے ذمہ سوئپ دو، اور اس کے ثمن میں سے عشر لے لو، اگر ان کی طرف سے اس کی بیع جائز نہ ہوتی تو حضرت عمر مخلصین کو یہ حکم نہ دیتے کہ ذمیوں کو ان کی بیع کا کام سوئپ دو۔

ب۔ ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے کہ شراب اور خنزیر کی حرمت مسلمان اور کافر کے حق میں علی العموم ثابت ہے، اس لئے کہ کفار شرائع یعنی نحرمت کے مخاطب ہیں، ہمارے اصحاب کے مذہب میں صحیح یہی ہے، لہذا اس کی حرمت مسلمان اور کافر کے حق میں ثابت ہوگی، لیکن ان کو اس کی بیع کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ وہ اس کو حرام نہیں سمجھتے اور وہ اس کو مال بنا کر جمع کرتے ہیں، اور ہم کو حکم ہے کہ ان کو ان کے عقیدہ اور دین پر چھوڑ دیا جائے^(۱)۔

ابن عابدین رحمہ اللہ کاسانی کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس کا ظہر یہ ہے کہ ان کے درمیان آپس میں اس کی بیع صحیح ہے، کوکہ ”ثمن“ کے عوض فروخت کی جائے^(۲)۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۳۳۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۰۳۔

بیع منہی عنہ ۱۱

شافعیہ کے یہاں ایک قول جو ان کے نزدیک اصح کے بالمقابل ہے یہ ہے کہ اگر اس کی تطہیر ممکن ہو اس طور پر کہ اس کو کسی برتن میں رکھ کر اتنا پانی بہایا جائے کہ پانی غالب ہو جائے، اور اس کو ایک لکڑی سے بلایا جائے یہاں تک کہ اس کے تمام اجزاء تک پانی پہنچے تو ناپاک ہونے والے کپڑے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی بیع جائز ہوگی، لیکن شافعیہ کے یہاں اصح قول بیع سے ممانعت ہے، اس لئے کہ اس کو پاک کرنا ناممکن ہے، اس کی دلیل چوہیا والی سابقہ حدیث ہے، اس لئے کہ اگر اس کی تطہیر ممکن ہوتی تو حدیث میں یہ نہ کہا جاتا: ”الْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا“ (اس کو اور اس کے اطراف کو پھینک دو) اور ایک روایت میں ہے: ”فَأَرَيْقُوهُ“^(۱) (اس کو بہا دو)، اسی طرح ان کے یہاں ناپاک پانی کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے۔

لہذا بعض کے نزدیک بیع جائز ہے، اس لئے کہ اس کو اس طرح پاک کرنا ممکن ہے کہ اس میں پانی کا اضافہ کر دیا جائے۔

بعض مالکیہ نے قطعی طور پر ناجائز کہا ہے اور یہی معتمد ہے (جیسا کہ قلیوبی اپنے شیخ کے حوالہ سے کہتے ہیں) اگر پانی دو قلعہ (گھڑے) سے کم ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ فی الحال اس کی نجاست مدنظر ہے، لیکن اگر دو قلعہ سے زائد ہو تو ان کے نزدیک صحیح ہے^(۲)۔

اسی طرح حنابلہ نے جو نجس تیل کی بیع کو ناجائز کہتے ہیں امام احمد سے روایت کی ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ جو اس کی نجاست سے

(۱) شرح المصلیٰ علی المسماح ۲/ ۱۵۷، تحفۃ المحتاج مع حاشیہ المشروانی ۵/ ۲۳، ۲۳۶۔

حدیث: ”الْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا.....“، اور ایک دوسری روایت میں ”فَأَرَيْقُوهُ“ ہے کی روایت بخاری (فتح الباری ۹/ ۶۶۸ طبع الاستقبر) نے

حضرت عبداللہ بن عباس سے کی ہے

(۲) شرح المصلیٰ علی المسماح وحاشیہ قلیوبی ۲/ ۱۵۷۔

مالکیہ نے طے کیا ہے کہ ان کے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ اختیاری طور پر اس کی بیع ناجائز ہے، ہاں اضطراری طور پر جائز ہے^(۱) مشہور کے بالمقابل امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بیع جائز ہے، ابن المبارک اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

ابن رشد نے کہا: امام مالک سے مشہور، اور ”المدونہ“ وغیرہ میں ان کے مذہب سے یہی معلوم ہے کہ اس کی بیع ناجائز ہے، اور انظر یہ ہے کہ اس کی بیع اس شخص کی طرف سے جائز ہے جو اس کے ذریعہ دھوکہ نہ دے، اور وہ بیان کر دے، اس لئے کہ نجاست کے گرجانے سے اس کا نجس ہونا، اس سے اس کے مالک کی ملکیت کو ساکت نہیں کرتا، اور اس کے تمام منافع ختم نہیں ہوتے، اور یہ بھی ناجائز ہے کہ اس کے حق میں اس کو تلف کر دیا جائے، لہذا اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو ایسے شخص کے ہاتھ میں فروخت کر دے جو اس کو اس جگہ صرف کرے جہاں وہ اس کو صرف کر سکتا تھا، اور تیل کے بارے میں یہی حکم ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جو اس کے دھونے کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن جو لوگ اس کے دھونے کو جائز کہتے ہیں (اور یہ امام مالک سے مروی ہے) ان لوگوں کی رائے کے مطابق اس کی بیع کی صورت وہی ہے جو ناپاک ہونے والے کپڑے کی ہے^(۲)۔

ابن جزئی نے ابن رشد کے قیاس کو اس صورت میں شامل کیا ہے جس کو ابن وہب نے اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ اگر وہ اس کو بیان کر دے، اور غیر مساجد میں اس کے ذریعہ چراغ جلانے کے بارے میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے^(۳)۔

(۱) شرح الکبیر للذہبی ۱۰/ ۳۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر، مذکورہ مقام۔

(۳) القوائین المغنیہ ۱/ ۶۳۔

بیع منہی عنہ ۱۲

کرے تو مشتری کے لئے خیانت ثابت ہوگا (۱)۔

جبکہ حنفیہ نے (جمہور کے نزدیک اصح اور مشہور کے برخلاف) صراحت کی ہے کہ ناپاک ہو جانے والے تیل (جس میں عارضی طور پر نجاست لگ گئی ہو) کی خرید و فروخت جائز ہے، اور کھانے کے علاوہ مثلاً غیر مساجد میں چراغ جلانے اور دباخت وغیرہ میں اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیا ہے (۲)۔

حنفیہ نے نجاست آلود تیل، اور مردار کے تیل کے درمیان فرق کیا ہے، کیونکہ مردار کا تیل نجس ہے، اس لئے کہ وہ مردار کا جز ہے، لہذا وہ مال نہیں ہوگا، پس اس کی خرید و فروخت بالاتفاق ناجائز ہوگی جیسا کہ اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے (۳)۔ ابن عابدین نے اس کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا: "إن الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام، فقیل یا رسول الله! رأیت شحوم المیتة، فإنها یطلى بها السفن، ویدهن بها الجلود، ویستصبح بها الناس؟ فقال: لا، هو حرام" (۴)۔ اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سورا اور بتوں کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے، دریافت کیا گیا کہ اللہ کے رسول! مردار کی چربی کا حکم بتائیں کہ اس کو کشتیوں پر ملتے ہیں، کھالوں پر لگاتے ہیں، لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے۔

۱۲ - بے قیمت، نجاست اور نجاست آلودہ چیزوں سے متصل مردار

(۱) المشرح الکبیر للحدود، ۱۰/۳، نیز دیکھئے شرح لکھلی علی المہاج ۲/۱۵۷، کشاف القناع ۶/۳۔

(۲) الدر المختار ۳/۱۱۳۔

(۳) رد المحتار ۳/۱۱۳، نیز دیکھئے تبیین الحقائق ۳/۵۱۔

(۴) حدیث: "إن الله ورسوله حرم بیع الخمر و المیتة....." کی تخریج فقہرہ کے تحت آچکی ہے۔

واقف ہو اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ اس کو حلال سمجھتا ہے، اور اس کے کھانے کو مباح قرار دیتا ہے، نیز اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ "اس میں سٹو ملا دو، اور فروخت کر دو، لیکن کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت نہ کرو، اور اس کو بتا دو"۔ لیکن حنابلہ کے یہاں صحیح عدم جواز ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عباس کی سابقہ حدیث میں ہے: "لعن الله اليهود، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشَّحُومُ فَجَمَلُوها" (۱) (یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو پکھلایا)۔

نیز اس لئے کہ کسی مسلمان کے ہاتھ اس کی بیع جائز نہیں تو کسی کافر کے ہاتھ بھی جائز نہیں ہوگی، جیسا کہ شراب اور خنزیر، کیونکہ وہ اس کو حلال سمجھتے ہیں تاہم اس کی بیع ان کے ہاتھ ناجائز ہے۔

نیز اس لئے کہ یہ نجس تیل ہے، لہذا اس کی بیع کسی کافر کے ہاتھ جائز نہیں ہوگی جیسا کہ مراد کی چربی (۲)۔

رہا ناپاک ہونے والا کپڑا یا ناپاک ہونے والا برتن، اور اس جیسی دوسری ناپاک ہو جانے والی اشیاء جو دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں، تو ان کی بیع کی صحت کی انہوں نے صراحت کی ہے، کیونکہ ان سے تطہیر کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اور ان کی طہارت ہی اصلی ہے، لہذا ان پر ایسی نجاست عارضی طور پر لگ گئی ہے جس کا زائل کرنا ممکن ہے۔

مالکیہ نے نجاست بیان کرنے کو طلی الاطلاق واجب قرار دیا ہے، خواہ کپڑا (مثلاً) نیا ہو یا پرانا، خواہ دھونے سے وہ شراب ہو جائے یا شراب نہ ہو، اور خواہ خریدار نمازی ہو یا نمازی نہ ہو، انہوں نے کہا: اس لئے کہ طبیعت کو اس سے گھن آتی ہے، اور اگر وہ اس کو بیان نہ

(۱) حدیث: "لعن الله اليهود" کی تخریج فقہرہ میں گذر چکی ہے۔

(۲) المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۷، کشاف القناع ۳/۱۵۶۔

بیع منہی عنہ ۱۲

کے گوشت کی طرح ہو گئیں، اس کے برخلاف نجس کپڑے کی خرید و فروخت جائز ہے، اس لئے کہ اس کی نجاست اصل خلقت کے لحاظ سے نہیں، لہذا اس کی خرید و فروخت کے جواز سے ممانعت نہیں۔
ب۔ ہاں دباغت کے بعد اس کی بیع اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس لئے کہ وہ دباغت کے سبب پاک ہو گئی۔

ج۔ رعی ہڈی وغیرہ تو اصل خلقت کے لحاظ سے وہ پاک ہے، اور حنفیہ کے نزدیک قاعدہ ہے کہ جس چیز میں خون سرایت نہ کرے موت کے سبب وہ نجس نہیں ہوتی، مثلاً بال، پر، وبر (اونٹ، خرگوش وغیرہ کے بال) سینگ، کھر اور ہڈی، جیسا کہ انہوں نے طہارتوں کے بیان میں اس کی صراحت کی ہے^(۱)، لہذا اس کی خرید و فروخت اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اور اس سلسلہ میں حنفیہ کی دلیل جیسا کہ کاسانی نے لکھا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں ہمارے لئے پیدا کی ہیں، اور ان کے ذریعہ ہم پر احسان جتایا ہے اور ذبیحہ اور مردار کے درمیان کوئی تفصیل نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باحت یقینی ہے فرمان باری ہے: "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا، وَ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَ مِنْ أَصْوَابِهَا وَ أَوْبَارِهَا وَ أَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَ مَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ"^(۲) (اور اللہ ہی نے تمہارے لئے تمہارے گھر وچہ سکون بنائے اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جنہیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون اور ان کے روئیں اور ان کے بالوں سے (تمہارے) گھر کا سامان اور ایک مدت تک چلنے والی فائدے کی

کی ہڈی، اس کی کھال، اس کا اون، اس کا کھر اور اس کے پر وغیرہ ہیں۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کی خرید و فروخت نجاست کے سبب ناجائز ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ"^(۱) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار) اور یہ سب مردار کے اجزاء ہیں، لہذا حرام ہوں گے، اور ان کی خرید و فروخت جائز نہ ہوگی، اور حدیث میں وارد ہے: "لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ يَا هَابِ وَلَا عَصَب"^(۲) (کسی مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ)، بلکہ حنا بلہ نے صراحت کی ہے کہ مردار کی کسی بھی چیز کی خرید و فروخت جائز نہیں کوکہ یہ مضطر اور مجبور کے ہاتھ ہو، البتہ مچھلی، ہڈی اور جنڈب (بڑی ہڈی) اس سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ ان کا کھانا حلال ہے^(۳)۔

حنفیہ نے اس مسئلہ میں آدمی اور غیر آدمی کے درمیان، اور دباغت سے قبل اور دباغت کے بعد مردار کی کھال کے درمیان تفصیل کرتے ہوئے کہا:

الف۔ دباغت سے قبل مردار کی کھال کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے: "لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ يَا هَابِ وَلَا عَصَب"^(۱) (کسی مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ) نیز اس لئے کہ اس کی نجاست ان رطوبتوں کے سبب ہے جو اصل خلقت کے لحاظ سے اس سے متصل ہیں، لہذا وہ مردار

(۱) سورہ مائدہ ۳۔

(۲) حدیث: "لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ....." کی روایت ترمذی (۲۲۲/۳) طبع عیسیٰ الخلیسی نے حضرت عبداللہ بن حکیم سے کی ہے ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے: المشرح الکبیر للذہبی ۱۰۳، شرح المنہج للبخاری ۲۲، کشاف القباہ ۱۵۵، ۱۵۶۔

(۱) مذکورہ چیزوں کی طہارت کے بارے میں مثلاً دیکھئے: مراتب الصلاح للحمیة الطحاوی ۹۱، طبع سوم بلاق ۱۳۱۸ھ۔
(۲) سورہ نحل ۸۰۔

چیزیں بنائیں۔

طرح ہے (۱)۔

نیز اس لئے کہ مردار کی حرمت موت کی وجہ سے نہیں، کیونکہ موت مچھلی اور ٹڈی میں بھی موجود ہے، حالانکہ وہ دونوں نص کی رو سے حلال ہیں، بلکہ اس کی نجاست ان میں موجودہ سیال رطوبتوں اور نجس خون کے سبب ہے، اس لئے کہ موت کے سبب وہ جم جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے مردار کی کھال دباغت کے سبب پاک ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی رطوبت کے زائل ہو جانے کی وجہ سے اس کی بیع جائز ہو جاتی ہے، اور ان چیزوں میں کوئی رطوبت نہیں، لہذا یہ حرام نہیں ہوں گی (۱)۔ بلکہ حنفیہ مثلاً زبیلی نے صراحت کی ہے کہ درندوں کے گوشت، ان کی چربی اور ان کی کھال شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد، دباغت کے بعد مردار کی کھال کی طرح ہیں، حتیٰ کہ ان کی خرید و فروخت اور کھانے کے علاوہ میں ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر ذبح کرنے سے وہ پاک ہو گئی ہیں۔ ہاں سور کی کھال اس سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ وہ نجس العین ہے (یہی حکم اس کے گوشت، ہڈی اور بال کا ہے)، لہذا وہ شرعی طور پر ذبح کرنے اور دباغت سے بھی پاک نہیں ہوگی، اگرچہ (خنزیر کے علاوہ میں) بعض حنفیہ کا اختلاف ہے، چنانچہ شریب اللہ نے تحقیق کی ہے کہ شرعی ذبح کرنا اس جانور کی کھال کو پاک کر دیتا ہے جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا، البتہ اس کے گوشت کو پاک نہیں کرنا صحیح ترین فتویٰ یہی ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہاتھی کی ہڈی کی خرید و فروخت اور اس سے فائدہ اٹھانا بقیہ درندوں کی طرح جائز ہے۔

انسان کی ہڈی اور اس کے بال کے بارے میں حنفیہ جمہور کے موافق ہیں کہ اس کی خرید و فروخت نہیں ہوگی، کاسانی نے کہا: اس کی نجاست کے سبب نہیں، کیونکہ وہ صحیح روایت کے مطابق پاک ہے، بلکہ اس کے احترام میں ناجائز ہے، خرید و فروخت کے ذریعہ اس کے استعمال میں اس کی اہانت کی علامت ہے (۲)۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة" (۳) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جوڑا لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے)۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مذکورہ حدیث کی وجہ سے اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے، اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ انسان شرعاً قائل احترام ہے کوکہ کافر ہو، لہذا اس پر عقد کرنا، اس کو استعمال کرنا، اور اس کو جمادات کے برابر کرنا اس کی توہین ہے جو ناجائز ہے، اور انسان کا جزو اس کے کل کی طرح ہے۔ حنفیہ میں سے کمال بن اہمام نے اس کی خرید و فروخت کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے (۴)۔

کتے کی خرید و فروخت:

۱۳- شافعیہ و حنابلہ کا مذہب، اور مالکیہ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ کتے کی خرید و فروخت خواہ کوئی بھی کتا ہو گرچہ سکھایا ہوا ہو، صحیح نہیں،

(۱) مرآۃ الفلاح، ۹۱، یہ نور الایضاح کے متن کی عبارت ہے نیز دیکھئے تبیین الحقائق و جامعہ اہل سنت، ۵۱/۱۔

(۲) بدائع الصنائع، ۱۳۲/۵۔

(۳) حدیث: "لعن اللہ الواصلة و المستوصلة....." کی روایت بخاری (ذبح الباری، ۱۰/۲۸، طبع استنباطی) نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کی ہے۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار، ۱۰۵/۳۔

امام محمد کے نزدیک بیجا جائز ہے اور وہ ان کے نزدیک سور کی

(۱) بدائع الصنائع، ۱۳۲/۵، نیز دیکھئے الدر المختار و رد المحتار، ۱۱۳/۱۔

بیع منہی عنہ ۱۴-۱۵

الکلب والسنور“^(۱) (رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا) کو غیر مملوک یا غیر نفع بخش بلی پر محمول کیا ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”بیر“ میں ہے۔

درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور کیڑوں کی خرید و فروخت:

۱۴- تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اگر وہ کسی بھی درجہ میں اشفاق کے قائل نہ ہوں۔ لیکن اگر ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے، البتہ خنزیر کی جائز نہیں، اس لئے کہ وہ نجس الحین ہے، تو جب اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں تو اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہوگی^(۲)۔

لیکن فقہاء کے یہاں اس نفع کی تشریح کے بارے میں مختلف آراء ہیں جو درندوں کی خرید و فروخت کا جواز پیدا کرتا ہے:

۱۵- حنفیہ (اپنے یہاں ظاہر روایت میں) اور مالکیہ اپنے مذہب کے راجح قول میں اس طرف گئے ہیں کہ نفع سے مراد مطلق فائدہ ہے کوکہ کھال کے ذریعہ ہو، اور سکھائے ہوئے اور بغیر سکھائے ہوئے میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

اس سلسلہ میں حنفیہ کی ایک عبارت یہ ہے: کتا کوکہ کاٹ کھانے والا ہو، تیندوا، ہاتھی، بندر اور ہر قسم کے درندے حتیٰ کہ بلی، اسی طرح پرندوں (درندہ پرندوں) سکھائے گئے ہوں یا نہ ہوں ان

اس کی دلیل حضرت ابو جحیفہ کی صحیح حدیث ہے: ”أن رسول الله ﷺ نهى عن ثمن الدم و ثمن الكلب، و كسب البغي و لعن الواشمة و المستوشمة، و آكل الربا و موكله، و لعن المصورين“^(۱) (رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور زنا یا حرام کمائی سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے گدما کو دینے والی اور کو دوانے والی، سو دکھانے والی، سو دکھلانے والی، اور صورت بنانے والی سب پر لعنت کی ہے)۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو کی حدیث ہے: ”نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب، و مهر البغي، و حلوان الكاهن“^(۲) (رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زنا کی اجرت اور نجومی کی اجرت سے منع فرمایا)۔

بعض مالکیہ نے ایسے کتے جس کے پالنے کی اجازت ہے، اور ایسے کتے کے درمیان جس کے پالنے کی اجازت نہیں، فرق کرتے ہوئے کہا کہ اول کی خرید و فروخت جائز ہے، اور دوسرے کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ کے مذہب میں کتے کی خرید و فروخت صحیح ہے، کتا کوئی بھی ہو خواہ کاٹ کھانے والا ہو۔

تفصیل اصطلاح ”کلب“ میں ہے۔

رعی بلی تو جمہور فقہاء اس کی خرید و فروخت کے جواز کے قائل ہیں، اس لئے کہ وہ فائدہ اٹھائے جانے کے قائل جانور ہے، جمہور نے حضرت جابر کی حدیث: ”نهى رسول الله ﷺ عن ثمن

(۱) حدیث: ”نهى عن ثمن الكلب“ کی روایت ابو داؤد (۳/۵۴۳) نے تحقیق عزت عبید دماس نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم (۳/۱۱۹۹) طبع عیسیٰ الجلیسی میں ہے۔

(۲) مثلاً دیکھئے: الدر المختار ۳/۲۱۳، المشرح المکبیر للدرودیر ۱۱/۱۱۳، تحفۃ المحتاج ۲۳/۸۳، المشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۱۳/۱۳۔

(۱) حدیث: ”نهى عن ثمن الدم...“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۶۷) طبع استقبر نے حضرت ابو جحیفہ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”نهى عن ثمن الكلب و مهر البغي و حلوان الكاهن...“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۶۷) طبع استقبر نے اور مسلم (۳/۱۱۹۸) طبع عیسیٰ الجلیسی نے حضرت ابو مسعود انصاری سے کی ہے۔

بیع منہی عنہ ۱۶-۱۷

رہے بچوں والے شکاری پرندے تو ان کا گوشت مالکیہ کے نزدیک مباح ہے مثلاً باز، عقاب اور گدھ، اور مالکیہ نے چگاڈڑ کو مکروہ کہا ہے۔

درندہ جانوروں کے بارے میں مالکیہ کے تین اقوال ہیں: کراہت، ممانعت، اور موذی اور غیر موذی میں فرق، چنانچہ موذی (جو انسان پر حملہ کرے) مثلاً شیر، تیندوا، چیتا اور بھیڑیا حرام ہیں، اور غیر موذی مثلاً رچھ، لومڑی، بچو، اور علی الاطلاق بلی مکروہ ہیں۔

لیکن ”مختصر خلیل“ میں ہے کہ وہ مکروہ ہیں حتیٰ کہ ان کے نزدیک ہاتھی بھی (۱)۔

۱۷- شافعیہ نے نفع کی تشریح، شکار اور حراست (حفاظت) جیسے الفاظ سے کی ہے، خواہ یہ نفع انجام کے اعتبار سے ہو یعنی اس کو سدھانا اور تعلیم دینا متوقع ہو۔ لیکن جس میں کوئی فائدہ نہیں اس کی خرید و فروخت صحیح نہیں، جیسے پانچ شریر جانور، اور اسی طرح جس جانور کے بارے میں توقع نہ ہو کہ وہ سدھانا سیکھ جائے گا، کیونکہ مثلاً وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ چنانچہ تیندوے سے شکار میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے، ہاتھی سے لڑائی میں، بندر سے حراست و حفاظت میں، گھریلو بلی سے چوہے وغیرہ کو ختم کرنے میں، بلبل کی آواز سے انس حاصل کرنے کے لئے اور مور کو اس کے رنگ سے انسیت کے لئے (۲)۔

”المہاج“ میں نووی کے قول: ”لہذا حشرات اور ہر غیر نافع درندہ کی بیع صحیح نہیں“ کے بعد شیخ عمیرہ نے ان میں نفع نہ ہونے کی صورتوں اور وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: مثلاً اس کو کھایا نہ جاتا ہو، اس کے ذریعہ جنگ نہ کی جاتی ہو، وہ سدھلایا نہ جاتا ہو، اور بار

کی خرید و فروخت صحیح ہے، البتہ سو اس سے مستثنیٰ ہے، یہی مختار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے اور ان کی کھال سے نفع اٹھانا ممکن ہے (۱)۔

زیلعی نے بھی ان کی خرید و فروخت کے جواز کی توجیہ یہی کی ہے کہ شرعاً ان سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور وہ عادتاً تعلیم قبول کرتے ہیں، پھر زیلعی نے اس سلسلہ میں یہ ضابطہ پیش کیا ہے:

ہر وہ چیز جو فی الحال یا انجام کار، شرعاً اس قابل ہو کہ اس سے نفع اٹھایا جاسکے اور اس کی قیمت ہو اس کی خرید و فروخت جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے (۲)۔

حکیمی نے کہا: خرید و فروخت کے جواز کا مدار نفع اٹھانے کے حوالہ ہونے پر ہے (۳)۔

بارتلی نے کہا: جب یہ ثابت ہے کہ حکم کا مدار نفع اٹھانے پر ہے تو یہ حکم تیندوا، چیتا اور بھیڑیے میں ثابت ہوگا، برخلاف موذی کیڑوں کے مثلاً سانپ، بچھو اور بھیڑیا کہ ان سے نفع نہیں اٹھایا جاتا (۴)۔ یہی حکم غیر موذی زمینی کیڑے مثلاً گہریلا، چوہا، چیونٹی، چھپکلی، سہی اور کوہیا سمندری چھوٹے جانور مثلاً مینڈک، اور کیڑا اکا ہے (۵)۔

۱۶- مذہب مالکیہ میں بلی اور درندے کی خرید و فروخت کھال کے لئے جائز ہے، رہا صرف گوشت یا گوشت اور کھال دونوں کے لئے خرید و فروخت مکروہ ہے (۶)۔ یہ مالکیہ کے نزدیک درندوں کے گوشت کے حکم پر مبنی ہے۔

(۱) الدر المختار ۱/۲۱۳، نیز دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۳۲، ۱۳۳۔

(۲) تبیین الحقائق ۱/۱۳۶۔

(۳) الدر المختار ۱/۱۱۳، بحوالہ الخلیفی۔

(۴) اختصار شرح الہدایہ ۱/۲۲۷، نیز دیکھئے فتح القدیر ۶/۲۳۵، ۲۳۶۔

(۵) فتح القدیر ۶/۲۳۶۔

(۶) شرح الکبیر للامام ربیع حامیۃ الدسوقی ۳/۱۰، ۱۱۔

(۱) حامیۃ الدسوقی ۳/۱۱۵، ۱۱۷۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳/۲۳۸، نیز دیکھئے شرح المنہج وحامیۃ الجمل ۳/۲۵، ۲۶۔

بیع منہی عنہ ۱۸-۱۹

ب۔ حنفیہ نے امام ابو یوسف سے مروی روایت کی مثال میں تفصیل و تطبیق کے ساتھ درج ذیل جانوروں کا ذکر کیا ہے۔
شیر: اگر تعلیم قبول کرے، اور اس کے ذریعہ سے شکار کیا جاتا ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے ورنہ نہیں۔
تیندوا اور باز تعلیم قبول کرتے ہوں تو ان کی خرید و فروخت ہر حال میں جائز ہے۔

چیتا (جیسا کہ کمال الدین بن ہمام کہتے ہیں)، اپنی طبعی سرکشی کی وجہ سے تعلیم قبول نہیں کرتا، لہذا اس کی خرید و فروخت کسی بھی حالت میں جائز نہیں، اسی طرح کاٹنے والا کتا، خاص طور پر امام ابو یوسف کے نزدیک۔

بندر، اس کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں:
اول: خرید و فروخت جائز ہے، اس لئے کہ اس کی کھال سے نفع اٹھانا ممکن ہے، یہ امام صاحب سے حسن کی روایت ہے، اور زبلی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

دوم: خرید و فروخت ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ لہو و لعب کے لئے ہے جو ممنوع ہے، لہذا یہ حرام کام کے لئے حرام کی خرید و فروخت ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

کاسانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اسی بناء پر ابن عابدین نے کہا: اگر لہو و لعب کا قصد نہ ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ لیکن لہو و لعب کے قصد کا تقاضا ہے کہ مکروہ ہو، غیر صحیح نہ ہو، جیسا کہ حاکمی نے کہا (۱)۔

لہو و لعب اور گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت:

۱۹- جمہور فقہاء، حنفیہ میں صاحبین، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی
(۱) بدائع الصنائع ۵/۳۳، الہدایہ فوج القدر ۶/۲۳۵، ۲۳۷، تمییز الحقائق ۲۶/۳، الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۱۱، ۲۱۳۔

برداری کے لائق نہ ہو۔

اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ نفع کا نہ ہونا بسا اوقات حسی ہوتا ہے اور بسا اوقات شرعی، اور یہ کہ نفع کا نہ ہونا مالیت کو ختم کر دیتا ہے، لہذا اس کے عوض میں مال لینا (جیسا کہ انہوں نے رافعی کے حوالے سے لکھا ہے) مباح مال کھانے کے قریب ہے (۱)۔

۱۸- حنابلہ کا مذہب (جیسا کہ یہی حنفیہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے، اور یہی سرحسی کے یہاں معتمد ہے) یہ ہے کہ جو شکار کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، اور کسی حالت میں تربیت قبول نہ کرے اس کی خرید و فروخت صحیح نہیں:

الف۔ حنابلہ نے خرید و فروخت کی صلاحیت نہ رکھنے والے جانوروں کی مثال میں: شیر، بھیریا، چیتا، رپچھ اور گدھ، چیل، غراب، بقع، (جس میں سیاہی اور سفیدی ہو)، نسر (گدھ) عقق (کوے کی شکل کا ایک پرندہ)، اور غراب البین، اور ان کے انڈے کو ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی نفع نہیں، لہذا ان کی قیمت لینا مباح مال کھانا ہے، نیز اس لئے کہ کیڑوں کی طرح ان میں بھی مباح نفع نہیں، لہذا وہ خنزیر کے مشابہ ہو گئے۔

البتہ جو شکار کے قابل ہو مثلاً تیندوا، اور مثلاً شقرہ اور باز جو سکھائے ہوئے ہوں یا سکھنے کے قابل ہوں تو ان میں مباح نفع ہے، لہذا ان کی، ان کے چوزوں، بچوں، اور چوزہ نکالنے کے لئے انڈوں کی خرید و فروخت صحیح ہوگی، کیونکہ انجام کار ان میں نفع ہے۔

تاہم حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ بندر کی بیع حفاظت کی غرض سے نہ کہ کھیل کے لئے جائز ہے، اس لئے کہ حفاظت جیسا کہ حنابلہ نے کہا، مباح منافع میں سے ہے (۲)۔

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح المکلی فی ذیل حامیہ اقلیو بی ۱۵۸/۲۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۵۳، ۱۵۶، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۔

بیع منہی عنہ ۱۹

”گانے بجانے کے اوزار اور آلات لہو حرام ہیں“ پر معنی ہے۔
بعض فقہاء کی رائے ہے کہ وہ مباح ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی
حرام کام نہ ہو، لہذا ان کی خرید و فروخت ان حضرات کے نزدیک
مباح ہوگی (۱)۔

تفصیل اصطلاح ”معاذ“ میں ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب (صاحبین کے برخلاف) یہ ہے کہ ان
تمام آلات لہو کی خرید و فروخت صحیح ہے، یہی شافعیہ کے یہاں ایک
ضعیف قول ہے، لیکن اس میں یہ قید ہے کہ ان میں ٹوٹے ہوئے
آلات کو مال گردانے کا امکان ہو کہ اس صورت میں ان میں متوقع
نفع ہوگا (۲)۔

ایک طرف صاحبین کی رائے ہے کہ آلات لہو معصیت کے
لئے بنائے گئے اور فسق و فساد کے لئے اپنائے گئے ہیں (جیسا کہ
کاسانی کی تعبیر ہے)، لہذا یہ اموال نہ ہوں گے، اور ان کا قیمت والا
ہونا باطل ہوگا جیسا کہ شراب، تو دوسری طرف امام ابو حنیفہ کی رائے
ہے کہ یہ مال ہیں، کیونکہ نفع اٹھانے کے جائز طریقوں میں ان کو
استعمال کیا جاسکتا ہے یعنی انہیں چیزوں کے لئے ظروف بنالیا جائے
اور دوسرے مفادات کو کہ وہ ناجائز چیزوں کے لئے استعمال کے بھی
قابل ہیں، لہذا ایگانے والی باندی کی طرح ہو گئے، اس کی وجہ یہ ہے
کہ فساد یا اختیار شخص کے فعل سے ہوتا ہے، لہذا اس کی وجہ سے مال
ہونا ساقط نہیں ہوگا۔ اور خرید و فروخت کا جواز مالیت اور باقیمت
ہونے پر مرتب ہوتا ہے (۳)۔

رائے ہے کہ لہو و لعب کے حرام آلات اور گانے بجانے کے آلات کی
خرید و فروخت حرام ہے، لیکن وہ آلات جن کا استعمال جائز ہے مستثنیٰ
ہیں۔ اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ ان کی خرید و فروخت صحیح
نہیں ہے (۱)۔

حرام کی قید، شطرنج جس کی حلت کے امام شافعی قائل ہیں اور
مجاہدین کے طبلہ وغیرہ کے خرید و فروخت کو خارج کرنے کے لئے
ہے، اور حرام آلات میں سے ستار بانسری، شاپہ (ایک قسم کی
بانسری)، سارنگی، چنگ، اور رباب ہے۔

حنفیہ میں صاحبین کی رائے ہے کہ یہ آلات معصیت کے لئے
بنائے گئے ہیں، لہذا ان کا قیمت والا ہونا باطل ہو گیا، اور ان کی
خرید و فروخت منعقد نہ ہوگی جیسا کہ شراب (۲)۔

مالکیہ نے لکھا ہے کہ جس شی پر عقد کیا جائے اس کی شرائط میں
سے ہے کہ وہ شرعی طور پر قابل انتفاع ہو، کوک قلیل ہو مثلاً مٹی، اور اگر
منفعت ناجائز ہو تو یہ آلات لہو کی طرح ہے (۳)۔

شافعیہ نے بیان کیا ہے کہ لہو کے حرام آلہ کا، معصیت کے علاوہ
کوئی مقصد نہیں ہوتا، اور شرعاً اس میں کوئی نفع نہیں (۴)۔

حنابلہ نے بتایا ہے کہ ان آلات کے توڑنے سے ضمان واجب
نہیں ہوتا، اور یہ مردار کی طرح ہیں (۵)۔

گانے بجانے کے اوزار کی بیع کی حرمت جمہور کے قول :

(۱) مثلاً دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۳۳، القوانین المعیہ ۱۶۳، شرح لکھنوی
وجاہیہ اقلیوبی ۲/۱۵۸، کشف القناع ۳/۱۵۵۔

(۲) الہدایہ مع شروح آخرباب الغصب ۸/۲۹۳۔

(۳) القوانین المعیہ ۱۶۳، نیز دیکھئے شرح الکبیر للدرودی ۳/۱۰، جاہیہ
العدوی علی الخرشی ۱۵/۱۵۔

(۴) شرح لکھنوی علی الصنائع ۲/۱۵۸، شرح المنجیح للجاہیہ ۳/۲۷۳۔

(۵) المغنی ۵/۳۳۵، ۳۳۶، نیز دیکھئے کشف القناع ۳/۱۵۵۔

(۱) الدر المختار ۵/۱۳۵، تجتذ المحتاج ۳/۲۳۹۔

(۲) شرح لکھنوی علی الصنائع ۲/۱۵۸۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۳۳، الہدایہ مع شروح ۸/۲۹۳، تصرف واختصار کے

بتوں وغیرہ کی خرید و فروخت:

۲۰- آلات لہو کی خرید و فروخت کے بارے میں جمہور کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ کا سابقہ اختلاف یہاں بتوں کی خرید و فروخت میں بھی جاری ہوگا۔

تحریم کے لئے جمہور کی دلیل شرعاً مباح منفعت کا نہ ہونا ہے، اور حضرت جابر کی یہ مرفوع روایت ہے: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ" (۱) (اللہ نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کیا ہے)۔

جواز کے لئے امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ کی دلیل ان کو توڑنے کے بعد ان سے نفع ہے، لہذا ان کا نفع متوقع ہے، اس لئے انجام کار کے لحاظ سے ان میں مالیت اور قیمت والی ہونا موجود ہے، اور خرید و فروخت کا جواز ان ہی دو اوصاف پر مرتب ہوتا ہے۔

شافعیہ میں سے رافعی نے صراحت کی ہے کہ دونوں اوصاف بتوں اور تصویروں میں جاری ہوں گے (۲)۔ اسی طرح شوکانی نے صراحت کی ہے (۳)۔

ذیل میں بتوں سے تعلق رکھنے والی بعض چیزیں اور ان کے بعض احکام کا ذکر ہے:

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ تصویروں اور صلیبوں کی خرید و فروخت صحیح نہیں ہے، اور بچوں کے لئے تصویروں کی خرید و فروخت کی صحت اور ضمان کے بارے میں حنفیہ کے دو اقوال ہیں (۴)۔

(۱) حدیث: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۳ طبع استنباطی) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۲) حاشیہ عمیرہ علی شرح لکھنؤ ۱۵۸/۲۔

(۳) نیل الاوطار ۸/۱۳۳، اول کتاب الربو ع۔

(۴) حاشیہ اقلیو بی ۱۵۸/۲، رد المحتار ۱/۳۳۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ وہ روپے جن پر تصویریں ہوتی ہیں ان کی خرید و فروخت صحیح ہے، اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ یہ تصویریں کسی بھی درجہ میں اعتبار سے مقصود نہیں ہوتی ہیں (۱)۔

شافعیہ اس بات میں متردد ہیں کہ سونے، چاندی سے بنے ہوئے صلیب بتوں کے حکم میں ہوں گے یا ان روپیوں کے حکم میں جن پر تصویریں ہوتی ہیں؟

الف۔ اگر اس سے مقصود وہ شعار ہو جو ان کی تعظیم کے لئے مخصوص ہوتے ہیں تو اس کو انہوں نے بتوں کے حکم میں رکھنے کو راجح قرار دیا ہے۔

ب۔ اور انہوں نے اس کو با تصویر روپے کے حکم میں رکھنے کو راجح کہا ہے اگر اس سے مقصود استعمال کے ذریعہ عدم تعظیم ہو (۲)۔

چوتھی شرط: خرید و فروخت خود مالک یا اس کا قائم مقام انجام دے:

۲۱- فقہاء نے صراحت کی ہے کہ خرید و فروخت کے انعقاد کی شرائط میں سے یہ ہے کہ فروخت شدہ چیز پر فروخت کرنے والے یا اس کے مؤکل یا اس کو ولی بنانے والے کی ملکیت ہو، یہ اس صورت میں ہے جبکہ عقد کرنے والا اصلاً باذات خود یا کالفاً فروخت کرے، لیکن اگر وہ فضولی ہو یعنی صراحت کرے کہ وہ دوسرے کی مملوک چیز کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر رہا ہے تو یہ ان لوگوں کے نزدیک انعقاد کی شرط نہ ہوگی جو فضولی کی بیع کو جائز کہتے ہیں، اس کی تفصیل اصطلاح "بیع فضولی" میں ہے۔

اس شرط کی دلیل، حضرت حکیم بن حزام کی یہ روایت ہے، وہ

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۲۳۹۔

(۲) حوالہ سابق، اور حاشیہ اقلیو بی ۱۵۸/۲ سے موازنہ کریں۔

بیع منہی عنہ ۲۱

اسی بنا پر اگنے کی جگہ میں موجود گھاس کو فروخت کرنا صحیح نہیں، خواہ وہ مملوکہ زمین میں اُگی ہو، اس لئے کہ گھاس نص کی رو سے مباح ہے، اور اسی طرح چشمے میں پانی کو فروخت کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اسے محفوظ نہ کر لیا جائے، اس کی وجہ یہ حدیث ہے: "المسلمون شرکاء فی ثلاث: فی الماء و الکلاؤ و النار" (۱) (مسلمان تین چیزوں میں یعنی: پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں)۔ یہی حکم فضاء میں پرندہ اور پانی میں مچھلی کا ہے ان میں سے کسی کی بیع منعقد نہیں ہوگی، اس لئے کہ ان میں ملکیت کا سبب یعنی قبضہ کرنا موجود نہیں (۲)۔

اگر گھاس کو اکٹھا کر لیا جائے، مچھلی اور پرندے کا شکار کر لیا جائے اور چشموں اور عوامی نہروں سے پانی کو اٹھالایا جائے تو وہ ملکیت میں آجائیں گے اور ان کو فروخت کرنا جائز ہو جائے گا، اور اسی سلسلہ میں مروی ہے: "نہی عن بیع الماء إلا ما حمل منہ" (۳) (نبی ﷺ نے پانی کو فروخت کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ اسے اٹھالایا جائے)۔

ہم یہاں پر اس شرط کی کچھ عملی فقہی فروعات ذکر کر رہے ہیں:

فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسے ایسا سامان فروخت کروں جو میرے پاس نہیں، تو کیا میں اس کے لئے اس کو بازار سے خرید لوں، پھر اس کے ہاتھ فروخت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تبع مالیس عندک" (۱) (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو فروخت نہ کرو)۔

فقہاء نے کہا: مراد یہ ہے کہ جو تمہاری ملکیت اور قدرت میں نہیں۔

بغوی نے کہا: اس حدیث میں غیر مملوکہ چیزوں کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے (۲)۔

نیز حدیث میں آیا ہے: "نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع مالیس عند الإنسان، و رخص فی السلم" (۳) (رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس نہیں، البتہ آپ ﷺ نے سلم میں رخصت دی ہے)۔

نیز اس لئے کہ فروخت کرنا، مالک بنانا ہے، لہذا غیر مملوکہ چیز میں اس کا انعقاد نہ ہوگا (۴)۔

(۱) حدیث: "المسلمون شرکاء فی ثلاث....." کی روایت ابو داؤد

(۲۵۱/۳) تحقیق عزت عبید دھاس نے ایک مہاجر سے کی ہے، اور اس کی

اسناد صحیح ہے (الخصائص لابن حجر ۶۵/۳ طبع شرکت المطابع النعیمیہ)۔

(۲) بدائع الصنائع ۶/۵، الدر المختار ۳/۶، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، کشاف القناع ۳/۶۰، ۶۱، ۶۲۔

(۳) کشاف القناع ۳/۶۰، ۶۲۔

حدیث: "نہی عن بیع الماء إلا ما حمل منہ....." کی روایت ابو عبید

قاسم بن سلام نے الاحوال (ص ۳۰۲ طبع عبداللطیف تجازی) میں روایت

عبداللہ بن ابوبکر بن ابومریم عن مشغفہ سے کی ہے اور اس کی اسناد میں بعض

روایت کی جہالت ہے (المیوزان للذہبی ۳/۸۸، ۸۹ طبع عیسیٰ الحلیمی) اور مسلم

میں حضرت جابر کی روایت میں ہے "نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع

فضل الماء....." (صحیح مسلم ۳/۱۱۷ طبع عیسیٰ الحلیمی)۔

(۱) حدیث: "لا تبع مالیس عندک" کی روایت ترمذی (تحتہ الاحوذی

۳/۳۰، ۳۱ طبع کتبہ المنقوبہ مدینہ منورہ) نے حضرت حکیم بن حزام

سے کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحت کہا ہے۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۱۵۵ طبع العثمانیہ۔

(۳) حدیث: "نہی عن بیع مالیس عند الإنسان و رخص فی السلم" یہ

دو حدیثوں سے مرکب ہے پہلی حدیث "نہی عن بیع مالیس عندک"

کی روایت ترمذی (تحتہ الاحوذی ۳/۳۰، ۳۱ طبع المنقوبہ مدینہ منورہ) نے

حضرت حکیم بن حزام سے کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحت قرار دیا ہے۔

دہا سلم میں رخصت دینا تو یہ بخاری (فتح الباری ۳/۲۸، ۲۹ طبع المنقوبہ) اور

مسلم (۳/۱۳۷ طبع عیسیٰ الحلیمی) میں حضرت ابن عباس سے وارد ہے۔

(۴) بدائع الصنائع ۶/۵۔

بیع منہی عنہ ۲۲

الف- بیع فضولی:

۲۲- فضولی وہ ہے جو مالک کی طرف سے نہ وکیل ہو نہ ولی، اور یہی حکم اس کے دیگر تمام عقود کا ہے:

حنابلہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ فضولی کی بیع باطل ہے، کوکہ مالک اس کے بعد اس کی اجازت دے دے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے: ”لا تبع مالیس عندک“ (۱) (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو فروخت نہ کرو)، نیز اس لئے کہ یہ غیر ملکیت والی چیز کا مالک بنانا اور ایسی چیز کو فروخت کرنا ہے جس کو حوالہ کرنے کی قدرت نہیں، لہذا یہ نضا میں پرندہ کو فروخت کرنے کے مشابہ ہے (۲)۔

حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب، امام شافعی کا قول قدیم اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ عقد صحیح اور مالک کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر مالک اجازت دے دے تو بیع نافذ و لازم ہو جائے گی، اور اگر اجازت نہ دے اور رد کر دے تو باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع کے حلال ہونے کے بارے میں وارد نصوص مطلق ہیں، ان میں اصل مالک اور وکیل کے درمیان ابتداء یا بقاء و انتہاء کے لحاظ سے کوئی تفصیل نہیں ہے، نیز حضرت عروہ بن جعد باری کی روایت میں ہے: ”ان النبی ﷺ اعطاه دینارا لیشتري به شاة، فاشتري به شاتین، فباع إحماهما بلینار، ثم عاد بالملینار والشاة، فدعا له بالبرکة فی بیعه“ (نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار ایک بکری خریدنے کے لئے دیا، تو انہوں نے اس دینار میں دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک دینار اور ایک بکری لے کر واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کے

لئے خرید فروخت میں برکت کی دعا فرمائی)، ایک روایت میں ہے: ”بارک اللہ فی صفقة یمینک“ (۱) (حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کے سودے میں برکت دے)، بیع فضولی پر تفصیلی کلام اس کی اپنی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

اسی شرط کی بنا پر فقہاء نے ذیل کی بیوع کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے:

(۱) بیع وقف: فقہاء نے اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے حتیٰ کہ حنفیہ نے بھی اور انہوں نے کہا: یہ باطل ہے، فاسد نہیں، لہذا قبضہ سے ملکیت میں نہیں آئے گا (۲)، (دیکھئے: اصطلاح ”وقف“)

(۲) بیت المال کی اراضی کو فروخت کرنا: چنانچہ بعض فقہاء نے طے کیا ہے کہ ان اراضی کی ذات پر دائمی اوقاف کے احکام جاری ہوں گے (دیکھئے: اصطلاح ”ارض“)، اور اراضی جزئیہ کے احکام جاری ہوں گے (دیکھئے: اصطلاح ”جزئیہ“)

(۳) مساجد، مکہ اور حرم کے گھروں، اور مناسک حج کے مقامات کو فروخت کرنا (۳)، ان میں سے بعض میں اختلاف اور تفصیل ہے، (دیکھئے: اصطلاحات ”مسجد“، ”حرم“ اور ”مکہ“)

(۴) مملوک اور آباد زمینوں میں سیال اور جامد معدنیات، ان کی فروخت کی جواز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف معروف ہے۔ (دیکھئے: اصطلاح ”ارض“، ”معدن“ اور ”احیاء“)

(۱) بدائع الصنائع ۱۳۹۵ھ، شرح الکبیر للدرہ ۱۲۳۳، شرح لکھنوی علی الصحیح ۱۶۰۳، کشف القناع ۱۵۷۳۔

حدیث عروہ الباری: ”بارک اللہ فی صفقة یمینک.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۲/۶ طبع الشریعہ) نے کی ہے۔

(۲) الدر المختار ۳۳/۳۳۳۔

(۳) بدائع الصنائع ۱۳۶/۵، کشف القناع ۱۶۰۳۔

(۱) حدیث ”لا تبع مالیس عندک“ کی تخریج فقہ ۲۱/۲۱ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) تحفہ المحتاج ۲۳۶/۳، ۲۳۷، شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۶۳۔

حنفیہ نے اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے، ابن الہمام نے صراحت کی ہے کہ یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ عقد سے قبل فروخت کرنے والا، فروخت کردہ چیز کا مالک نہیں ہے، لہذا غرر ہو گیا، اور اس لئے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا معلوم نہیں ہے (۱)۔

یہی صراحت حنفیہ میں حاکمی نے کی اور باطل ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ غیر مملوک کو فروخت کرنا ہے (۲)۔

(۶) قبضہ سے قبل صدقہ اور ہبہ کو فروخت کرنا:

۲۴- جمہور فقہاء تبرعات مثلاً صدقہ وغیرہ میں قبضہ کی شرط لگاتے ہیں جب تک قبضہ نہ ہو وہ لازم نہیں ہوتا، اور نہ ہی ملکیت کا فائدہ دیتا ہے، لہذا قبضہ سے قبل اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے جیسا کہ قبضہ سے قبل صدقات کی خریداری سے ممانعت والی حدیث: ”النبہی عن شراء الصدقات حتی تقبض“ میں صراحت ہے (۳)۔ اور اس کی وجہ ملکیت کا نہ ہونا ہے۔

اس کے برخلاف امام مالک وغیرہ کے مذہب میں مشہور، اور ناجائز جانے والی اور وزن کی جانے والی چیزوں کے علاوہ میں امام احمد سے روایت یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے لزوم ہو جائے گا، اس لئے کہ قبضہ تو صرف مکمل ہونے کی شرط ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں، صحت کی شرط نہیں ہے، انعقاد اور لزوم تو قول کے ذریعہ ہوگا، اور اسی لئے اس پر قبضہ سے قبل اس میں ملکیت کے ثبوت کی وجہ سے اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب معاوضہ کی وجہ سے ملکیت

(۵) ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجہ کی بیع):

۲۳- غائض وہ ہے جو سمندر سے موتی نکالنے کے لئے غوطہ خوری کرے اگر ایسا شخص کہے: میں ایک بار غوطہ لگاؤں گا جتنے موتی نکالوں وہ اتنی قیمت میں تمہارے لئے ہیں۔

یہی حکم غائض یعنی شکاری کا ہے جو یوں کہے: ایک بار جال ڈالنے سے چٹنی مچھلیاں نکلیں گی میں نے ان کو تمہارے ہاتھ اتنے میں فروخت کیا (۱)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے: ”نبہی النبہی عن شراء ما فی بطون الأنعام حتی تضع، وعن بیع ما فی ضروعها إلا بکیل، و عن شراء العبد وهو آبق، و عن شراء المغنم حتی تقسم، و عن شراء الصدقات حتی تقبض، و عن ضربة الغائص“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے چوپایوں کے پیٹ کے بچوں کی خریداری سے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے، تھن میں موجود دودھ کی فروخت سے یہاں تک کہ اس کو ناپ لیا جائے، بھاگے ہوئے غلام کے خریدنے سے، تقسیم سے قبل مال غنیمت کو خریدنے سے، قبضہ سے قبل صدقات کو خریدنے سے، اور ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجہ کی بیع) سے منع کیا ہے)۔

اس بیع کے فاسد ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع، غیر مملوک کی بیع، مجہول کی بیع، اور بیع غرر ہے۔

(۱) الدر المختار ۱۰/۲۳۱، نیز دیکھئے: الہدایہ مع شرواح ۵۳/۶۔

(۲) حدیث: ”نبہی عن شراء ما فی بطون الأنعام.....“ اس حدیث کا ایک جز ہے جس کی روایت ابن ماجہ (۳۰/۳) طبع عیسیٰ الخلیلی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے کی ہے اور زبلی نے عبدالحق اشہلی کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: اس کی اسناد قابل حجت نہیں ہے (نصب الرایہ ۱۵/۳ طبع کتابس العلمی بالہند)۔

(۱) فتح القدیر ۵۳/۶۔

(۲) الدر المختار ۱۰/۲۳۱، نیز دیکھئے: تمییز الحقائق ۳۷۳۔

(۳) حدیث: ”نبہی عن شراء الصدقات حتی تقبض.....“ کی تخریج فقرہ ۲۳/۱ کے تحت آچکی ہے۔

بیع منہی عنہ ۲۵-۲۸

سے انہوں نے اس کی بیع کے حکم پر بحث، اس سے فائدہ اٹھانے کے متعلق کلام کے ذیل میں کی ہے۔

۲۶- چنانچہ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کو بھی تقسیم سے قبل کوکہ ضرورت کے لئے ہو، فروخت کرنا جائز نہیں، اور اس کی وجہ عدم ملکیت ہے، اس لئے کہ تقسیم سے قبل غنیمت ملکیت میں نہیں آتی محض ضرورت کی وجہ سے اس کو مباح کیا گیا ہے، اور بیع کے ذریعہ مباح چیز کا مالک نہیں بنایا جاسکتا، ”البدایہ“ میں مرغینانی کی عبارت یہ ہے: دار الحرب میں تقسیم سے قبل اموال غنیمت کو فروخت کرنا جائز ہے (۱)۔

اگر اس نے اپنے لئے مذکورہ مباح چیزوں میں سے کوئی چیز فروخت کر دی تو ان کے نزدیک اس کی بیع فضولی کی ہوگی، اگر امام اجازت دے دے تو اس کی مقررہ قیمت اموال غنیمت میں واپس کر دے گا، لیکن اگر اموال غنیمت کی تقسیم ہو چکی ہو تو قیمت کو صدقہ کر دے اگر وہ فقیر نہ ہو، اس لئے کہ کم ہونے کے سبب اس کی تقسیم ناممکن ہے، اور اس کو مستحق تک پہنچانا دشوار ہے، لہذا اس کو لفظ کی طرح صدقہ کر دے، اور اگر فقیر ہو تو اس کو کھالے (۲)۔

۲۷- مالکیہ نے کہا: اناج کا تبادلہ اسی کے مثل یا اس کے علاوہ سے کراہت کے ساتھ جائز ہے کوکہ ایک جنس کے سود والے اناج میں کمی بیشی یا تاخیر کے ساتھ ہو (۳)۔

۲۸- شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے کہا: اناج کو اپنے کھانے کے بجائے کسی اور حاجت میں صرف کرنا جائز نہیں، اور اس کے لئے محض اس کو کھانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ اباحت کے طور پر ہے

(۱) دیکھئے: البدایہ شرح البدایہ مع شروع ۲۲۷/۵، نیز دیکھئے: الدر المختار ورد المحتار ۳/۳۳۳۔

(۲) الدر المختار ورد المحتار ۳/۳۳۲، نیز دیکھئے: البدایہ مع شروع ۲۲۷/۵۔

(۳) شرح الخیر ۳/۳۶۶، نیز دیکھئے: شرح الکبیر للرد ۲/۱۹۳۔

میں آئے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے، جیسا کہ ”بیع الممنوع“ (قبضہ سے قبل کی بیع پر گفتگو کے ذیل میں آئے گا۔

(۷) تقسیم سے قبل مال غنیمت کو فروخت کرنا:

۲۵- غیر مملوک کو فروخت کرنے سے متعلق مجاہد کا مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کو فروخت کرنے کا مسئلہ ہے، جبکہ ابھی امام نے تقسیم کر کے اس کو اس کا حصہ نہ دیا ہو (۱)۔

خاص اس کے متعلق حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں نص وارد ہے: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام۔ وعن شراء المغنم حتى تقسم“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے پیٹ کے بچوں کو خریدنے سے..... اور تقسیم سے قبل مال غنیمت کے خریدنے سے منع فرمایا ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بيع الغنم حتى تقسم“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے اموال غنیمت کو تقسیم سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا)۔

فقہاء کی رائے ہے کہ غنیمت میں سے تقسیم سے قبل عمومی ضرورت کے لئے خوراک مثلاً کھانا وغیرہ لے سکتا ہے، لیکن اس کو اپنی ملکیت میں لے کر مال بنا کر مباح نہیں جیسا کہ حاکمی کی عبارت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فروخت کرنا بھی ممنوع ہے، اور اسی وجہ

(۱) بدائع الصنائع ۶/۱۲۳، الجمل علی شرح المنہج ۳/۵۹۸، الاضاف ۷/۱۱۹، ۲۲۰۔

نیز دیکھئے: القوانین الفقہیہ ص ۷۰، ۷۱، ۲۳۲، اشرح الکبیر للرد ۲/۱۰۱، الدر المنثور ۳/۱۵۱، ۱۵۲۔

(۲) حدیث ابی سعیدؓ: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام.....“ کی تخریج فقہ ۲۳ کے تحت آئی ہے۔

(۳) حدیث ابن عباسؓ: ”نہی عن بيع الغنم حتى تقسم.....“ ساریتہ حدیث (فقہ ۲۳) کا جزو ہے۔

بیع منہی عنہ ۲۹

مالک بنانے کے طور پر نہیں (۱)۔

یہ بیع کے عدم جواز کی صراحت کی طرح ہے۔

شافعیہ نے اموال غنیمت کی بحث میں یہی کہا ہے، لیکن انہوں نے قبضہ سے قبل فروخت شدہ چیز کو فروخت کرنے کے حکم کی بحث میں اس کے خلاف طے کیا ہے، اور جب نووی نے ”المہاج“ میں لکھا کہ انسان دوسرے کے ہاتھ میں امانت کے طور پر رکھے اپنے مال کو فروخت کر سکتا ہے مثلاً ودیعت، مال مشترک، مضاربت، اور چھوٹنے کے بعد مال رہن، تو قلیوبی نے نووی کے قول: ”مثلاً ودیعت“ پر یہ حاشیہ لکھا:

”اور اسی کے مثل وقف کی آمدنی اور مال غنیمت ہے، چنانچہ کسی ایک مستحق یا غنم (مجاہد) کے لئے جائز ہے کہ علاحدگی سے قبل اپنے حصہ کو فروخت کر دے، یہی ہمارے شیخ نے کہا ہے، برخلاف بیت المال میں اپنے حصہ کے، اس لئے کہ اس کی فروختگی اس کے علاحدہ کرنے اور اس کے مشاہدہ سے قبل صحیح نہیں، اور ہمارے بعض مشائخ نے صرف علاحدہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے گو کہ دوسرے کے ساتھ ہو“ (۲)۔

یہاں علاحدہ کرنے پر اپنے شیخ کے حوالہ سے قلیوبی کا یہ کلام اس سابق کلام کے خلاف ہے کہ اس کے لئے اباحت کے طور پر لینا جائز ہے تملیک کے طور پر نہیں۔

بظاہر لگتا ہے کہ یہ تقسیم سے قبل مال غنیمت کی ملکیت کے بارے میں شافعیہ کے درج ذیل تین اقوال میں سے ایک پر مبنی ہے:

اول: تقسیم سے قبل ملکیت میں نہیں آتا، لیکن محض تقسیم سے بھی نہیں، بلکہ وہ اپنے لئے مخصوص کئے گئے مال کو قبول کر لے یا اس پر

راضی ہو جائے، اس لئے کہ اعتبار ملکیت کے اختیار کرنے کا ہے، اور زبان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے اپنے حصہ کی ملکیت کو اختیار کر لیا۔ شافعیہ کے یہاں معتد قول یہی ہے۔

دوم: ایک قول یہ ہے کہ تقسیم سے قبل زبردستی قبضہ کے ذریعہ وہ ایسی کمزور ملکیت کے طور پر اس کے مالک ہو جاتے ہیں جو اعراض کے سبب ساقط ہو جاتی ہے، شیخ عمیرہ برلسی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ کفار کی ملکیت زائل ہوگئی، اور بلا مالک اس کا باقی رہنا بعید ہے۔

سوم: اگر مال غنیمت کو تقسیم کے لئے سپرد کر دیا جائے تو ان کی ملکیت زبردستی قبضہ کے ذریعہ ظاہر ہو جائے گی، ورنہ اگر تلف ہو جائے یا وہ اعراض کر لیں تو ان کے لئے ملکیت نہیں (۱)۔

لہذا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ قلیوبی کے نزدیک تقسیم سے قبل فروختگی کی صحت شافعیہ کے یہاں غیر معتد قول پر مبنی ہے۔

۲۹- حنابلہ میں خرقی نے صراحت کی ہے کہ جس نے حاجت سے زیادہ چارہ لیا، وہ اس کو مسلمانوں کے پاس لوٹا دے، اور اگر اس کو فروخت کر چکا ہو تو اس کی قیمت مال غنیمت میں لوٹا دے (۲)۔

جس کے پاس مال غنیمت میں سے بہت زیادہ کھانا فاضل ہو اور وہ اس کو شہر میں لا چکا ہو تو اس کو اس غزوہ (کے مال غنیمت کی تقسیم) میں لوٹانا واجب ہے، اس کی توجیہ حنابلہ نے یہ کی ہے کہ اس نے بلا حاجت لیا، لہذا اس پر اس کو لوٹانا واجب ہوگا، اس لئے کہ اصل اس کی حرمت ہے، کیونکہ بقیہ اموال کی طرح یہ مجاہدین میں مشترک ہے، محض حاجت کے بقدر مباح کیا گیا ہے، لہذا ازائد اصل حرمت پر باقی رہے گا اور اسی وجہ سے اس کو فروخت کرنا مباح نہیں (۳)۔

(۱) شرح کلمی علی المہاج و حاشیہ قلیوبی و عمیرہ ۳۰/۲۲۳۔

(۲) المغنی ۱۰/۳۸۷۔

(۳) حوالہ سابق ۱۰/۳۸۷، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۰/۲۲۳۔

(۱) شرح کلمی علی المہاج و حاشیہ قلیوبی ۳۰/۲۲۳۔

(۲) حوالہ سابق ۳۰/۲۲۳۔

بیع منہی عنہ ۳۰-۳۱

اور قبضہ سے قبل دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے، اس لئے کہ یہ فروخت کرنا نہیں اور اگر ادھار فروخت کرے یا اس کو قرض دیا اور اس نے لے لیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے، اور اس پر اس کی ادائیگی لازم نہیں، اور اگر اس کو ادا کر دے یا اس کے پاس لوٹا دے تو قبضہ اس کے پاس لوٹ آئے گا۔

اور اگر کھانا و چارہ کے علاوہ میں فروخت کیا تو بھی بیع صحیح نہیں ہوگی، اور خریدار اس کا زیادہ حق دار ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا قبضہ اس پر ثابت ہے اور اس کے ذمہ کوئی ثمن نہیں، اور اگر اس سے لیا ہو تو اس کو واپس کرنا واجب ہے^(۱)۔

۳۰- اس سے واضح ہوتا ہے کہ (امام شافعی کے ایک قول سے، اور مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک اناج کو اس کے مثل یا اس کے علاوہ سے تبادلہ کی حالت سے صرف نظر) فقہ اسلامی میں عمومی رجحان یہی ہے کہ تقسیم سے قبل اموال غنیمت ناجائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے جس میں تقسیم سے قبل اموال غنیمت کی خریداری سے ممانعت کی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں شوکانی کہتے ہیں: ممانعت کا تقاضا ہے کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت کی بیع صحیح نہ ہو، اس لئے کہ (جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا زیادہ راجح قول ہے)۔ تقسیم سے قبل مجاہدین میں سے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا، لہذا یہ لوگوں کا مال ناحق کھانے کی قبیل سے ہو جائے گا^(۲)۔

۳۱- یہ غزوہ میں شریک مجاہدین کا تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے لی ہوئی چیزوں اور اپنے حصوں کو فروخت کرنے کا حکم ہے۔

رہا امام کا تقسیم سے قبل اموال غنیمت کو فروخت کرنا تو اس پر

حنابلہ نے اس سلسلہ میں یہ اثر نقل کیا ہے: بشکر شام کے ذمہ دار نے حضرت عمرؓ کو لکھا: ہمیں ایسی زمین ملی ہے جس میں اناج اور چارہ بہت ہیں، لیکن ابتداء کوئی اقدام کرنا مجھے پسند نہیں، تو حضرت عمر نے ان کو لکھا: لوگوں کو اس سے چارہ لینے اور کھانے دو، لیکن جس نے اس میں سے کوئی چیز، سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا تو اس میں اللہ کے لئے پانچواں حصہ اور مسلمانوں کے حصہ ہیں^(۱)۔

ائمہ حنابلہ میں سے قاضی نے اس مسئلہ میں مکمل تفصیل لکھی ہے جس سے حنابلہ راضی ہیں، چنانچہ انہوں نے کہا: وہ یا تو کسی مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے گا یا غیر مجاہد کے ہاتھ۔

اگر غیر مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے تو فروخت کرنا باطل ہے، اس لئے کہ وہ مال غنیمت کو ولایت یا نیابت کے بغیر فروخت کر رہا ہے، لہذا فروخت کردہ شی کو لوٹانا اور بیع کو توڑنا واجب ہوگا، اور اگر اس کو لوٹنا دشوار ہو تو اس کی قیمت کو اور اگر ثمن اس کی قیمت سے زیادہ ہو تو ثمن کو غنیمت میں لوٹائے۔

ابن قدامہ نے کہا: اور اسی صورت پر خرقی کا کلام محمول ہے۔ اور اگر کسی مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے تو حلال نہیں، الا یہ کہ اس کو بدلہ میں ایسا کھانا یا چارہ دے کہ اس کے لئے اس سے یا اس کے علاوہ سے حسب ذیل طریقہ پر نفع اٹھانا ہو۔

اگر اس کو اس کے مثل میں فروخت کیا تو یہ حقیقت میں فروخت کرنا نہیں، بلکہ اس نے اس کو ایک مباح دے کر اسی کے مثل مباح اس سے لے لیا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے لئے، اپنی ملی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور وہ اس کا زیادہ حق دار ہو گیا ہے، کیونکہ اس پر اس کا قبضہ ثابت ہے۔

لہذا اگر اس نے ایک صاع کو دو صاع کے عوض فروخت کیا ہو

(۱) المغنی ۱۰/۳۸۹، شرح المکیر فی ذیل المغنی ۱۰/۳۶۹۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۱۳۹، ۱۵۰۔

(۱) المغنی ۱۰/۳۸۸، صاحب المغنی نے کہا: اس کو سعید نے روایت کیا ہے۔

بیع منہی عنہ ۳۲-۳۳

کرنے پر قادر نہیں ہوتا جیسے کہ بدکا ہوا اونٹ تو اس حالت میں اس کو فروخت کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ جس چیز کو سپرد نہ کیا جاسکے وہ معدوم کے مشابہ ہے، اور معدوم کو فروخت کرنا صحیح نہیں (جیسا کہ گزرا) (۱)، تو اس کے مشابہ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

جن چیزوں کو سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو ان کی بیع کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ مچھلی ملکیت میں آنے کے بعد سمندر میں گر جائے، مملوک پرندہ فضا میں اڑ جائے، شکار ہاتھ آنے کے بعد بھاگ نکلے، اسی کی مثال آبق غلام اور غصب کردہ چیز کی بیع ہے۔

آبق وہ غلام ہے جس نے اپنے آقا کو کسی خوف یا سخت محنت لئے جانے کی وجہ کے بغیر چھوڑ دیا ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اگر اس کا بھاگنا خوف یا تھکن کے سبب ہو تو اس کو "ہارب" (جان چھڑانے والا) کہا جاتا ہے (۲)۔

۳۳- فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ عقد فاسد ہے کہ کوئی حنفیہ کو فساد و بطلان میں نیز اس پر مرتب ہونے والے نتیجے میں تردد ہے کہ سبب فساد کا اٹھ جانا عقد کو صحیح بنا دے گا، کیونکہ فساد کے باوجود عقد قائم ہے برخلاف سبب بطلان کے زوال کے، اس لئے کہ سبب بطلان کے ساتھ عقد معدوم ہوتا ہے، تاہم حنفیہ میں کمال نے فساد کو راجح کہا ہے، اس لئے کہ اس میں تسلیم کرنے پر قدرت نہیں ہے (۳)۔

انہوں نے اس عقد کے فساد کی توجیہ یہ کی ہے:

حضرت ابوسعید کی سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے (۴): "نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام..."

و عن شراء العبد وهو آبق" (نبی کریم ﷺ نے جانوروں

حنفیہ نے روشنی ڈالی ہے، چنانچہ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے یعنی ضروری ہے کہ امام کو اس میں مصلحت نظر آئی ہو اور اس مصلحت کا اقل درجہ یہ ہے کہ لوگوں پر زبردستی بار برداری میں تخفیف ہو یا جانوروں وغیرہ سے تخفیف اور لوگوں سے اس کے بوجھ کو کم کرنا ہو، لہذا یہ فروختگی مصلحت میں اجتہاد کی بنیاد پر ہوگی، اندازہ یا اٹکل سے نہ ہوگی، اس لئے بلا کر اہت علی الاطلاق بیع منعقد ہوگی (۱)۔

اسی طرح مالکیہ نے بھی اس کو لکھا ہے اس کے بارے میں ان کے دو اقوال ہیں:

اول: مال غنیمت کے پانچ میں سے چار حصوں کا امام کی طرف سے فروخت کرنا واجب ہے، تاکہ ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر سکے، اس لئے کہ ثمن کی تقسیم مساوات سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ قیمت لگانے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

دوم: واجب نہیں، بلکہ امام کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے پیش نظر اگر چاہے تو فروخت کر کے ثمن کو تقسیم کرے، اور اگر چاہے تو ان چیزوں کو ہی تقسیم کر دے (۲)۔

پانچویں شرط: فروخت کردہ کو سپرد کرنے کی قدرت ہو: ۳۲- فقہاء نے صراحت کی ہے کہ فروخت کردہ چیز کی شرائط میں سے اس کے مملوک ہونے کی شرط کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کو سپرد کرنے کی قدرت ہو۔

چنانچہ بسا اوقات انسان مال کا مالک ہوتا ہے، لیکن اس کو تسلیم

(۱) اس بحث کے فقرہ ۵۸۵ اور اس کے بعد کے فقرات دیکھے جائیں۔

(۲) حاشیہ تعلیہ بی علی شرح لکھنؤ ۱۵۹/۲، اممبارج۔

(۳) رد المحتار ۱۱۳/۲۔

(۴) حدیث ابوسعید کی بیع فقرہ ۲۳ کے تحت آجکی ہے۔

(۱) فتح القدیر ۲۲۷/۵۔

(۲) شرح الخرشنی ۱۳۶/۳، نیز دیکھئے: المشرع الکبیر للذریعہ ۱۹۳، القوائین

المعربہ ۱۰۰۔

بیع منہی عنہ ۳۴

ب۔ اور اگر اس نے اس کے پانے کے وقت اس کے قبضہ پر گواہ بنالیا ہو تو وہ قابض نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ قبضہ قبضہ امانت ہے، حتیٰ کہ اگر غلام اپنے آقا کے پاس پہنچنے سے قبل ہلاک ہو جائے تو یہ قبضہ کرنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا، لہذا یہ قبضہ قبضہ ضمان (یعنی بیع پر قبضہ) کے قائم مقام نہ ہوگا، اس لئے کہ بیع پر قبضہ قوی تر ہے، نیز اس لئے کہ ثمن کے ذریعہ اس کا ضمان دیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اگر غلام اپنے مالک کے پاس لوٹنے سے قبل ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ ہو جائے گی، اور وہ ثمن واپس لے گا^(۱)۔

دوم: مالک اس کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس کے قبضہ میں غلام نہیں۔

یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ چھین لینے اور حاصل کرنے کی قدرت ہو البتہ سہولت کے ساتھ جیسا کہ مالکیہ کی صراحت ہے^(۲)، شافعیہ کے مذہب میں صحیح یہی ہے^(۳)، حنابلہ کے یہاں دوسرا قول جس کو درست قرار دیا گیا، اور ابن قدامہ وغیرہ کی تصریح کا تقاضا بھی یہی ہے^(۴)۔

لیکن حنفیہ نے اس صورت کے فاسد ہونے کی صراحت کی ہے^(۵)، شافعیہ کے یہاں دوسرا قول^(۶)، اور حنابلہ کے یہاں مذہب یہی ہے^(۷)، شافعیہ نے اس کی توجیہ کی ہے کہ فروخت کرنے والا اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہے۔

کے پیٹ کے بچوں... اور غلام جو کہ بھاگا ہوا ہو اس کے خریدنے سے منع فرمایا ہے)۔

اور اس لئے کہ اس کے سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے، جو جواز کی شرط ہے^(۱)۔

۳۴- تاہم اگر غلام کی فروختگی ہو جائے جبکہ وہ بھاگا ہوا ہو تو اس مسئلہ میں مذاہب کی تفصیلی صورتیں یہ ہیں:

اول: مالک اس کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس کے قبضہ میں غلام ہے۔

یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز^(۲)، بلکہ شافعیہ کی تعبیر میں قطعی ہے^(۳)۔ اور یہی ابن قدامہ وغیرہ کی اس عبارت کا تقاضا ہے: اگر وہ کسی انسان کے ہاتھ آ جائے تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا ممکن ہے^(۴)۔ لیکن مذہب حنبلی میں صراحتاً یہ ہے کہ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کو کہ ایسے شخص کے ہاتھ ہو جو اس کو حاصل کرنے پر قادر ہو^(۵)۔

لیکن جس شخص کے ہاتھ میں وہ غلام ہے فروختگی کے بعد اس شخص کو قابض تصور کرنے کے بارے میں حنفیہ نے تفصیل کی ہے:

الف۔ اگر اس نے بھگوڑے غلام کو پانے کے وقت اس پر قبضہ اپنے لئے کیا ہو، اس کے آقا کے پاس لوٹنے کے لئے نہ کیا ہو، اور اس نے اس کے آقا کے لئے قبضہ کرنے پر گواہ نہ بنایا ہو تو وہ قابض ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا یہ قبضہ غصب کا قبضہ ہے اور وہ ضمان کا قبضہ ہے جو بیع پر قبضہ کی طرح ہے۔

(۱) الدر المختار رورد المحتار ۱۱۲/۳، نیز دیکھئے: الہدایہ و شرح العنایہ ۵۹۶/۶۔

(۲) شرح الدرر ۱۱/۳۔

(۳) شرح اعلیٰ علی الصہاح ۱۵۸/۲، نیز دیکھئے: تحفۃ المحتاج ۲۳۳/۳۔

(۴) دیکھئے: الانصاف ۲۹۳/۳، المغنی ۲۷۱/۳۔

(۵) الدر المختار رورد المحتار ۱۱۲/۳، نیز دیکھئے: تمییز الحقائق ۵۰/۳، اور البدائع

۱۳۷/۵ سے موازنہ کریں۔

(۶) شرح اعلیٰ علی الصہاح ۱۵۸/۲۔

(۷) کشاف القناع ۱۶۲/۳، نیز دیکھئے: الانصاف ۲۹۳/۳۔

(۱) تمییز الحقائق ۳۹۳/۳، بدائع الصالح ۱۳۷/۵۔

(۲) الدر المختار رورد المحتار ۱۱۲/۳، شرح الخرشنی ۱۶۱/۵ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) حاشیہ اعلیٰ علی شرح اعلیٰ ۱۵۹/۲۔

(۴) المغنی ۲۷۱/۳، شرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳۳/۳۔

(۵) کشاف القناع ۱۶۲/۳، نیز دیکھئے: الانصاف ۲۹۳/۳۔

بیع منہی عنہ ۳۵

لوٹانے کا عزم رکھتا ہے (۱)۔

ب۔ اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اس کو چھین لینے یا لوٹا لینے پر قادر ہو تو جمہور کے نزدیک صحیح ہے (۲)، شافعیہ کا قول صحیح یہی ہے، البتہ انہوں نے شرط لگائی ہے کہ وہ بہ سہولت بغیر کسی قابل لحاظ صرفہ و مشقت کے خریدار کے پاس پہنچ جائے (۳)، اور اگر واپس لینے میں صرفہ کی ضرورت پیش آئے تو ممانعت ختم ہو جائے گی (۴)۔ اسی طرح مالکیہ نے یہ قید لگائی ہے کہ غاصب اقرار کرنے والا ہو اور قدرت حاصل ہوگئی ہو ورنہ نہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ جس چیز میں جھگڑا ہو اس کی خریداری ممنوع ہے (۵)۔ اور طے یہ ہے کہ ان کے نزدیک غصب کردہ چیز کو صرف غاصب کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے (۶)، جیسا کہ حنابلہ کی رائے ہے۔

شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ فروخت کرنے والا بذات خود سپرد کرنے سے عاجز ہے (۷)، اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے (۸)۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے غصب کردہ چیز کو غصب کرنے والے کے علاوہ شخص کے ہاتھ فروخت کرنا منعقد ہو جاتا ہے مگر سپرد کرنے پر موقوف ہوتا ہے اگر سپرد کر دے تو بیع نافذ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

سوم: مالک اس کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو اس کو واپس لینے پر قادر ہو، اور وہ غلام کسی کے قبضہ میں نہ ہو۔

یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز ہے (۱)، حنابلہ کے یہاں دوسرا قول یہی ہے (۲)۔

لیکن شافعیہ میں قلیوبی نے یہ قید لگائی ہے کہ خریدار اس کے واپس کرنے پر عادتاً ناقابل برداشت مشقت کے بغیر اور بلا صرفہ کے قادر ہو (۳)۔

حنابلہ کے یہاں مذہب عدم جواز ہے (۴)۔
چہارم: اس کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو اس کو حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔

اس صورت کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے، اور حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

۳۵۔ بھگوڑے غلام کو فروخت کرنے ہی کے حکم میں غصب کردہ چیز کو فروخت کرنا ہے:

الف۔ پس اگر اس کو غاصب کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاتفاق جائز ہے، اور شافعیہ نے اس مسئلہ میں جواز سے تعبیر کی ہے (۵)، اس لئے کہ فروخت کردہ چیز عملی طور پر خریدار کے سپرد کی جا چکی ہے (۶)، (اور بیع کے بعد اس کا قبضہ قابل ضمان ہونے میں، بیع سے قبل اس کے قبضہ کی طرح ہے)۔ اور مالکیہ نے اسی کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ معلوم ہو کہ غاصب غصب کردہ چیز کو اس کے مالک کے پاس

- (۱) رد المحتار ۳/۱۱۲، المشرح الکبیر للرد ۱۱/۲۲، تہذیب المحتاج ۳/۲۲۳۔
(۲) الانصاف ۳/۲۹۳۔
(۳) حاشیہ القلیوبی علی شرح امہاج ۲/۱۵۸۔
(۴) کشاف القناع ۳/۱۶۲، الانصاف ۳/۲۹۳۔
(۵) شرح کمالی علی امہاج ۲/۱۵۸، نیز دیکھئے المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲/۲۵۵، الانصاف ۳/۲۹۳۔
(۶) المشرح الکبیر للرد ۱۱/۲۳۔

- (۱) شرح الخرشبی ۱۵/۱۷۔
(۲) حوالہ سابق، شرح کمالی علی امہاج ۲/۱۵۸، الانصاف ۳/۲۹۳۔
(۳) تہذیب المحتاج و حاشیہ اشہر الملتس علیہا ۳/۲۲۳۔
(۴) شرح الخرشبی ۱۵/۱۷۔
(۵) شرح الخرشبی ۱۵/۱۷۔
(۶) القواعین الفقہیہ ۲/۱۶۲، المشرح الکبیر للرد ۱۱/۲۳، اور کشاف القناع ۳/۱۶۲ سے موازنہ کریں۔
(۷) شرح کمالی علی امہاج ۲/۱۵۸۔
(۸) الانصاف ۳/۲۹۳۔

بیع منہی عنہ ۳۶

حکمی کی قید، ربا انسیئہ اور اکثر فاسد بیوع کو داخل کرنے کے لئے ہے، اس لئے کہ ربا کی دو انواع ہیں: ربا الفضل، اور ربا انسیئہ۔ ربا کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت سے حرام ہے۔ ابن قدامہ نے کہا: امت کا اس پر اجماع ہے کہ ربا کی دونوں انواع (ربا الفضل اور ربا انسیئہ) حرام ہے^(۱)، اور ربا الفضل اور ربا انسیئہ صرف کے بعض مسائل میں جاری ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ”صرف“ میں ہے۔

سود گناہ کبیرہ ہے، کسی شریعت میں کبھی بھی حلال نہیں رہا۔ اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ زُؤُوسٌ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ“^(۲) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ جنگ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توپہ کر لو گے تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں نہ تم (کسی پر) ظلم کرو گے نہ تم پر (کسی کا) ظلم ہوگا)۔

اور حدیث میں ہے: ”لعن الله آكل الربا وموكله وكتابه وشاهديه“ (سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر اللہ کی لعنت ہے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”هم سواء“^(۳) (وہ سب برابر ہیں)۔

(۱) المغنی وشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۲۲/۳۔

(۲) سورہ بقرہ ۲۷۸، ۲۷۹۔

(۳) حدیث: ”لعن الله آكل الربا و موكله و كتابه و شاهديه و قال: هم سواء.....“ کی روایت مسلم (۱۲۱۹/۳ طبع عیسیٰ الخلیف) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے نیز دیکھئے حاشیہ قلبی علی شرح الخلیف علی امہاج ۱۶۶/۳۔

حنفیہ نے بھگوڑے غلام کو فروخت کرنے (جو فاسد بلکہ غیر منعقد ہے) اور غصب کردہ چیز کو فروخت کرنے (جو صحیح ہے) میں فرق یہ بتایا ہے کہ مغصوب کی صورت میں حاکم کی قدرت کے ذریعہ مالک سپرد کرنے پر قادر ہے، البتہ وہ بیع موقوف ہے، فی الحال نافذ نہیں، اس لئے کہ صورتاً غاصب کا قبضہ قائم ہے، لیکن جب سپرد کر دیا گیا تو رکاوٹ زائل ہوگئی، اس لئے بیع نافذ ہو جائے گی۔

یہ بھگوڑے غلام کی بیع کے خلاف ہے، اس لئے کہ (بقول کاسانی) اس کو سپرد کرنے سے علی الاطلاق عاجز ہے کہ وہاں تک کسی کی رسائی نہیں، کیونکہ اس کی جگہ نامعلوم ہے، لہذا عاجز ہونا ثابت ہے، جبکہ اس پر قادر ہونے کا محض احتمال اور وہم ہے اور احتمال کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوگی، اس طرح بھگوڑے غلام کی فروختگی، غیر موجود پرندے اور غیر موجود مچھلی کی بیع کے مشابہ ہوگی، اور ان دونوں کی بیع باطل ہے تو بھگوڑے غلام کی بیع بھی باطل ہوگی^(۱)۔

لازم عقد سے متعلق اسباب

وہ یہ ہیں: ربا، ذریعہ ربا اور غرر۔

ذیل میں ربا سے متعلق اسباب ممانعت کا بیان ہے:

۳۶- ربا لغت میں: زیادتی کو کہتے ہیں۔

فقہی اصطلاح میں: حنفیہ نے ربا کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ معاملہ معاوضہ میں کسی ایک فریق کے لئے مشروط ایسا اضافہ ہے خواہ وہ حکماً ہو جو شرعی معیار کے مطابق عوض سے خالی ہو، اور متعاقبین میں سے کسی ایک کے لئے اس کی شرط لگائی گئی ہو^(۲)۔

(۱) بدائع الصنائع ۱۳۷/۵۔

(۲) دیکھئے الدر المختار رد المحتار ۱۷۶/۳، ۱۷۷، اور ترمذی کی وہ تعریف جو تنویر الابصار میں مذکور ہے۔

بیع منہی عنہ ۷۳-۳۲

میں فروخت کرنا^(۱)۔

باتفاق فقہاء محافلہ ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن المزابنة والمحاقلہ“ (رسول اللہ ﷺ نے محافلہ و مزابنہ سے منع فرمایا)۔
تفصیل اصطلاح ”بیع محافلہ“ میں دیکھیں۔

د- بیع عرایا:

۴۰- بیع عرایا: درخت پر لگی تر کھجور کو زمین پر رکھی خشک کھجور سے یا درخت پر لگے انگور کو مٹھے سے فروخت کرنا^(۲)۔ عرایا کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔
تفصیل اصطلاح ”بیع عرایا“ میں دیکھیں۔

ھ- بیع عربون:

۴۱- کوئی سامان خریدے اور فروخت کرنے والے کو ایک درہم یا زیادہ اس شرط پر دے کہ اگر اس نے سامان لیا تو ثمن میں سے اس کو کم کر دے گا، اور اگر سامان نہ لیا تو فروخت کرنے والے کا ہے۔ اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک وہ صحیح نہیں جبکہ حنابلہ اس کے جواز کے قائل ہیں، اس میں تفصیل ہے جس کو ”بیع عربون“ کے تحت دیکھا جائے۔

و- دونوں صاع کے جاری ہونے سے قبل اناج کو فروخت کرنا:

۴۲- حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الطعام، حتی یجری فیہ الصاعان: صاع البائع،

(۱) الہدایہ مع شروح ۶/۵۳۔

(۲) شرح اعلیٰ علی المسماح ۲/۲۳۸۔

یہاں سود کے احکام، شرائط اور مسائل کا تذکرہ مقصود نہیں، بلکہ اس کی تفصیل عنوان ”ربا“ کے تحت دیکھی جائے۔
یہاں تو مقصود بعض سودی خرید و فروخت کے احکام کو معلوم کرنا ہے جن کی حدیث پاک میں ممانعت وارد ہے، اور وہ بیوع یہ ہیں:

الف- بیع عینہ:

۳۷- بیع عینہ: کسی چیز کو زائد ثمن کے ساتھ ادھار فروخت کرنا، تاکہ قرض کا طالب اس کو فوری طور پر کم ثمن میں اپنے دین کی ادائیگی کے لئے فروخت کر دے۔ یہ حنفیہ کی تعریف ہے^(۱)۔ کچھ اور تعریفات نیز صورتیں ہیں جن کے بارے میں اور ان کے احکام کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

تفصیل اصطلاح ”بیع عینہ“ میں دیکھی جائے۔

ب- بیع مزابنہ:

۳۸- مزابنہ: درخت پر لگی ہوئی کھجور کو اندازہ و تخمینہ سے اس کے ناپ کے مثل توڑی ہوئی خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی تر کھجور کا ظن اور تخمینہ کے طور پر، مثلاً ایک سو صاع کا اندازہ لگایا جائے اور پھر اسی کے بقدر خشک کھجور میں اس کو فروخت کر دیا جائے^(۲)۔

باتفاق فقہاء اس طرح کی بیع فاسد ہے۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”بیع مزابنہ“ میں ہے۔

ج- بیع محافلہ:

۳۹- محافلہ: خوشہ میں موجود گیہوں کو تخمینہ سے اسی کے مثل گیہوں

(۱) ابن ماجہ بن ۲۷۹۴۔

(۲) فتح القدیر والہدایہ ۶/۵۳، ابن ماجہ بن ۱۰۹۴۔

بیع منہی عنہ ۴۳

خریدے اور اس پر قبضہ کر لے پھر اسے دوسرے کو فروخت کرے تو پہلے ماپ کی بنیاد پر اس کو سپرد کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ جس نے اس کو خریدتا ہے اس کو دوبارہ ماپ کر کے دے یہی جمہور کا مذہب ہے، جیسا کہ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس کو نقل کیا ہے (۱)۔

ابن ہمام نے صراحت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے (۲)۔

فقہاء نے فی الجملہ فروخت شدہ چیز کو فروخت کرنے سے قبل قبضہ کی شرط لگائی ہے، اور یہ قبضہ کی تکمیل ہے (جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے) یا منقول کو منتقل کرنے کے ساتھ اس پر قبضہ کی صحت کی شرط ہے جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں (۳)۔

لیکن اکل سے بیع میں ماپ کے غیر معتبر ہونے پر اجماع منعقد ہے، اور اکل سے بیچنے کو اس شرط سے مستثنیٰ کرنا نص کے مفہوم سے یا کسی اور دلیل سے ماخوذ ہے (۴)۔

۴۳- ہم یہاں پر شافعیہ و حنابلہ کے یہاں بعض تطبیقی فتویٰ مثالیں ذکر کرتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں مذاہب ان کے بارے میں قریب قریب ہیں۔

پہلی مثال:

بکر کا زید پر مقرر مقدار میں مثلاً دس صاع اناج ہو، اور عمر و کا بکر پر اسی کے بقدر اناج ہو، بکر زید سے مطالبہ کرے کہ اناج اس کے

وصاع المشتري“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے اناج کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، تا آنکہ اس میں دونوں صاع: خریدار کا صاع، اور فروخت کرنے والے کا صاع جاری ہو جائے)۔

اسی مفہوم کی حضرت عثمانؓ کی یہ حدیث ہے کہ انہوں نے کہا: میں یہودیوں کے ایک خاندان سے (جن کو بنو قینقاع کہا جاتا ہے) کھجور خریدتا اور اس کو نفع کے ساتھ فروخت کرتا تھا، نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عثمان إذا اشتريت فاکتل، وإذا بعته فاكل“ (۲) (عثمان! جب تم خریدو تو ماپ کر لو، اور جب بیچو تو ماپ کر دو)۔

اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کھجوریں خریدتے، ان کو بوریوں میں بھرتے پھر اس کو اسی ماپ سے فروخت کرتے تھے، ”فنهاهما رسول الله ﷺ أن يبيعا حتى يكميلا لمن ابتاعه منهما“ (۳) (تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، تا آنکہ اس شخص کو ماپ کر کے دیں جو ان دونوں سے خرید رہا ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز ماپ سے

(۱) حدیث: ”لہی عن بیع الطعام.....“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۵۰۷ طبع لکھنؤ) نے حضرت جابرؓ سے کی ہے بوسیری نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایت بزار نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے اور اس کی اسناد کو ابن حجر نے حید کہا ہے جیسا کہ ”الدرایہ“ (۳/۱۵۵ طبع مطبعہ المجالہ) میں ہے۔

(۲) حدیث: ”یا عثمان إذا اشريت.....“ کی روایت احمد (۱/۶۲ طبع السیویہ) نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کی ہے اور یحییٰ نے مجمع الزوائد (۳/۵۸ طبع القدسی) میں اس کو ذکر کر کے کہا اس کی اسناد حسن ہے۔

(۳) حدیث یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت عبدالرزاق (۳۹/۸) نے کی ہے، اس کی اسناد میں یحییٰ بن ابی کثیر اور رومی حدیث صحابی کے درمیان انقطاع ہے (احمد بن حنبلہ ج ۱/۱۱۰ ۲۰۷ طبع دائرة المعارف العثمانیہ)۔

(۱) نیل الاوطار ۵/۶۱۔

(۲) فتح القدیر ۶/۱۳۹۔

(۳) فتح القدیر ۶/۱۳۹، شرح لکھنؤ علی اسمہاج ۲/۲۱۷، ۲۱۸، شرح المنج ۳/۱۷۳۔

(۴) شرح لکھنؤ حامیہ اقلیوی ۲/۲۱۷، حامیہ الجمل ۳/۱۷۳، تحفۃ المحتاج ۳/۱۹۷۔

بیع منہی عنہ ۴۴

مقبوضہ مال اس شخص کی ملکیت میں باقی رہے گا جس نے اس کو سپرد کیا ہے، اور وہ زید ہے اس لئے کہ قبضہ صحیح نہیں ہوا۔

یہ سابقہ روایت کہ برخلاف ہے، اس لئے کہ مال مقبوضہ بکر کی ملکیت میں آجائے گا۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی دوسری روایت ہی راجح ہے، چنانچہ ”الاقناع“ کا متن اسی پر ہے۔

اگر کہے: اس پر میرے لئے قبضہ کر لو، پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کرو، تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے قبضہ صحیح ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو قبضہ کرنے کے لئے اپنا نائب مقرر کیا ہے، اور جب اس نے اپنے موکل کے لئے قبضہ کیا تو اس پر اپنے لئے قبضہ کرنا جائز ہو گیا، جیسا کہ اگر اس کی کوئی ودیعت کسی ایسے شخص کے پاس ہو جس کا اس کے ذمہ قرض ہے، اور اس نے اس کو اجازت دے دی کہ اپنے قرض کی طرف سے اس پر قبضہ کر لے۔

یاد رہے کہ مذکورہ مثال یعنی پہلی مثال کو کہ سلم کے بارے میں ہے، پھر بھی اس کی قید لگانا اس لئے ہے کہ امام شافعی کے اصحاب کے کلام میں یہی ہے، اور سلم ہی کی طرح (جیسا کہ انہوں نے کہا) قرض اور کسی چیز کا تلف وضائع کرنے کا دین ہے (۱)۔

دوسری مثال:

۴۴- اگر بکر عمرو سے کہے: جب میں زید سے اپنے لئے ماپنے لگوں تو تم حاضر رہو تا کہ میں اس پر تمہارے لئے قبضہ کروں، اور اس نے ایسا کیا تو عمرو کے لئے اس کا قبضہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ماپا نہیں، اور بکر اپنے لئے اس پر قبضہ کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ

لئے ماپ دے، تا کہ اس کی ملکیت میں آجائے، پھر بکر اس کو عمرو کے لئے ماپے، تا کہ قبضہ کرنا اور کرنا دونوں صحیح ہوں، اس لئے کہ یہاں قبضہ کرنا متعدد ہے اور قبضہ کرانے کی شرط ہے کہ ماپے، لہذا اس کا متعدد ہونا بھی لازم ہے، کیونکہ دونوں ماپوں میں بسا اوقات تفاوت ہوتا ہے (۱)۔

اگر بکر عمرو سے کہے: اے عمرو! میری نیابت میں میرا جو اماںج زید پر ہے، اس کو اس سے اپنے لئے قبضہ میں لے لو، اور عمرو نے ایسا کر دیا تو شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد سے ایک روایت میں زید کے لحاظ سے قبضہ صحیح ہو گیا، اور اجازت کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا ذمہ بری ہو گیا، اور یہ قرض دینے والے کی اجازت ہے، قرض دینے والا بکر ہے اور یہ اجازت لازمی طور پر اس کے اپنے لئے اس سے قبضہ میں لینے کے بارے میں ہے، لہذا اس کا قبضہ اس کے وکیل کے قبضہ کی طرح ہو گیا، تاہم یہ قبضہ عمرو کے لحاظ سے فاسد ہے، کیونکہ وہ خود اپنی ذات سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ اس کے قبضہ میں شرط ہے بکر کے قبضہ سے پہلے ہو اور وہ مفقود ہے، اور ان دونوں کا حصول ناممکن ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ کرنے والا اور قبضہ کرانے والا ایک ہی ہے اور عمرو نے جس پر قبضہ کیا ہے اس کا ضمان اسی پر ہے اس لئے کہ اس کا قبضہ اپنے لئے ہے، اور اس صورت میں جس کے لئے قبضہ کیا گیا ہے (بکر) قابض (یعنی عمرو) کے لئے اس چیز کو ماپ کر دے گا، اور اس کا قبضہ اس کے لئے صحیح ہوگا۔

حنا بلہ کے یہاں دوسری روایت یہ ہے کہ یہ قبضہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کو اس نے قبضہ میں اپنا نائب نہیں بنایا، لہذا قبضہ اس کے لئے نہیں ہوا، برخلاف وکیل کے، اور اس روایت کے مطابق

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۲۱۹، ۳۲۰، شرح مکملی وحاشیہ قلیوبی ۲/۲۱۷، ۲۱۸، حاشیہ الجمل ۳/۷۷، ۷۵، المغنی ۳/۲۲۲، کشاف القناع ۳/۳۰۸۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۲۱۹۔

اس نے اس کو ناپا ہے^(۱)۔

اگر اس کو پیمانہ میں باقی رکھتے ہوئے عمرو کے حوالہ کر دے تاکہ وہ اس کو اپنے لئے انڈیل لے تو صحیح ہے، اور یہ قبضہ صحیح ہوگا، اس لئے کہ ناپ کا برقرار رہنا اس کی ابتداء کے درجہ میں ہے، اور یہاں ابتداء ناپنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ اس سے مزید علم حاصل نہ ہوگا۔

کو کہ ابن قدامہ نے شافعیہ سے یہ منسوب کیا ہے کہ قبضہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اناج کی بیع کی ممانعت ہے تا آنکہ اس میں دونوں ناپ جاری ہو جائیں، اور ابن قدامہ نے یہ طے کیا ہے کہ حدیث کے تقاضے کا قائل ہونا ممکن ہے، خریدار کا پیمانہ میں اس پر قبضہ کرنا یہ مانا جائے گا کہ اس نے اپنا صاع اس میں جاری کیا، تاہم ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ پیمانہ جیسی چیز کا برقرار رکھنا از سر نو کرنے کی طرح ہے، لہذا یہ کافی ہے^(۱)۔

پانچویں مثال:

۴۷- بکر نے عمرو کو کچھ دراہم دے کر کہا: ان سے اس اناج کا مثل خرید لو جو تمہارا مجھ پر ہے، اور اس نے ایسا کر لیا تو صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ فضولی ہے، کیونکہ اس نے دوسرے کے مال سے اپنے لئے خرید لیا ہے، اس لئے کہ بکر کے دراہم کا عوض عمرو کا نہیں ہوگا، اور شافعیہ اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے کے مال سے اپنے لئے خریدنا ممکن ہے اور دراہم اس کے ہاتھ میں امانت ہیں، لہذا اگر بعینہ ان دراہم سے خرید لے تو خریدنا باطل ہے، اور اگر اپنے ذمہ میں واجب ثمن میں خریدے تو اپنے لئے خریداری صحیح ہے، اور ثمن اسی کے ذمہ ہوگا، اور اگر اس نے کہا: میرے لئے ان دراہم میں اناج خرید لو، پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کر لو، اور اس نے ایسا کر لیا تو خریداری صحیح

(۱) المغنی ۲/۲۲۲، حاشیہ الجمل ۳/۱۷۳، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۰۔

تیسری مثال:

۴۵- اگر بکر نے عمرو سے کہا: اس کو اس ناپ سے لے لو جس کو تم نے دیکھا ہے، اور اس نے اس کے ذریعہ لے لیا تو صحیح ہے، اس لئے کہ اس کے ناپ کو وہ دیکھنے والا اور جاننے والا ہے، لہذا دوبارہ اس کے ناپنے کے اعتبار کا کوئی معنی نہیں^(۲)۔

امام احمد سے ایک روایت ہے کہ یہ ناکافی ہے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے کہ ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الطعام، حتی یجری فیہ الصاعان.....“^(۳) (نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع فرمایا، تا آنکہ اس میں دونوں ناپ جاری ہو جائیں.....) اور یہ اس میں داخل ہے۔

نیز اس لئے کہ اس نے ناپے بغیر اس پر قبضہ کیا ہے، لہذا یہ اس پر اٹکل سے قبضہ کرنے کے مشابہ ہوگا۔

چوتھی مثال:

۴۶- اگر بکر عمرو سے کہے: ہمارے سامنے رہو تاکہ میں اس کو اپنے لئے ناپوں، پھر تم اس کو اپنے لئے ناپ لو، اور دونوں نے ایسا کر لیا تو بلا اشکال صحیح ہے۔

اگر بکر نے اس کو اپنے لئے ناپا، پھر عمرو نے اسی ناپ کے ذریعہ جس کو اس نے دیکھا تھا، اسے لے لیا تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

(۱) کشاف القناع ۳/۳۰۸، ۳۰۹، المغنی ۳/۲۲۲۔

(۲) سابقہ مراجع۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الطعام.....“ کی تخریج فقہ ۲/۲۲۲ کے تحت

آجکی ہے۔

بیع منہی عنہ ۴۸

سے اور اپنے ہی لئے قبضہ کرنے والا ہو جائے گا، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو عقد کے دونوں طرف کا ولی بن سکے، لہذا اس کا قبضہ قبضہ نہ ہونے کی طرح ہے^(۱)۔

چھٹی مثال:

۴۸- دو شخصوں نے امانج خرید، ان دونوں نے اس پر قبضہ کیا، پھر ان میں سے ایک نے باہم اس کی تقسیم سے قبل اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو:

الف۔ احتمال ہے کہ یہ صورت ناجائز ہو، اس لئے کہ اس نے انفرادی طور پر اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کیا تو غیر مقبوضہ کے مشابہ ہو گیا۔
ب۔ جواز کا احتمال ہے، اس لئے کہ وہ ان دونوں کے قبضہ میں ہے اور اسے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے تو اس کو اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ بقیہ اموال کا حکم ہے۔

اگر ان دونوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور علاحدہ ہو گئے، پھر ایک نے اپنا حصہ اسی ماپ کے ذریعہ جس سے ماپا تھا فروخت کر دیا تو ناجائز ہے، جیسا کہ اگر کسی سے لاج خرید اور اس کو ماپ لیا، پھر دونوں علاحدہ ہو گئے، پھر اس نے اس کو اس شخص کے ہاتھ اسی ماپ سے فروخت کر دیا۔

ہاں اگر ان دونوں نے اس کو آپس میں تقسیم کر لیا، لیکن علاحدہ نہیں ہوئے کہ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اسی ماپ سے فروخت کر دیا تو اس میں دو روایتیں ہیں^(۲)۔ جیسا کہ چوتھی مثال میں گزرا۔

(۱) اشروانی علی تختہ المحتاج ۴۲۰/۳، کشاف القناع ۳۰۹/۳، جامعہ اہلبی

۴۱۸/۳، المغنی ۲۲۳/۳، شرح الکبیر للدرہ ۱۵۲/۳، ۱۵۳۔

(۲) المغنی ۲۲۳/۳۔

ہے البتہ اپنے لئے قبضہ صحیح نہیں^(۱)۔

شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ کسی انسان کے حق پر، دوسرا شخص اپنے لئے قبضہ نہیں کر سکتا، اور قبضہ کرنے والا قرض خواہ اس کا ضامن اپنے لئے اس پر زبردستی قبضہ کرنے کی وجہ سے ہوگا، اس لئے کہ اس نے اس پر اپنے لئے زبردستی قبضہ کیا ہے۔

حنابلہ نے کہا: اپنے لئے اس کا قبضہ اس کے مؤکل کے قبضہ کی فرع ہے، اور وہ پایا نہیں گیا۔

اگر اس نے کہا: میرے لئے ان سے امانج خرید لو (اور اس پر میرے لئے قبضہ کر لو) پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کر لو، اور اس نے ایسا کر لیا تو جائز ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو خریداری اور قبضہ کرنے، پھر اس کی طرف سے اپنے لئے وصول کرنے کا وکیل بنایا ہے، اور یہ صحیح ہے۔

شافعیہ نے کہا: خریداری اور پہلا قبضہ صحیح ہے، دوسرا قبضہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ کرنے اور قبضہ کرانے والا ایک ہے، جبکہ پہلے قبضہ میں یہ بات نہیں۔

حنابلہ نے اس کو اس مسئلہ پر قیاس کیا ہے کہ والد نے کوئی چیز اپنی چھوٹی اولاد کے مال سے اپنی ذات کے لئے خریدی اور وہ چیز اپنی چھوٹی اولاد کو بہہ کی اور اولاد کی جانب سے اس چیز پر خود ہی قبضہ کیا۔

شافعیہ اس صورت میں قیاس کو ممنوع کہتے ہیں، ان کے نزدیک ایک شخص دونوں کی طرف سے ولی نہیں ہو سکتا کہ دونوں کی جانب سے وکالت کے طور پر ہو۔

مالکیہ بھی اس کو ممنوع کہتے ہیں، اس لئے کہ وہ اپنی ہی طرف

(۱) اشروانی علی تختہ المحتاج ۴۲۰/۳، المغنی ۲۲۲/۳، کشاف القناع

۳۰۹/۳۔

بیع منہی عنہ ۴۹

نہیں ہوگی، امام ابو یوسف نے فرمایا: اس لئے کہ بیع فاسد قبضہ کے ذریعہ ملکیت میں آجاتی ہے، جیسا کہ قرض (۱)۔

اسی طرح فقہاء نے ماپ اور وزن والی چیز میں اس شمار کی جانے والی چیز کو بھی شامل کیا ہے جس میں باہمی فرق نہیں ہوتا، مثلاً اثروٹ اور انڈا اگر اس کو شمار سے خریدے، اور امام ابو حنیفہ سے اظہر روایت یہی ہے، انہوں نے دوبارہ شمار کرنے سے قبل بیع کو فاسد قرار دیا ہے، اس لئے کہ علت ایک ہے، اور وہ مقدار کا واجبہ طور پر معلوم ہونا اور دونوں مالوں کے باہمی اختلاط کے احتمال کا زائل ہونا ہے، کیونکہ اس میں زائد حصہ فروخت کرنے والے کا ہے، اس کے برخلاف صاحبین سے مروی ہے کہ شمار کرنے سے قبل دوسری بیع جائز ہوگی۔

متن ”کنز“ اور ”تنویر“ میں شمار والی چیز کو ماپ اور وزن والی چیز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

فقہاء نے وزن والی چیز میں سے دراہم اور دنانیر کو مستثنیٰ کیا ہے، اس لئے کہ ان دونوں میں قبضہ کے بعد عقد صرف یا سلم میں وزن سے پہلے تصرف کرنا بیع تعاطی کی طرح جائز ہے، اس لئے کہ وزن والی چیزوں میں خریدار کے دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ وزن کے بعد قبضہ کے ذریعہ وہ بیع ہوگئی۔

ملفوظ رہے کہ حنفیہ نے اس حکم سے (دوسروں کی طرح) انکل سے فروخت شدہ چیز کو مستثنیٰ کیا ہے اگر فروخت کرنے والے نے اس کو ماپ کر کے نہ خرید اہو، اس لئے کہ جس کو اشارہ سے فروخت کیا گیا ہے وہ سارا خریدار کا ہے، لہذا اس میں دو ملکیتوں کا اختلاط ممکن نہیں۔

یہی حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے کو پیمائش کر کے بیچا ہو اس لئے کہ زیادتی خریدار کی ہے، کیونکہ پیمائش کپڑے میں

۴۹- حنفیہ نے اس مسئلہ پر خصوصیت کے ساتھ صراحت، تفصیل اور تغلیل و توجیہ کرتے ہوئے گفتگو کی ہے، چنانچہ ان میں سے مرغیبانی نے کہا: جس نے کوئی ماپی جانے والی چیز ماپنے کی شرط کے ساتھ یا وزن کی جانے والی چیز وزن کرنے کی شرط کے ساتھ خریدی اور اس کو ماپ لیا یا وزن کر لیا، پھر اس کو ماپ یا وزن کے ساتھ فروخت کر دیا، تو اس سے خریدنے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو فروخت کرے یا اس کو کھائے جب تک کہ دوبارہ ماپ یا وزن نہ کر لے (۱)۔ اس کی دلیل حضرت جابر اور حضرت عثمانؓ کی مذکورہ حدیثیں ہیں (۲)۔

نیز اس لئے کہ مقرر مقدار سے زائد ہونے کا احتمال ہے، اور یہ زائد حصہ مقدار والی اشیاء میں فروخت کرنے والے کا ہوتا ہے، اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے، لہذا اس سے بچنا واجب ہوگا۔

نیز اس لئے کہ ماپ وزن اور شمار کرنا قبضہ کا تتمہ ہیں، اور اصل قبضہ تصرف کے جائز ہونے کی شرط ہے جیسا کہ گذرا، تو اس کا تتمہ بھی شرط ہوگا (۳)۔

مذکورہ حکم کو خریداری کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، اس لئے کہ اگر وہ اس کی ملکیت میں بہہ یا وراثت یا وصیت سے آئے تو ماپنے سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز ہوگا۔

اسی طرح بیع اگر مطلق بولی جائے تو کامل یعنی صحیح بیع مراد ہوتی ہے، حتیٰ کہ جس کو فاسد بیع کے ذریعہ خرید اہے اگر اس کو قبضہ کے بعد ماپ کر فروخت کرے تو دوسرے خریدار کو دوبارہ ماپنے کی ضرورت

(۱) تبیین الحقائق ۸۱/۳، الہدایۃ مع الشروح ۸۱/۶۔

(۲) دیکھئے ماہقہ نمبر ۲۲/۵۔

(۳) تبیین الحقائق ۸۲/۳، الہدایۃ مع الشروح ۱۳۹/۶، ۱۳۰، نیز دیکھئے

نمبر ۲۲/۵۔

(۱) رد المحتار ۱۶۳/۳۔

بیع منہی عنہ ۵۰-۵۱

وزن یا شمار والی کوئی چیز خریدی، اور تم نے ماپ والی چیز کو ماپ سے، وزن والی چیز کو وزن سے اور شمار والی چیز کو شمار سے خریدا، تو اس کو فروخت کرنے سے قبل ماپ لو وزن کر لو اور شمار کر لو، اگر ایسا کرنے سے قبل تم نے فروخت کر دیا، اور تم نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو ماپ اور وزن والی چیز میں بیع فاسد ہوگی (۱)۔

ابن عابدین نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ دوسری بیع فاسد ہوگی جو ماپنے سے قبل خریدار کی طرف سے بیع ہے اور پہلی بیع صحیح واقع ہوگی، لیکن اس پر اس میں کوئی تصرف کرنا (یعنی کھانا یا فروخت کرنا) حرام ہے تا آنکہ اس کو ماپ لے، اور جب اس نے اس کو ماپنے سے قبل فروخت کر دیا تو دوسری بیع فاسد ہوئی، اس لئے کہ فساد کی علت ماپنے کا، قبضہ کا تہہ ہے، تو جب اس نے اس کو ماپنے سے قبل فروخت کر دیا تو کوپا اس نے اس کو قبضہ سے قبل فروخت کر دیا، اور منقولہ چیز کو قبضہ سے قبل فروخت کرنا صحیح نہیں ہے (۲)۔

۵۱- ماپ اور وزن والی چیز میں اس کی خریداری کے بعد تصرف کرنے میں حنفیہ کے نزدیک یہ صورتیں ممکن ہیں:

اول: ماپ کر خریدے اور ماپ کر فروخت کرے، اور اس صورت میں پہلے خریدار سے خریدنے والے کے لئے جائز نہیں کہ اس کو فروخت کرے تا آنکہ اپنے لئے اس کو دوبارہ ماپ لے، جیسا کہ حکم پہلے خریدار کے حق میں تھا، اس لئے کہ سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت ہے، اور زیادتی کا احتمال ہے جیسا کہ گزرا (۳)۔

دوم: اکل سے خریدے اور اکل سے ہی فروخت کرے، اس صورت میں ماپنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لئے کہ مقدار کی تعیین

وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں کوئی ثمن نہیں ہوتا برخلاف مقدار کے (۱)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں گزروں کی تعیین کے بالمقابل ثمن نہیں ہوتا تھا، کیونکہ ان کے دور میں کپڑا اس کو کہا جاتا تھا جو ایک لباس کے لئے کافی ہو، لہذا اس میں زیادتی مضر نہیں ہوتی تھی، اور نہ ہی وہ زیادتی فروخت کرنے والے کی ملکیت سے مخلوط ہوتی تھی، ہمارے دور کے کپڑے اس کے برخلاف ہیں کہ ان میں چند گز کپڑے سلنے کے لئے کاٹے جاتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اور ان کو مقدار میں سے مانا جاتا ہے۔

ہر چند کہ بعض حنفیہ نے دوبارہ ماپنے سے قبل بیع کو علی الاطلاق حرام کہا ہے، تاہم شرح نے اس کی تشریح کر اہت تحریری سے کی ہے، اس لئے کہ حدیث مذکور میں ممانعت خبر آحاد کے قبیل سے ہے جس کے ذریعہ حنفیہ کے نزدیک قطعی حرمت ثابت نہیں ہوتی (۲)۔

اس کے باوجود اس کے کھانے والے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حرام کھایا، چنانچہ ”الجامع الصغیر“ میں صراحت ہے کہ اگر اس کو کھالے، حالانکہ ماپے بغیر قبضہ کیا ہے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حرام کھایا، کیونکہ اس نے اپنی مملوک چیز کھائی ہے، البتہ وہ گنہ گار ہوگا، اس لئے کہ اس کو ماپنے کا حکم دیا گیا تھا جس کو اس نے ترک کر دیا۔

۵۰- ہر چند کہ دوبارہ ماپنے سے قبل بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن حنفیہ نے اس کے فاسد ہونے کی صراحت کی ہے۔

”الجامع الصغیر“ میں امام محمد کی عبارت یہ ہے:

امام ابو حنیفہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اگر تم نے ماپ یا

(۱) ابن ماجہ ص ۱۶۳، فتح القدیر ۶/۱۳۰۔

(۲) رد المحتار ص ۱۶۳۔

(۳) دیکھئے: فقرہ ۲۲۲۔

(۱) فتح القدیر ۶/۱۳۰، نیز جامعہ العالیٰ علی تعیین الحقائق ص ۸۱، ۸۲ کے ساتھ

سوازنہ کریں، الدر المختار ص ۱۶۳۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ص ۱۶۳۔

بیع منہی عنہ ۵۲

کی حاجت نہیں۔

فروخت کرنے والے کے سابق ماپ کا اعتبار نہیں، گوکہ اس نے اپنے لئے خریداری کی موجودگی میں اپنی خریداری کی طرف سے ماپا ہو، اس لئے کہ وہ ماپ موجودہ فروخت کرنے والے اور خریدار کا ماپ نہیں ہے، اور نص سے یہی شرط ہے۔

ب۔ خریداری کی غیر موجودگی میں دوسری بیع کے بعد اس کے ماپنے کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ ماپنا سپردگی کا حصہ ہے، کیونکہ ماپ ہی کے ذریعہ فروخت شدہ چیز کا تعین ہوتا ہے، اور سپرد کرنا خریداری کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں۔

ج۔ اگر اس کو خریداری کی موجودگی میں بیع کے بعد ماپا یا وزن کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے:

ایک قول یہ ہے کہ یہ کافی نہیں، دوبارہ ماپنا یا وزن کرنا ضروری ہے، اس کی دلیل ظاہر حدیث ہے۔

عام مشائخ کا قول ہے کہ یہ کافی ہے حتیٰ کہ خریدار کے لئے اس میں تصرف کرنا اپنے اور وزن کرنے سے قبل صحیح ہے، اگر اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہی رائے صحیح ہے، اس لئے کہ ماپ اور وزن کا مقصد فروخت شدہ چیز کا متعین ہو جانا ہے، اور یہ مقصد ایک ماپ کے ذریعہ حاصل ہو گیا، اور سپرد کرنے کا مفہوم پالیا۔

باہر تہی نے اس صورت میں ایک ماپ پر اکتفاء کرنے پر بحث کی ہے، اور مقررہ مقدار پر اضافہ کے احتمال سے اصل میں حکم کی تغلیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں بھی ایک ہی ماپ پر اکتفاء ہو، اور انہوں نے کہا: اور اگر ثابت ہو جائے کہ دونوں ماپ کے وجوب کا حکم عزیمت ہے اور ایک ماپ پر اکتفاء رخصت ہے یا قیاس اور استحسان ہے تو یہ ایسا جواب ہے جو ضوابط (یعنی قواعد) پر جاری ہے، لیکن مجھے ایسا نہیں ملا^(۱)۔

سوم: ماپ کو خریدے اور اٹکل سے فروخت کرے، تو دوسرے خریدار کو ماپنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جب اس نے اٹکل سے خرید تو بیع میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس سب کا وہ مالک ہو گیا، لہذا وہ اپنی ذاتی ملکیت میں تصرف کرنے والا ہے۔

چہارم: اٹکل سے خریدے اور ماپ کو فروخت کرے، تو اس کو ایک بار ماپنے کی ضرورت ہوگی یا تو خریدار ماپ لے یا اس کی موجودگی میں فروخت کرنے والا ماپ لے، اس لئے کہ ماپ سے فروخت کی گئی چیز میں ماپنا تصرف کے لئے شرط ہے، کیونکہ فروخت شدہ مقدار کی تعین کی ضرورت ہے، رہا اٹکل سے بیچنا تو اس کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔

اس آخری صورت کی بنیاد پر اس صورت کی تخریج ہوگی جس کی تحقیق ابن عابدین نے کی ہے، اور وہ صورت یہ ہے:

زید کی ملکیت میں امانج اٹکل سے خرید فروخت کے ذریعہ یا وراثت وغیرہ سے آگیا، اور اس نے اس کو عمرو کے ہاتھ ماپ کے طور پر فروخت کیا تو یہاں فروخت کرنے والے کا صاع (ماپ) ساتھ ہوگا، اس لئے کہ اس کی پہلی ملکیت ماپنے پر موقوف نہیں ہے، صرف خریدار کے لئے ماپنے کی ضرورت رہے گی، لہذا اس کی بیع عمرو کے ہاتھ بلانا پے صحیح نہ ہوگی، یہاں صرف دوسری بیع فاسد ہوگی، پھر اگر عمرو اس کو بکر کے ہاتھ فروخت کر دے تو بکر کے لئے ایک بار اور ماپنے کی ضرورت ہوگی، اور اس صورت میں پہلی اور دوسری بیع فاسد ہوگی، کیونکہ فساد کی علت دونوں میں موجود ہے^(۱)۔

۵۲۔ شرعاً معتبر ماپ کے متعلق حنفیہ کی صراحت یہ ہے:

الف۔ دوسرے خریدار کے ہاتھ فروخت کرنے سے قبل

(۱) الہدایہ فی شرح القدر مع شرح العنا یہ ۱/۱۳۰، ۱۳۱، تبیین الحقائق ۳/۸۲۔

(۱) شرح العنا یہ علی الہدایہ ۱/۱۳۹، ۱۳۰، تصرف کے ساتھ۔

بیع منہی عنہ ۵۳-۵۴

اس کی تشریح دین کی بیع سے بھی کی گئی ہے، جیسا کہ اس کی صراحت ایک روایت میں ہے۔

دین کفر وخت کرنے کی دو صورتیں ہیں: خود مدیون کے ہاتھ اس کفر وخت کرنا اور مدیون کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ اس کو کفر وخت کرنا۔

فقہاء کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ دین کفر وخت کرنا جائز ہے۔

ہاں مدیون کے ہاتھ اس کفر وخت کرنے کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء عام طور پر اس کو ناجائز کہتے ہیں، البتہ کچھ معین حالات اس سے مستثنیٰ ہیں، حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

ذیل میں فقہاء کی طرف سے پیش کی جانے والی اہم صورتوں اور تقسیمات اور ان کے احکام کا بیان ہے۔

۵۴- مذہب مالکیہ: مالکیہ کے نزدیک دین پر عقد کی مختلف صورتیں ہیں:

الف- مدیون کے ذمہ واجب کو فسخ کرنا، یعنی اس کو ایسی چیز کے عوض ساقط کرنا جس پر قبضہ فسخ کے وقت سے مؤخر ہو، خواہ فسخ کئے گئے دین کی ادائیگی کا وقت ہو چکا ہو یا نہ ہو، اگر مؤخر شدہ چیز اس کی جنس کے علاوہ سے ہو یا اسی کی جنس سے ہو، لیکن اس کے زائد کے عوض ہو، اور خواہ جس میں فسخ کیا گیا ہے معین ہو مثلاً جائیداد، یا معین ذات کے منافع ہوں مثلاً جانور کی سواری تو یہاں ناجائز ہے، یہ جاہلیت کے سود میں سے ہے جو سب سے شدید حرمت والی نوع ہے، اس کی حرمت کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے۔

ب- دین کو مدیون کے علاوہ کے دین کے عوض کفر وخت کرنا کو

ز- بیع الکالی بالکالی (دین کی دین سے یا ادھار کی ادھار سے فروخت):

۵۳- لفظ ”کالی“ کلاً الدین یکلاً (دونوں حرف پر زبر کے ساتھ) کلواء اُ بمعنی مؤخر ہونا سے مشتق ہے، کالی (ہمزہ کے ساتھ) ام فاعل ہے، اور ہمزہ کی تخفیف بھی جائز ہے، اس صورت میں یہ لفظ قاضی کی طرح ہو جائے گا، اصمعی اس میں ہمزہ کے قائل نہ تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہ قاضی کی طرح ہے اس میں ہمزہ لگانا صحیح نہیں ہے۔

بیع الکالی بالکالی: ادھار کو ادھار کے عوض کفر وخت کرنا ہے۔ ابو عبید نے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایک مدت تک کے لئے امانج کے واسطے در اہم سپرد کر دے، اور جب مدت آجائے تو جس کے ذمہ امانج کی ادائیگی تھی، وہ کہے میرے پاس لاج نہیں، ہاں تم اسے میرے ہاتھ ایک مقررہ مدت تک کے لئے کفر وخت کر دو، تو یہ ادھار بیع تھی جو بدل کر پھر ادھار بیع ہو گئی، اور اگر لاج پر قبضہ کر لے پھر اس کو اس کے یا دوسرے کے ہاتھ کفر وخت کر دے، تو یہ ”کالی“ کی بیع ”کالی“ سے نہیں ہوگی (۱)۔

شرعی مفہوم لغوی مفہوم سے الگ نہیں ہے، کیونکہ شرع میں اس کا معنی دین کو دین کے عوض کفر وخت کرنا ہے (۲)۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الکالی بالکالی“ (نبی کریم ﷺ نے ”کالی“ کو ”کالی“ کے عوض کفر وخت کرنے سے منع فرمایا)، اور انہوں نے کہا: اس کا مطلب ”ادھار کو ادھار کے عوض کفر وخت کرنا ہے“ (۳)۔

(۱) المصباح لمیر ومختار الصحاح مادہ ”کولاً“۔

(۲) مثلاً دیکھئے: کتایب الطالب ۱۶۶/۲، شرح المجلد علی المصباح ۲۱۵/۲، المشرح المکیر فی ذیل المغنی ۱۶۵/۲۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الکالیء بالکالیء“ کی روایت پہنچی (۲۹۰/۵)۔

= طبع دار المعارف العثمانیہ (کنے کی ہے، ابن حجر نے بلوغ المرام (حصہ ۱۳) طبع عہد المجید خلیفہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

بیع منہی عنہ ۵۵

کے احکام یہی ہیں۔

رہا دین کو نقد کے عوض فروخت کرنا تو ناجائز ہے، الا یہ کہ مدیون زندہ ہو اور شہر میں حاضر ہو، گو کہ مجلس عقد میں موجود نہ ہو اور دین کا اقرار کرے، اور ان لوگوں میں سے ہو جو احکام کے تحت آتے ہوں (یعنی مکلفین میں سے ہو) اور دین کو اس کی جنس کے علاوہ سے یا اسی کی جنس سے جو مساوی ہونہ کم نہ زیادہ فروخت کیا گیا ہو، اور سونا بہ عوض چاندی یا اس کے برعکس نہ ہو۔ اور خریدار اور مدیون کے مابین عداوت نہ ہو۔

اور شرط یہ ہے کہ دین ایسی چیز ہو جس کی بیع قبضہ سے قبل جائز ہو، اور یہ معاوضہ کے امانج سے اترتا ہے۔

دسوقی نے کہا: اگر یہ شرائط موجود ہوں تو بیع جائز ہوگی، اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو بیع ممنوع ہے (۱)۔

۵۵- امام شافعی کا مذہب جدید اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ذمہ میں واجب ثمن کے عوض تبادلہ کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کے قدیم مذہب میں یہ ممنوع ہے (۲)۔

مذہب جدید کی دلیل جو بعینہ حنابلہ کے یہاں اس روایت کی دلیل ہے: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے، انہوں نے کہا: "کنت

أبيع الإبل بالدنانير، وأخذ مكانها الدراهم، وأبيع بالدراهم، وأخذ مكانها الدنانير فأتيت رسول الله ﷺ

فسألته عن ذلك، فقال: لا بأس إذا تفرقتما وليس بينكما شيء" (۳) (میں دینار کے عوض اونٹ بیچتا، اور اس کی جگہ

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) شرح المصنف علی المسماح ۲/۲۱۳، شرح المنہج ۳/۱۶۳، المغنی ۳/۲۲۰، ۲۲۱۔

(۳) حدیث ابن عمرؓ: "کنت أبيع الإبل....." کی روایت ابوداؤد (۳/۶۵۱) تحقیق عزت حمید دھاس نے کی ہے، صحیحی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ابن عمرؓ پر سونپا ہونے کی وجہ سے معلول کہا ہے (الشمس لابن حجر

۲۶۳ طبع شرکت المطابع الفیہ)۔

کہ وہ فوری واجب الاداء ہو، یہ حدیث کی وجہ سے ممنوع ہے۔

لہذا اگر ایک شخص کا دین زید پر ہو، اور ایک دوسرے شخص کا دین عمرو پر ہو، پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے دین کو دوسرے شخص کے دین کے عوض فروخت کر دیا، تو یہ حدیث کی وجہ سے حرام ہے، اور یہ ناسد ہے۔

رہا کسی ایسی معین شئی کے عوض اس کو فروخت کرنا جس پر قبضہ مؤخر ہو مثلاً جائیداد، یا معین ذات کی منفعت کے عوض فروخت کرنا، مثلاً اگر زید کا عمرو پر دین ہو، اور زید نے اس دین کو خالد کے ہاتھ مذکورہ بالا چیز کے عوض بیچ دیا تو یہ جائز ہے، جائیداد اور معین ذات کے منافع کو حاضر کے قبیل سے مانا جائے گا، گو کہ اس کو سپرد کرنا مؤخر ہو، اس لئے کہ اس کا ضمان ذمہ میں نہیں ہوتا، کیونکہ معین چیزیں ذمہ میں ثابت نہیں ہوتیں، تو یہ دونوں اس معنی کے لحاظ سے نقد ہیں یعنی حاضر اور نقد ہوں گی، اور ذمہ میں ثابت نہ ہوں گی۔

ج۔ سلم کے رأس المال (سرمایہ) کو تین دن سے زیادہ مؤخر کرنا جبکہ وہ معین چیز ہو، یہ ممنوع و ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں دین کو دین کے عوض کرنے کی ابتداء ہے، اس کے دین کی دین کے عوض ابتداء ہونے کی وجہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے ذمہ کو ایسے دین کے ساتھ مشغول کر دیا ہے جو اس کا دوسرے پر ہے (۱)۔

اگر سرمایہ عین کے علاوہ ہو تو اس کی تاخیر تین دن سے زیادہ جائز ہے بشرطیکہ شرط کے ساتھ نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں میں سے ہر ایک کو لغت کی رو سے دین کی دین کے عوض بیع کہتے ہیں۔ لیکن فقہاء مالکیہ نے ان میں سے ہر ایک کا علاحدہ مخصوص نام رکھا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک دین کی دین کے عوض بیع کی اقسام اور ان

(۱) حامیۃ الدسوقی ۳/۶۱، ۶۳ مع احلیقات الشیخ علیش۔

بیع منہی عنہ ۵۶-۵۷

”الروضہ“ میں صحیح کہا ہے، رافعی کی رائے اس کے برخلاف ہے اور وہی معتد ہے، یہ دیکھتے ہوئے کہ دین ثابت ہو چکا ہے، جیسے کہ دین کو مدیون کے ہاتھ فروخت کرنے میں ہے۔

لیکن اس میں مجلس کے اندر دونوں عوض پر قبضہ شرط ہے، اگر کسی ایک پر قبضہ سے قبل وہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگی، کوکہ اکثر شافعیہ کے کلام کا تقاضا اس کے برخلاف ہے، جیسا کہ مکلی نے لکھا ہے (۱)۔

اگر زید اور عمرو کے دو دین کسی ایک شخص پر ہوں، اور زید نے عمر کو اپنا دین اس کے دین کے عوض بیچ دیا تو یہ بلا اختلاف قطعاً باطل ہوگا، جنس ایک ہو یا مختلف، اس کی دلیل حضرت ابن عمر کی حدیث ہے: ”أن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے کالی کے عوض کالی کی بیع سے منع فرمایا)۔

۵۶- حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ دین کو دین کے عوض مدیون کے ہاتھ یا اس کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا مطلقاً باطل ہے۔

انہوں نے اس کی چند صورتیں جو شافعیہ کی ذکر کردہ بعض ان صورتوں کے علاوہ ہیں جن میں حنابلہ نے شافعیہ سے اتفاق کیا ہے، ابن المنذر نے کہا: اہل علم کا اجماع ہے کہ دین کو دین کے عوض بیچنا ناجائز ہے، امام احمد نے فرمایا: یہ مسئلہ اجماعی ہے (۳)۔

۵۷- اب اتنی بات رہ جاتی ہے کہ حنفیہ کے اس امتیازی موقف کی طرف اشارہ کر دیا جائے جس میں دین کو مدیون کے ہاتھ بیچنے اور مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ بیچنے کے درمیان فرق کیا گیا ہے، اور یہ کہ دین میں جائز تصرف مدیون کو دین کا مالک بنانا ہے کوکہ

دراہم وصول کرنا، اور دراہم سے بیچنا اور اس کی جگہ دنانیر وصول کرنا تھا، خدمت نبوی میں حاضر ہو کر میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اگر تم اس حال میں جدا ہو کہ تم دونوں کے درمیان کچھ نہ رہے)۔

انہوں نے کہا: یہ قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف ہے، اور ثمن ایک عوض ہے (۱)۔

مذہب قدیم کی دلیل یہ حدیث ہے: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعه حتی تقبضہ“ (۲) (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرو)۔

اگر سود کی علت میں غیر موافق سے استبدال کرے مثلاً دراہم دینار کے عوض تو مجلس میں بدل پر قبضہ کرنا شرط ہے۔

اگر سود کی علت میں موافقت نہ رکھنے والی چیز سے تبادلہ کرے مثلاً ذمہ میں واجب دراہم کے عوض کپڑا خرید لے تو وہ شرط نہ ہوگی (۳)۔

رہا دین کو مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا تو شافعیہ کے مذہب میں اظہر یہ ہے کہ باطل ہے، یہ حنابلہ کے مذہب میں بھی باطل ہے، مثلاً کسی نے زید سے ایک کپڑا اپنے اس ایک سو کے عوض خرید جو عمرو پر واجب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

شافعیہ کے دوسرے قول میں یہ صحیح ہے، اور اس کو اصل کتاب

(۱) المغنی ۳/۲۲۱۔

(۲) حدیث: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعه حتی تقبضہ.....“ کی روایت احمد (۳/۳۰۲ طبع المیزان) نے کی ہے، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے (۳/۳۳۳ طبع مجلس اعلیٰ البند)۔

(۳) شرح المغنی علی اجماع ۲/۲۱۳، شرح بیع صحابہ فی الجمل ۳/۱۶۳، ۱۶۵، تخریج المغنی ۳/۲۰۶، ۲۰۷۔

(۱) شرح المغنی ۲/۲۱۵، نیز دیکھئے: کشاف القناع ۳/۲۶۵۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع الکالیء بالکالیء“ کی تخریج فقہرہ ۵۳ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۲۶۵، اشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۷۲۔

بیع منہی عنہ ۵۸-۵۹

”بیع الکالی باکالی“ کے سلسلہ میں مزید تفصیل اور صورتوں کے لئے اصطلاحات ”ربا“، ”صرف“ اور ”دین“ دیکھی جائیں۔

ح- جانور کے عوض گوشت فروخت کرنا:

۵۸- حضرت سعید بن مسیب کی حدیث میں ہے: ”أن النبي ﷺ نهى عن بيع اللحم بالحيوان“ (نبی کریم ﷺ نے جانور کے عوض گوشت کی بیع سے منع فرمایا ہے)، ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ”نهى عن بيع الحي بالميت“^(۱) (مردہ کے عوض زندہ کافر وخت کرنے سے منع فرمایا)۔

اس مسئلہ میں بحث کے حسب ذیل نقاط ہیں:

اول: کیا سارا گوشت ایک جنس ہے؟

۵۹- یہ مسئلہ فقہاء کے یہاں اختلافی ہے، اور یہی مسئلہ آئندہ آنے والے مسائل کی بنیاد ہے۔

الف- چنانچہ حنفیہ کا مذہب، شافعیہ کے یہاں اظہر کے بالمقابل، اور حنابلہ کے یہاں اصح یہ ہے کہ گوشت کے اصول کے فرق کے لحاظ سے اس کی مختلف جنسیں ہیں:

لہذا اونٹ اپنی تمام انواع کے ساتھ (خواہ عربی، بختی، بھیس، دوکوبان والا، ایک کوبان والا ہو) ایک جنس ہے۔ اسی طرح ان کے گوشت بھی ایک جنس ہوں گے۔
گائے اور بھینس ایک جنس ہیں۔

(۱) حدیث: ”لہی عن بیع اللحم بالحيوان.....“ اور دوسرے الفاظ میں ”لہی عن بیع الحي بالميت“ کی روایت مالک (۶۵۵/۲) طبع اہلحلی نے حضرت سعید بن مسیب سے مرسلہ کی ہے ابن حجر نے تخصیص الخیر (۱۰۲) طبع شرکتہ الطباعة میں اس کے دوسرے طرق ذکر کئے ہیں جن سے حدیث کو تقویت ملتی ہے نیز دیکھئے بیع القدر ۶۶۶، ۶۸۰۔

بعوض ہو، غیر مدیون کو مالک بنانا جائز نہیں، جیسا کہ حاکمی نے ابن ملک کے حوالہ سے لکھا ہے۔

حنفیہ نے تین صورتوں کا استثناء کیا ہے جن میں غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا جائز کہا ہے۔

اول: اگر قرض دینے والا دوسرے کو دین پر قبضہ کرنے کے لئے مسلط کر دے تو وہ شخص ایسا وکیل ہوگا جو مؤکل کے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا، پھر اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا۔

دوم: حوالہ، اس کے جواز کے استثناء پر اجماع ہے جیسا کہ شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

سوم: وصیت۔

یہاں عدم جواز کا معنی منعقد نہ ہونا ہے، یہی تعبیر کاسانی کی ہے، انہوں نے کہا: مدیون کے علاوہ کے ہاتھ دین کی بیع منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ دین یا تو ذمہ میں واجب مال حکمی کا نام ہوگا یا مال کا مالک بنانے اور اس کو سپرد کرنے کے عمل کا نام ہوگا، اور فروخت کرنے والے کے حق میں ان چیزوں میں حواگی پر قدرت نہیں ہے، اور اگر مدیون پر سپردگی کی شرط لگائی جائے تو بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ بیع وخت کرنے والے کے علاوہ پر سپردگی کی شرط ہے جو شرط فاسد ہوگی اور بیع فاسد ہو جائے گی۔

دین کو مدیون کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ مانع سپرد کرنے سے عاجز ہونا ہے اور یہاں سپرد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کی نظیر غصب کردہ چیز کفر وخت کرنا ہے، کہ اس کو غاصب کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے اور دوسرے کے ہاتھ درست نہیں، اگر غاصب منکر ہو اور مالک کے پاس بینہ نہ ہو^(۱)۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳، ۱۶۶ بحوالہ الاشاہ، بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، نیز دیکھئے تحفۃ المحتاج مع جاہیز الشروانی ۳/۲۰۹۔

بیع منہی عنہ ۶۰

پرندوں کے گوشت ایک صنف، اور مچھلیوں کے گوشت ایک صنف ہیں^(۱)۔

دوم۔ گوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنا: ۶۰۔ جمہور فقہاء گوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے، مثلاً بکری کے گوشت کی زندہ بکری کے عوض بیع، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

سابقہ حدیث میں گوشت کو جانور کے عوض فروخت کرنے کی ممانعت ہے، جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں۔

نیز اس لئے کہ یدربوی مال ہے جو اپنے ہم جنس کے عوض مقدار کی جہالت کے ساتھ فروخت ہوا، لہذا ناجائز ہوگا جیسا کہ عل کی بیع اس کے تیل کے عوض ناجائز ہے۔

نیز اس لئے کہ یہ معلوم شی یعنی گوشت کو مجہول شی یعنی جانور کے عوض فروخت کرنا ہے، اور یہی مزابنہ ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں^(۲)۔

یہی امام مالک کا قول ہے، اور ان کے نزدیک حدیث کا محمل یہی ہے کہ حلال جانور کو اس کی جنس کے گوشت کے عوض فروخت کیا جائے، یہی امام شافعی کا مذہب ہے، اور یہی حنابلہ کے یہاں بھی بلا اختلاف مذہب ہے۔

حنفیہ نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے لیکن:

(۱) القوائین الفقہیہ، ص ۱۶۸، ۱۶۹، حامیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدرریر ۵۵۳۔ اسی کی تائید وثوق بن ابی اسہام نے کی ہے دیکھئے: فتح القدیر ۱۴۳/۶۔

(۲) دیکھئے: شرح لکھلی علی المہاج ۲/۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، کشاف القناع ۳/۵۵۳، المغنی ۱۳۶، ۱۳۹، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶، الشرح الکبیر للدرریر مع حامیہ الدسوقی ۳/۵۳، شرح لخرشی ۵/۶۸، القوائین الفقہیہ، ص ۱۶۹۔

بھیڑ اور بکری ایک جنس ہیں^(۱)۔ اور احتمال ہے کہ وہ دو صنف ہوں، اس لئے کہ قرآن نے دونوں میں فرق کیا ہے جیسا کہ اونٹ اور گائے کے درمیان فرق کیا ہے۔ فرمان باری ہے: "ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اَثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعَزِ اَثْنَيْنِ" ((اللہ نے) آٹھ جوڑے (پیدا کئے) دو قسمیں بھیڑ میں سے اور دو قسمیں بکری میں سے)، "وَ مِنَ الْاِبِلِ اَثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اَثْنَيْنِ" (اور) اسی طرح) دو قسمیں ہیں اونٹ میں (بھی) اور دو قسمیں ہیں گائے میں (بھی)۔

وحشی (جنگلی) جانور مختلف اصناف ہیں: وحشی گائے الگ صنف، وحشی بھیڑ الگ صنف، وحشی ہرن الگ صنف ہیں۔ پرندے مختلف اصناف ہیں، جس کا مستقل نام اور صفت ہو، وہ الگ صنف ہے۔

ب۔ شافعیہ کے یہاں اظہر، حنابلہ میں خرقی کا قول، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گوشت سب ایک جنس ہیں^(۳)۔

ج۔ مالکیہ کی طرف سے ایک جنس کی مثال میں گائے کے گوشت کی زندہ مینڈھے کے عوض بیع، اور غیر جنس کی مثال میں زندہ جانور کی پرندہ یا مچھلی کے گوشت کے عوض بیع، پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جانوروں کے گوشت کو ایک جنس، پرندوں کے گوشت کو ایک جنس اور مچھلیوں کے گوشت کو ایک جنس مانتے ہیں۔

ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ گوشت امام مالک کے نزدیک تین اصناف کے ہیں: چوپایوں کے گوشت ایک صنف،

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۸۹۔

(۲) سورۃ انعام ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۳) دیکھئے: شرح لکھلی علی المہاج ۲/۱۴۳، ۱۴۵، المغنی ۳/۱۳۲، ۱۳۳، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۲، ۱۳۳۔

بیع منہی عنہ ۶۱

میں سے ایک کو دوسرے کے عوض ادھار فر وخت کرنا ناجائز ہے، تو اسی طرح کئی بیشی کے ساتھ بھی ناجائز ہوگا جیسے زیتون کے پھل کے عوض زیتون کا تیل فر وخت کرنا ہے^(۱)۔

سوم - گوشت کو خلاف جنس جانور کے عوض فر وخت کرنا:

۶۱ - مثلاً مالکیہ کے علاوہ دوسرے حضرات کے نزدیک اونٹ یا گائے کے گوشت کے عوض فر وخت کرنا اور مثلاً مالکیہ کے نزدیک بکری کو پرندے کے گوشت یا مچھلی کے عوض فر وخت کرنا^(۲)۔

حنفیہ اور مالکیہ میں سے جمہور فقہاء نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہی شافعیہ کے یہاں خلاف نظر ہے، حنابلہ میں سے قاضی نے اسی کو اختیار کیا ہے، یہی امام احمد سے ایک روایت ہے اور ”الاقناع“ کے متن کی عبارت اسی کے مطابق ہے۔

حنفیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ دونوں دو مختلف اصول ہیں، لہذا دونوں الگ الگ جنس ہوں گے، اور ان دونوں کی بیع مطلقاً اکل سے نقد اور ادھار جائز ہوگی، اس لئے کہ وزن اور جنس معدوم ہیں جس کی وجہ سے ربا کا تحقق بالکلیہ نہیں ہو سکتا^(۳)۔

ہر چند کہ مالکیہ نے گوشتوں کی جنسوں کے بارے میں اپنی اصطلاح کے مطابق گوشت کو خلاف جنس کے عوض فر وخت کرنا علی الاطلاق جائز قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے اس میں قید لگائی ہے کہ وہ نقد ہو، اور اگر ادھار ہو تو ناجائز نہیں، بشرطیکہ جانور کو پالنے کے مقصد سے نہ رکھا جاتا ہو، ورنہ اس کو خلاف جنس کے گوشت کے عوض

بعض حنفیہ نے ان دونوں کو دو مختلف جنس مانا ہے (اس لئے کہ ان میں سے ایک وزن والا اور دوسرا شمار والا ہے)، چنانچہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اکل سے ان دونوں کے فر وخت کے جواز کی بنیاد اسی پر رکھی ہے، اس لئے کہ اس نے ایک جنس کو دوسری جنس کے عوض فر وخت کیا۔

بعض حنفیہ نے ان دونوں کو ایک جنس مانا ہے، اور انہوں نے ان دونوں (یعنی شیخین) کے مذہب کی بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ بکری وزن والی چیز نہیں ہے، اس لئے ان میں سے ایک کو دوسرے کے عوض اکل سے اور زیادتی کے ساتھ فر وخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ربا بفضل کا مد اردو وصف: یعنی جنس اور قدر کے اکٹھا ہونے پر ہے لیکن تعین کی شرط کے ساتھ، جیسا کہ حاکمی کی تعبیر ہے یعنی ایک دوسرے پر قبضہ پایا جائے یا ہاتھوں ہاتھ کی شرط کے ساتھ جیسا کہ کاسانی کی تعبیر ہے، اور انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور یہی بامرتی کی بھی تعبیر ہے۔

لیکن ادھار ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ دونوں اس صورت میں مسلم ہیں اور سلم ان دونوں میں سے کسی میں صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ابن عابدین نے ”انہر“ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

لیکن امام محمد نے گوشت کو اس کی جنس کے جانور کے عوض فر وخت کرنے کے جواز میں یہ شرط لگائی ہے کہ علاحدہ کیا ہوا گوشت اس گوشت سے زیادہ ہو جو بکری میں ہے تاکہ بکری کا گوشت ہم مثل گوشت کے مقابلہ میں ہو، اور باقی گوشت اسقاط (چمڑا، سر، پاؤں، اوجھ وغیرہ) کے مقابلہ میں ہو جائے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ربا کا تحقق و ثبوت پایا جائے گا، جو ان کے نزدیک سابقہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے ناجائز ہوگا۔

نیز اس لئے کہ وہ دونوں ایک جنس ہیں، اور اسی وجہ سے ان

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۸۹، دیکھئے: الہدایۃ مع الشرح ۶/۱۶۶، ۱۶۷، الدر المنثور و رد المحتار ۳/۱۸۳، نیز دیکھئے: تمییز الحقائق ۳/۹۱۔

(۲) الشرح الکبیر للذہبی مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۵۵۔

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۵/۱۸۹، شرح المجلد علی المنہاج ۲/۱۷۵، المغنی ۶/۱۳۶، ۱۵۰، الشرح الکبیر ۳/۱۳۶، کشاف القناع ۳/۲۵۵۔

بیع منہی عنہ ۶۲

اوصار بیچنا جائز ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ شافعیہ نے حدیث میں گوشت کو مطلق رکھا

ہے، خواہ وہ مچھلی کا گوشت ہو یا چمکتی ہو یا جگر یا تلی ہو۔ اور انہوں نے حیوان کو مطلق رکھا ہے، چاہے وہ مچھلی ہو یا ٹڈی ہو، کھایا جاتا ہو مثلاً اونٹ یا نہ کھایا جاتا ہو مثلاً گدھا تو ان کے نزدیک جانور کے عوض گوشت کی بیع اظہر قول کے مطابق علی الاطلاق باطل ہے (۱)۔

چہارم۔ گوشت کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرنا:

۶۲۔ جمہور (حنفی، مالکیہ اور حنابلہ) اس صورت کے جواز کے قائل ہیں، اور یہی شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے۔

ابن قدامہ نے کہا: اور اگر اس کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرے تو ہمارے اصحاب کے قول کے ظاہر میں جائز ہے، اور یہی عام فقہاء کا قول ہے (۲)۔

اسی طرح شافعیہ نے اس صورت کے جواز سے متعلق اپنے بعض فقہاء کی رائے کی توجیہ یہی ہے کہ ممانعت کا سبب مال ربا کو اس کی اس اصل کے ساتھ فروخت کرنا ہے جو ربا پر مشتمل ہو، اور یہ سبب یہاں موجود نہیں، لیکن شافعیہ کے نزدیک اظہر (جیسا کہ ابھی گزرا)، یہ ہے کہ حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے گوشت کو جانور کے عوض فروخت کرنا حرام ہے (۳)۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۲/۳۹۰، شرح المکلی علی المصباح ۲/۱۷۳، ۱۷۵، شرح المنہج بحیثیہ النہج ۳/۶۶، ۶۷۔

(۲) المغنی ۳/۱۵۰، المشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶، نیز دیکھئے: کشف القناع ۳/۲۵۵، نیز الدر المختار ۲/۱۸۳، اور المشرح المکبیر للرد ۳/۵۵ سے یہی ماخوذ ہے۔

(۳) شرح المکلی ۲/۱۷۵۔

اسی طرح شافعیہ نے کہا ہے کہ جواز کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ گوشت مختلف اجناس ہیں، اور جواز کی توجیہ یہی ہے کہ وہ گوشت کے عوض گوشت کو فروخت کرنے پر قیاس ہے، انہوں نے کہا: یہ اس جانور کے بارے میں ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے، ربا وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس میں وجہ جواز یہ ہے کہ ممانعت کا سبب ربا کے مال کو اس کی اصل کے ساتھ فروخت کرنا ہے جو ربا پر مشتمل ہے، اور وہ سبب یہاں نہیں پایا جا رہا ہے۔

حنابلہ میں جو حضرات اس کے جواز کے قائل نہیں انہوں نے اس کی توجیہ یہی ہے کہ وہ مال ربا ہے جو اپنی اصل کے علاوہ کے عوض فروخت ہوا، لہذا وہ جائز ہے، جیسا کہ اگر اس کو شمن کے عوض فروخت کیا جائے۔

اس صورت یعنی گوشت کو خلاف جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنے کو شافعیہ نے اپنے اظہر قول، اور حنابلہ نے اپنے مذہب کے ظاہر میں ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے، اور اس کی وجہ سابقہ دونوں احادیث کا عموم ہے۔ نیز اس لئے کہ تمام گوشت ایک جنس ہیں (۱)۔

ملحوظ رہے کہ صاحب ”المشرح المکبیر“ حنبلی نے صراحت کی ہے کہ ”گوشت کو خلاف جنس کے عوض فروخت کرنے“ میں اختلاف کا سبب گوشت کے بارے میں اختلاف پر مبنی ہے، اس لئے کہ جو لوگ اس کو ایک جنس کہتے ہیں وہ بیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور جو لوگ اس کو مختلف الاجناس کہتے ہیں وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں (۲)۔

(۱) کفایۃ الطالب مع حاشیۃ العدوی ۲/۱۵۷، حاشیۃ الدرستی ۳/۵۵، شرح المکلی علی المصباح ۲/۱۷۳، ۱۷۵، المغنی ۳/۱۳۹، ۱۵۰، المشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶، کشف القناع ۳/۲۵۵، تحفۃ المحتاج ۲/۲۹۰۔

(۲) المشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶۔

وقت برابری کا اعتبار کیا جائے گا۔ ورنہ کم ہونا اس درجہ واضح ہے کہ اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس وقت یکسانیت نامعلوم ہے^(۱)۔

نیز اس لئے کہ یہ ایسی جنس ہے جس میں ربا ہے، اس کے بعض کو بعض کے عوض اس طور پر فروخت کیا گیا ہے کہ ایک عوض میں کمی ہے، لہذا ناجائز ہوگا۔

خرقی کی عبارت ہے: کوئی چیز اس کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت نہیں کی جائے گی سوائے عرایا کے^(۲)۔

بعض مالکیہ اس کو مزانہ میں سے شمار کر سکتے ہیں جو ابن جزئی کی تشریح کے مطابق کسی چیز کو اس کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت کرنا ہے، خواہ وہ شی ربوی ہو یا غیر ربوی، ربوی میں ممانعت تو کمی بیشی اور غرر کے اندیشہ کی وجہ سے ہے، اور غیر ربوی میں ممانعت اس وجہ سے ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اور اس میں غرر ہے^(۳)۔

۶۴- امام ابو حنیفہ جواز کے قول میں منفرد ہیں، جیسا کہ کمال بن اہمام کہتے ہیں، اور جیسا کہ حنفیہ کے متون میں ہے۔

حسکمی نے صراحت کی ہے کہ تر کھجور کو تر کھجور کے عوض یا خشک

کھجور کے عوض فروخت کرنا جائز ہے، جبکہ دونوں فی الحال برابر ہوں،

آئندہ کے اعتبار سے نہیں، اس میں صاحبین کا اختلاف ہے، لہذا اگر

(۱) شرح المصنف علی المصباح ۲/۱۷۰، تحفۃ المحتاج ۳/۲۸۱۔

(۲) المغنی ۳/۱۳۲، اور سابقہ دونوں مصادر میں المصباح کی عبارت کے ساتھ اس کا

سوازنہ کریں جو یہ ہے تر کھجور کو تر کھجور یا خشک کھجور کے عوض فروخت نہیں

کیا جائے گا، ورنہ ہی انکو کو انکو یا منقحی کے عوض فروخت کیا جائے گا، اور منقح کی

عبارت یہ ہے لہذا تر کھجور کی بیع نہ تر کھجور کے ساتھ ورنہ خشک کھجور کے ساتھ

ہوگی، دیکھئے شرح المنقح بحیثیہ المجلد ۵۶/۳، لشرح الکبیر للذہبی ۲/۵۲۳۔

(۳) المغنی ۳/۱۳۲، القوانین الفہمیہ ۱/۱۶۸، ۱۶۹۔

ط- خشک کھجور کے عوض تر کھجور کو فروخت کرنا:

۶۳- تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کی ممانعت حضرت

سعد بن ابی وقاصؓ کی اس روایت میں آئی ہے: " أن النبی ﷺ

سئل عن بیع الرطب بالنمر، فقال: ینقص الرطب إذا

جف؟ قالوا: نعم، قال: فلا إذا" (۱) (حضور ﷺ سے تر

کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں

دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تر کھجور خشک ہونے پر کم

ہو جائے گی؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو

نہیں)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا یباع

رطب بیابس" (۲) (تر کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت نہیں کی

جائے گی)۔

جمہور فقہاء (مالک، شافعی، احمد اور حنفیہ میں سے صاحبین) اس

بیع اور اس طرح کی بیع مثلاً انکو کی منقحی کے عوض، دودھ کی پیر کے

عوض اور تر گیہوں کی خشک گیہوں کے عوض بیع کو ناجائز قرار دیتے

ہیں، اور اس کی دلیل سابق میں مذکور حدیث ہے، یہ فقہاء کہتے ہیں:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خشک ہونے کے

(۱) حدیث سعد بن ابی وقاصؓ: "سئل عن بیع الرطب بالنمر فبیہی عن

ذالک" کی روایت نسائی (۲/۲۶۹ طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے ابن

حجر نے بلوغ المرام (۲/۱۹۳ طبع عبدالمجید خلی) میں ابن المدینی کی طرف

سے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔

(۲) حدیث: "لا یباع رطب بیابس....." کی روایت بیہقی (۲/۲۹۵ طبع

دائرة المعارف العثمانیہ) نے حضرت عبداللہ بن ابوسلمہ سے مرسل کی ہے۔

زیلعی نے ابن عبدالبہادی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ مرسل

جید ہے اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ساتھ حدیث کے لئے "شاذ" ہے (نصب الرایہ ۳/۳۳ طبع مجلس علمی ہندوستان) اور یہی بیہقی کا کلام

بھی ہے۔

بیع منہی عنہ ۶۵

اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو بھی وہ ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے: ”نہی عن بیع الرطب بالتمر نسیئة“^(۱) (آپ ﷺ نے رطب کو تمر کے عوض اور صرف وخت کرنے سے منع فرمایا)، اور حدیث کے اس اضافہ کو قبول کرنا واجب ہے^(۲)۔

تمر کے عوض رطب کی بیع کی مکمل بحث اور اس سے متعلق تفصیلات و احکام کے لئے اصطلاح ”ربا“ دیکھی جائے۔

بیع اور قرض:

۶۵- حضرت عمرو بن العاصؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربیع مالہم یضمن، ولا بیع مالیس عندک“^(۳) (ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، اور ایسی چیز کا نفع جس کا ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہیں، حلال نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: ”یا رسول اللہ: انا نسمع منک أحادیث، أفتأذن لنا بکتابتہا؟ قال: نعم، فکان أول ما کتب النبی ﷺ إلی أهل مکة: لا یجوز شرطان فی بیع واحد، ولا بیع وسلف جمیعاً، ولا بیع مالہم یضمن.....“^(۴) (اے اللہ کے رسول! ہم

(۱) حدیث: ”نہی عن بیع الرطب بالتمر نسیئة“ کی روایت ابو داؤد (حصہ ۶۵۸ طبع عزت عبیدہ ما س) نے کی ہے، دارقطنی اور زیلعی نے ایک راوی کی جہالت کے سبب اس کو معطل کیا ہے (نصب الراية ۳۳۴ طبع المجلس العلمی)۔

(۲) فتح القدر ۱/۶۹۔

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع.....“ کی روایت ترمذی (۳۵۳/۵۳ طبع المجلس العلمی) نے کی ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) حدیث: ”لا یجوز شرطان فی بیع واحد.....“ کی روایت نسائی نے عطا

اُکل سے فروخت کرے تو بالاتفاق ناجائز ہے^(۱)۔

امام ابو حنیفہ کا استدلال حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی اس حدیث سے ہے: ”قال رسول اللہ ﷺ: الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعیر بالشعیر، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء، یبدا بید، فإذا اختلفت هذه الأصناف، فبیعوا کیف شئتم، إذا کان یبدا بید“^(۲) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے، ہم مثل، برابر برابر اور نقد نقد پیچو، پھر جب یہ قسم بدل جائیں تو جس طرح چاہو پیچو، لیکن نقد ہو ضروری ہے)۔

اس حدیث سے وچہ استدلال کے بارے میں امام ابو حنیفہ کہتے ہیں:

رطب (تر کھجور): یا تو تمر (خشک کھجور) ہوگی یا تمر نہیں ہوگی۔ اگر تمر ہو تو اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ حدیث کے آغاز میں ہے: ”التمر بالتمر“ (تمر کو تمر کے عوض) اور اگر تمر نہ ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے، اس لئے کہ حدیث کے آخری نکتے میں ہے: ”إذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم“ (پھر جب دونوں جنس بدل جائیں تو جس طرح چاہو پیچو)۔ امام ابو حنیفہ نے ممانعت والی سابقہ حدیث کو نہیں لیا، اس لئے کہ اس کا مد ار راوی زید بن عیاش پر ہے، اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں، وہ مجہول ہے^(۳)۔

(۱) الدر المختار ۳/۱۸۵۔

(۲) حدیث عبادہ بن الصامتؓ ”الذهب بالذهب و الفضة بالفضة.....“ کی روایت مسلم (۱۲۱۱/۳ طبع المجلس العلمی) نے کی ہے۔

(۳) فتح القدر ۱/۶۹، ۱۶۹، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشرح نفس مقام پر، تمیز الحقائق ۳/۹۲، ۹۳، بوالعین ۵/۱۸۸۔

بیع منہی عنہ ۶۵

مالکیہ نے بیع اور قرض کی تین صورتیں ذکر کی ہیں:

اول: ایسی بیع جو بظاہر جائز ہو لیکن وہ نتیجتاً بیع اور قرض تک پہنچتی ہو جیسا کہ درودیر کہتے ہیں، تو یہ تہمت کی وجہ سے ممنوع ہوگی، کیونکہ ان دونوں نے ممنوع بیع اور قرض کا قصد کیا ہے۔

اس کی نوعیت یہ ہے کہ مثلاً دو سامان دو دیناروں کے عوض ایک ماہ تک کے لئے فروخت کیا، پھر ان میں سے ایک سامان کو ایک دینار نقد کے عوض خرید لیا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فروخت کرنے والے نے اپنے ہاتھ سے ایک سامان اور ایک دینار نقد نکال دیا، اس لئے کہ جو سامان اس کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ اس کے پاس آ گیا وہ لغو ہے، جیسا کہ دسوقی کہتے ہیں^(۱)، پھر اس نے ان دونوں سامانوں کے بدلہ میں مدت پوری ہونے پر دو دینار لئے، ان میں سے ایک دینار جو سامان کے بدلہ میں ہے اور یہ بیع ہے، اور دوسرا دینار اس دینار کے عوض ہے جو قرض ہے۔

یہ صورت بیع اور قرض تک پہنچاتی ہے، اور یہ بظاہر جائز ہے، لیکن مذہب میں یہ صورت بالاتفاق ممنوع ہے، ابن بشیر، ان کے تبعین اور دوسروں نے اس کی صراحت کی ہے^(۲)، چونکہ اس صورت میں بیع دوبارہ ہوئی ہے، اس لئے ان کے نزدیک بیع اور قرض کے قصد کی تہمت کے سبب یہ صورت ممنوع ہوگی۔

دوم: فروخت کرنے والے یا خریدار کی طرف سے لگائی گئی شرط کے ساتھ بیع اور قرض ممنوع اور ناجائز ہے، اس لئے کہ قرض سے نفع اٹھانا ثمن کا حصہ ہوگا، اگر قرض کی شرط فروخت کرنے والے کی طرف سے لگائی گئی ہو یا وہ سامان بیع کا حصہ ہوگا اگر قرض کی شرط خریدار کی طرف سے لگائی گئی ہو، لہذا اس میں ایسا قرض ہے جو

آپ سے احادیث سنتے ہیں، کیا آپ ہمیں ان کے لکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، چنانچہ حضور ﷺ نے سب سے پہلی چیز اہل مکہ کے نام یہ تحریر کی: ”ایک بیع میں دو شرطیں، ایک ساتھ بیع اور قرض، اور ایسی چیز کی بیع جس کا ضمان نہ ہونا جائز ہے۔“ (.....)۔

امام محمد بن الحسن نے ”سلف“ اور ”بیع“ کی تشریح یہ کی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: میں اپنا یہ گھر تمہارے ہاتھ اتنے اتنے میں فروخت کر رہا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھ کو اتنا اتنا قرض دو گے۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ ”شرط کے ساتھ بیع“ کے موضوع کی طرف لوٹے گا اور فی الجملہ فقہاء کا شرط کے ساتھ بیع کے فساد میں اختلاف نہیں ہے۔

ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ خرید فروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قرض کی شرط کے ساتھ بیع بالاجماع ناجائز ہے، اگرچہ حنابلہ کے یہاں ایک روایت اور ایک احتمال یہ ہے کہ صرف شرط باطل ہوگی^(۱)۔

مالکیہ نے جب معین مدتوں والی بیوع پر بحث کی (اور یہ بیوع بظاہر جائز ہیں لیکن ان کا نتیجہ ممنوع تک پہنچاتا ہے) تو انہوں نے اس بیع کو ممنوع قرار دیا جس کو لوگوں نے ممنوع رہا کے حصول کا بکثرت ذریعہ بنا لیا ہو، کو کہ وہ بیع بظاہر جائز ہو، اس کی وجہ تہمت اور سد ذریعہ ہے، مالکیہ نے اس کی مثال میں ایک ساتھ بیع اور قرض یا ایسا قرض جو نفع لائے یا ایسا ضمان جو اجرت کے عوض ہو، کا ذکر کیا ہے۔

= عن عبد اللہ بن عمرو سے کی ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۱۹، ۳۳، طبع المجلس العلمی بالہند) میں ہے اور انہوں نے کہا یہ خطا ہے اور یہ عطا غیر اسانی ہے اس کا سماع حضرت عبد اللہ بن عمرو سے نہیں ہے۔

(۱) نصب الرایہ ۱۹، ۳۳، القوانین الفقہیہ رص ۱۷۲، المغنی ۲۸۶، ۳، اشرح المکیر فی ذیل المغنی ۳۳، ۵۳، ۵۴۔

(۱) اشرح المکیر للدرودیر ۶۳۔

(۲) الدر سوتی علی اشرح المکیر للدرودیر ۶۳۔

بیع مہی عنہ ۲۶-۲۸

نفع لارہا ہے۔
سوم: بلا شرط بیع اور قرض نہ صراحتاً ہونہ حکماً اور یہ معتد قول کے مطابق جائز ہے (۱)۔

حنفیہ کے نزدیک غرر وہ ہے جس کا علم انسان سے مخفی ہو۔
بعض مالکیہ کے نزدیک غرر یہ ہے کہ ایسے دو امور کے درمیان تردد پایا جائے جن میں سے ایک غرض کے مطابق، اور دوسرا اس کے خلاف ہو۔

ک- بیع اور شرط:
۲۶- حدیث میں بیع اور شرط کی ممانعت آئی ہے، چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ" (۲) (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع کیا ہے)۔ اس کی تفصیل کے لئے اصطلاح "بیع" اور "شرط" دیکھی جائے۔

شرافیہ کے نزدیک غرر وہ ہے جس کا انجام انسان سے مخفی ہو یا جو ایسے دو امور کے درمیان متردد ہو جن میں زیادہ خطرناک امر غالب ہو۔
بعض مالکیہ کی رائے ہے کہ "غرر" اور "خطر" ایک معنی میں دو مترادف الفاظ ہیں، یعنی ایسی چیز جس کی ذات مجہول ہو۔
لیکن محققین مالکیہ کی رائے میں یہ دونوں الفاظ مختلف ہیں:
خطر وہ ہے جس کا وجود غیر یقینی ہو، جیسے کوئی شخص کہے: میرے ہاتھ اپنا گھوڑا اس چیز کے عوض فروخت کر دو جو کل مجھے نفع میں ملے گی۔
غرر وہ ہے جس کا وجود یقینی ہو لیکن اس کے مکمل ہونے میں شک ہو جیسے اشفاق کے قاتل ہونے سے قبل پھلوں کی بیع (۱)۔

غرر سے متعلق اسباب ممانعت:
۲۷- بیع سے ممانعت کے اسباب میں سے یہ دوسرا سبب ہے جس کا تعلق عقد کے لزوم سے ہے، پہلا سبب رہا تھا۔
بیوع غرر سے حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں ممانعت آئی ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَ عَنْ بَيْعِ الْغُورِ" (۳) (نبی کریم ﷺ نے کنکری کی بیع اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا)، اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن کا ذکر آئے گا۔
غرر کا معنی لغت میں خطرہ اور دھوکہ ہے۔
فقہی اصطلاح میں اس کی کئی تعریفات ہیں:

۲۸- انعقاد بیع کی شرائط پر بحث کے وقت کچھ ایسی صورتیں گزر چکی ہیں جن پر غرر صادق آتا ہے جیسے یہ شرط کہ فروخت کی جانے والی چیز ایسا مال ہو جو موجود ہو، ملکیت میں ہو اور اس کی حواگی پر قدرت ہو، لہذا اس کے شکم میں حمل کی بیع، شکاری اپنے جال میں جو مچھلی نکالے گا اس کی بیع، نضاء میں پرندے اور بدک کر بھاگے ہوئے اونٹ کی بیع صحیح نہیں ہوگی۔
غرر کی دو قسمیں ہیں:
اول: جس کا تعلق بیع کے اصل وجود یا اس پر فروخت کرنے

(۱) دیکھئے المصباح للمیر، مختار الصحاح مادة "غرر"، فتح القدير ۱۳۶/۶ شرح العنایہ علی الہدایہ ۱۳۶/۶، ۱۳۷، ۱۳۸، حاشیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۵۵/۳، نیز ابن عرفہ کی ایک دوسری تعریف کے لئے دیکھئے حاشیہ الصدوی علی کتایب الطالب ۱۳۷/۲، حاشیہ القلیوبی علی شرح المغلی ۱۶۱/۲۔

(۱) شرح الدررہ و حاشیہ الدسوقی ۶۶/۳، ۶۷، ۶۸۔

(۲) حدیث: "لہی عن بیع و شرط....." کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے زبلی نے ابن تظان کے حوالہ سے اس کی تفسیر نقل کی ہے (نصب الراية ۱۸/۳ طبع مجلس اعلیٰ)۔

(۳) حدیث: "لہی عن بیع الحصاة و عن بیع الغور....." کی روایت مسلم (۱۱۵۳/۳ طبع مجلس اعلیٰ) نے کی ہے۔

بیع منہی عنہ ۶۹-۷۰

تشریح یہ ہے کہ ملائح وہ ہے جو زکوٰۃ کی پشت میں ہو (۱)۔

حدیث میں جنین کی بیع سے ممانعت ہے جب تک وہ جنین ہو، تا آنکہ پیدا ہو جائے۔ حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام حتى تضع“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے چوپایوں کے پیٹ میں موجود بچہ کو خریدنے سے منع فرمایا تا آنکہ وضع حمل ہو جائے)۔

اس بیع کے باطل ہونے پر اجماع کا ذکر آچکا ہے جیسا کہ ابن المنذر نے صراحت کی ہے (دیکھئے: فقرہ ۵)۔ اس کی دلیل حدیث میں وارد اس سے ممانعت اور غرر ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو، نیز اس میں اس کی صفت اور زندگی کی جہالت ہے، نیز اس لئے کہ اس کو سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

یہاں اس کا ذکر محض غرر کی وجہ سے ہے، لیکن یہ غرر قسم اول کا ہے، یعنی جو غرر بذات خود بیع کے ساتھ اس کے اصل وجود کے اعتبار سے متعلق ہے، اور اسی وجہ سے یہ ممانعت تمام علماء کے نزدیک بطلان کا سبب ہے، حتیٰ کہ حنفیہ کی اصطلاح میں بھی جو بطلان اور فساد کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔

ب۔ قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیع:

۷۰۔ اس کو ”مناضرة“ بھی کہتے ہیں، جیسا کہ بعض نصوص میں ہے۔

(۱) شرح الکفای علی الہدایہ ۵۰/۶، العنایہ اسی مقام پر، الدر المختار و رد المحتار ۱۰۲/۳، نیز دیکھئے: الشرح الکبیر للذہبی ۵۷/۳، شرح المغنی علی المہاج ۵۰/۳، المغنی ۲۷/۳، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲۷/۳۔

(۲) حدیث: ”نہی عن شراء ما في بطون الأنعام حتى تضع.....“ کی روایت ابن ماجہ (۳۰/۲) طبع لعلی نے کی ہے زیلعی نے عبدالحق شہرستانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی اسنادنا قابل استدلال ہے (نصب الراية ۱۵/۳ طبع مجلس العلمی ہندوستان)۔

والے کی ملکیت یا اس کے سپرد کرنے پر اس کی قدرت سے ہو، اس کی وجہ سے بیع باطل ہو جاتی ہے، لہذا ان میں سے کسی چیز میں بالاتفاق بیع منعقد نہیں ہوگی۔

دوم: جس کا تعلق بیع کے وصف یا اس کی مقدار سے ہو یا وہ بیع میں یا ثمن میں یا مدت میں جہالت پیدا کر دے۔

تو یہ محل اختلاف ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”غرر“ میں ہے۔

ذیل میں غرر کی وہ صورتیں جن کے بارے میں خاص طور پر ممانعت وارد ہے اور ان کا فقہی حکم یعنی بطلان یا فساد ذکر کیا جا رہا ہے، کیونکہ غرر سے ممانعت جیسا کہ نووی کہتے ہیں، شریعت کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کے تحت بہت زیادہ مسائل آتے ہیں (۱) مثلاً ”بیع الحصة“، ”بیع الملامہ“ اور ”بیع المناذہ“، ان کو اپنی اپنی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

اور کچھ مسائل درج ذیل ہیں:

الف۔ شکم مادر میں موجود جنین کی بیع:

۶۹۔ اس کو بیع حمل کہتے ہیں، جیسا کہ بعض فقہی مراجع میں یہی تعبیر ہے (۲)۔

جنین وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہو، اس کی جمع اُجنہ ہے جیسے دلیل کی جمع اولہ۔ اور جنین ہی کے مثل ملقوح اور ملقوحہ ہے، جن کی جمع ملائح ہے، اور ان سے مراد رحم اور پیٹ میں موجود جنین ہیں، حنفیہ اور جمہور کی تفسیر یہی ہے، اس کے برخلاف مالکیہ کے یہاں اس کی

(۱) دیکھئے: نیل الاوطار ۵/۱۳۸۔

(۲) مثلاً دیکھئے: الہدایہ مع الشرح ۵۰/۶۔

بیع منہی عنہ ۷۰

اس کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے، اور کھجور کی بیع سے منع فرمایا جب تک اس پر رنگ نہ آجائے، عرض کیا گیا: رنگ آنا کیا ہے فرمایا: لال یا زرد ہو جائے (حضرت انس کی بعض روایات میں ہے: "حتی تزہی، فقیل لہ: وما تزہی؟ قال: تحمر" (۱) (یہاں تک کہ رنگ آجائے، عرض کیا گیا: رنگ آنا کیا ہے؟ فرمایا: لال ہو جائے)۔ اسی طرح "بدو صلاح" کی تشریح حضرت ابن عمر کی روایت میں آئی ہے، انہوں نے کہا: "نہی النبی ﷺ عن بیع الثمرة حتی یدو صلاحها" (۲) (نبی کریم ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا جب تک بدو صلاح نہ ہو جائے) اور جب ان سے "صلاح" کا مطلب دریافت کیا جاتا تو کہتے: اس کے نقصان کا اندیشہ جاتا رہے۔

حضرت انس کی روایت میں ہے: "أن النبی ﷺ نہی عن بیع العنب حتی یسود، و عن بیع الحب حتی یشد" (۳) (نبی کریم ﷺ نے انگور کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ سیاہ نہ ہو جائے، اور دانہ کفر و خست کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ سخت نہ ہو جائے)۔

= بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۷ طبع استقبر) اور مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع الحلبي) نے کی ہے
(۱) حدیث: "حسی تزہی، فقیل لہ: وما تزہی؟....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۸ طبع استقبر) نے کی ہے
(۲) حدیث: "کان إذا منل عن صلاحها لال: حتی دلمب عاھنھا....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۵۱ طبع استقبر) اور مسلم (۳/۱۱۶۶ طبع الحلبي) نے کی ہے۔
(۳) حدیث: "لہی عن بیع العنب حتی یسود، و عن بیع الحب حتی یشد" کی روایت ابوداؤد (۳/۶۶۸ تحقیق عزت ہیددھاس) اور حاکم (۱۹/۲ طبع دائرة المعارف الشیخانیہ) نے کی ہے، حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس سے ممانعت بہت سی احادیث میں وارد ہے مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے: "أن النبی ﷺ نہی عن بیع الثمار حتی یدو صلاحھا، نہی البائع والمبتاع" (۱) (نبی کریم ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا، جب تک ان کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔ آپ نے بیچنے والے کو اور خریدار کو منع فرمایا)۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: "نہی عن بیع النخل حتی تزہو، و عن بیع السنبل حتی یبیض ویأمن العاھة" (۲) (آپ ﷺ نے کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ رنگ نہ پکڑ لے اور بالی کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائے، اور نقصان کا اندیشہ جاتا رہے)۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: "قال رسول اللہ ﷺ: لا تبتاعوا الثمار حتی یدو صلاحھا" (۳) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھلوں کو نہ خریدو جب تک کہ ان کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے)۔

اس کی تشریح حضرت انس کی اس روایت میں آئی ہے: "أن النبی ﷺ نہی عن بیع الثمرة حتی یدو صلاحھا، و عن بیع النخل حتی یزہو، قیل: ما یزہو؟ قال: یحمار أو یصفار" (۴) (نبی کریم ﷺ نے پھل کی بیع سے منع فرمایا جب تک

(۱) حدیث: "لہی عن بیع الثمار حتی یدو صلاحھا....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۳ طبع استقبر) اور مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع الحلبي) نے کی ہے۔
(۲) حدیث: "لہی عن بیع النخل حتی تزہو، و عن بیع السنبل حتی یبیض ویأمن العاھة" کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع الحلبي) نے کی ہے۔
(۳) حدیث: "لا تبتاعوا الثمار حتی یدو صلاحھا....." کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۷ طبع الحلبي) نے کی ہے۔
(۴) حدیث: "لہی عن بیع الثمرة حتی یدو صلاحھا....." کی روایت

بیج منہی عنہ ۱۷

شافیہ نے پھل اور اس کے علاوہ مثلاً کھیتی میں ”بدوصلاح“ کا معنی پکنے اور مٹھاس کے آثار کا ظاہر ہو جانا قرار دیا ہے، یہ ان چیزوں میں ہے جن میں رنگ نہیں آتا ہے، اور جن میں رنگ آتا ہے ان میں ”بدوصلاح“ یہ ہے کہ سرخی یا سیاہی یا زردی کا آغاز ہو جائے۔ شافیہ نے آٹھ علامتیں ذکر کی ہیں جن سے ”بدوصلاح“ کو جانا جاسکتا ہے۔

اول: رنگ، ہر ایسے پھل میں جو کھلایا جاتا ہو اور رنگ پکڑنے والا ہو، اگر اس میں سرخی یا سیاہی یا زردی شروع ہو جائے، مثلاً کچی کھجور، عنب (بیر کی شکل کا ایک معروف پھل)، خوبانی، آلو بخارا۔

دوم: ہمزہ، مثلاً گنے کی مٹھاس اور انار کی ترشی۔

سوم: پکنا اور نرم ہونا، مثلاً انجیر اور تربوزہ۔

چہارم: مضبوط ہونا اور سخت ہونا، مثلاً گیہوں اور جو۔

پنجم: لمبا ہونا اور بھر جانا، مثلاً چارہ اور بنریاں۔

ششم: بڑا ہونا، مثلاً گلڑی کہ کھانے کے قابل ہو جائے۔

ہفتم: اس کے غلاف کا پھٹنا، مثلاً روئی اور خرٹ۔

ہشتم: کھل جانا، مثلاً گلاب کا پھول۔

اور جن کا غلاف نہیں ہوتا مثلاً یا سمین، تو ان کا ظاہر ہونا ہی بدوصلاح کی علامت ہے، اور اس کو آخری علامت میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ قلیوبی نے اس کے لئے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ کہ کوئی چیز ایسی حالت کو پہنچ جائے جس میں عموماً اسے طلب کیا جاتا ہو^(۱)۔

حنا بلہ نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جس پھل کا رنگ اس کے صلاح کے وقت بدل جاتا ہو مثلاً کھجور، کالا انگور، اور آلو بخارا، تو اس کا بدوصلاح اس کے رنگ بدل جانے سے ہوگا، اور اگر انگور سفید ہو تو

(۱) شرح لکھن علی اسمہاج ۲/۲۳۵، حامیہ الجمل علی شرح الفیج ۳/۲۰۳۔

صحیح روایت میں ایک تیسرے لفظ کی تعبیر بھی آئی ہے اور وہ ”تشقیح“ ہے اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: ”نہی النبی ﷺ أن تباع الثمرة حتى تشقح فقیل: ما تشقح قال: تحمار و تصفار، و یؤکل منها“^(۱) (نبی کریم ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ مشق نہ ہو جائے، عرض کیا گیا: مشق ہونا کیا ہے؟ فرمایا: سرخ یا زرد ہو جائے، اور کھانے کے لائق بن جائے)۔

”بدوصلاح“ کا معنی:

۱۔ فقہاء نے ”بدوصلاح“ کے کئی معانی بیان کئے ہیں:

حنفیہ نے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ نقصان اور خرابی کا اندیشہ جاتا رہے، اور بعض حنفیہ جیسے کر لانی نے کہا ہے کہ وہ پھل انسانوں کے استعمال اور جانوروں کے چارہ کے قابل ہو جائے^(۲)۔

مالکیہ نے مختلف اشیاء کے اعتبار سے مختلف تشریح کی ہے: کھجور میں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائے اور رنگ پکڑ لے، انگور میں وہ یہ ہے کہ سیاہ ہو جائے اور اس میں مٹھاس آجائے، اور ان کے علاوہ پھلوں میں ”بدوصلاح“ مٹھاس آنا ہے، ”خس“ اور ”کسم“ میں ان دونوں کا قابل انتفاع ہونا ہے، بقیہ بنریوں میں ان کا کھانے کے لائق ہونا اور کھیتی اور دانہ میں خشک اور سخت ہونا ہے^(۳)۔

(۱) حدیث: ”نہی أن تباع الثمرة حتى تشقح.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۳ طبع المنقہ) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/۳۸۸، نیز دیکھئے حامیہ العلی علی تمییز الحقائق ۳/۱۲، فتح القدیر ۵/۳۸۹، شرح الکفای علی الہدایہ ۵/۳۸۸۔

(۳) دیکھئے شرح الدرر مع حامیہ الدرر ۳/۱۷۶، القوانین الفقہیہ ۱/۱۷۳، ۱/۱۷۴۔

بیج منہی عنہ ۷۲

ابتہ انہوں نے عقد کے کسی شرط کے ساتھ مقید ہونے یا مطلق ہونے کے لحاظ سے اس میں تفصیل کی ہے، اور پھل کی بیج درج ذیل احوال سے خالی نہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ ظاہر ہونے اور نکلنے سے قبل اس کی بیج کی جائے، یعنی اس سے پھول کے جھڑنے اور اس کے پھل بننے سے قبل ہو تو یہ بیج بالاتفاق صحیح نہیں ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ بد وصلاح سے قبل ظاہر ہونے کے بعد پھل کی بیج اس شرط کے ساتھ کی جائے کہ پکنے تک درخت ہی پر چھوڑے رکھا جائے گا تو ایسی بیج بالا جماع درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھتا ہے، یا وہ عقد کے اندر ایک دوسرا عقد ہے، یا وہ بیج کے ساتھ اعارہ یا اجارہ ہے۔

ابن قدامہ نے اس کی وجہ مذکورہ حدیث میں وارد ممانعت بتائی ہے اور ممانعت فساد کی متقاضی ہے۔

فقہاء نے کہا: بد وصلاح سے قبل چھوڑنے کی شرط پر پھل کی بیج ہی طرح سخت ہونے سے قبل کھیتی کی بیج ہے (۱)۔

تیسری حالت یہ ہے کہ بد وصلاح سے قبل ظاہر ہونے کے بعد فوراً توڑنے کی شرط پر بیج کی جائے تو یہ بیج بالا جماع صحیح ہے، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں (۲)۔ حنا بلہ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بد وصلاح سے قبل بیج سے ممانعت صرف اس لئے ہے کہ اس کے حصول سے قبل اس کے تلف ہو جانے اور اس پر آفت آجانے کا اندیشہ ہے۔ اس کی دلیل حضرت انسؓ کی مذکورہ حدیث ہے اور اس

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۸۸، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۵/۳۸۸، ۳۹۰، تبیین الحقائق ۳/۱۲، الشرح المکبیر بحیث الدسوقی ۳/۷۷، اور دیکھئے: شرح المجلد علی المسہاج ۳/۲۳۳، المغنی ۳/۲۰۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔
(۲) فتح القدیر ۵/۳۸۸، المغنی ۳/۲۰۲، کشاف القناع ۲/۲۸۱۔

اس کا بد وصلاح اس کا ”تموہ“ ہے یعنی اس میں بیٹھاپانی ظاہر ہو اور وہ نرم ہو جائے اور اس کا رنگ زرد ہو جائے، اور اگر پھل ایسا ہو جس میں رنگ نہیں آتا، مثلاً سیب وغیرہ، تو اس میں بد وصلاح بیٹھا اور عمدہ ہونا ہے، اور اگر تر بوزہ وغیرہ ہو تو اس میں بد وصلاح پکنا ہے، اور جس پھل کا رنگ نہیں بدلتا اور عمدہ ہونے پر چھوٹی بڑی ہر شکل میں کھایا جاتا ہے مثلاً گلزی اور کھیر، تو اس میں بد وصلاح عادتاً کھانے کے قابل ہوتا ہے (۱)۔

بد وصلاح سے قبل پھل کی بیج سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ پھل کے حصول سے قبل اس کے ضائع ہونے اور اس پر آفت آنے کا اندیشہ ہے (۲)۔

حضرت انسؓ کی حدیث میں آیا ہے: ”أرأیت إذا منع اللہ الشمرۃ، بم يأخذ أحدکم مال أخیه؟“ (۳) (تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ دے، تو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا)۔

بد وصلاح سے قبل پھل کو فروخت کرنے کا حکم:

۷۲ - جمہور فقہاء عام طور پر بد وصلاح سے قبل پھل فروخت کرنے کو ناجائز اور غیر صحیح کہتے ہیں۔

ابن المندرنے کہا: اہل علم کا بالجملہ اس حدیث کو اختیار کرنے پر اتفاق ہے (۴)۔

(۱) المغنی ۳/۲۰۷۔
(۲) المغنی ۳/۲۰۲، حاشیہ اقلیو بی علی شرح المجلد ۲/۲۳۳۔
(۳) حدیث: ”أرأیت إذا منع اللہ الشمرۃ بم يأخذ أحدکم مال أخیه؟“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۸ طبع استنباطی) اور مسلم (۳/۱۱۹۰ طبع المجلد) نے کی ہے۔
(۴) المغنی ۳/۲۰۲۔

بیع منہی عنہ ۷۳

ہیں، ذیل میں اس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

پہلی شرط: پھل قابل انتفاع ہو:

الف۔ حنفیہ اپنے اصح قول میں اور اسی طرح مالکیہ اس سے مطلقاً انتفاع کے قائل ہیں، حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ انتفاع فی الحال ہو یا دوسرے زمانہ میں ہو، دونوں کو شامل ہے، اور اسی کو مال یا ثانی الحال کہتے ہیں جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے۔

مثلاً قسویل (ایک قسم کی گھاس جس کو جانور کھاتے ہیں) اور حصرم (کچا سبز انگور، کچا پھل) کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ جانور اور انسان کے لئے قابل انتفاع ہے^(۱)۔

ب۔ شافعیہ اور حنابلہ نے جواز کو فی الحال انتفاع کے ساتھ مقید کیا ہے اور شافعیہ نے منفعت کی قید میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ منفعت غرض صحیح کے لئے مقصود ہو، اگرچہ اس طریقہ پر نہ ہو جس طریقہ سے اس سے انتفاع کا ارادہ ہوتا ہے، جیسا کہ حصرم میں برخلاف ماسپاتی کے، اس لئے کہ اس کو فی الحال توڑ دینا مال ضائع کرنا ہے (جیسا کہ مالکیہ نے اس کی علت بتائی ہے) اور برخلاف خرٹ کے پھل کے اور ترمس (ایک قسم کا نلہ) کی کھیتی کے، کہ اس کی بیع مذکورہ بالا شرط پر صحیح نہیں، اس لئے کہ سامان بیع میں نفع نہیں پایا جا رہا ہے جیسا کہ حنابلہ نے اس کی علت بیان کی ہے^(۲)۔

دوسری شرط: متعاقدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو اس کی ضرورت ہو۔

تیسری شرط: لوگوں میں بکثرت ایسا نہ ہو، اور لوگ اس

میں یہ ارشاد نبوی ہے: ”أرأیت إذا منع اللہ الثمرة، بيم يأخذ أحدکم مال أخیه؟“^(۱) (بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ دے تو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا)، اور توڑ لینے کی صورت میں یہ اندیشہ نہیں پایا جاتا ہے، لہذا اس کی بیع صحیح ہوگی جیسا کہ اگر بد و صلاح کے بعد ہو۔

انہوں نے کہا: اس صورت میں بیع کی صحت پر اجماع سے اس عمومی ممانعت کی تخصیص ہوتی ہے جو سابقہ حدیث کے مفہوم میں پائی جاتی ہے، اور اس کے ذریعہ بد و صلاح کے بعد والی حالت علاحدہ ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں اکثر و بیشتر نقصان کا اندیشہ جاتا رہتا ہے برخلاف اس صورت کے جو بد و صلاح سے قبل پائی جاتی ہے، اور اس فرق کا اشارہ اس حدیث سے ملتا ہے جو آفات کی منہائی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے^(۲)، یعنی: ”لو بعت من أخیک ثمراً، فأصابته جانحة (أي آفة أهلك الثمرة) فلا يحل لك أن تأخذ منه شيئاً، بيم تأخذ مال أخیک بغير حق“^(۳) (اگر تم اپنے بھائی کے ہاتھ پھل بیچو، پھر اس پر آفت آجائے جس سے پھل تلف ہو جائے تو اب تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس سے کچھ لو، تم کس چیز کے بدلے اپنے بھائی کا مال ناحق لو گے)۔

۷۳۔ تاہم فقہاء نے اس حکم یعنی بد و صلاح سے قبل فوراً توڑنے کی شرط پر پھل کی بیع کے جواز کو کچھ قیود سے مقید کیا ہے جن میں سے بعض متفق علیہ ہیں، اور بعض قیودات چند دوسرے فقہاء کے یہاں

(۱) حدیث: ”أرأیت إذا منع اللہ الثمرة.....“ کی تخریج فقہ ۱۷۶ کے حاشیہ میں آچکی ہے۔

(۲) المغنی ۳/۲۰۲، کشاف القناع ۳/۲۸۱، ۲۸۲، شرح المکلی علی المنہاج مع حامیہ القلیبی ۲/۲۳۳۔

(۳) حدیث: ”لو بعت من أخیک ثمراً.....“ کی روایت مسلم (۱۱۹۰) طبع المکلی نے کی ہے۔

(۱) فتح القدیر ۵/۳۸۸، اشرح الکبیر للدرہی بحامیہ الدسوقی ۳/۱۷۶، القوانین الفقہیہ ۱/۱۷۳۔

(۲) شرح المکلی علی المنہاج ۲/۲۳۳، شرح المنہاج مع حامیہ الجمل ۳/۲۰۱، ۲۰۲، کشاف القناع ۳/۲۸۲، اشرح الکبیر بحامیہ الدسوقی ۳/۱۷۶۔

بیع منہی عنہ ۷۴-۷۵

کی صراحت سب نے کی ہے، اور مالکیہ نے درج ذیل صورت کا

اضافہ کیا ہے:

(۳) یہ کہ اصل یعنی درخت یا زمین کو فروخت کیا جائے، اور

پھر کچھ وقفہ کے بعد خواہ وہ تھوڑا ہو یا لمبا، اور ان دونوں کے خریدار کے ہاتھ سے نکلنے سے قبل پھل یا کھیتی کو اس اصل کے ساتھ شامل کر دیا جائے جو اس سے قبل فروخت کی جا چکی ہے (۱)۔

۷۵- پھل کی بیع کی چوتھی حالت یہ ہے کہ بد وصلاح کے بعد اس کی

بیع کی جائے (بد وصلاح کی تفصیل میں اختلاف ہے کہ وہ جمہور کے

نزدیک پک جانے، مٹھاس آنے اور تموہ وغیرہ کا ظاہر ہونا ہے، اور

حنفیہ کے نزدیک آفت اور فساد سے مامون ہونا ہے)، اس حالت

میں بیع کے جواز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ ابن

ابہام کی صراحت ہے، اور حدیث کا مفہوم بھی ان لوگوں کے نزدیک

جو مفہوم کے قائل ہیں، یہی ہے۔

اور پھل کے بڑھنے اور مکمل ہونے یا اس کے مکمل نہ ہونے کی

صورت کے سلسلے میں مذاہب کی بعض تفصیلات عنقریب آ رہی ہیں۔

لیکن مالکیہ نے اس حالت میں جواز کو (اپنی تشریح کے مطابق

بد وصلاح کے ساتھ ساتھ) اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ اپنے

غلافوں میں چھپا ہوا نہ ہو مثلاً کچی کھجور، انجیر، انگور، مولیٰ، کرات

(ایک بدبودار قسم کی سبزی)، گاجر اور پیاز، اس نوع کی بیع اکل سے

جائز ہے، اور وزن سے بدرجہ اولیٰ۔

اور جو اپنے غلافوں میں چھپا ہوتا ہے مثلاً گیہوں بالی میں، تو تنہا

اس کی بیع اکل سے جائز نہیں ہے، اور ناپ سے جائز ہے، اور اگر اس

میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کریں۔

ان دونوں شرطوں کی مالکیہ نے صراحت کی ہے، اگر ان میں

سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو بیع ممنوع ہوگی (۱)، اسی طرح باقی رکھنے

کی سابقہ شرط یا اطلاق کی صورت میں ممنوع ہے، جیسا کہ آئے گا۔

چوتھی شرط: حنا بلہ نے جس کی صراحت کی ہے، اور وہ یہ ہے

کہ بد وصلاح سے قبل فروخت کی گئی چیز غیر معین نہ ہو، مثلاً یہ کہ کوئی

شخص بد وصلاح سے قبل آدھا پھل غیر متعین صورت میں توڑنے کی

شرط کے ساتھ خریدے، اس لئے کہ اس کے لئے اپنے مملوک پھل کو

توڑنا غیر مملوک پھل کو توڑے بغیر ممکن نہیں، اور ایسا کرنا اس کے لئے

جائز نہیں (۲)۔

۷۴- فقہاء نے اس جائز صورت یعنی بد وصلاح سے قبل فی الحال

توڑنے کی شرط پر بیع کے علاوہ درج ذیل صورتوں کو بھی جائز

قراردیا ہے:

(۱) یہ کہ بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع درخت کے ساتھ یا ہری

کھیتی کی بیع زمین کے ساتھ کی جائے، اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں

ہے، اس لئے کہ اس صورت میں پھل اور کھیتی درخت اور زمین کے تابع

ہیں جن کو کوئی نقصان لاحق نہیں ہوتا، جیسا کہ بنا فیہ کا قول ہے۔

(۲) یہ کہ پھل کی بیع اصل یعنی درخت کے مالک کے ہاتھ

یا کھیتی کی بیع زمین کے مالک کے ہاتھ کی جائے، اس لئے کہ جب وہ

اصل کے ساتھ فروخت ہوگا تو تابع ہو کر بیع میں داخل ہوگا، لہذا اس

میں غرر کا احتمال مضر نہیں، جیسا کہ بکری کے ساتھ تھن میں موجود دودھ

کی بیع میں جہالت کا احتمال ہوتا ہے۔

اس صورت کی صراحت حنا بلہ نے کی ہے، جیسا کہ پہلی صورت

(۱) دیکھئے رد المحتار ۳/۳۸، تبیین الحقائق ۳/۱۲، شرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی

۱۷۶۳، شرح الخرشبی ۵/۱۸۵، تحفۃ المحتاج ۳/۳۶۳، ۳/۶۳، کشاف

القناع ۳/۲۸۲، تحفۃ المحتاج ۳/۳۶۳۔

(۱) شرح الکبیر للردیہ مع حاشیہ الدسوقی ۱۷۶۳۔

(۲) کشاف القناع ۳/۲۸۲۔

بیع منہی عنہ ۷۶-۷۷

صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ مستقبل میں یہ قابل انتفاع مال ہے کو کہ فی الحال قابل انتفاع نہ ہو۔
اگر پھل اس طرح کا ہے کہ اس سے انتفاع ہو سکتا ہے، کو کہ جانوروں کے چارہ کے طور پر تو با تفاق اہل مذہب بیع جائز ہے اگر اس کو توڑنے کی شرط پر یا مطلقاً فروخت کیا ہو^(۱)۔
مالکیہ نے سابقہ تینوں مسائل میں بد وصلاح سے قبل بیع کے جواز کی صراحت کی ہے۔

بعض فقہاء مثلاً حنفیہ اور حنابلہ نے یہ صورت بھی لکھی ہے۔
۷۷- چھٹی حالت: ایسا پھل خریدا جس کی مانعیت اور پکنا ظاہر ہو چکا تھا لیکن اس کا بڑھنا مکمل نہیں ہوا تھا، اور اس کے بڑھنے کے مکمل ہونے تک باقی رکھنے اور چھوڑنے کی شرط لگائی تو:
الف۔ جمہور کا مذہب جیسا کہ ابن قدامہ کی صراحت ہے، یہ ہے کہ اس صورت میں بیع جائز ہے، بلکہ علی الاطلاق جائز ہے، اس لئے کہ:

حدیث میں بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع سے ممانعت ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ بد وصلاح کے بعد اس کی بیع مباح ہو۔ ان کے نزدیک بد وصلاح سے قبل ممانعت چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع کرنے کی ہے، لہذا بد وصلاح کے بعد اس کا جائز ہونا واجب ہوگا، ورنہ بد وصلاح (ممانعت کی) غایت نہیں قرار پائے گی، اور نہ ہی اس کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ ہوگا۔

نیز اس لئے کہ حدیث ہے: "نہی عن بیع الثمرة حتى يبدو صلاحها، وتأمين العاهة" (نبی کریم ﷺ نے پھل کی بیع سے منع فرمایا تا آنکہ بد وصلاح ہو جائے، اور آفت سے مامون

کے چھلکے (یعنی بھوسہ) کے ساتھ فروخت کیا جائے تو اکل سے جائز ہے، اور ماپ سے بدرجہ اولیٰ۔
اور جو اپنے پتوں میں چھپا ہو مثلاً لوبیا، تو اس کی بیع اکل سے نہ تنہا جائز ہے اور نہ اس کے پتے کے ساتھ، ہاں ماپ سے جائز ہے^(۱)۔
۷۶- پانچویں حالت: پھل کی بیع بد وصلاح سے قبل مطلقاً ہو یعنی نہ توڑنے کی شرط ہو نہ باقی رکھنے کی، یہ صورت فقہاء کے مابین اختلافی ہے:

الف۔ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اور مالکیہ کے یہاں قول معتمد (کو کہ ابن جزلی کی صراحت کے مطابق اس میں دو قول ہیں) یہ ہے کہ بیع بھی باطل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع کے بارے میں مذکورہ حدیث میں ممانعت مطلق ہے، نیز اس لئے کہ اس صورت میں اس پر نقصان جلد آجائے گا، کیونکہ وہ کمزور ہے، اور اس کے ضائع ہونے سے ثمن ضائع ہو جائے گا، جس کا کوئی عوض نہیں ہوگا^(۲)۔

ب۔ حنفیہ نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:
اگر پھل اس حالت میں ہو کہ وہ کھانے یا جانوروں کے چارہ کسی کے لئے فائدہ مند نہیں تو اس کے بارے میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے:

ایک قول میں ما جائز ہے، قاضی خان نے اس کو عام مشائخ حنفیہ سے منسوب کیا ہے، اس کی وجہ ممانعت ہے، اور اس لئے کہ بیع ایسے مال کے ساتھ خاص ہے جس کی قیمت ہو، اور بد وصلاح سے قبل پھل اس نوعیت کا نہیں ہوتا۔

(۱) فتح القدیر ۵/ ۳۸۸، ۳۸۹، بشرح الکبیر مع جامعہ الدسوقی ۳/ ۱۷۶۔

(۲) بشرح الکبیر للدروری مع جامعہ الدسوقی ۳/ ۱۷۷، شرح الخرشنی ۱۸۵/۵، القوانين المعصیہ ص ۱۷۳، شرح الخرشنی علی الصہاج ۲/ ۳۳۳، المغنی ۳/ ۲۰۲، تجرید المحتاج ۳/ ۲۶۱۔

(۱) فتح القدیر ۵/ ۳۸۹، رد المحتار ۳/ ۳۸۸، العنایہ بشرح الہدایہ للباہرئی ۵/ ۳۸۹، ۳۸۸۔

بیع منہی عنہ ۷۸

کرتے ہوئے ائمہ ثلاثہ کی طرح کہا کہ عقد فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کا عرف ہے، برخلاف اس صورت کے جبکہ بڑھنا مکمل نہ ہوا ہو کہ یہ جزو معدوم میں شرط ہے۔

ہر چند کہ شراح ”الہدایہ“ میں سے باہر ترقی اور کرلانی نے چھوڑنے کی شرط لگانے میں تعامل کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ ان دونوں نے کہا ہے کہ عادت و رواج بلا شرط چھوڑنا ہے، اور عقد میں بلا شرط اس کے چھوڑنے کی اجازت ہے، چھوڑنے کی شرط لگانے کی نہیں، تاہم کرلانی نے ”لاسرار“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے، اور اسی کو طحاوی نے اختیار کیا ہے، کیونکہ عموم بلوی ہے (۱)۔

۷۸ - اگر پھل مطلقاً خریدے، چھوڑنے یا توڑنے کی شرط نہ لگائے، اور اس کا بڑھنا مکمل ہو پھر اس کو چھوڑ دے تو اگر چھوڑنا محض فروخت کرنے والے کی اجازت سے ہو تو یہ اضافہ ہے اور اس کا کھانا اس کے لئے حلال و طیب ہے، اور اگر چھوڑنا اجارہ کے ضمن میں اجازت سے ہو مثلاً درختوں کو پکنے کے وقت تک کے لئے اجارہ پر لے لیا ہو تو بھی اضافہ حلال ہوگا، اس لئے کہ اجارہ باطل ہے، کیونکہ لوگوں میں درختوں کے اجرت پر لینے کا عرف نہیں، نیز خریدار کو درختوں کے اجرت پر لینے کی حاجت نہیں، اس لئے کہ پھلوں کو ان کے اصل کے ساتھ خریدنا اس کے لئے ممکن ہے، اور قیاس میں اصل یہ ہے کہ اجارہ باطل ہے، شرعاً حاجت کی وجہ سے اس چیز میں اجازت دے دی گئی جس کا تعامل ہے، اور محض درختوں کو اجارہ پر دینے کا تعامل نہیں، لہذا اجازت باقی رہی۔

لیکن اگر اس کو بلا اجازت چھوڑ دے تو اس پھل کی ذات میں جو اضافہ ہوا ہے اس کو صدقہ کر دے، اس لئے کہ اس کا حصول ممنوع

ہو جائے، اور آفت سے مامون ہونے کی علت بیان کرنا باقی رکھنے پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ جس کو فوری طور پر توڑ لیا جائے گا اس پر آفت آنے کا اندیشہ نہیں، اور جب بد و صلاح ہو گیا تو آفت سے مامون ہو گیا، لہذا واجب ہے کہ باقی رکھتے ہوئے جائز ہو، کیونکہ ممانعت کی علت زائل ہو گئی۔

نیز اس لئے کہ فروخت شدہ چیز میں نقل و تحویل عرف کے تقاضے سے واجب ہے، اور جب اس نے اس کی شرط لگائی تو جائز ہے جیسا کہ اناج کو فروخت کرنے والے کی ملکیت سے منتقل کرنے کی شرط لگائے (۱)۔

حنفیہ نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا:

اگر چھوڑنے کی شرط لگائے اور پکنا، بڑھنا مکمل نہ ہوا ہو، تو اس نے اس میں جزو معدوم کی شرط لگائی یعنی وہ حصہ جو زمین اور درخت کی وجہ سے بڑھے گا، اور یہ زیادتی فروخت کرنے والے کی ملکیت سے بیع کے بعد پیدا ہوگی، تو گویا اس نے معدوم کو موجود کے ساتھ ملا دیا، اور ان دونوں کو خرید لیا، لہذا عقد فاسد ہوگا (۲)۔

اگر اس نے چھوڑنے کی شرط لگائی جبکہ اس کا بڑھنا مکمل ہو چکا ہو، تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہے، یعنی عقد فاسد ہو جائے گا، اور یہی قیاس ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے اور اس میں متعاقبین میں سے ایک کے لئے نفع ہے، اور اس طرح کی چیز عقد کو فاسد کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے فروخت شدہ چیز میں مزید بہتری اور تازگی آتی ہے اور اس میں خریدار کا فائدہ ہے۔

جبکہ امام محمد بن الحسن نے اس صورت میں استحسان کو اختیار

(۱) المغنی ۳/۲۰۵۔

(۲) الہدایہ مع الکفایہ للکرلانی ۵/۳۸۹۔

(۱) الہدایہ مع الشروح ۵/۳۸۹، تمییز الحقائق ۳/۱۲، الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۹۳۔

بیع منہی عنہ ۷۹

ابن قدامہ نے کہا: میرے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
دوم: اگر ایک درخت میں بد وصلاح ہو تو کیا باغ کے اس
نوع کے سارے درختوں کے پھلوں کی بیع جائز ہے؟
اس میں دو اقوال ہیں:

اول: جمہور یعنی مالک، شافعی، محمد بن الحسن کا مذہب، اور حنابلہ
کے مذہب میں اظہر یہ ہے کہ اس نوع کے تمام پھلوں کی بیع جائز ہے،
اور اس کی وجوہات یہ ہیں:

جس باغ میں وہ ہے اس میں اسی نوع کے پھل میں بد وصلاح
ہو چکا ہے، لہذا پورے کی بیع جائز ہوگی جیسا کہ ایک درخت
میں ہے۔

تمام پھلوں میں بد وصلاح کا اعتبار کرنا مشکل ہے، اور اس کے
نتیجے میں شرکت اور مختلف ہاتھوں (قبضوں) کا ثبوت ہوگا، لہذا
واجب ہے کہ جس میں بد وصلاح نہ ہو وہ ان پھلوں کے تابع
ہو جائے جن میں بد وصلاح ہوا ہے۔

مالکیہ نے اس صورت میں شرط لگائی ہے کہ کھجور کا درخت
”باکورہ“ نہ ہو اور باکورہ وہ ہے جس پر طویل عرصہ گزر چکا ہو اس طور
پر کہ جلدی جلدی پھل تیار نہ ہوتے ہوں، لہذا اگر وہ باکورہ ہو تو اس
کے عمدہ ہونے سے باغ کے اور پھلوں کی بیع جائز نہیں ہوگی، ہاں تنہا
اس کی بیع جائز ہے^(۱)۔

دوم: امام احمد سے ایک روایت (اور یہی حنفیہ کے کلام سے
متبادر مفہوم، اور شافعیہ کے یہاں معتمد ہے) یہ ہے کہ جن میں
بد وصلاح ہو چکا ہے صرف ان کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ جس میں

طریقہ سے ہوا ہے، یعنی غصب کردہ زمین کی قوت سے اس کا حصول
ہوا ہے، لہذا اپکنے سے قبل اور اس کے بعد دونوں حالتوں میں اس کی
قیمت لگائی جائے، اور دونوں کے درمیان اضافہ کو صدقہ کر دیا
جائے۔

اگر پھل کو اس کی بڑھوتری کے مکمل ہونے کے بعد خرید اور اس
کو چھوڑ دیا تو اس کے ذمہ کچھ صدقہ کرنا لازم نہیں، اس لئے کہ یہ
حالت کی تبدیلی ہے، زیادتی کا ثبوت نہیں^(۲)۔

کیا پھل کی بیع کی صحت کے لئے پورے پھل میں بد و صلاح شرط ہے؟

۷۹- عمومی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیع کی صحت کے لئے یہ بات
کافی ہے کہ اگر بعض پھلوں میں بد وصلاح ہو جائے، خواہ وہ تھوڑا ہو تو
پورے کی بیع درست ہوگی، بشرطیکہ عقد، جنس، باغ اور نقل و حمل یکساں
ہو، یہ بعض فقہاء جیسے شافعیہ کے نزدیک ہے، یا جنس ایک ہو، یہ بعض
فقہاء جیسے مالکیہ کے نزدیک ہے، کو کہ ان میں سے بعض فقہاء نے
دوسروں کے برخلاف پورے پھل میں صلاح کی شرط لگائی ہے، لہذا
ان کے نزدیک صرف ان پھلوں کی بیع جائز ہوگی جن میں بد وصلاح
ہو چکا ہے^(۳)۔ اس مسئلہ میں تفصیل ہے جس کو ہم ذیل میں ذکر
کر رہے ہیں:

اول: اگر ایک درخت ہو، اور اس کے بعض پھلوں میں
بد وصلاح ہو چکا ہو تو اس کی وجہ سے پورے پھل کی بیع جائز ہوگی،

(۱) الہدایۃ مع الشرح ۵/۳۸۹، ۳۹۰، تمییز الحقائق ۳/۱۲، بدائع الصنائع
۱۶۶/۵۔

(۲) شرح المکمل علی لمصباح مع جامعہ اقلیو بی ۲/۲۳۶، نیز دیکھئے تحتہ المحتاج شرح
المصباح مع جامعہ الشروانی ۳/۳۶۷، شرح الکبیر للدرر مع جامعہ الدرستی
۳/۱۷۷، المغنی مع شرح الکبیر ۳/۲۰۵، الدر المختار ۳/۳۹۰۔

(۱) المغنی ۳/۲۰۵، ۲۰۶، نیز دیکھئے کشاف القناع ۳/۲۸۷، شرح المکمل علی
المصباح ۲/۲۳۶، القوانین الفقہیہ ۳/۱۷۷، شرح الخرشبی ۵/۱۸۵، کلتایہ
الطالب مع جامعہ الصدوقی ۲/۱۵۳، ۱۵۵۔

بیع منہی عنہ ۸۰-۸۱

تیسری رائے: بعض اصحاب امام شافعی اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کی ہے، وہ یہ ہے کہ باغ میں موجود اس جنس کی بیع جائز ہے، انہوں نے اس کو زکاة میں نصاب کو مکمل کرنے پر قیاس کیا ہے، کیونکہ جنس واحد کو نصاب کی تکمیل میں ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے، لہذا اجواز میں وہ اس کے تابع ہوگی، اور وہ ایک نوع کی طرح ہو جائے گی (۱)۔

۸۱- چہارم: اگر دو قریب قریب کے باغات میں سے ایک میں بد وصلاح ہو جائے دوسرے میں نہیں، اور ان دونوں باغات کو ایک عقد میں فروخت کرے، اور پھل ایک نوع کا ہو تو اس کے بارے میں دو رائے ہیں:

اول: امام مالک کا مذہب، شافعیہ کا ایک قول، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ کھیت کے ایک درخت میں بد وصلاح، اس کھیت کے لئے اور اس کے قرب و جوار کے کھیت کے لئے بد وصلاح ہے، لہذا وہ سب اس کے تابع ہونگے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں صلاح میں قریب قریب ہیں، لہذا یہ ایک کھیت کے مشابہ ہونگے، نیز اس لئے کہ مقصود آفت سے مامون ہونا ہے اور وہ پایا گیا، نیز اس لئے کہ وہ دونوں ایک عقد میں جمع ہیں۔

مالکیہ نے یہاں ”قرب و جوار“ کی تشریح: عادتاً پے بہ پے

= حالانکہ حنفیہ کی جو کتابیں میرے سامنے ہیں ان میں یہ رائے مجھے نہیں ملی، البتہ گزر چکا ہے کہ امام محمد عقد کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اگر کچھ پھل نکل چکے ہوں اور کچھ نہ نکلے ہوں، اور اگر خریدار اس کے چھوڑنے کی شرط لگائے جبکہ وہ مکمل ہڈھ چکا ہو، تو عرف کی وجہ سے اشتملاً جائز ہے یہی امر علامہ شاکا قول ہے انہوں نے کہہ عموم بلوئی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (دیکھئے الدر المختار ورد المختار ۳۹۳)۔

(۱) المغنی ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۶، شرح المکلی علی المنہاج مع حامیہ اقلیمیہ بی ۲۳۶/۲، رد المختار ۳۹۳۔
(۲) المغنی ۲۰۶، امام محمد بن الحسن کی اس رائے کا ذکر ابن قدامہ نے کیا ہے

بد وصلاح نہیں، وہ ممانعت کے عموم کے تحت داخل ہے، نیز اس لئے کہ اس میں بد وصلاح نہیں ہوا، لہذا اس کی بیع توڑنے کی شرط کے بغیر ناجائز ہے، اور یہ دوسری جنس کے مشابہ ہو گیا، اور اس جنس کے مشابہ ہو گیا جو دوسرے باغ میں ہے (۱)، جیسا کہ آئے گا۔

۸۰- سوم: اگر ایک درخت میں یا کسی ایک نوع کے چند درختوں میں بد وصلاح ہو جائے تو باغ میں موجود اسی جنس کی دوسری نوع کے پھلوں کی بیع کیا جائز ہوگی؟

اس صورت کے بارے میں چند آراء ہیں:

پہلی رائے: بعض اصحاب امام شافعی کی ہے، اور یہی حنابلہ میں قاضی کا قول ہے کہ وہ اس کے تابع نہ ہوگا، اور ابن قدامہ نے کہا ہے کہ یہی اولیٰ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

دو انواع کا پکنا بسا اوقات بہت فرق اور زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا بد وصلاح میں ایک نوع دوسری کے تابع نہ ہوگی جیسا کہ دو جنسوں میں ہوتا ہے۔

اور اس لئے کہ یہاں نلت ایک دوسرے کا قریب قریب پکنا نیز شرکت اور اس پر مختلف قبضے کے آنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے ضرر کو دور کرنا ہے۔ اور یہ چیز دو انواع میں حاصل نہیں ہو سکتی، اس لئے وہ دونوں اس سلسلہ میں دو اجناس کی طرح ہونگی۔

دوسری رائے: امام محمد بن الحسن کی ہے، وہ یہ ہے کہ جن کا پکنا ایک دوسرے سے قریب قریب ہو تو ان میں بعض کے اندر بد وصلاح کی وجہ سے سب کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور اگر ایک دوسرے کے مقابلہ میں بہت دیر سے پکے ہوئے پھل میں بیع جائز ہے، اور باقی میں ناجائز ہے (۲)۔

(۱) المغنی ۲۰۵، ۲۰۶، شرح المکلی علی المنہاج مع حامیہ اقلیمیہ بی ۲۳۶/۲، رد المختار ۳۹۳۔

(۲) المغنی ۲۰۶، امام محمد بن الحسن کی اس رائے کا ذکر ابن قدامہ نے کیا ہے

۸۲- پنجم: اگر پھل کی ایک جنس میں بد وصلاح ہو جائے تو یہ دوسری جنس کے پھل جس میں بد وصلاح نہیں ہو، کی بیج کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں، لہذا کچی کھجور میں بد وصلاح، مثلاً انگور کی بیج کی صحت کے لئے کافی نہیں ہوگا، اگر باغ میں انگور اور انار ہوں اور انگور میں بد وصلاح ہو جائے تو انار کی بیج جائز نہیں ہوگی تا آنکہ اس میں بد وصلاح ہو جائے۔ مالکیہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور یہ متفق علیہ ہے۔ اگر اس حالت میں فروخت کر دے تو دوسری جنس کے پھل کو توڑنے کی شرط واجب ہوگی۔

۸۳- فقہاء نے بعض کے بد وصلاح کی بنیاد پر تمام کی بیج کے جواز کے حکم میں ککڑی کے کھیت کو پھل کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ بڑی اور کھانے کے قابل ہو جائے۔ مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ یہ حکم ان ہی دونوں کے ساتھ خاص ہے۔ ربی کھیتی تو بعض کا خشک ہونا سب کی بیج کے جواز کے لئے کافی نہیں، بلکہ تمام دانوں کا خشک ہونا ضروری ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے:

کہ ”تفکھ“ کے طور پر تر پھلوں کو کھانے کی لوگوں کو زیادہ ضرورت ہے۔

اور اس لئے کہ اگر بعض پھل میں بد وصلاح ہو جائے تو عموماً تیزی کے ساتھ بقیہ میں ایسا ہو جاتا ہے، اور ککڑی وغیرہ اسی کے مثل ہے، برخلاف کھیتی کے۔ اور دانوں (خلوں) کی نوعیت ایسی نہیں ہے، کیونکہ وہ غذا کے لئے ہوتے ہیں، تفکھ کے لئے نہیں^(۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ اصل پر قائم ہیں یعنی دانے کے بارے میں بعض میں بد وصلاح کافی ہے کہ وہ تھوڑا ہو، بلکہ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ بعض دانوں کا پختہ ہونا خواہ ایک ہی باہی ہو کافی ہے، اس کی

(۱) = ۲۸۸، حاشیہ الصدوی علی شرح کفایہ لطالب ۲/ ۱۵۳، القوانین الفہمیہ ۱۷۳/ ۱، شرح اجمالی علی الصہاج ۲۳۶/ ۲۔

(۲) شرح الخرشنی ۱۸۵/ ۵، حاشیہ الدسوقی علی الشرح المکبیر ۱۷۳/ ۱۔

طیب و عمدہ ہونے یا اہل تجربہ کے قول سے کی ہے۔

مالکیہ میں سے ابن کنانہ نے باغات میں حکم کو عام رکھا ہے، کہ ان میں عمدگی یکے بعد دیگرے نہ ہو۔ ابن قسار نے اس حکم کو آس پاس کے باغات کے علاوہ میں بھی عام رکھا ہے جس کے تحت پورا شہر آ جائے گا۔

اور باغات کے متصل ہونے کی شرط لگانے کے بارے میں مالکیہ کے دو اقوال ہیں، لیکن انہوں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے کہ قرب و جوار کے باغات، اس باغ والے کی ملکیت میں ہوں جس کے اندر وہ باکوره درخت ہے جس میں بد وصلاح ہو چکا ہے، البتہ انہوں نے اس حکم کو پھلوں میں محدود رکھا ہے، اور پھلوں کے مثل ککڑی کا کھیت ہے۔ ربی کھیتیاں تو ان میں تمام دانوں کا خشک ہونا ضروری ہے^(۱)۔

دوم: ایک باغ دوسرے کے تابع نہ ہوگا، یہی شافیہ کے نزدیک اصح اور معتد، اور حنابلہ کے یہاں مذہب ہے۔ کہ وہ دونوں قریب قریب ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

مقامات کے مختلف ہونے کی وجہ سے تاہیر (گا بھادینے) کا وقت مختلف ہو جاتا ہے جیسا کہ شافیہ کہتے ہیں، لہذا دوسرے باغ میں توڑنے کی شرط ضروری ہے۔

اور یہ کہ جن میں بد وصلاح نہیں ہو، ان کو بد وصلاح والے کے ساتھ ملحق کرنا شرکت اور مختلف قبضوں کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہے، اور یہ ضرر دوسرے باغ میں موجود نہیں ہے، لہذا تابع نہ بنانا واجب ہوگا، جیسا کہ دوردور کے دو باغات میں ہے^(۲)۔

(۱) المغنی ۲۰۶/ ۲، نیز دیکھئے: القوانین الفہمیہ ۱۷۳/ ۱، شرح اجمالی علی الصہاج ۲۳۶/ ۲، الشرح المکبیر للدرر مع حاشیہ الدسوقی ۱۷۳/ ۳، شرح الخرشنی علی مختصر سیدی فیصل مع حاشیہ الصدوی ۱۸۵/ ۵۔

(۲) تجتذ المحتاج ۲۰۶/ ۲، شرح اجمالی علی الصہاج ۲۳۶/ ۲، المغنی ۲۰۶/ ۲۔

بیع منہی عنہ ۸۴-۸۵

اس کی بیع بھی جائز ہے، اس لئے کہ مستقبل کے لحاظ سے وہ قابل انتفاع ہے، اگرچہ فی الحال قابل انتفاع نہ ہو، اس حیثیت سے کہ وہ مال ہے^(۱)۔

اسی وجہ سے حنفیہ نے پورے یا بعض پھلوں میں بد وصلاح کی شرط پر بحث نہیں کی (اسی طرح نلہ میں بھی)، اور ان کے متون کی عبارتیں اس سلسلہ میں صریح ہیں، اصل عبارت یہ ہے:

جس نے ایسا پھل بیچا جس میں بد وصلاح نہیں ہو یا بد وصلاح ہو گیا تو بیع جائز ہوگی، اور خریدار پر اس کو فی الحال توڑ لینا واجب ہے، اور اگر کھجور کے درخت پر اس کو چھوڑے رکھنے کی شرط لگا دے تو بیع فاسد ہے، اور ایک قول ہے کہ فاسد نہیں اگر وہ پھل مکمل ہو چکا ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے^(۲)۔

پے در پے پیدا ہونے والے پھلوں وغیرہ کی بیع:

۸۵- بد وصلاح سے قبل پھل فروخت کرنے کے مسئلہ سے متعلق (سابقہ اختلاف کے ساتھ) یہ مسئلہ بھی ہے کہ کسی نے ایسا پھل فروخت کیا جس کا بد وصلاح ہو چکا ہو، اور وہ یکے بعد دیگرے پھل دیتا ہو، اور عموماً اس کے پھل آگے پیچھے آتے ہوں، اور نیا پھل موجودہ پھل سے مل جاتا ہو مثلاً انجیر، گکڑی اور ربوزہ، اسی طرح کھیتی میں برسیم (ایک گھاس)، اور اسی طرح گلاب کا پھول وغیرہ، یہ مسئلہ مسئله الشمر المتلاحق (یکے بعد دیگرے آنے والے پھل کے مسئلہ) سے معروف ہے، اور اس میں کچھ اختلاف ہے۔

الف- چنانچہ جمہور فقہاء (شافعیہ، حنابلہ) کا مذہب، حنفیہ کے

وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے پھلوں کا عمدہ ہونا بتدریج رکھا ہے تاکہ اس سے تھکے کا زمانہ دراز رہے۔ اور اگر تمام کے عمدہ ہونے کی شرط ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی فروخت نہ کیا جاسکے گا، اس لئے کہ جو پہلے عمدہ ہو گیا وہ تلف ہو جائے گا یا ایک ایک دانہ کر کے فروخت کرنا پڑے گا، اور دونوں میں شدید حرج ہے^(۱)۔

۸۴- حنفیہ کے سامنے یہ مسئلہ یعنی بیع کی صحت کے لئے سارے پھلوں میں بد وصلاح کی شرط لگانا اور اس کے تحت آنے والی تفصیلات نہیں ہیں، اس لئے کہ بنیادی مسئلہ یعنی بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع (اور اسی طرح دانہ وغیرہ کے بارے میں) حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ قابل انتفاع ہو، خواہ جانوروں کا چارہ ہی ہو تو بیع با اتفاق اہل مذہب جائز ہے، جبکہ اس کو توڑنے کی شرط پر یا علی الاطلاق فروخت کرے، اور فی الحال خریدار پر اس کا توڑنا واجب ہے۔

سارے پھل میں صلاح اور سارے دانہ میں صلاح کی شرط لگانے کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کا تمام سابقہ اختلاف، حنفیہ کے نزدیک محض قابل انتفاع ہونے کی حالت میں ہے، اور ان سب کی بیع حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

حنفیہ کے یہاں اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بد وصلاح سے قبل کھانے یا چارے کسی کے قابل نہ ہو:

چنانچہ سرخسی اور شیخ الاسلام (خواہر زاوہ) اس جزئیہ میں ممانعت اور بے قیمت ہونے کی وجہ سے عدم جواز کے قائل ہیں۔

مذہب میں صحیح قول (اور مرغینانی کے نزدیک اصح) یہ ہے کہ

(۱) الہدایۃ شرح ۵/۲۸۸، ۲۸۹، تبیین الحقائق ۳/۱۳۔

(۲) شرح الہدایۃ ۵/۲۸۸، ۲۸۹، متن تنویر الابصار مع الدر المختار ورد المحتار ۳/۹۳۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۶۳، حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ۳/۲۰۳، نیز توجیہ کے سلسلہ میں دیکھئے: حاشیہ عمیرہ علی شرح المکمل ۳/۲۳۶، کشاف القناع ۳/۲۸۷۔

بیع منہی عنہ ۸۶

جائے، اور اس کے بعد پیدا ہونے والے اس کے تابع ہوں، اور اس میں یہ قید نہ ہو کہ عقد کے وقت موجود پھل زیادہ ہو، ابن عابدین نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل ذکر کی ہے۔

استحسان کی وجہ لوگوں کا تعامل ہے، کیونکہ لوگوں میں اس طریقہ پر انگور کے پھلوں کی بیع کا رواج ہے، اور اس سلسلے میں لوگوں کا عرف و رواج واضح ہے، اور لوگوں کو ان کی عادتوں سے ہٹانے میں حرج ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے درختوں پر موجود گلاب کے پھول کی بیع کو جائز کہا ہے، جبکہ یہ معلوم ہے کہ سارے پھول ایک ساتھ نہیں کھلتے، بلکہ آگے پیچھے کھلتے ہیں^(۱)۔

اس سے واضح ہے کہ آگے پیچھے پیدا ہونے والے پھلوں کی بیع کا جواز حنفیہ میں سے جواز کا فتویٰ دینے والوں کے نزدیک ”استحسان ضرورت“ کے قبیل سے ہے۔

لیکن جن لوگوں نے اس بیع کے عدم جواز کے بارے میں جمہور کے مسلک کو اختیار کیا، انہوں نے نصوص کو لیا ہے اور یہاں ضرورت کے وجود کی نفی کی ہے:

اس لئے کہ فر وخت کرنے والے کے لئے اصل کفر وخت کرنا جائز ہے۔

یا خریدار موجودہ پھل کو بعض ثمن کے عوض لے لے، اور بقیہ میں عقد کو اس کے وجود کے وقت تک مؤخر کر دے۔

یا موجودہ پھل کو تمام ثمن کے عوض خرید لے، اور فر وخت کرنے والا خریدار کے لئے بعد میں پیدا ہونے والے پھلوں سے انتفاع کو

یہاں ظاہر الروایہ اور یہی ان کے یہاں قیاساً صحیح ہے، یہ ہے کہ یہ بیع صحیح نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے:

اس میں علاحدہ کرنے کے محال ہونے کی وجہ سے سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے، لہذا یہ سپرد کرنے سے قبل ہلاک ہونے کے مشابہ ہو گیا، جیسا کہ حنفیہ میں سے مرغینانی اور کمال بن الہمام کہتے ہیں، جبکہ شافعیہ میں سے قاضی زکریا انصاری نے توجیہ کے صرف ابتدائی حصہ کو ذکر کیا ہے۔ اور سرحسی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ عقد میں موجود و معدوم دونوں کو جمع کرنا ہے، اور معدوم عقد کو قبول نہیں کرنا، اور موجود حصہ غیر معلوم ہے^(۱)۔

حنا بلہ کی توجیہ ہے کہ یہ ایسا پھل ہے جو پیدا نہیں ہوا، لہذا اس کی بیع ناجائز ہے، جیسا کہ اگر کسی پھل کے ظاہر ہونے سے قبل فروخت کر دے۔ اور اس لئے کہ اس کی اصل کی بیع کے ذریعہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

کھجور کا جو پھل ابھی پیدا نہیں ہوا اس کی بیع پیدا شدہ پھل کے تابع ہو کر جائز نہیں ہے، اور اگر اس میں بد وصلاح نہ ہو تو بد وصلاح والے پھل کے ساتھ تابع ہو کر اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ جس میں بد وصلاح نہیں ہوا، بعض حالات میں انفرادی طور پر اس کی بیع جائز ہے جیسا کہ گزرا۔ لیکن جو پھل ابھی پیدا نہ ہوا ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے^(۲)۔

۸۶- امام مالک کا مذہب جواز کا ہے۔ بعض حنفیہ مثلاً حلوانی، ابو بکر محمد بن فضل بخاری اور دوسرے فقہاء نے بھی استحساناً یہی فتویٰ دیا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ موجودہ پھل کو عقد میں اصل قرار دے دیا

(۱) شرح المصلیٰ علیٰ اسمہاج ۲/۲۳، المغنی ۲/۲۰۷، کشاف القناع ۳/۲۱۳، الدر المختار ۳/۳۸، الہدایہ فی شرح القدر ۵/۲۸۹، شرح التبیان ۳/۲۰۶۔

(۲) المغنی ۳/۲۰۷۔

(۱) القوانین الفقیہیہ ۳/۲۰۷، شرح الکبیر للدرہی ۳/۱۸۷، نیز الدر المختار ۳/۳۸، ۳/۳۹ کے ساتھ موازنہ کریں، تمبین الحقائق ۳/۱۲، شرح الکفایۃ علی الہدایہ ۵/۲۸۹، فتح القدر ۵/۲۹۲۔

بیع منہی عنہ ۸۷

۸۷- مالکیہ نے جو جواز کے قائل ہیں ان کے بعد دیگرے آنے والے پھلوں کی جن میں کئی کھیپ پیداوار ہوتی ہے دو قسمیں کی ہیں: جس کی فصلیں ایک دوسرے سے علاحدہ ہوں۔
جس کی فصلیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں۔

جن کی کھیپ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی انتہا ہو اور دوسری وہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔

ذیل میں اس کے احکام درج ہیں:

اول: جس کی فصلیں ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں، یہ وہ ہیں جو علاحدہ علاحدہ ہوں، مسلسل نہ ہوں۔ اور ایسا اس درخت میں ہوتا ہے جو سال میں دو علاحدہ علاحدہ فصل میں پھل دیتا ہے، تو اس میں دوسری فصل کو اس کے وجود کے بعد لیکن اس کے بد و صلاح سے قبل پہلی فصل کے بد و صلاح کی بنیاد پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ پہلی فصل کے ختم ہونے سے قبل دوسری فصل میں نافعیت ظاہر ہو جاتی ہو، یہی ان کے نزدیک مشہور ہے۔

ابن رشد نے جواز کا ایک قول اس بنیاد پر نقل کیا ہے کہ دوسری فصل لائق انتفاع ہونے میں پہلی فصل کے تابع ہے، لیکن ابن جزری نے اس صورت میں عدم جواز کو متفق علیہ قرار دیا ہے (۱)۔

دوم: جو فصل در فصل پھل دیتا ہو، اور وہ آپس میں ممتاز نہ ہوں، اور اس کی ایک انتہا ہو جہاں وہ ختم ہو جائے مثلاً گلاب کا پھول، انجیر، اور مثلاً کھیرا، کلڑی، تربوزہ، کولر، اور بیگن وغیرہ کے کھیت، تو اس صورت میں پہلی فصل کے بد و صلاح کے بعد بقیہ ساری فصلوں کی بیع جائز ہوگی۔ ابن جزری نے کہا: ان کا یعنی ائمہ ثلاثہ کا

مباح کر دے، اور اسی وجہ سے ان فقہاء نے کہا ہے کہ معدوم میں عقد کو جائز قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ اس نص سے متعارض ہے جس میں انسان کے پاس غیر موجود چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے (۱)۔

اسی سلسلے میں ابن عابدین کہتے ہیں:

ہمارے زمانے میں ضرورت کا پایا جانا مخفی نہیں، اور خاص طور پر دمشق شام جیسے علاقہ میں جہاں درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے، کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ کسی طریقہ کو اختیار کر کے اس سے بچنے پر ان کو مجبور کرنا ناممکن ہے۔ اگر بعض افراد کے لحاظ سے ایسا ممکن ہو بھی تو عام لوگوں کے لحاظ سے ناممکن ہے، اور لوگوں کو ان کی عادت سے ہٹانے میں حرج ہے (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے)، اور لازم آئے گا کہ ان شہروں میں پھل کھانا حرام قرار دے دیا جائے، اس لئے کہ ان کی بیع اسی طرح ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سلم کی رخصت محض ضرورت کی بنا پر دی ہے، حالانکہ وہ معدوم کی بیع ہے، لہذا چونکہ یہاں بھی ضرورت و مجبوری پائی جا رہی ہے، اس لئے بہ طریق دلالت اس کو ”سلم“ کے حکم میں شامل کرنا ممکن ہے، لہذا یہ نص سے متصادم نہیں، اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کو استحسان کے قبیل سے قرار دیا ہے، اس لئے کہ قیاس عدم جواز کا ہے۔ اور ”فتح القدر“ کے کلام کا ظاہر جواز کی طرف میلان ہے، اسی وجہ سے انہوں نے اس کے لئے امام محمد کی روایت ذکر کی ہے، بلکہ اس کو حلوانی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے، اور جس معاملہ میں تنگی ہو جاتی ہے اس میں گنجائش نکل آتی ہے، اور مخفی نہیں کہ ظاہر روایت سے عدول کرنے کے لئے اتنا کافی ہے (۲)۔

(۱) المشرح الکبیر للدرر مع حاشیہ الدسوقی ۳/ ۱۷۷، ۱۷۸، شرح الخرشنی ۵/ ۱۸۵، ۱۸۶، القوانین الفقهیہ ۱/ ۱۷۳۔

(۱) تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۲، نیز دیکھئے رد المحتار ۳/ ۳۹۳۔

(۲) دیکھئے فتح القدر ۵/ ۳۹۲، رد المحتار ۳/ ۳۹۳۔

بیع منہی عنہ ۸۸-۸۹

کرنے سے منع فرمایا ہے)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کھجور کا درخت آئندہ دو سال یا تین سال یا اس سے زیادہ تک جو پھل دے فروخت کرنے والا اس کو فروخت کرے۔ اس سے ممانعت کی وجہ اس میں غرر ہے۔ اور یہ بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع کی ممانعت کے مقابلہ میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے^(۱)۔

د- پانی میں مچھلی کی بیع:

۸۹- غرر کی وجہ سے جن بیوع کی ممانعت ہے ان میں پانی میں مچھلی کی بیع بھی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے: ”أن النبی ﷺ قال: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر“^(۲) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانی میں موجود مچھلی کو نہ خریدو، اس لئے کہ اس میں دھوکہ ہے)۔

جمہور فقہاء متفق ہیں کہ شکار کرنے سے قبل اس کی بیع صحیح نہیں ہے، اسی طرح اگر اس کو شکار کر کے پانی میں ڈال دیا گیا کہ بلا مشقت اس کو پکڑنا ناممکن ہو، تو بھی اس کی بیع صحیح نہیں ہے، اور یہ بیع فاسد ہوگی، اس لئے کہ یہ غیر مملوک کی بیع ہے۔ اور اس میں بہت زیادہ غرر ہے جو بالاجماع ناقابل معافی ہے، نیز اس لئے کہ اس کو شکار کرنے کے بعد ہی اسے سپرد کرنے پر وہ قادر ہے، لہذا وہ نضا میں پرندے کی طرح ہوگی۔ اسی طرح وہ مچھول ہے، لہذا اس کی بیع صحیح نہ ہوگی، جیسا کہ تھن میں دودھ اور کھجور میں گٹھلی^(۳)۔

اختلاف ہے، لہذا جس نے ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز خریدی، تو اس کے لئے ساری فصلوں کا فیصلہ ہوگا، گو کہ اس نے اس کی شرط عقد میں نہ لگائی ہو۔

اس سلسلہ میں ایک ماہ وغیرہ کا وقت مقرر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ قلت و کثرت کے لحاظ سے اس کا پھل مختلف ہوتا ہے^(۱)۔

سوم: جو یکے بعد دیگرے پھل دے، اور اس کی فصل آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں اور اس میں مسلسل پھل آتے ہوں یعنی اس کی انتہاء نہ ہو بلکہ اس کا پھل دینا ہمہ جاری ہو۔ جب بھی اس کا پھل توڑ لیا جائے اس کی جگہ پر دوسرا پھل آجائے، اور اس طرح اس کی کوئی انتہاء نہ ہو، بلکہ وہ پورے سال جاری رہتا ہو، مثلاً کیلا، بعض ملکوں میں تو اس نوع کی بیع ایک طرح کی متعین مدت مقرر کئے بغیر ناجائز ہے، اور وہ زیادہ سے زیادہ امکانی آخری مدت ہوگی، اگرچہ مدت زیادہ (طویل) ہو یہ مشہور قول کے مطابق ہے، اس میں ابن مافع کا اختلاف ہے کہ انہوں نے جواز کو ایک سال میں محدود کیا ہے، اور اس میں ان لوگوں کا بھی اختلاف ہے جو دو سال سے زیادہ کی نفی کرتے ہیں۔

جواز کے بارے میں مدت مقرر کرنے کی طرح ہی متعین فصل کا استثناء کرنا بھی ہے^(۲)۔

ج- کئی سال کے لئے بیع:

۸۸- حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع السنین“^(۳) (نبی کریم ﷺ نے کئی سالوں کے لئے بیع

- (۱) القوائین الفقہیہ ۱/۱۷۳، اشرح الکبیر للدرر ۳/۱۷۸، اشرح الخرشنی ۵/۱۸۶۔
(۲) سابقہ مراجع۔
(۳) حدیث: ”لہی عن بیع السنین“ کی روایت مسلم (۳/۱۷۸) طبع المجلسی نے کی ہے۔

(۱) فیض القدر للمناوی ۶/۳۰۷۔

(۲) حدیث: ”لا تشتروا السمک فی الماء.....“ کی روایت احمد (۱/۳۸۸) طبع المہدیہ نے کی ہے، دار قطنی اور خطیب نے اس کے متوقف ہونے کو درست قرار دیا ہے (تخصیص الحیر لابن حجر ۳/۷۳ طبع شرکت الطباعة القویہ)۔

(۳) تہذیب الحقائق ۳/۵۵، اشرح الکبیر للدرر ۳/۶۰، نیز شرح الخرشنی ۵/۶۹، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳

بیع منہی عنہ ۹۰-۹۲

نہی عن شراء العبد وهو آبق،^(۱) (رسول اللہ ﷺ نے غلام کو خریدنے سے منع کیا جبکہ وہ بھاگا ہوا ہو)، لہذا جمہور کے نزدیک اس کی بیع فی الجملہ حرام ہے۔

حنفیہ نے اس کی بیع اس شخص کے ہاتھ جائز قرار دی ہے جس کے پاس وہ غلام ہے یا جو اس کو پکڑنے پر قادر ہے۔

شافعیہ نے اس کی بیع کے جواز کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ ہو جو اس کو عادتاً ناقابل برداشت مشقت کے بغیر اور اس پر قابل لحاظ صرفہ کے بغیر لوٹا لینے پر قادر ہو۔

حنابلہ نے علی الاطلاق ناجائز کہا ہے، گو کہ اس کی جگہ کا اس کو علم ہو یا اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ ہاں اگر کسی انسان کے ہاتھ آجائے تو جائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا ممکن ہے۔

اسی پر ان دو چیزوں کو قیاس کیا گیا ہے: بدکا ہوا اونٹ، بدکا ہوا گھوڑا اور گرم شدہ جانور الا یہ کہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے جو اس کو بد آسانی واپس لے سکتا ہو، اور غصب کردہ چیز الا یہ کہ شافعیہ کے نزدیک ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے جو اس کو چھین لینے پر قادر ہو، اور اس کی بیع غاصب کے ہاتھ یقیناً درست ہوگی^(۲)۔

اس مسئلہ میں بہت سی فروعات ہیں جن کو اصطلاح ”بیع“ اور ”غرر“ میں دیکھا جائے۔

و- تھن میں دودھ کی بیع:

۹۲- اس کی ممانعت کے بارے میں حضرت ابن عباس کی حدیث

(۱) حدیث ”لہی عن شراء العبد وهو آبق“ کی روایت ابن ماجہ (۳/۴۰۰) طبع لیس نے کی ہے زبلی نے عبدالحق شیبلی کا یہ قول نقل کیا ہے اس کی اسناد ناقص استدلال ہے (نصب الرایہ ۳/۱۵ طبع مجلس العلیٰ باللہ)۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۱۲، بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، شرح اعلیٰ ۲/۵۸، کشف القناع ۳/۱۶۲، المغنی ۳/۲۵۱۔

حنفیہ کے یہاں یہ بیع ان کی اپنی اصطلاح کے لحاظ سے باطل ہے، اور بعض حنفیہ اس کو فاسد کہتے ہیں اگر اس کو سامان کے عوض فروخت کیا گیا ہو، اس لئے کہ اس صورت میں مچھلی ثمن ہوگی اور سامان بیع ہوگا۔ اور اگر جہالت ثمن میں ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے، باطل نہیں ہوتی۔ اور اگر دراہم و دنانیر کے عوض فروخت کی گئی ہو تو بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ بیع میں ملکیت نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کا بیع ہونا اور دراہم یا دنانیر کا ثمن ہونا متعین ہے۔

اس کے بارے میں خاص شرائط و احکام کے ساتھ جواز کی کچھ صورتیں ہیں^(۱)۔ جن کی تفصیل اصطلاح ”غرر“ میں ان کے اپنے مقام پر دیکھی جائے۔

۹۰- پانی میں مچھلی کی بیع کے مثل فضاء میں پرندے کی بیع ہے۔ اس کے فاسد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں۔

شافعیہ اور حنابلہ کے برخلاف حنفیہ کے یہاں تفصیل ہے کہ اگر وہ چھوڑنے کے بعد لوٹ آئے تو بیع صحیح ہوگی، اور اگر چھوڑنے کے بعد نہ لوٹے تو صحیح نہیں ہوگی^(۲)۔

لیکن شکار کرنے سے قبل اس کی بیع ان کے نزدیک باطل ہے، جیسا کہ اجماع ہے، اس کے بعض احکام، اس کی تفصیلات اور جواز اور عدم جواز کی توجیہ اصطلاح ”غرر“ اور ”بیع“ میں دیکھی جائے۔

ھ- بھگڑے غلام کی بیع:

۹۱- حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: ”ان رسول اللہ ﷺ

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۶، حاشیہ اقلیو بی علی شرح اعلیٰ ۲/۱۵۸، المغنی ۳/۲۵۲۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۷، تبیین الخفاقیق ۳/۵۵، شرح الخرشنی ۲/۶۹، شرح اعلیٰ و حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۵۸، کشف القناع ۳/۱۶۲۔

بیع منہی عنہ ۹۳-۹۴

اور یہی حنا بلہ کے یہاں مذہب ہے۔

امام ابو یوسف اس کے جواز کے قائل ہیں، امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے بشرطیکہ فی الحال اس کو کاٹ لیا جائے، مرداوی نے کہا: یہ رائے قوی ہے^(۱)۔

مالکیہ کا مذہب اس کو تھوڑے دنوں مثلاً نصف ماہ میں کاٹ لینے کی شرط کے ساتھ جواز کا ہے۔ تاملین فساد کی دلیل اس سلسلے میں وارد ممانعت ہے، اور یہ کہ یہ جانور کے اوصاف میں سے ہے، جس کی الگ سے بیع نہیں ہو سکتی۔ اور بیع کا غیر بیع سے اختلاط ہے، اس لئے کہ وہ نیچے سے آگتا ہے یا اس کا جانور سے متصل ہونا ہے، لہذا اس کے اعضاء کی طرح اس کو الگ سے فروخت کرنا ناجائز ہے، یا کاٹنے کی جگہ کے بارے میں نزاع اور جہالت ہے۔

امام ابو یوسف اس کو تفصیل (نصفصہ یا برسیم) پر قیاس کرتے ہیں، اور تفصیل کی تشریح میں کہا ہے کہ تفصیل ایسا جو ہے جو جانوروں کے چارہ کے لئے سبز حالت میں کاٹ لیا جائے^(۲)۔ اس میں تفصیلات اور صورتیں ہیں جن کو اصطلاح ”بیع“، ”غرر“ اور ”جہالت“ میں دیکھا جائے۔

ح- دودھ میں گھی کی بیع:

۹۴- حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے: ”..... أو سمن فی لبن“ (..... یا دودھ میں گھی) (۳)، اور یہ بیع صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بیع کا غیر بیع کے ساتھ اس طرح

(۱) الانصاف ۳/۳۰۱، جوہر لا کلیل ۲/۶۶۲، الدر المنثور ۳/۲۰۳۔

(۲) الہدایہ مع الشروح ۶/۵۰، ۵۱، تبیین الحقائق ۳/۶۳، بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، کشف القناع ۳/۶۶۲، المغنی ۳/۲۷۶، نیل الاوطار ۵/۵۰، المصباح لمیر مادہ ”تفصیل“۔

(۳) حدیث کی تحریر بیع فقرہ ۵۲ میں آ چکی ہے۔

وارد ہے۔ انہوں نے کہا: ”نہی النبی ﷺ أن یباع ثمر حتی یطعم، أو صوف علی ظہر، أو لبن فی ضرع، أو سمن فی لبن“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ پھل بیچا جائے تا آنکہ کھانے کے قابل ہو جائے، یا پشت پر موجود اون یا تھن میں دودھ یا دودھ میں گھی)۔

شوکانی نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے اس کی بیع کے فاسد ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔ فقہاء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس کی صفت اور مقدار مجہول ہے، لہذا وہ حمل کے مشابہ ہو گیا۔ حنفیہ اس بات میں متردد ہیں کہ دو ملکیتوں کے اختلاط کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی یا اس کے وجود میں شک کی وجہ سے باطل ہوگی۔ حنفیہ میں سے ابن الہمام نے اس کے لئے، اور اس جیسے دوسرے مسائل کے لئے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جو چیز اپنے غلاف میں پیچی جائے وہ ناجائز ہوگی، البتہ نلہ کی بیع اپنے چھلکے میں مستثنیٰ ہے^(۲)۔ اس کے احکام کی تفصیل اصطلاح ”بیع“ اور ”غرر“ میں ہے۔

ز- پشت پر رہتے ہوئے اون کی بیع:

۹۳- اس کے متعلق ابھی اوپر فقرہ ۹۲ میں گذری ہوئی حدیث وارد ہے۔

اس کے فاسد ہونے کی صراحت کرنے والوں میں حنفیہ ہیں،

(۱) حدیث: ”لہی أن یباع ثمر حتی یطعم.....“ کی روایت دارقطنی (۳/۱۳ طبع دارالحسنہ) اور بیہقی (۵/۳۳۰ طبع دارالمنار العربیہ) نے کی ہے بیہقی نے کہا اس کو مرنوع نقل کرنے میں عمرو بن فروخ کا تفرقہ ہے اور وہ قوی نہیں ہے دوسروں نے اس کی روایت موقوفہ کی ہے اسی طرح دارقطنی نے حضرت ابن عباسؓ پر اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۱۳۹، شرح المکیر فی ذیل المغنی ۳/۲۸، المغنی ۳/۲۷۶، کشف القناع ۳/۶۶۲، الانصاف ۳/۳۰۱، الدر المنثور ۳/۲۷۶، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۵۰، تبیین الحقائق ۳/۶۳، فتح القدر ۶/۵۱۔

بیج منہی عنہ ۹۵-۹۶

شافیہ نے بھی اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح حنابلہ نے بھی اور صاحب ”اشرح الکبیر“ نے اس کا نام ”ضابطہ“ رکھتے ہوئے کہا کہ اس باب کا ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کی الگ سے بیج صحیح نہیں ہے، اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں ہے (۱)۔

۹۶- اس کی بعض عملی مثالیں درج ذیل ہیں:

الف- ایک غیر متعین بکری کے استثناء کے ساتھ اگر ”اس متعین ریوز“ کو فروخت کیا تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق صحیح نہیں ہے، اس کی دلیل غیر معلوم استثناء کی بیج سے ممانعت کے بارے میں مذکورہ حدیث ہے، نیز اس لئے کہ یہ معلوم بیج ہے، اس لئے صحیح نہیں ہے اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہیں ایک بکری فروخت کی جس کو تم اس ریوز میں سے منتخب کرو گے۔ یہی حکم اس باغ کو فروخت کرنے کا ہے جس میں ایک غیر متعین درخت کا استثناء کر دیا جائے (۲)۔

امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے، لہذا ان کے نزدیک فروخت کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ باغ فروخت کرے اور اس کے پانچ درختوں کو مستثنیٰ کر دے، اس لئے کہ فروخت کرنے والا عام حالات میں اپنے باغ کے عمدہ اور خراب درختوں سے واقف ہوتا ہے، لہذا اس کے بارے میں یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک درخت منتخب کرنے کے بعد دوسرے پر جائے گا، برخلاف خریدار کے جس کے بارے میں یہ وہم ہے کہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں دونوں غلوں کے درمیان اگر وہ دونوں یا کوئی ایک ربوی ہوگی بیشی پیش آ جائے گی، اس لئے کہ جس کی طرف منتقل ہوا ہے احتمال ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے

مخلوط ہونا ہے کہ وہ ممتاز نہ ہو سکے اور اس میں جہالت اور غرر ہے، پھر یہ ان چیزوں میں سے ہے جو اپنے غلظتوں میں ہوتی ہیں، اور ان کو حاصل کرنا اور سپرد کرنا فطری شکل کو بگاڑے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ حنفیہ میں سے ابن اہمام کہتے ہیں، غلوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، لہذا اس کی بیج صحیح نہیں ہوگی (۱)۔

ط- بیج میں مجہول شی کا استثناء کرنا:

۹۵- اس کے متعلق حضرت جابرؓ کی یہ حدیث وارد ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن المحاقلة، والمزابنة، والشیاء، إلا أن تعلم“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ اور استثناء سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ استثناء معلوم ہو)۔

”شیا“ کا معنی استثناء ہے، بیج میں استثناء یہ ہے کہ کوئی چیز فروخت کرے اور اس کے بعض حصہ کو مستثنیٰ کر دے، اگر استثناء کردہ حصہ متعین ہو مثلاً فروخت شدہ درختوں میں سے متعین درخت تو بیج صحیح ہوگی، اور اگر مجہول ہو مثلاً بعض درخت تو صحیح نہیں ہوگی (۳)۔

فقہاء نے اس کے لئے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ تنہا جس چیز کا عقد کرنا جائز ہے بیج میں سے اس چیز کا استثناء کرنا بھی صحیح ہے۔ ابن عابدین نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ یہ قاعدہ عام معتبر کتابوں میں مذکور ہے، اس پر کچھ مسائل کی تفریح ہوتی ہے (۴)۔

(۱) دیکھئے: تبیین الحقائق وحاشیہ العلیٰ ۳/۲۶، نیل الاوطار ۵/۱۵۰، فتح القدیر ۵/۱۶۱۔

(۲) حدیث: ”لہی عن المحاقلة و المزابنة...“ کی روایت بخاری (الفتح ۵۰/۵ طبع استقبر) اور مسلم (۱۱۷۵/۳ طبع الحللی) نے ”الذبا إلا أن تعلم“ کے بغیر کی ہے البتہ اس مذکورہ حصہ کی روایت ترمذی (۵۸۵/۳ طبع الحللی) نے کی ہے۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۱۵۰۔

(۴) دیکھئے: الدر المختار ۳/۳۰، نیز دیکھئے: تبیین الحقائق ۳/۳۳۔

(۱) دیکھئے: شرح الحللی علی امہامج ۲/۱۸۱، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۳۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۱، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰۔

بیج منہی عنہ ۹۷

کثیر سے استثناء ہوگا، جیسا کہ اگر ایک رطل کا استثناء کرے۔ اسی طرح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے اگر درخت پر موجود پھلوں میں سے چند معلوم رطل کا استثناء ہو، ظاہر الروایہ یہی ہے (۱)۔

امام احمد کے نزدیک (اور یہی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے اور یہ روایت ان کے مذہب کے قریبہ قیاس ہے) یہ ہے کہ یہاں جائز نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں اگر دونوں عقد کرنے والے رطل کی مقدار سے ما واقف ہوں، اس لئے کہ اس کی جہالت کے نتیجے میں استثناء کے بعد باقی ماندہ میں جہالت پیدا ہوگی (۲)۔

ہ۔ اگر غیر معین بلکہ کسی عمومی حصہ کا استثناء کیا مثلاً چوتھائی اور تہائی تو یہ بالاتفاق صحیح ہے، اس لئے کہ اس کے اجزاء میں بیج کا علم ہے، اور اس لئے بھی کہ ان پر عقد کرنا صحیح ہے (۳)۔

و۔ اگر ایک گز کے استثناء کے ساتھ زمین یا گھریا کپڑا فروخت کرے تو:

ثنا فعیہ اور حنا بلکہ کا مذہب اور حنفیہ میں سے صاحبین کا ایک قول یہ ہے کہ اگر متعاقدین زمین یا گھریا کپڑے کے گز کی تعداد جانتے ہوں کہ مثلاً دس گز ہے تو بیج صحیح ہے اور مذکورہ گز اس میں مشترک ہوگا، کو یا کہ اس نے دس کی بیج کی ہے، اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک ما واقف ہو تو بیج صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ بیج نہ معین ہے اور نہ مشترک ہے، لہذا وہ مجہول ہوگی (۴)۔

۹۷- تاعدہ: ”جس چیز پر علاحدہ عقد کرنا درست ہے اس کا عقد سے استثناء بھی درست ہے“ کی تطبیق حنفیہ کی ذکر کردہ اس صورت پر

درخت سے کم یا زیادہ یا مساوی ہو، اور یکسانیت میں شک حقیقی کمی بیشی کی طرح ہے۔ اور اس کے نتیجے میں قبضہ سے قبل غلہ کی بیج لازم آئے گی، اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک ماپ والی ہو (۱)۔

ب۔ اگر ایک قفیز یا ایک رطل کے استثناء کے ساتھ گیہوں وغیرہ کے اس متعین ڈھیر کی بیج کی تو:

حنفیہ، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت میں جائز ہے، اس لئے کہ یہاں استثناء معلوم ہے، لہذا وہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر اس سے جز وغیر معین کا استثناء کرے جیسا کہ آئے گا۔

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے، اس لئے کہ کبی ہوئی چیز کا علم محض مشاہدہ سے ہوا ہے، مقدار سے نہیں، اور استثناء مشاہدہ کے حکم کو بدل دیتا ہے، اس لئے کہ مشاہدہ کے حکم میں کتنا باقی ہے نامعلوم ہے، لہذا ناجائز ہوگا (۲)۔

ج۔ اگر ایک معین بکری کے استثناء کے ساتھ اس ریوڑ کو فروخت کیا یا ایک معین درخت کے استثناء کے ساتھ اس باغ کو فروخت کیا تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ استثناء کردہ حصہ متعین ہے اور اس کے نتیجے میں جہالت پیدا نہ ہوگی، اور فروخت شدہ چیز مشاہدہ سے معلوم ہے، اس لئے کہ استثناء کردہ حصہ معلوم ہے، لہذا اسباب فساد ختم ہو گیا (۳)۔

د۔ چند معین رطل کے استثناء کے ساتھ کسی ڈھیر کی بیج ہو تو: حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ اس پر عقد کرنا صحیح ہے اگر معلوم ہو کہ مستثنیٰ کئے گئے حصہ سے زیادہ باقی رہے گا اور یہ قلیل کا

(۱) رد المحتار ۳/۳۱۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۶۹، نیز دیکھئے اشراح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰۔

(۳) دیکھئے رد المحتار ۳/۳۳، کشاف القناع ۳/۱۶۸۔

(۴) الدر المختار ۳/۳۲، شرح المغنی علی المہاج ۲/۱۶۱، کشاف القناع

۳/۱۷۰، ۱۷۱۔

(۱) شرح الخرشبی ۵/۷۳، ۷۴۔

(۲) الدر المختار ۳/۳۱، اشراح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰، اور اس کو امام مالک

وغیرہ سے منسوب کیا ہے

(۳) الدر المختار ۳/۳۱، اشراح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰، کشاف القناع ۳/۱۶۸۔

لہذا بیع فاسد ہوگی (۱)۔

حنابلہ نے حلال جانور کے سر، کھال، پھیکے جانے والے اجزاء اور سلب (۲) اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے استثناء کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ ”جب حضور ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کے لئے نکلے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور عامر بن نبیرہ رضی اللہ عنہما تھے، تو ان کا گزرا ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، ان دونوں نے اس سے ایک بکری خریدی اور اس سے اس کے ”سلب“ کی شرط لگائی“ (۳)، اور حنابلہ کے نزدیک حضر کا حکم سفر کے حکم کی طرح ہے، جیسا کہ انہوں نے اس کی صراحت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سفر میں ان مذکورہ چیزوں کے استثناء کا صحیح ہونا منقول ہے حضر میں نہیں، اس لئے کہ کھال اور اس کے ردی اجزاء سے مسافر کے لئے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، لہذا اس کے لئے ان کو چھوڑ کر صرف گوشت کے خریدنے کو جائز قرار دیا گیا (۴)۔

ممانعت کے وہ اسباب جو عقد سے متعلق نہیں ہیں:

۹۹- ان سے مراد وہ اسباب ہیں جن کا تعلق محل عقد یا عقد کے وصف لازم سے نہ ہو اس طور پر کہ وہ اس سے جدا نہ ہوتا ہو، بلکہ ان کا تعلق اس کے علاوہ کسی خارجی امر سے ہو، پس وہ نہ تو رکن ہو اور نہ شرط ہو (۵)۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱

بیع منہی عنہ ۱۰۰-۱۰۳

(جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے درمیان اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان تفریق کر دے گا)۔

اس تفریق کے حکم کے بارے میں فقہاء کے مذاہب:

۱۰۲- یہ تفریق عام فقہاء کے نزدیک عمومی طور پر اور اپنی آنے والی مختلف تفصیلات کے مطابق ناجائز ہے۔

جمہور یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے

کہ بیع کے ذریعہ تفریق حرام ہے۔

امام مالک کے نزدیک اس کو فسخ کرنا واجب ہے، اگرچہ ان دونوں کو ایک شخص کی ملکیت میں جمع کرنا ممکن نہ ہو، البتہ عقود معاوضات وغیر معاوضات میں تفصیل ہے جو درج ذیل ہے:

ان دونوں (امام شافعی اور امام احمد) کے نزدیک بیع باطل ہے۔

شافعیہ کا ایک قول ہے کہ تفریق کرنے سے روکا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ بیع جائز ہے، اور فی نفسہ حکم کا فائدہ دینے والی ہے، البتہ مکروہ ہے، اور بائع تفریق کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ والدین اور اولاد میں بیع فاسد ہے، اور بقیہ قرابتی رشتہ داروں میں جائز ہے۔

اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع سب میں فاسد ہے۔

ان آراء کے دلائل کی تفصیل اصطلاح ”رق“ میں دیکھی جائے۔

۱۰۳- علاوہ ازیں حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ حرمت عام ہے جو ہر ذی رحم محرم کے درمیان ہر قسم کی تفریق کو شامل ہے۔

ان اسباب کو درج ذیل دو انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
نوع اول: جس کے نتیجے میں تنگی یا ایذا رسانی یا ضرر خواہ مادی ہو یا معنوی، خاص ہو یا عام لازم آئے، جیسے غبن، ایک مسلمان کا اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا، اور اہل حرب کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا۔

نوع دوم: جس کے نتیجے میں خالص دینی مخالفت یا خالص عباداتی خلاف ورزی لازم آئے، جیسے اذان جمعہ کے وقت بیع، اور کافر کے ہاتھ قرآن کریم کی بیع۔

نوع اول: وہ اسباب جن کے نتیجے میں ضرر مطلق لازم آئے:
۱۰۰- اس نوع کے تحت آنے والی اہم بیوع حسب ذیل ہیں:

الف- غلام کی بیع میں ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کرنا:

۱۰۱- فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بیع ممنوع ہے، اس لئے کہ حدیث میں اس کی ممانعت ثابت ہے، مثلاً حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ملعون من فرق بین والدہ و ولدہا“^(۱) (ملعون ہے وہ شخص جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کی)۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”من فرق بین والدہ و ولدہا، فرق اللہ بینہ و بین أحبہ یوم القیامۃ“^(۲)

(۱) حدیث ”ملعون من فرق بین والدہ و ولدہا.....“ کی روایت دارقطنی (۶۷/۳ طبع دارالماہین) نے نقل کی ہے ابن تظان نے کہا: حدیث صحیح نہیں ہے نصب الرایہ (۲۵/۳ طبع مجلس علمی ہندوستان)۔

(۲) حدیث ”من فرق بین والدہ و ولدہا.....“ کی روایت ترمذی (۵۱۱/۳)

= (طبع لعلی) نے کی ہے مورحاکم نے اس کو صحیح کہا ہے (۵۵/۱ طبع دائرۃ المعارف اعثمانیہ)۔

بیع منہی عنہ ۱۰۴-۱۰۶

ایسی ماں کو ذبح کرنا جس کا بچہ اس کے دودھ سے بے نیاز ہو گیا ہو، مکروہ ہے، اور اگر وہ اس کے دودھ سے بے نیاز نہ ہو تو ماں کو ذبح کرنا حرام ہے۔ بیع اور تصرف صحیح نہیں ہوگا اگرچہ جانور ماکول اللحم نہ ہو، اور چھوٹے بچہ کو جو ماکول اللحم ہو ذبح کرنا قطعاً حلال ہے، اور اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ اس کے بے نیاز ہونے سے پہلے اس کی ماں کفر و خست کرنا باطل ہے، اگرچہ ابن حجر اس کی حلت کے قائل ہیں، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ذبح فوری نہ ہو یا سرے سے ذبح ہی نہ ہو تو ممنوعہ چیز کا وجود ہوگا، اور خریدار پر ذبح کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے (۱)۔

ہاں اگر خریدار کو معلوم ہو کہ فروخت کرنے والے نے اس کے ذبح کی نذر رمانی ہے اور فروخت کرنے والے نے خریدار پر ذبح کی شرط لگادی تو بیع صحیح ہے، اور یہ نذر یہ لینا ہوگا، اور خریدار پر اس کا ذبح کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ذبح نہ کرے تو قاضی اس کو ذبح کر دے گا، اور ذبح کرنے والا اس کو فقراء میں تقسیم کر دے گا، اور ذبح کے علاوہ کسی اور غرض سے اس بچہ کفر و خست کرنا جو اپنی ماں سے بے نیاز ہو کر وہ ہے، اور ان دونوں کو ذبح کرنا حرام نہیں ہے (۲)۔

اس مسئلہ میں ہمیں حنفیہ اور حنابلہ کا کلام نہیں ملا۔

ب- شراب بنانے والے کے ہاتھ عصیر (رس) کی بیع:

۱۰۶- عصیر سے مراد: عصیر عنب ہے یعنی انگور کا وہ رس جو اس سے نچوڑ کر نکالا جائے۔

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف حقیقی ماں اور اس کے اس چھوٹے بچے کے درمیان جس کے دانت دوبارہ نہ نکلے ہوں، بیع کے ذریعہ تفریق حرام ہے۔

شافعیہ نے اس کو قراہت ولادت میں منحصر کیا ہے، گو کہ بچے کی ہو، بشرطیکہ چھوٹا ہو یہاں تک کہ وہ باشعور اور اپنے کھانے پینے کے سلسلہ میں خود کفیل ہو جائے، اگرچہ سات سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو (۱)۔
دلائل کی تفصیل اصطلاح ”رق“ میں ہے۔

چھوٹے جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کا حکم:

۱۰۴- مالکیہ کے یہاں راجح یہ ہے کہ چوپایہ جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق جائز ہے۔ اور جو تفریق ممنوع ہے وہ عاقل کے ساتھ خاص ہے، اور مالکیہ میں سے ابن القاسم سے مروی ہے کہ جانوروں کے بچوں اور ان کی ماں کے درمیان بھی تفریق منع ہے، اور ظاہر حدیث یہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بچہ اپنی ماں کے بغیر چرنے لگے۔

لہذا اگر ان دونوں کے درمیان بیع کے ذریعہ تفریق کر دی جائے تو نسخ نہ ہوگی، اور متعاقبین کو ایک ملکیت میں دونوں کو جمع کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور یہ عاقل کی تفریق کرنے کی طرح نہیں ہے (۲)۔

۱۰۵- یہ جس کو ابن القاسم نے ممنوع کہا ہے یہی شافعیہ کا بھی مذہب ہے جن کی صراحت ہے کہ چوپایہ جانور اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کرنا حرام ہے۔

پھر انہوں نے مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا:

(۱) بدائع الصنائع ۵/ ۲۳۳، تبیین الحقائق ۳/ ۶۸، الہدایۃ مع الشرح ۶/ ۱۰۸، المغنی ۳/ ۳۰۷، کفایۃ الطالب ۲/ ۱۳۷، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳/ ۷۲، ۷۳، تحفۃ المحتاج شرح اسمہاج بحامیہ الشروانی والعبادی ۳/ ۳۱۹، ۳۲۰۔

(۲) کفایۃ الطالب وحامیہ العدوی ۲/ ۱۳۷، الشرح المکبیر للردی وحامیہ الدوسقی ۳/ ۶۳، نیز دیکھئے شرح الخرش وحامیہ العدوی ۵/ ۷۹۔

(۱) حامیہ اقلیو بی علی شرح کلمی ۲/ ۱۸۵۔

(۲) تحفۃ المحتاج بشرح اسمہاج مع حامیہ الشروانی والعبادی ۳/ ۳۲۱، حامیہ اقلیو بی علی شرح کلمی ۲/ ۱۸۵، حامیہ الجمل علی شرح المنہج ۳/ ۷۲، ۷۳۔

بیع منہی عنہ ۱۰۶

جائے اس پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کو پینے والے پر، اور اس کو پلانے والے پر)۔

وجہ استدلال جیسا کہ عمیرہ بر لسی کہتے ہیں، یہ ہے کہ اس حدیث سے حرام کا سبب بننے کی حرمت معلوم ہوتی ہے (۱)۔

اور اس کی دلیل ابن سیرین سے مروی وہ روایت بھی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ان کی زمین میں ان کا ایک نگر تھا، اس نے حضرت سعد کو انور کے بارے میں بتایا کہ وہ منقہ نہیں بن سکتا، اور اس قائل نہیں کہ شراب کشید کرنے والے کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کیا جائے، تو حضرت سعد نے اس کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا اور کہا: ”اگر میں شراب بیچوں تو بدترین بوڑھا ہوں گا“۔ نیز اس لئے کہ وہ ایسے شخص کے لئے نچوڑنے پر عقد بیع کر رہا ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کو معصیت کے قصد سے لے رہا ہے، لہذا یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ ایک شخص اپنی باندی کسی ایسے شخص کے ہاتھ اجرت پر دے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس کو زنا کاری کے لئے اجرت پر لے رہا ہے (۲)۔

شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، اور بیع دونوں احوال کے مطابق صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ یہ بیع جائز ہے، ابن المنذر نے اس کو حسن، عطاء اور ثوری سے نقل کیا ہے، اور اس کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ”بع الحلال ممن شئت“ (۳) (حلال چیز جس کے ہاتھ چاہو فروخت کرو)، ان کا استدلال اس فرمان باری

اس جزئیہ کے شرعی حکم کے سلسلہ میں فقہاء کے مختلف مذاہب ہیں۔

چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ کے مذاہب میں یہ بیع حرام ہے، اور شافعیہ کے یہاں صحیح اور معتد بھی یہی ہے، اگر اس کو ظلم یا غالب گمان ہو کہ اس کی شراب بنے گی، اور اگر شک ہو تو مکروہ ہے۔ اور اسی کے مثل صاحبین کا ایک قول ہے (حکامی نے اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے) کہ وہ مکروہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اگر کراہت مطلق بولی جائے تو حرمت کے لئے ہوتی ہے (۱)۔

مالکیہ کی عبارت ہے: مکلف پر حرام ہے کہ وہ انور کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ کرے جس کے بارے میں ظلم ہو کہ وہ اس سے شراب کشید کرے گا، ان کا استدلال اس فرمان باری سے ہے: ”وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (۲) (اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر) ابن قدامہ نے کہا: یہ ممانعت حرمت کی متقاضی ہے۔

اسی طرح ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: ”لعنت الخمر علی عشرة أوجه: بعینها، وعاصرها، ومعتصرها، وبائعها، ومبتاعها، وحاملها، والمحمولة إليه، وآكل ثمنها، وشاربها، وساقبها“ (۳) (دس طریقہ سے شراب پر لعنت کی گئی ہے: بذات خود شراب پر، اس کا رس نچوڑنے والے پر، اس کو شراب بنانے والے پر، اس کو فروخت کرنے والے پر، اس کو خریدنے والے پر، اس کو اٹھانے والے پر، جس کے پاس اٹھا کر لائی

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۲۵۰/۵، الہدایہ مع الشرح ۲۸۳/۸، الشرح الکبیر للدرر مع حاشیہ الدرر ۲۳/۷، شرح الخیر ۱۱/۵، نیز دیکھئے شرح کمالی علی المہاج و حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، المغنی ۲۳/۲۸۳، الاضاف ۲۳/۳۲۷۔

(۲) سورہ مائدہ ۲۔

(۳) حدیث: ”لعنت الخمر.....“ کی روایت ابن ماجہ (۱۱۲۲/۳) طبع اقلیو نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے ابن اسکن نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (تفصیل انجیر لابن حجر ۲/۳۳۷ طبع شرکت المطبعت الفیہ)۔

(۱) دیکھئے حاشیہ عمیرہ علی شرح کمالی فی ذیل حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، حاشیہ الجمل علی شرح المہاج ۳۳/۹۳۔

(۲) المغنی ۲۳/۲۸۳۔

(۳) الدر المختار و رد المحتار ۲۵۰/۵، المغنی ۲۳/۲۸۳۔

بیع منہی عنہ ۱۰۷-۱۰۹

سے شراب بنانے کے خریدار کے ارادہ کا بائع کو علم ہو، لہذا اگر اس کو یہ علم نہ ہو تو بلا اختلاف مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ حنفیہ میں سے ہستانی نے لکھا ہے اور مرغینانی کے مذکورہ کلام میں اسی کی صراحت ہے۔

اسی طرح ابن قدامہ نے کہا: بیع اسی صورت میں حرام ہے جبکہ فروخت کرنے والے کو خریدار کے اس ارادہ کا علم ہو، خواہ اس کے کہنے سے یا ایسے قرآن سے جو اس قصد پر دلالت کرتے ہوں۔

رہے شافعیہ تو ان کے یہاں یہی کافی ہے کہ فروخت کرنے والے کو ظن غالب ہو کہ خریدار اس سے شراب یا کوئی نشہ آور چیز بنائے گا۔ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۱)۔

۱۰۸- اگر فروخت کرنے والے کو خریدار کے حال کا علم نہ ہو، یا خریدار ان لوگوں میں سے ہو جو اس سے سرکہ اور شراب دونوں بناتے ہوں یا فروخت کرنے والے کو خریدار کے بارے میں شک یا وہم ہو: جمہور کا مذہب جواز ہے، جیسا کہ حنفیہ اور حنابلہ کی صراحت ہے۔

شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ شک یا وہم کی حالت میں بیع مکروہ ہے (۲)۔

شراب بنانے والے ذمی کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کا حکم: ۱۰۹- شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع سے ممانعت میں اطلاق و عموم، اور شروحات میں مذکورہ تعلیلات کا تقاضا (جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں) یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کے ہاتھ انگور کا رس فروخت کرنے کے بارے میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ کہ جو فقہاء

(۱) رد المحتار ۵/۲۵۰، المغنی ۳/۲۸۲، تجلید کتاب ۳/۱۶۳، شرح المکلی مع حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، الانصاف ۳/۳۲۷، مردوی نے کہا: یہی درست ہے۔
(۲) الدر المختار و رد المحتار ۵/۲۵۰، المغنی ۳/۲۸۲، شرح المکلی علی المسماح و حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، ۱۸۵، تجلید کتاب ۳/۱۶۳، شرح المسماح بحاشیہ لکھنؤ ۳/۹۳۔

سے ہے: "وَ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ" (۱) (اور اللہ نے بیع کو حلال کیا) اور بیع اپنے ارکان و شرائط کے ساتھ مکمل ہوگئی۔

نیز اس لئے کہ معصیت کا تعلق بعینہ اس سے نہیں بلکہ اس کے تغیر کے بعد اس کے پینے سے ہے۔ اور یہ اختیار رکھنے والے شخص کا فعل ہے، اور پینا اٹھا کر لے جانے کے لوازمات میں سے نہیں، اس لئے کہ پینا بسا اوقات اٹھا کر لے جانے کے بغیر پایا جاتا ہے، اور اٹھا کر لے جانا پینے کے لوازمات میں سے نہیں، اس لئے کہ اٹھا کر لے جانا بسا اوقات پینانے کے لئے اور سرکہ میں ڈال کر سرکہ بنانے کے لئے ہوتا ہے، لہذا معصیت اٹھا کر لے جانے کے لوازمات میں سے نہیں، اور یہ انگور نچوڑنے کے لئے اجرت پر لینے کے مثل ہوگیا، یہ قول قیاس پر مبنی ہے۔ اور صاحبین کا قول استحسان پر مبنی ہے، جیسا کہ کرلانی نے کہا، لیکن اس کے باوجود بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ تفریحی ہے اور خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ صاحب "الہدایہ" نے کہا: اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب کشید کرے گا (۲)۔ اور عربی میں لفظ "لابأس" (کوئی حرج نہیں) کراہت تفریحی کے لئے ہے۔ لہذا اس کو چھوڑنا اولیٰ ہے۔

امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہی حنفیہ کے یہاں مذہب ہے اور اسی کے مطابق "متون" کی عبارت ہے۔

رس کو شراب بنانے کے خریدار کے قصد کا بائع کو علم ہونے کی شرط:

۱۰۷- جمہور نے اس بیع سے ممانعت کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۵۔
(۲) الہدایہ مع الشرح ۸/۲۹۳، قیاس و استحسان کی تعلیل و تفصیل کے سلسلے میں خاص طور پر دیکھئے شرح الکفایہ مذکورہ مقام پر۔

حنفیہ اس مسئلہ میں متردد ہیں:
ان میں صاحب المہیط کے نزدیک انگور اور انگور کی بیل کی بیع
اس سے شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ نہیں ہے۔
تہستانی نے نقل کیا ہے کہ انگور کی بیع بھی امام ابوحنیفہ اور
صاحبین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔
امام صاحب کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، یہ مکروہ
تزیہی ہے، صاحبین کے نزدیک ممنوع ہے، اور مکروہ تحریمی ہے (۱)۔

شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کے صحیح
اور باطل ہونے کا حکم:

۱۱۱ - حنفیہ، شافعیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ
یہ بیع صحیح ہے۔ شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ ممانعت (جو شراب
کشید کرنے والے پر لعنت والی حدیث سے مستفاد ہے) (۲) اگرچہ
کراہت یا حرمت کی متقاضی ہے، اس لئے کہ بیع حقیقی یا وہی معصیت
کا سبب ہے، تاہم وہ یہاں بطلان کی متقاضی نہیں ہے، اس لئے کہ
اس کا تعلق ممنوع چیز کی ذات اور اس کے لازم سے خارج علت سے
ہے۔ ہاں وہ اس سے وابستہ ہے، جیسے اذان جمعہ کے بعد بیع کا مسئلہ
ہے، اس لئے کہ یہ ممانعت اس بیع کی ذات یا اس کے لازم کے سبب
نہیں ہے بلکہ جمعہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ بیع فسخ کئے بغیر خریدار کو مجبور کیا جائے گا
کہ اس کو اپنی ملکیت سے نکال دے (۳)۔

کفار کفر و عات شریعت کا مخاطب مانتے ہیں ان کے نزدیک کافر کے
ہاتھ انگور کے رس کی بیع جائز ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب ہیں،
اور کوئی فرق نہیں ہے، حنابلہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔
شافعیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور کہا: کشید کرنے
والے کے ہاتھ کو کہ وہ کافر ہو، بیع حرام ہے، اس لئے کہ وہ اس کے
لئے بھی حرام ہے، اگرچہ ہم ان سے باز پرس اس شرط کی وجہ سے نہیں
کرتے کہ وہ اس کا اظہار نہیں کر رہے ہیں (۱)۔

انگور کے رس کی بیع کا حکم اور دوسرے رسوں پر اس حکم کی
شمولیت:

۱۱۰ - فقہاء نے شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کے
فروخت کے حکم کو عام رکھا ہے، اس حکم کو انگور کے رس پر منحصر نہیں کیا
بلکہ بذات خود انگور، ترکھور، اور مٹھی میں بھی اس حکم کو عام رکھا ہے،
لہذا یہ چیزیں حرمت میں انگور کے رس کی طرح ہیں بشرطیکہ اس کا
مقصد شراب یا نشہ آور چیز بنانا ہو۔

شافعیہ نے کہا: ترکھور کے مثل کی بیع کا حکم اس شخص کے ہاتھ جو
اس سے نشہ آور چیز بنائے انگور کی طرح ہے۔

حنابلہ نے کہا: جس چیز سے حرام مقصود ہو اس کو فروخت کرنا صحیح
نہیں ہے، مثلاً انگور اور انگور کا رس شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ
اسی طرح مٹھی وغیرہ فروخت کرنا (۲)۔

مالکیہ نے کہا: اسی طرح ہر اس چیز کی بیع ممنوع ہوگی جس کے
بارے میں معلوم ہو کہ خریدار اس کے ذریعہ ناجائز چیز کا قصد رکھتا ہے۔

(۱) الشرح الکبیر للردی بحافیہ الدسوقی ۳، ۷، رد المحتار ۵/۲۵۰۔

(۲) شراب کشید کرنے والے پر لعنت والی حدیث فقہ فقہ ۱۰۶ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) تحفۃ المحتاج ۳، ۳۰۸، ۳۰۹، شرح التلخیص بحافیہ الجمل ۳، ۸۵، ۹۳، شرح

المکمل علی الصہاج ۲، ۱۸۳، ۱۸۵، شرح الدرریر وحاہیہ الدسوقی ۳، ۷، شرح

الخرش بحافیہ العدوی ۱۱/۵۔

(۱) رد المحتار ۵/۲۵۰، کشاف القناع ۳، ۱۸۱، حافیہ الشروانی و ابن قاسم
العبادی علی تحفۃ المحتاج ۳، ۱۶، حافیہ الجمل علی شرح التلخیص ۳، ۹۳۔

(۲) التلخیص مع الشرح بحافیہ الجمل ۳، ۹۲، ۹۳، حافیہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج

۳، ۱۶، کشاف القناع ۳، ۱۸۱۔

بیع منہی عنہ ۱۱۲-۱۱۵

”البتصرہ“ میں، اور ابن جزئی نے ”التواہین“ میں ابن القاسم سے منسوب کیا ہے۔

”المعیار“ ہی میں شاطبی کے حوالہ سے ہے: ان کے ہاتھ شمع کی بیع ممنوع ہے، اگر وہ اس سے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں مدد لیتے ہوں۔ اور اگر ان کی عیدوں کے لئے ہو تو مکروہ ہے^(۱)۔

۱۱۲- شافعیہ کے یہاں اس کی مثالوں میں نشہ آورشی کی بیع اس شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ اس کو حرام طریقہ پر استعمال کرے گا، لکڑی کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس سے سامان لہو بنائے گا، اور ریشمی کپڑے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو بغیر کسی مجبوری وغیرہ کے پہنے گا اور اسی طرح باغی اور ڈاکو وغیرہ کے ہاتھ ہتھیار کی بیع، مرغے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو لڑائے گا، مینڈھے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو سینگ بازی میں استعمال کرے گا، اور جانور کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادے گا۔

اسی طرح شروانی اور ابن قاسم العبادی نے صراحت کی ہے کہ مسلمان کے لئے کافر کے ہاتھ کھانا فروخت کرنا ممنوع ہے، جس کے بارے میں علم یا ظن غالب ہو کہ وہ رمضان کے دن میں اس کو کھائے گا۔ رطلی نے یہی فتویٰ دیا ہے، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ معصیت پر تعاون ہے، یہ اس بات پر مبنی ہے کہ کفار فرعون شریعت کے مخاطب ہیں^(۲)۔

۱۱۵- حنابلہ کے نزدیک اس کی مثالوں میں حربیوں کے ہاتھ یا ڈاکوؤں کے ہاتھ یا فتنہ و ہنگامہ میں، ہتھیار فروخت کرنا یا شراب

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اگر حرمت ثابت ہو یعنی انگور کی خریداری سے خریدار کا قصد شراب ہو، اس کا علم بائع کو خواہ جس طریقہ سے بھی حاصل ہو تو بیع باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ کی معصیت کے لئے ایک چیز پر عقد کیا ہے، لہذا صحیح نہیں ہے، نیز اس لئے کہ یہاں حرمت اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہے جو عقد کو فاسد کر دے گی جیسے ایک درہم کی دو درہم سے بیع^(۱)۔

حرام مقصد والی چیز کی بیع:

۱۱۲- جمہور کا مذہب ہے کہ ہر وہ چیز جس کا مقصد حرام ہو اور ہر وہ تصرف جس کے نتیجے میں معصیت ہو وہ حرام ہے، لہذا ہر اس چیز کی بیع ممنوع ہوگی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ خریدار کا اس سے مقصد ناجائز ہے^(۲)۔

۱۱۳- مالکیہ کے یہاں اس کی مثالوں میں برے لوگوں کے ہاتھ باندی کی بیع، کنیمہ یا شراب خانہ بنانے کے لئے زمین کی بیع، صلیب بنانے والے کے ہاتھ لکڑی کی بیع اور ناقوس بنانے والے کے ہاتھ تانبے کی بیع ہیں۔

دوسری نے کہا: اسی طرح ممنوع ہے کہ حربیوں کے ہاتھ آگہ جنگ مثلاً ہتھیار یا گھوڑے یا زین فروخت کی جائے، اسی طرح ہر ایسی چیز جس سے ان کو جنگ میں تقویت ملے مثلاً تانبا، خیمہ اور خانگی سامان۔ رہا ان کے ہاتھ اناج فروخت کرنا تو ابن یونس نے ابن حبیب کے حوالہ سے کہا ہے کہ صلح کی حالت میں جائز اور غیر صلح کی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اور ”المعیار“ میں شاطبی کے حوالہ سے ہے: مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے، اسی کو ابن فرحون نے

(۱) الدرر النوری ۳/۷۷۔

(۲) تحفۃ المحتاج و جامعہ النشر وانی ۳/۳۱۷، جامعہ اہلبی علی شرح لکھنؤ ۲/۱۸۳، جامعہ الجمل علی شرح المنہج ۳/۹۳۔

(۱) المغنی ۳/۲۸۳، کشاف القناع ۳/۱۸۱۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۳، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۷، شرح الدرر بحمید الدرر النوری ۳/۷۷۔

دیا تاکہ کنیسہ کی تعمیر میں کام کرے یا کسی ذمی کے لئے خود اپنے اوپر اٹھا کر یا اپنے جانور پر لاد کر شراب لے جائے یا ذمی کا سور چرائے، یا آگ گھریا کنیسہ یا یہودی کا عبادت خانہ بنانے کے لئے یا اس میں شراب فروش کے لئے گھر کرایہ پر دے تو یہ اس کے لئے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ عین عمل میں معصیت نہیں ہے، معصیت تو محض اجرت لینے والے کے فعل سے ہے، اور یہ فاعل مختار کا فعل ہے، جیسا کہ اس کی شراب نوشی اور شراب فروش ہے، اور اسی سلسلے میں مرغینانی کہتے ہیں: اجارہ گھر وغیرہ کی منفعت پر وارد ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے محض سپرد کرنے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے، اس میں کوئی معصیت نہیں، معصیت تو اجرت لینے والے کے فعل سے ہے اور وہ اس میں باختیار ہے، لہذا اس کے اجرت پر دینے والے کا تعلق اس سے ختم ہو گیا (۱)۔

صاحبین اس کو مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں معصیت پر اعانت ہے۔

بعض حنفیہ نے یہ ضابطہ پیش کیا ہے کہ جس کی ذات سے معصیت کا تعلق ہو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے مثلاً اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار کی بیع، اور جو اپنی ذات میں معصیت نہ ہو اس کی بیع مکروہ تفریقی ہے۔

حرام قصد والی چیز کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم: ۱۱۷- جمہور (حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ) کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں بھی ایک احتمال یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ اس میں کوئی رکن یا شرط منفقہ نہیں ہے۔

ابن مالکیہ نے اس کے ساتھ ہتھیار فروخت کرنے کے مسئلہ

فروشی یا کنیسہ بنانے یا آتش خانہ وغیرہ بنانے کے لئے گھر کرایہ پر دینا ہیں، کیونکہ یہ حرام ہیں۔

ابن عقیل نے کہا: امام احمد نے کچھ ایسے مسائل کی صراحت کی ہے جن میں اس پر تنبیہ ہے۔ انہوں نے تصاب، اور مانجائی کے بارے میں کہا ہے: اگر اس کو معلوم ہو کہ اس سے خریدنے والا نشہ خور کی دعوت کرے گا تو اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ پیالے بنانے والا پیالوں کو اس شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے جو اس میں شراب پئے گا، اور انہوں نے مردوں کے ہاتھ ریشم فروخت کرنے سے منع کیا ہے (۱)۔

۱۱۶- امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ ایسی چیز کی بیع مکروہ نہیں جو اپنی ذات میں معصیت نہ ہو، مثلاً سینگ مارنے والے مینڈھے، اڑنے والے کبوتر اور گانے کے سامان بنانے والے کے ہاتھ لکڑی کی بیع۔ اس کے برخلاف اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار کی فروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ معصیت اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ لہذا یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہوگا جو ممنوع ہے۔ برخلاف اس چیز کی بیع کے جس سے ہتھیار بنایا جاتا ہے مثلاً لوہا، اس لئے کہ وہ جنگ کے لئے تیار شدہ نہیں ہے، اس لئے اس میں تعاون کا مفہوم ثابت نہیں ہوگا۔

حنفیہ میں سے صاحبین کی رائے ہے کہ مسلمان کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ معصیت پر تعاون ہے، لہذا وہ ان دونوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ حرام نہیں، جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے (۲)۔

حنفیہ نے اس مسئلہ کی نظیر پر ”اجارہ“ کے باب میں بحث کی ہے، جیسا کہ حنابلہ کے یہاں گزرا، مثلاً ایک شخص نے خود کو مزدوری پر

(۱) المغنی ۳/۲۸۲، کشف القناع ۳/۱۸۱، ۱۸۲، الانصاف ۳/۳۲۷، ۳۲۸۔

(۲) رد المحتار ۵/۲۵۰، ۲۵۱، الہدایہ مع الشرح ۸/۳۹۳، بواعث المنافع

میں صراحت کی ہے کہ خریدار کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو اپنی ملکیت سے بیع کو فسخ کئے بغیر بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعہ نکال دے۔

دسوقی کہتے ہیں: حربیوں کے ہاتھ سامان جنگ، ہتھیار یا گھوڑے یا زین کی بیع ممنوع ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جس سے ان کو جنگ میں تقویت ملے مثلاً تانبا یا خیمہ یا خانگی ضروریات کی چیز۔ اور ان کو لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔

اسی طرح شافعیہ میں سے قلیوبی نے صراحت کی ہے کہ جس شخص نے باندی ایسے شخص کے ہاتھ بیچی جو اس کو زنا پر مجبور کرے گا یا جانور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادے گا تو حاکم کے لئے جائز ہے کہ ان دونوں کو مالک کی رضامندی کے بغیر زبردستی فروخت کر دے۔

حنا بلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ یہ ایسی چیز پر عقد ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ہوگی، لہذا صحیح نہیں^(۱)۔

ج۔ کسی دوسرے کی بیع پر بیع کرنا:

۱۱۸۔ اس کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ فریقین سامان کے ثمن پر راضی ہو جائیں، پھر ایک دوسرا شخص آئے اور کہے: میں تمہیں اسی جیسا سامان اس سے کم ثمن میں فروخت کرتا ہوں، یا کہے: میں تمہیں اس سے بہتر سامان اسی ثمن میں یا اس سے کم ثمن میں فروخت کرتا ہوں، یا خریدار کو ایسا سامان دکھائے کہ خریدار اس میں راغب ہو، پھر اس بیع کو فسخ کر کے اس سامان کو خرید لے^(۲)۔

(۱) حاشیہ الدسوقی علیٰ اشرح الکبیر للذہری ۲/۷۲، حاشیہ اہلبی علیٰ شرح المحلی ۲/۱۸۳، المعنی ۲/۲۸۳، الاضاف ۲/۳۲۷، کشاف القناع ۳/۱۸۱۔
(۲) فتح القدیر ۶/۱۰۷، رد المحتار ۲/۳۲۲، شرح الصحیح للبخاری ۳/۹۱، المغنی ۲/۷۸، تجلید المحتاج ۲/۳۱۳، کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

حضرت ابن عمرؓ کی صحیح حدیث میں اس سے ممانعت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض" (۱) (تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے)، اور دوسری حدیث میں ہے: "لا بیع الرجل علی بیع آخیه، ولا یخطب علی خطبہ آخیه، إلا أن یأذن لہ" (۲) (آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے، الا یہ کہ وہ اس کی اجازت دے)۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض، حتی یبتاع أو ینزل" (۳) (تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے تا آنکہ وہ خرید لے یا چھوڑ دے)۔

ایک روایت میں ہے: "لا بیع الرجل علی بیع آخیه، ولا یخطب علی خطبہ آخیه، إلا أن یأذن لہ" (۴) (آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے، الا یہ کہ وہ اس کو اجازت دے دے)۔

ایک اور روایت میں ہے: "لا بیع بعضکم علی بیع آخیه" (۵) (تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے)۔

(۱) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۳۷۳ طبع الاستقویہ) اور مسلم (۳/۱۰۳۲ طبع المحلی) نے کی ہے۔
(۲) حدیث: "لا بیع الرجل علی بیع آخیه....." کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۳ طبع المحلی) نے کی ہے۔
(۳) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض....." کی روایت نسائی (۷/۲۵۸ طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔
(۴) اس کی تخریج کذا روکی ہے۔
(۵) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع آخیه....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۳۵۳ طبع الاستقویہ) نے کی ہے۔

اس کا حکم:

۱۱۹- شافعیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں ایک احتمالی رائے یہ ہے کہ یہ بیع حرام ہے، لیکن یہ بیع باطل نہیں بلکہ صحیح ہے، اس لئے کہ ممانعت کا تعلق ذات یا اس کے لازم سے خارج علت سے ہے، کیونکہ اس میں کوئی رکن یا شرط مفقود نہیں، ہاں ممانعت ایک متصل معنی کی وجہ سے ہے جو خارج ہے، لازم نہیں ہے، اور وہ معنی یہاں ایذا رسائی ہے۔ یہ شافعیہ کی توجیہ ہے۔

حنابلہ کی توجیہ یہ ہے کہ حرام یہ ہے کہ سامان خریدار کے سامنے پیش کرے یا اس سے ایسی بات کہے جس کی وجہ سے وہ بیع کو فسخ کر دے، اور یہ بیع سے مقدم ہے۔ نیز اس لئے کہ جب فسخ جس کی وجہ سے ضرر ہوا ہے صحیح ہے تو بیع جو مصلحت کو بروئے کار لانے والی ہے بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی، نیز اس لئے کہ ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہے، لہذا یہ بیع ”نجش“ کے مشابہ ہو گیا۔

حنفیہ کا مذہب ہے کہ یہ اور اس جیسی بیوع مکروہ تحریمی ہیں۔ ابن الہمام نے کہا: یہ تمام کراہتیں تحریمی ہیں، گناہ ہونے میں ہمارے علم میں کوئی اختلاف نہیں، اس کی وجہ مذکورہ احادیث ہیں، نیز یہ کہ اس میں وحشت انگیزی اور ایذا رسائی ہے^(۱)۔

حنابلہ کے یہاں مذہب یہ ہے کہ بیع جائز اور حرام ہے، یہ بیع صحیح نہیں ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ یہ ممنوع ہے کہ اس میں مسلمان کی ایذا رسائی اور اس کو بگاڑنا ہے، اور ممانعت کا تقاضا بگاڑ ہے^(۲)۔

۱۲۰- شافعیہ اور حنابلہ نے بیع مہبی عنہ میں حسب ذیل قیود لگائی ہیں:

(۱) بیع پر بیع لزوم بیع سے قبل ہو، اس لئے کہ خیاری مجلس یا خیاری شرط باقی رہتا ہے۔ اسی طرح لزوم کے بعد خیاری عیب کے زمانہ میں ہو اگر خریدار کسی عیب پر مطلع ہو جائے۔ ان کے نزدیک معتد یہی ہے۔ اور حنابلہ کے اس قول کا مفہوم یہی ہے کہ بیع دونوں خیاریوں کے زمانہ میں ہو، لہذا اگر خیاری کے زمانہ کے گزرنے اور لزوم بیع کے بعد ہو تو حرام نہیں ہوگا، کیونکہ اب خریدار اس کو فسخ نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اس کی کوئی وجہ ہے۔

(۲) یہ کہ بیع پر بیع اس کی اجازت کے بغیر ہو، جیسا کہ تاضی زکریا نے کہا ہے۔ (یعنی پہلے فروخت کرنے والے نے اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنے والے کو اس کی اجازت نہ دی ہو)۔

حنفیہ نے دوسرے کی بیع پر بیع کی ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خریدار فروخت کرنے والے بیع پر راضی ہو چکے ہوں^(۱)۔

۱۲۱- شافعیہ نے اس جزئیہ میں بعض فروعات و احکام ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

کہ حرمت ثابت ہے کہ خریدار اپنے سودے میں دھوکہ کھانے والا ہو، اس لئے کہ واجب خیر خواہی بیع کے بغیر تعارف کراہت سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اور قلیوبی نے حرمت میں یہ قید لگائی ہے کہ باطنی رضا کا علم نہ ہو۔

بیع پر بیع کے مثل یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار کے ہاتھ زمانہ خیاری میں اسی جیسا سامان فروخت کرے جس کو اس نے خریدا ہے۔ اور ممانعت کی وجہ یہ اندیشہ ہے کہ خریدار خیاری کی وجہ سے پہلے سامان کو واپس کر دے، جیسا کہ امام شافعی نے اس کی صراحت کی ہے۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳، شرح المکلی علی اسمہاج مع حاشیہ القلیوبی ۲/۱۸۳،

۱۸۳، کشف القناع ۳/۱۸۳، حاشیہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳،

شرح المسیح بحاشیہ الجمل ۹۱/۳، ابن ماجہ ۱۳۲/۳۔

(۱) فتح القدیر ۶/۱۰۶، ۱۰۷، تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۳، شرح المکلی

وحاشیہ القلیوبی ۲/۱۸۲، ۱۸۳، المغنی ۳/۲۷۸، ۲۷۹۔

(۲) المغنی ۳/۲۷۸، کشف القناع ۳/۱۸۳، الاضاف ۳/۳۳۱۔

بیع منہی عنہ ۱۲۲-۱۲۳

ثمن میں اس کو خرید لے۔ وہ صاحب وجاہت ہو اور اسی وجاہت کے سبب فروخت کرنے والا اس کے ہاتھ فروخت کر دے۔
 ۱۲۳- خریداری پر خریداری کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ ایک شخص فروخت کرنے والے کو عقد فسخ کرنے کا حکم دے، تاکہ وہ اس کو اس سے زیادہ میں خریدے، یا ایک شخص فروخت کرنے والے کے پاس لزوم عقد سے پہلے آئے اور اس کی ہوئی چیز کا اس سے زیادہ ثمن دے جس میں اس کی خریداری ہو چکی ہے، تاکہ وہ عقد فسخ کر کے اس کے ساتھ عقد کر لے^(۱)۔

حفیہ نے اس خریداری یا مول بھاؤ کی ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خرید فروخت کرنے والے ثمن پر متفق یا راضی ہو چکے ہوں، یا فروخت کرنے والا خریدار کی طرف سے مقرر کردہ ثمن میں فروخت کرنے کی طرف مائل ہو گیا ہو۔ لیکن اگر اس کی طرف مائل یا اس سے راضی نہ ہوا ہو تو دوسرے کے لئے اس سے زیادہ ثمن میں خریدنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ نیلای والی بیع ہے۔ اور اس میں کوئی کراہت نہیں^(۲)۔ جیسا کہ آئے گا۔

شافعیہ نے ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خریداری لزوم سے پہلے ہو یعنی زمانہ خیار میں (جیسا کہ تاضی کی تعبیر ہے)^(۳) یا لزوم کے بعد ہو اور اس کو کسی عیب کی اطلاع مل گئی ہو (جیسا کہ دوسرے کی بیع پر بیع کی بحث میں گزرا)۔

حنابلہ کے یہاں بھاؤ پر بھاؤ کرنے کی چند صورتیں ہیں:

- (۱) بدائع الصنائع ۵/۳۳۲، فتح القدیر ۶/۱۰۷، تحفۃ المحتاج و جامعہ الشروانی ۳/۳۱۳، شرح المنہی بحامیہ ۳/۹۱، المغنی ۳/۲۷۸، کشاف القناع ۳/۱۸۳، ۱۸۴۔
- (۲) الدر المختار ۳/۳۳۲، الہدایہ مع الشروح ۶/۱۰۷، تمییز الحقائق ۳/۶۷، بدائع الصنائع ۵/۳۳۲۔
- (۳) شرح المنہی بحامیہ ۳/۹۱۔

دوسرے کی بیع پر بیع اس وقت تک ممنوع ہوگی جب تک انجام واضح نہ ہو جائے، یعنی بیع لازم ہو جائے یا خریدار خریدنے سے رک جائے۔ اگر وہ اعراض کر لے تو ممانعت کی مدت ختم ہو جائے گی، اور دوسرے کے لئے فروخت کرنا جائز ہو جائے گا۔

بیع پر بیع حرام ہونے ہی کے مثل بیع کے علاوہ دوسرے عقود ہیں مثلاً اجارہ، عاریت پر لیما، قرض لیما^(۱)، بہہ لیما، مساقات، مزارعت، اور جعالہ ہے۔ حنابلہ نے کہا: یہ چیزیں حرام اور غیر صحیح ہیں، اگر پہلے کسی دوسرے کے لئے ہو چکی ہوں، یہ بیع پر قیاس کرتے ہوئے ہے، اس لئے کہ اس میں ایذا رسانی ہے۔

بلکہ شافعیہ سے میں بر ماوی نے بھی صراحت کی ہے کہ جس کو کوئی کتاب (عاریتاً) احسان کے طور پر مطالعہ کے لئے دی گئی، تو دوسرے کے لئے حرام ہے کہ اس کے بارے میں کتاب والے سے درخواست کرے، یعنی کتاب والے سے کتاب مانگے کہ وہ بھی اس کا مطالعہ کرے گا۔ اس کی وجہ اس میں ایذا رسانی ہے۔ اور انہوں نے اسی پر عاریت کے مکمل ہونے کے بعد پھر عاریت طلب کرنے کی علی الاطلاق بنیاد رکھی ہے^(۲)۔

د- دوسرے کی خریداری پر مول تول کرنا اور خریدنا:

۱۲۲- جہاں تک بھاؤ پر بھاؤ کرنے کا تعلق ہے تو اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

- دو شخص مول بھاؤ کریں، فروخت کرنے اپنے سامان کا ثمن مانگے اور خریدار اس ثمن پر راضی ہو جائے، پھر دوسرا خریدار آجائے اور وہ پہلے بھاؤ میں دخل اندازی کر کے اور کچھ اضافہ کے ساتھ یا اسی
- (۱) تحفۃ المحتاج مع جامعہ الشروانی ۳/۳۱۳، جامعہ اقلیوبی علی شرح لکھنوی ۲/۱۸۳۔
- (۲) کشاف القناع ۳/۱۸۳، جامعہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳۔

بیع منہی عنہ ۱۲۴

اس کا حکم:

۱۲۴ - یہ خریداری یا مول تول ان صورتوں اور قیود کے ساتھ ممنوع اور سب کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ اور حنا بلہ کے نزدیک باطل ہے البتہ حنا بلہ کے یہاں ایک احتمالی رائے صحیح ہونے کی ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ حنفیہ عدم جواز سے کراہت تحریمی مراد لیتے ہیں، حرام ہونا نہیں۔

الف - خریداری کی صحت کے ساتھ حرمت پر شافعیہ کے مذہب اور حنا بلہ کے یہاں احتمالی رائے کی دلیل یہ سابقہ حدیث ہے: ”لا یبع بعضکم علی بیع بعض“^(۱) (تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے)۔ مٹلی نے کہا: اسی کے معنی میں خریداری پر خریداری ہے۔

بہوتی نے اشارہ کیا ہے کہ حرمت بیع پر قیاس کی وجہ سے ہے، نیز اس لئے کہ خریداری کو ”بیع“ کہا جاتا ہے۔ نیز اس میں ایذا ہے۔ مٹلی نے کہا: اس کی حرمت کی وجہ اس سے ممانعت سے واقف کو ایذا دینا ہے۔

نیز اس لئے کہ جب فسخ جس کی وجہ سے ضرر وجود میں آیا صحیح ہے تو بیع جو مصلحت کو حاصل کرانے والی ہے بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی، نیز اس لئے کہ ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہے، لہذا بیع نجش کے مشابہ ہو گیا^(۲)۔

ب - خریداری کی صحت کے ساتھ کراہت پر حنفیہ کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے: ”أن رسول الله ﷺ نهى أن يتلقى الركبان، ولا يبيع حاضر لباد، وأن تسأل المرأة

اول: فروخت کرنے والے کی طرف سے فروخت کرنے پر رضامندی کی صراحت پائی جائے، تو اس صورت میں خریدار کے علاوہ بھاء کرنا حرام ہے۔

دوم: اس کی طرف سے کوئی ایسی چیز پائی جائے جس سے عدم رضامندی معلوم ہو تو بھاء کرنا حرام نہیں۔

سوم: اس کی رضامندی اور عدم رضامندی کوئی دلیل نہ پائی جائے تو بھی دوسرے کے لئے بھاء کرنا ناجائز ہوگا۔

چہارم: صراحت کے بغیر اس کی رضامندی کی کوئی دلیل پائی جائے تو ”تقاضی“ نے کہا: بھاء کرنا حرام نہیں ہے، اور ابن قدامہ نے کہا: حرام ہے^(۱)۔

اسی طرح شافعیہ نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ وہ خریدار کی طرف سے اجازت کے بغیر ہو، لہذا اگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے اجازت ہو جائے تو حرام نہیں ہوگا، اس لئے کہ حق دونوں کا ہے اور دونوں نے اس کو ساقط کر دیا، نیز اس سابقہ حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے: ”حتی یبتاع أو یبذر“^(۲) (تا آنکہ خریدے یا چھوڑ دے)۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ معتبر مالک کی اجازت ہے۔ ولی، وصی یا وکیل کی نہیں اگر مالک کا اس میں ضرر ہو اور یہ کہ اجازت کے ساتھ جواز کی صورت یہ ہے کہ باطنی رضامندی پر دلالت حال پائی جائے۔ لیکن اگر اس کی عدم رضامندی اور اس بات پر دلالت ہو کہ اس نے تنگ آ کر اور غصہ میں اجازت دی ہے تو جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ ان میں سے اذری نے کہا ہے^(۳)۔

(۱) المغنی ۶/۳۳ طبع المیاض۔

(۲) حدیث فقہ ۱۱۸/۱ کے تحت آچکی ہے نیز دیکھئے: حافیہ اشروانی علی تھتہ

النجاشی ۳/۳۱۵۔

(۳) حافیہ النجاشی علی شرح النجاشی ۳/۹۱، ۹۲۔

(۱) حدیث فقہ ۱۱۸/۱ میں آچکی ہے۔

(۲) شرح مٹلی علی المنہاج بحافیہ اقلیو بی ۲/۱۸۲، کشاف القناع ۳/۱۸۲،

المغنی ۳/۲۷۹۔

بیع منہی عنہ ۱۲۵

کرنے سے متعلق بعض فروعات اور تفصیلات ہیں:

الف۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ دوسروں کے مول بھاؤ پر مول کرنا مکروہ ہے، اگرچہ جس پر مول بھاؤ کیا جا رہا ہے وہ ذمی یا مستامن ہو، انہوں نے کہا: ”بھائی“ کا ذکر حدیث میں بطور قید نہیں، بلکہ مزید نفرت دلانے کے لئے ہے، اس لئے کہ مول پر مول کرنا وحشت انگیزی اور ایذا رسانی کا سبب ہے۔ اور یہ بھائی کے حق میں اور سخت منع ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ غیبت کے بارے میں یہ فرمان نبوی ہے: ”ذکرک أخاک بما یکرہ“^(۱) (اپنے بھائی کا ذکر اس طرح پر کہ اس کو ناگوار ہو)، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ذمی کی بھی غیبت ممنوع ہے^(۲)۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ آدمی کا ذکر غالب استعمال کے طور پر ہے، جیسا کہ ”بھائی“ کی تخصیص اس کے ساتھ نرمی و مہربانی اور فوری آمادگی کے جذبہ کو ابھارنے کے لئے ہے، لہذا ان دونوں کے علاوہ کا حکم بھی وہی ہوگا۔ اور ذمی، معاہدہ اور مستامن مسلمان کی طرح ہوں گے، البتہ حربی اور مرتد اس سے خارج ہوں گے، لہذا ان پر حرام نہیں ہوگا^(۳)۔

ب۔ مول پر مول کرنے کی ممانعت میں حنفیہ نے اجارہ کو بیع کے حکم میں رکھا ہے، کیونکہ اجارہ منافع کی بیع ہے^(۴)۔ جیسا کہ حنابلہ نے بہت سے عقود مثلاً قرض، ہبہ وغیرہ کو بیع پر قیاس کرتے ہوئے اسی حکم میں شامل کیا ہے۔ اور یہ سب حرام اور غیر صحیح ہیں، اس لئے کہ ان میں ایذا رسانی ہے^(۵)۔

(۱) حدیث: ”لہی أن یقلی الکرکان...“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۵۱۳ طبع المجلسی) نے کی ہے۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳۲۔

(۳) شرح المنہج و ماہیہ الجمل ۳/۹۰۔

(۴) رد المحتار ۳/۱۳۲۔

(۵) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

طلاق آختہا، و عن النجش و التصریۃ، و أن یستام الرجل علی سوم آخیه“^(۱) (رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ سواروں سے (جو غلہ لے آتے ہیں) جا کر ملا جائے۔ اور شہری باہر والے کا مال بیچے، اور یہ کہ ایک عورت اپنی بہن (کسی اور عورت) کی طلاق کا مطالبہ کرے۔ اور قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنے سے، تھن میں دودھ روکنے سے اور آدمی کے اپنے بھائی کے مول بھاؤ پر مول بھاؤ کرنے سے)۔

حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مول بھاؤ کرنے سے ممانعت میں صریح ہے، لہذا حدیث: ”لا بیع أحدکم علی بیع آخیه“ (کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے) میں لفظ بیع کو مجازاً بیع و شراء کو شامل قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں (جیسا کہ ابن الہمام نے وضاحت کی)۔ اس کی ضرورت اس وقت ہوتی جبکہ مول تول کرنے کی حدیث نہ آتی، نیز اس لئے کہ اس میں وحشت انگیزی اور ایذا رسانی ہے، لہذا مکروہ ہوگا۔

کاسانی نے کہا: ممانعت ایسی علت کی وجہ سے ہے جو بیع کے علاوہ میں ہے۔ اور وہ ایذا رسانی ہے، لہذا نفس بیع مشروع ہوگی اور اس کا خریدنا جائز ہوگا البتہ مکروہ ہوگا^(۲)۔

ج۔ تحریم و باطل ہونے پر حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت کا تقاضا ناسا ہے^(۳)۔

۱۲۵۔ ذیل میں مول بھاؤ اور دوسروں کی خریداری پر خریداری

(۱) حدیث: ”لہی أن یقلی الکرکان...“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۵۱۳ طبع المجلسی) اور مسلم (۳/۱۱۵۵، طبع المجلسی) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) فتح القدیر ۶/۱۰۸، تبیین الحقائق ۳/۶۷، بدائع الصنائع ۵/۲۳۳۔

(۳) المغنی ۳/۲۷۸، نیز اس میں تفصیل، وجوہات اور چاروں صورتیں دیکھی جائیں۔

بیع منہی عنہ ۱۲۶-۱۲۷

سے ما واقف ہو، حالانکہ اس صورت میں اس کی کوئی کوتاہی نہیں ہے۔ اور اس میں اور غبن میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ لحاظ ضرر ہونے کا ہے۔ اور انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ یہ غور کا مقام ہے۔ اور ان کی رائے ہے کہ خیر خواہی کے وجوب کا تقاضا ہے کہ دھوکہ کھانے والے کو بتا دیا جائے اگر چہ دھوکہ اس کی کوتاہی سے پیدا ہوا ہو، لیکن نصیحت فر وخت کے بغیر صرف بتا دینے سے حاصل ہو سکتی ہے^(۱)۔

۱۲۶- فقہاء نے اس سے بولی بول کر نیلامی کی بیع کو مستثنیٰ کیا ہے، اس کو بیع دلالت کہا جاتا ہے^(۲)۔ اور ”مزایدہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ فقہاء نے اس کو خرید پر خرید اور مول پر مول سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سامان کی نیلامی کی جائے اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھا کر بولی بولیں، تا آنکہ آخری زائد حد پر رک جائے اور اسی میں اس کو لے لے۔

یہ بیع باتفاق امت مسلمہ جائز ہے جیسا کہ حنابلہ نے صراحت کی ہے۔ انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، مگر وہ نہیں کہا ہے۔ شافعیہ نے اس میں دو قیدیں لگائی ہیں: یہ کہ اس میں کسی کو ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو، اور خریدنے کے ارادہ سے ہو، ورنہ دام بڑھانا حرام ہوگا، اس لئے یہ ”نجش“ (قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنا) ہے^(۳)۔

۱۲۷- نیلامی کی بیع کے جواز کی دلیل:

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ایک انصاری سوال کرنے آئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ما فی بیتک شیء؟“ قال: بلی! حلس یلبس بعضہ، ویبسط

ج۔ شافعیہ میں سے ماوردی نے خریداری پر خریداری کے حکم میں اس صورت کو بھی رکھا ہے کہ عقد کے لازم ہونے سے پہلے (فر وخت کرنے والے کی موجودگی میں) خریدار سے سامان کو زیادہ قیمت میں مانگنا حرام ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں عقد فسخ ہوگا یا ندامت ہوگی۔

و۔ اسی طرح شافعیہ نے حرمت کے بارے میں ماوردی کے کلام پر اس صورت کو قیاس کیا ہے کہ ایک شخص فر وخت کرنے والے سے زمانہ خیار میں فر وخت شدہ سامان کی جنس کی کوئی چیز اس ضمن سے زیادہ میں طلب کرے جس پر بیع ہوئی ہے، خاص طور پر اگر اس سے اتنی مقدار کا مطالبہ کرے جو فر وخت شدہ چیز کے ملے بغیر پوری نہ ہو۔ انہوں نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ مذکورہ صورت حرام ہے، خواہ بچی ہوئی چیز اپنی قیمت کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ ان کے نزدیک معتمد یہی ہے۔

و۔ نیز انہوں نے خریداری میں دھوکہ کھانے والے کو اس کے غبن سے آگاہ کرنے کے مسئلہ پر بحث کی، چنانچہ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ یہ واجب خیر خواہی ہے، لیکن انہوں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ اس کا عمل ایسا غبن ہے جو فر وخت کرنے والے کے دھوکہ دینے وغیرہ سے پیدا ہوا، لہذا وہ اس کی ضرر رسانی کی پرواہ نہ کرے گا، اس لئے کہ وہ گنہ گار ہے، برخلاف اس صورت کے جبکہ فر وخت کرنے والے کی کوتاہی کے بغیر پیدا ہو، اس لئے کہ فسخ میں اس کا ضرر ہے اور ضرر کا ازالہ ضرر سے نہیں ہوتا۔

شروانی نے صراحت کی ہے کہ اگر دوسرے خریدار کو بچی ہوئی چیز میں کسی عیب کا علم ہو جائے تو اس کے خریدار کو اس کی خبر دینا واجب ہے، اور یہ اس صورت میں صادق آتا ہے جبکہ فر وخت کرنے والا عیب

(۱) تحفۃ المحتاج و جامعہ اشروانی ۳/ ۳۱۳، ۳۱۵۔

(۲) الدر المختار ۳/ ۱۳۳۔

(۳) القوانين الخبیہ ۱/ ۱۵۵، الدر المختار ۳/ ۱۳۳، تحفۃ المحتاج ۳/ ۳۱۳، المغنی

۳/ ۲۷۹، کشاف القناع ۳/ ۱۸۳، جامعہ الحرمین علی شروح الصحیح ۳/ ۹۱۔

بیع منہی عنہ ۱۲

نے وہ دونوں اس کو دے دیئے اور دو درہم لے لئے۔ اور درہم انصاری کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ایک درہم کا نلہ خرید کر اپنے گھر والوں کو دے آؤ۔ اور دوسرے درہم کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی (دستہ) لگایا، اور پھر ان سے فرمایا: جاؤ لکڑیاں اکٹھا کرو اور پیچو، اور میں تمہیں پندرہ روز تک نہ دیکھوں۔ وہ گئے اور لکڑی جمع کرتے اور فروخت کرتے رہے۔ آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ کچھ سے کپڑا خرید، کچھ سے نلہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ یہ مانگنا قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر داغ بن کر آئے۔ سوال کرنا صرف تین اشخاص کے لئے درست ہے: سخت فقر والے یا خوف ناک قرض میں مبتلا شخص کے لئے یا تکلیف دہ خون والے کے لئے (یعنی خون بہا کے لئے)۔

کاسانی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ مکروہ بیع کر ہی نہیں سکتے تھے (۱)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مسلمان بازاروں میں نیلامی کی بیع کرتے رہے ہیں (۲)۔
یہ فقراء کی بیع ہے جیسا کہ کاسانی نے کہا اور اس کی ضرورت ہے (۳)۔

نیز اس لئے کہ ممانعت محض بیع کی حالت میں مول کرنے سے وارد ہے، اور نیلامی کی حالت بیع سے خارج ہے (۴)۔ ”مزایدہ“ کے احکام کی تفصیل اس کی اپنی اصطلاح میں ہے۔

بعضہ، وقعب یشرب فیہ الماء، قال: ائتني بهما، فأتاه بهما، فأخذهما رسول الله ﷺ وقال: من يشتري هذين؟ فقال رجل: أنا أخذهما بدرهم، قال: من يزيد علي درهم؟ مرتين أو ثلاثا، فقال رجل: أنا أخذتهما بدرهمين، فأعطاهما إياه، وأخذ الدرهمين، فأعطاهما الأنصاري، وقال: اشتر بأخذهما طعاما فانبذه إلي أهلک، واشتر بالآخر قلوبا، فائتني به. فأتاه به، فشد رسول الله ﷺ عودا ببده، ثم قال له: اذهب فاحتطب وبع، ولا أرينک خمسة عشر يوما، فذهب الرجل يحتطب ويبيع، فجاء وقد أصاب عشرة دراهم، فاشترى ببعضها ثوبا، وببعضها طعاما، فقال له رسول الله ﷺ:

هذا خير لك من أن تحيء المسألة نكتة في وجهك يوم القيامة. إن المسألة لا تصلح إلا لثلاثة: لذي فقر مدقع، أو لذي غرم مفظع، أو لذي دم مومع“ (۱)
(تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم اپنے بدن پر ڈالتے ہیں اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں، اور ایک قعب ہے جس میں پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آئے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو لے کر فرمایا: انہیں کون خریدے گا؟ ایک آدمی نے کہا: میں ان کو ایک درہم میں خریدوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے کوئی بڑھائے گا؟ دو یا تین بار آپ ﷺ نے یہی فرمایا۔ تو ایک شخص نے کہا: میں ان کو دو درہم میں لوں گا۔ آپ

(۱) بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

(۳) الہدایہ مع الشروح ۶/۱۰۸، تبیین الحقائق ۳/۶۷، ۶۸۔

(۴) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

(۱) حدیث: ”إن المسألة لا تصلح.....“ کی روایت احمد (۳/۱۱۳ طبع المصنف) نے کی ہے، ابن حجر نے کہا: ابو بکر خلی کی حالت مجہول ہونے کی وجہ سے ابن تغان نے اس کو معلول کہا ہے اور بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں، (تخصیص المیر ۱۵/۳ طبع شركة المطبعة المعیہ)۔

بیع منہی عنہ ۱۲۸

ھ۔ نجش:

کرو (جو غلہ لاتے ہیں)، کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، ایک دوسرے کو نجش (دھوکہ) نہ دو، شہری باہر والے کے لئے بیع نہ کرے۔ اور بکری کے تھن میں دودھ جمع نہ کرو۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے: ”آن رسول اللہ ﷺ نہی عن النجش“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے نجش (قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنے سے) منع فرمایا ہے)۔

الف۔ جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ یہ حرام ہے، اس لئے کہ اس کی ممانعت ثابت ہے جیسا کہ گزرا، نیز اس میں مسلمان کو دھوکہ دینا ہے جو حرام ہے۔

ب۔ حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اگر سامان اپنی قیمت کے مطابق ہو، ہاں اگر اپنی قیمت کے مطابق نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ خداع (دھوکہ) نہیں ہوا (۲)۔

یہ اس کا شرعی حکم ہے۔ اور اس کا قانونی حکم یہ ہے:

الف۔ جمہور فقہاء یعنی حنیفہ، شافعیہ نیز حنابلہ کے یہاں صحیح مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ نجش ما جش کا فعل ہے، عقد کرنے والے کا نہیں، لہذا وہ بیع میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اور ممانعت آدمی کے حق کے لئے ہے، لہذا وہ عقد کو فاسد نہ کرے گا جیسے سواروں سے ملاقات کرنا، اور عیب دار اور عیب چھپائے ہوئے سامان کی بیع۔ برخلاف اس صورت کے، جبکہ اللہ کا حق ہو، اس لئے کہ بندہ کے حق کی تلافی اختیار یا ثمن میں اضافہ کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔

ب۔ امام مالک کا مذہب اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ بیع نجش صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت کا

(۱) حدیث: ”نہی عن النجش.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۶ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۲) المغنی ۳/۲۷۸، القوائین المکھیہ ۱/۱۷۵، تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۸، ۳۱۵، الدر المختار ۳/۱۳۲، الہدایۃ مع فتح القدر والعتابہ ۱/۱۰۶۔

۱۲۸۔ نجش جیم کے سکون کے ساتھ مصدر، اور جیم کے فتح کے ساتھ ام مصدر ہے (۱)۔ اور اس کے لغوی معانی میں سے بھڑکانا ہے۔ کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص پرندہ کو اس کی جگہ سے بھڑکائے۔ فیومی نے کہا: نجش الرجل ینجش نجشاً: سامان کی قیمت کو بڑھانا، حالانکہ خریداری کا ارادہ نہ ہو، محض دوسروں کو دھوکہ دینا اور اس میں پھنسانا ہو، اسی طرح نکاح وغیرہ میں ہوتا ہے۔

نجش کی اصل استتار (چھپنا) ہے، اس لئے کہ نجش کرنے والا اپنے ارادہ کو چھپاتا ہے۔ اور اسی سے شکاری کو ”ما جش“ کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ چھپتا ہے (۲)۔

فقہاء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ ایک شخص قیمت بڑھائے جبکہ خریدنے کا ارادہ نہ ہو، محض دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے ہو، یا کبی ہوئی چیز کی بلاوجہ تعریف کرے، تا کہ اس کی شہرت ہو (۳)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا تلقوا الركبان، ولا بیع بعضکم علی بیع بعض، ولا تناجشوا، ولا بیع حاضر لباد، ولا تصروا الغنم“ (۴) (سواروں سے ملاقات نہ

(۱) الدر المختار ۳/۱۳۲، تمییز الحقائق ۳/۶۷، فتح القدر ۱/۱۰۷، شرح الدرر ۳/۶۷، حاشیہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۵، حاشیہ الجمل علی شرح الحج ۳/۹۲۔

(۲) المصباح لمبیر مادۃ ”نجش“۔

(۳) الہدایۃ مع الشروح ۱/۱۰۶، بدائع الصنائع ۵/۲۳۳، ابن ماجہ ۱/۱۳۲، شرح المکبیر للدرر ۳/۶۸، شرح الخرشنی ۵/۸۲، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۵، شرح المغنی ۳/۱۸۳، المغنی ۳/۲۷۸۔

(۴) حدیث: ”لا تلقوا الركبان ولا بیع بعضکم علی بعض.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۳۶۱ طبع المنقحہ) اور مسلم (۳/۱۱۵۵ طبع المجلس) نے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

تقاضا فساد ہے۔
تاہم فقہاء نے اس بیع میں فسخ کرنے کا اختیار ملنے کی صراحت کی ہے:

چنانچہ مالکیہ نے کہا: اگر فروخت کرنے والے کو نجش کرنے والے کا علم ہو اور وہ خاموش رہے، تو خریدار کو بکی ہوئی چیز رد کرنے کا اختیار ہوگا اگر وہ چیز باقی ہو، اور وہ اس کو روک بھی سکتا ہے، لیکن اگر بکی ہوئی چیز فوت ہو چکی ہو تو واجب قبضہ کے دن کی قیمت ہے، اگر وہ چاہے، اور اگر چاہے تو نجش کا ثمن ادا کر دے۔

اور اگر بائع کو نجش کرنے والے کا علم نہ ہو تو خریدار کو کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، اور بیع فاسد نہ ہوگی، اور گناہ ایسا کرنے والے پر ہوگا، یہ شافعیہ کے نزدیک ایک قول ہے، کیونکہ انہوں نے سازباز کرنے پر خریدار کے لئے اختیار ثابت کیا ہے۔

جبکہ شافعیہ کے یہاں اصح یہ ہے کہ خریدار کے لئے اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی کوتاہی ہے۔

حنابلہ کہتے ہیں: بیع صحیح ہے، خواہ نجش بائع کی جانب سے سازباز سے ہو یا نہ ہو، لیکن اگر بیع میں ایسا غبن ہے جو عادتاً نہیں چلتا، تو خریدار کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ ”تلقی رکبان“ میں، اور اگر اس جیسا غبن چلتا ہو تو اس کے لئے اختیار نہیں ہوگا^(۱)۔

اس سلسلہ میں تفصیلی احکام ہیں، جن کو اصطلاح ”نجش“ میں دیکھا جائے۔

تلقی کا شرعی حکم:

۱۳۰ - جمہور فقہاء کے نزدیک بیع تلقی حرام ہے، اس لئے کہ اس فرمان نبوی میں اس کی ممانعت وارد ہے: ”لا تلتقوا الجلب، فممن تلقاه فاشتري منه، فإذا أتى سيئله (أي صاحبه) السوق فهو بالخيار“^(۲) آگے جا کر باہر سے مال لانے والوں سے نہ ملو۔ اگر کوئی آگے جا کر ملے اور مال خرید لے پھر مال کا مالک بازار میں آئے تو اس کو اختیار ہوگا۔

(۱) دیکھئے: شرح الکبیر للردی و حاشیہ الدبوتی ۶۸/۳، شرح الخرشنی
(۲) المصباح لمیر مادہ ”جلب“، الدر المختار و رد المحتار ۱۳۲/۳
(۳) تحفۃ المحتاج ۳/۱۱۳، فتح القدیر ۶/۱۰۷، بدائع الصنائع ۵/۳۳۲، رد المحتار ۳/۱۳۲، حاشیہ اہلئ علی تبیین الحقائق ۶۸/۳
(۴) حدیث: ”لا تلتقوا الجلب.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۵ طبع الجعلی) نے کی ہے۔

و- ”تلقی جلب“ یا ”رکبان“ یا ”سلع“:

۱۲۹ - حنفیہ کی تعبیر ”تلقی جلب“ اور مالکیہ کی تعبیر ”تلقی سلع“ ہے۔

(۱) یعنی ۳/۲۷۸، شرح الکبیر للردی و حاشیہ الدبوتی ۶۸/۳، شرح الخرشنی ۵/۸۲، ۸۳، شرح الجعلی علی المصباح ۲/۱۸۳، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۶۔

بیع منہی عنہ ۱۳۱-۱۳۲

سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ایک طرح کے دھوکہ سے ہے، جس کی تلافی خیار ثابِت کر کے ممکن ہے، لہذا بیع مصراۃ کے مشابہ ہے، اور بیع الحاضر للبادی (شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنے) سے الگ ہے، اس لئے کہ اس کی تلافی خیار کے ذریعہ ممکن نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ ضرر اس کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا ہے۔

امام احمد سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تلغی فاسد ہوگی، اس کی وجہ ظاہر ممانعت ہے۔ ابن قدامہ نے کہا: پہلا قول زیادہ صحیح ہے^(۱)۔

ز- شہری کی دیہاتی سے فروخت:

۱۳۲- متعدد احادیث میں اس سے ممانعت وارد ہے، مثلاً حضرت جابرؓ کی مرفوع روایت ہے: ”لا یبیع حاضر لباد، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض“^(۲) (شہری باہر والے کے لئے نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے روزی دیتا ہے)۔

”بیع الحاضر للبادی“ سے مراد کیا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ شہری باہر والے کا دلال ہو، اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں زرخ اوپر اٹھنے کی وجہ سے اہل شہر کو نقصان پہنچے گا۔ اس کی اور بھی تشریح کی گئی ہے۔ اور ممانعت کے لئے جواز اور عدم جواز اور صحت یا باطل ہونے کے لحاظ سے کچھ شرائط اور تفصیلات ہیں۔

اس کو اصطلاح ”بیع الحاضر للبادی“ میں دیکھا جائے۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ تلغی مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں ضرر یا غرر ہے، یا جیسا کہ کاسانی نے کہا: اس لئے کہ بیع اپنی ذات میں مشروع ہے، اور ممانعت دوسری چیز میں ہے۔ یعنی پہلی تفسیر کے مطابق (جس کو ہم نے ان کے نزدیک ذکر کیا ہے) عام لوگوں کو نقصان پہنچانا، اور دوسری تشریح کے مطابق سامان کے مالکین کو دھوکہ دینا ہے، لہذا اگر ضرر یا غرر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ ہی مکروہ ہے، جیسا کہ مرغینانی، کرلانی، کاسانی، زیلعی اور حصکھی نے اس کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ اس میں ضرر نہیں ہے^(۱)۔

لہذا ابن قدامہ کا قول کہ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا زیادہ واجب ہے^(۲)، علی الاطلاق نہیں ہے۔ اور مکروہ بیوع کا فسخ کرنا ان دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہے، تاکہ گناہ کا خاتمہ ہو، اور کراہت ان کے نزدیک مطلق ہونے کے وقت حرمت کے لئے ہے، جیسا کہ یہاں ہے اور جیسا کہ ہر مکروہ بیع میں ہے۔

تلغی کا قانونی حکم:

۱۳۱- جمہور فقہاء کے نزدیک بیع تلغی صحیح ہے، اور اس کی وجہ سے عقد فسخ نہ ہوگا۔ ابن قدامہ نے ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ ہر ایک کے قول کے مطابق بیع صحیح ہے۔ اور صحت کی توجیہ یہی ہے کہ:

حضرت ابوہریرہ کی سابقہ حدیث میں ”خیار“ کا اثبات ہے۔ اور خیار صرف عقد صحیح میں ہی ہو سکتا ہے۔

اور اس لئے کہ ممانعت فروخت شدہ چیز میں موجود صلت کی وجہ

(۱) بدائع المنافع ۲/۵، الہدایہ وشرح النہایہ ۱۰۷/۶، تمییز الحقائق

۶۸۳، الدر المختار ۳/۳۲۲۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۱، الدر المختار ۳/۳۲۲۔

(۱) المغنی ۳/۲۸۱، ۲۸۲۔

(۲) حدیث: ”لا یبیع حاضر لباد.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۵ طبع الحلبي)

نے کی ہے۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”کان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر، على عهد رسول الله ﷺ و أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، فلما كان عثمان رضي الله عنه وكثير الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء“ (حضور ﷺ کے زمانہ میں، اور حضرت ابو بکر و عمر کے زمانہ میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہو کرتی تھی جب امام (خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھتا تھا، حضرت عثمان کے زمانہ میں جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے ”زوراء“ پر تیسری اذان کا اضافہ کیا)۔

ایک روایت میں الفاظ ہیں: ”زاد الثاني“ (دوسری اذان کا اضافہ کیا)۔

ایک اور روایت میں ہے: ”على دار في السوق، يقال لها: الزوراء“^(۱) (بازار میں ایک مکان پر جس کو ”زوراء“ کہا جاتا ہے)۔ اور ہمارے زمانہ میں پہلی اذان کو تیسری اذان کہنا اس لئے ہے کہ اقامت کو (جیسا کہ ابن الہمام کہتے ہیں) اذان کہا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”بین کل اذانین صلاة“^(۲) (ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے)۔

نیز اس لئے کہ اس اذان کے وقت خرید وخت نماز سے

(۱) حدیث: ”السائب بن یزید.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۳۳۳ طبع الاستقبر) نے کی ہے دوسری روایت بخاری (۳۹۶/۳) نے کی ہے، اور تیسری روایت ابن ماجہ (۲۵۹/۱ طبع المجلس) نے کی ہے نیز دیکھئے: فتح القدیر شرح الہدایہ ۳۸۷/۲۔

(۲) حدیث: ”بین کل اذانین صلاة.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۱۱۰ طبع الاستقبر) اور مسلم (۵۷۳/۱ طبع المجلس) نے کی ہے نیز دیکھئے: فتح القدیر ۳۸۷/۲۔

نوع دوم: وہ اسباب جن کے نتیجہ میں دینی یا خالص عباداتی مخالفت لازم آئے:

الف- اذان جمعہ کے وقت بیع:

۱۳۳۳ متر آن کا حکم ہے کہ جمعہ کے دن نداء (اذان) کے وقت بیع ترک کر دی جائے۔ فرمان باری ہے: ”يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“^(۱) (اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید وخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو)۔

بیع ترک کرنے کا حکم اس کی ممانعت ہے۔

اس نص کی وجہ سے بیع کے حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔

البتہ جمعہ کی دو اذانیں ہیں، ان میں سے کس اذان کے وقت کو بیع سے ممانعت کا محل مانا جائے گا؟

الف- اس سلسلے میں جمہور فقہاء کی رائے جن میں سے بعض حنفیہ مثلاً طحاوی بھی ہیں، یہ ہے کہ یہ وہ اذان ہے جس کا تعامل جاری ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صرف یہی اذان تھی یعنی جمعہ کی وہ اذان جو منبر کے سامنے اس وقت ہوتی ہے جب امام منبر پر موجود ہوتا ہے، لہذا ”نداء“ سے یہی اذان مراد ہوگی۔ اور اسی وجہ سے مالکیہ اور حنابلہ نے اس کو اذان ثانی کے ساتھ مقید کیا ہے^(۲)۔

(۱) سورہ جمعہ ۹۷۔

(۲) الہدایہ مع الشرح ۳۸۷/۲، شرح المنہج بحیثیہ المجلس ۵۳/۲، شرح الخرشنی ۹۰/۲، القوائین الفقہیہ ۵۷ کا اشارہ دیکھئے، نیز دیکھئے: کشاف القناع ۱۸۰/۳۔

بیع منہی عنہ ۱۳۴-۱۳۵

پہلے بھی وقت ہے^(۱)، کیونکہ امام احمد کے نزدیک جمعہ کا وقت ایک نیزہ سورج کے بلند ہونے سے ظہر کے آخری وقت تک ہے۔

اس کا شرعی حکم:

۱۳۴- جمہور فقہاء کے نزدیک اذان کے وقت خرید و فروخت سے ممانعت تحریمی ہے، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

جبکہ حنفیہ نے لکھا ہے کہ ممانعت کا کم از کم درجہ کراہت ہے، اور یہ کہ ترک بیع واجب ہے، لہذا وہ مذہب کے مطابق طرفین یعنی فروخت کرنے والے اور خریدار کی طرف سے مکروہ تحریمی ہے۔ اس پر حرام کا اطلاق صحیح ہے جیسا کہ مرغینانی کی تعبیر ہے، اور اس کو ترک کرنا فرض ہے جیسا کہ شربلالی کی تعبیر ہے^(۲)۔

اس بیع کی حرمت کی قیود:

۱۳۵- تحریم یا کراہت کی متقاضی یہ ممانعت چند قیود کے ساتھ مقید ہے:

الف- بیع میں مصروف شخص ان لوگوں میں سے ہو جن پر جمعہ لازم ہے، لہذا عورت، بچہ، اور مریض پر بیع حرام نہیں ہے بلکہ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ اس ممانعت سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن پر جمعہ واجب نہیں ہے^(۳)۔

(۱) المغنی ۲/۱۳۵۔

(۲) دیکھئے: القوانین العہدیہ ص ۵۷، شرح المسجیح بحامیہ الجمل ۲/۵۳، کشاف القناع ۳/۱۸۰، حامیہ العلیٰ تمییز الحقائق ۳/۶۸، حامیہ الخطاوی علی مرآی الفلاح ۲/۲۸۲، نیز دیکھئے الدر المختار ۲/۱۳۱، انہوں نے کراہت تحریمی سے تعبیر کیا ہے الہدایہ مع الشروح ۲/۳۸۔

(۳) حامیہ الخطاوی علی مرآی الفلاح ۲/۲۸۲، شرح المسجیح بحامیہ الجمل ۲/۵۳، المغنی ۲/۱۳۶، الدر المختار و رد المحتار ۲/۱۳۲۔

ہٹا دے گی، اور پوری یا بعض نماز کے نوت ہونے کا ذریعہ بنے گی^(۱)۔

ب- حنفیہ کے نزدیک قول اصح اور مختار اور اسی کو شمس الامم نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ ممنوع پہلی اذان کے وقت بیع ہے جو منارہ پر ہوتی ہے، اور اسی اذان کے وقت جمعہ کے لئے سعی کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور اسی کو حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے، اگر وہ اذان زوال کے بعد ہو۔

اس کی توجیہ انہوں نے یہ کی ہے کہ اطلاع اور خبر دینا اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، نیز اگر وہ منبر کے پاس اذان کا انتظار کرے تو سنت کی ادائیگی اور خطبہ کا سننا رہ جائے گا۔ بسا اوقات جمعہ بھی چھوٹ سکتا ہے اگر اس کا گھر جامع مسجد سے دور ہو۔

بلکہ خطاوی نے طحاوی کی رائے کے متعلق صاحب "المحرر" کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے^(۲)۔

ج- امام احمد سے ایک روایت ہے جس کو "تقاضی" نے نقل کیا ہے کہ بیع زوال شمس سے حرام ہو جاتی ہے گو کہ امام منبر پر نہ بیٹھا ہو۔

یہ روایت حنفیہ کے مذہب سے قریب ہے، لیکن ابن قدامہ کا فیصلہ ہے کہ یہ چند وجوہ سے صحیح نہیں جو یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کی ممانعت کو اذان پر مطلق کیا ہے، وقت پر نہیں اور اس لئے کہ اس کا مقصد جمعہ کو پانا ہے۔ اس کا حصول منبر پر امام کے بیٹھنے کے فوراً بعد والی اذان سے ہوگا، نہ کہ اس سے جس کا ذکر "تقاضی" نے کیا ہے، یعنی زوال آفتاب سے، اگرچہ امام منبر پر نہ بیٹھا ہو، نیز اس لئے کہ اگر خرید و فروخت کی حرمت وقت پر مطلق ہوتی تو زوال کے ساتھ خاص نہ ہوتی، اس لئے کہ اس سے

(۱) کشاف القناع ۳/۱۸۰۔

(۲) الہدایہ والاحتیاء ۲/۳۸، تمییز الحقائق ۳/۶۸، مرآی الفلاح بحامیہ الخطاوی ۲/۲۸۲، الدر المختار ۲/۱۳۲۔

بیع منہی عنہ ۱۳۶-۱۳۷

دوسرے عقود کو شامل ہے بلکہ حنفیہ نے ہر اس چیز کے ترک کی صراحت کی ہے جس کے نتیجے میں جمعہ کے لئے سعی سے رکاوٹ پیش آئے یا اس میں خلل پڑے۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع، اجارہ، تولیہ، شرکت، اتالیق اور شفعہ کو منسوخ کر دیا جائے گا، نکاح، صدقہ، ہبہ، کتابت اور خلع کو نہیں۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ عقود اور صنعتوں وغیرہ میں مصروف ہونا حرام ہے، جن کی وجہ سے جمعہ سے رکاوٹ ہو (۱)۔

حنابلہ کے یہاں ایک قول ہے کہ بیع کے علاوہ دوسرے عقود مثلاً اجارہ، صلح اور نکاح حرام ہیں، اس لئے کہ یہ عقود معاوضہ ہیں، لہذا بیع کے مشابہ ہو گئے۔

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اذان ثانی کے شروع ہونے کے بعد خاص طور پر صرف خرید و فروخت حرام اور غیر صحیح ہیں، لہذا ان کے نزدیک دوسرے عقود مثلاً نکاح، اجارہ اور صلح وغیرہ جیسے قرض، رہن، ضمان (کفالت) صحیح ہیں، اس لئے کہ ممانعت صرف بیع کے بارے میں وارد ہے، اور دوسرے عقود اس کے برابر نہیں ہیں کہ وہ کم پیش آتے ہیں، لہذا ان کی اباحت جمعہ فوت ہونے کا ذریعہ نہ ہوگی۔ اور ان کو بیع پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

انہوں نے صراحت کی ہے کہ جس بیع میں خیار ہے اس کو نافذ کرنا یا منسوخ کرنا صحیح ہے۔ اور ”خیار“ میں محض نافذ کرنا اور منسوخ کرنا بیع نہیں مانا جائے گا (۲)۔

نماز ختم ہونے تک بیع کی حرمت کا برقرار رہنا:

۱۳۷- تقریباً فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اذان کے وقت

(۱) مراتی الفلاح و صافیہ الطحاوی ۲/۲۸۲، القوائین الفکیہ ۵/۵، شرح المنہج

صافیہ المنہج ۲/۵۳، جوہر لا کلیل لآبی ۱/۹۹، طبع دار المعرفہ بیروت۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۸۱، نیز دیکھئے المنہج ۲/۱۳۶۔

تاہم حنابلہ میں سے ابن ابی موسیٰ نے غیر مخاطب لوگوں کے بارے میں دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حرمت جمعہ کے مخاطب لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع سے صرف ان لوگوں کو منع کیا ہے جن کو سعی کا حکم دیا ہے، لہذا جو سعی کے مخاطب نہیں ان کو ممانعت شامل نہ ہوگی، نیز اس لئے کہ خرید و فروخت کی حرمت کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ سے رکاوٹ پیش آتی ہے، جو ان غیر مخاطب لوگوں کے حق میں معدوم ہے۔

ب۔ بیع میں مصروف شخص ممانعت سے واقف ہو، جیسا کہ شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

ج۔ بیع کی مجبوری نہ ہو مثلاً مضطر اپنے کھانے کے لئے بیع کرے اور اس میت کے لئے کفن کی بیع جس میں تاخیر سے تغیر کا اندیشہ ہو، ورنہ کوئی حرمت نہیں ہوگی، گو کہ جمعہ فوت ہو جائے جیسا کہ شافعیہ میں سے ”الجمہل“ کہتے ہیں۔

د۔ بیع اذان خطبہ کے شروع ہونے کے بعد ہو جیسا کہ جمہور کی تعبیر ہے (۱)، یا اذان خطبہ کے وقت ہو جیسا کہ مالکیہ کی بھی تعبیر ہے۔

ھ۔ اذان زوال کے بعد ہو، اس کے علاوہ حنفیہ نے کسی قید کو نہیں ذکر کیا ہے (۲)۔

حرمت میں بیع کے علاوہ دوسرے عقود کو بیع پر قیاس کرنا:

۱۳۶- جمہور کے نزدیک خرید و فروخت کی ممانعت نکاح اور

(۱) المنہج ۲/۱۳۶، صافیہ المنہج علی شرح المنہج ۲/۵۳، کشاف القناع ۳/۱۸۰،

۱۸۱، اس میں کچھ اور مثالیں مذکور ہیں۔

(۲) شرح المنہج و صافیہ الصدی ۲/۹۰، الہدایہ و شرح الختاریہ ۲/۳۸، ۳۹، مراتی

الفلاح ۲/۲۸۲۔

بیع منہی عنہ ۱۳۸-۱۳۹

اس کو اس پر تعاون دیا۔

شافعیہ کے یہاں ایک قول جس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، یہ ہے کہ دوسرے کے لئے بھی جس پر جمعہ واجب نہیں مکروہ ہے، لیکن وہ گنہگار نہ ہوگا^(۱)۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اس حالت میں بیع وغیرہ کو فسخ کر دیا جائے گا جبکہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جس پر جمعہ واجب ہے، گو کہ ایسے شخص کے ہاتھ ہو جس پر جمعہ واجب نہیں ہے^(۲)۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ جس پر جمعہ لازم ہے اس کے تعلق سے بیع صحیح نہیں ہے۔ اور دوسرے شخص کے لئے جس پر جمعہ لازم نہیں خرید و فروخت مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں گناہ پر تعاون کرنا ہے^(۳)۔

دوم: اذان سن کر جامع مسجد جاتے ہوئے بیع کا حکم:

۱۳۹- چونکہ جامع مسجد جانے والا ممنوع کے ارتکاب میں ملوث ہوتے ہوئے بھی ممانعت سے مطلوب امر کی تکمیل کر رہا ہے اس لئے فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

الف- حنفیہ کے مذہب میں رائج شافعیہ کا مذہب، اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ دونوں چلتے چلتے بیع کریں تو حرام نہیں ہے، حنفیہ میں سے ابن نجیم نے ”اسراج“ کے حوالہ سے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اگر وہ جمعہ سے رکاوٹ نہ بنے۔ اور حاکمی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے^(۴)۔

بیع کی ممانعت نماز سے فراغت تک برقرار رہتی ہے، اس سلسلے میں ان کی تصریحات یہ ہیں:

بیع، نکاح اور دوسرے عقود خطیب کے بیٹھنے کے وقت سے نماز کے اختتام تک حرام ہیں^(۱)۔

حرمت جمعہ سے فراغت تک برقرار رہتی ہے^(۲)۔

بیع اور صنعتوں کی حرمت اذان ثانی کے شروع ہونے یا اس وقت سے کہ اگر وہ اس میں دو گھر سے سعی کرے تو جمعہ کو پالے گا، نماز کے ختم ہونے تک برقرار رہتی ہے^(۳)۔

اذان کے وقت بیع کے عمومی احکام:

اول: جس پر جمعہ لازم ہے اس کی طرف سے ایسے شخص کے ہاتھ بیع کا حکم جس پر جمعہ لازم نہیں:

۱۳۸- فقہاء کا فیصلہ ہے کہ جس پر جمعہ واجب نہیں وہ اذان کے وقت بیع کی حرمت حکم سے مستثنیٰ ہے، بشرطیکہ ان دونوں پر جمعہ واجب نہ ہو^(۴)، لہذا اگر ایسے دو اشخاص آپس میں بیع کریں جن پر جمعہ لازم نہیں تو نہ حرام ہے نہ مکروہ (جیسا کہ شافعیہ نے صراحت کی ہے)^(۵)۔

اگر ایک پر جمعہ واجب ہو دوسرے پر نہ ہو:

تو جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ دونوں ہی گنہگار ہوں گے، اس لئے کہ پہلا شخص جس پر جمعہ واجب ہے اس نے ممانعت کا ارتکاب کیا، اور دوسرے شخص نے جس پر جمعہ واجب نہیں

(۱) القوائین المفہمہ، ۵۷، دیکھئے شرح الخرشی، ۹۰/۲، اور عمومی طور پر دیکھئے:

مرآئی الفلاح، ۲۸۳۔

(۲) حافیہ الجمل علی شرح الحج، ۵۳/۲۔

(۳) کشاف القناع، ۱۸۱/۳۔

(۴) حافیہ الطحاوی علی مرآئی الفلاح، ۲۸۲، بحوالہ حسینی۔

(۵) شرح الحج بحافیہ الجمل، ۵۳/۲۔

(۱) حافیہ الطحاوی علی مرآئی الفلاح، ۲۸۲، شرح الحج، ۵۳/۲۔

(۲) حافیہ الصدوی علی شرح الخرشی، ۹۰/۲۔

(۳) کشاف القناع، ۱۸۰/۳۔

(۴) رد المحتار، ۵۵۲/۱، الدر المختار، ۱۳۲/۲، شرح الحج، ۵۳/۲، حافیہ الصدوی

۵۳/۲، حافیہ الصدوی علی شرح کفاہ الطالب، ۳۲۸۔

بیع منہی عنہ ۱۴۰

اس نقطہ نظر کی صرف وہی تعلیل ہے جس کو حنفیہ میں سے شربلاہی نے پیش کیا ہے کہ یہ سعی میں خلل انداز ہے، لہذا امر کے مطلق ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا واجب ہوگا۔ اسی طرح بعض مالکیہ کی رائے کے مطابق یہ سد ذریعہ کے لئے ہے (۱)۔

سوم: سعی کے بعد مسجد میں بیع کا حکم:

۱۴۰۔ فقہاء اس کی کراہت پر متفق ہیں:

الف۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مسجد کے دروازہ پر یا مسجد میں اذان اول کے وقت جو زوال کے بعد ہو، بیع کرنے کا گناہ جمعہ کے لئے چلتے ہوئے بیع سے بڑھا ہوا ہے۔

ب۔ شافعیہ کی صراحت ہے کہ بیع وغیرہ سے ممانعت اس شخص کے حق میں ہے جو اس کے لئے مسجد کے علاوہ میں بیٹھا ہو، لیکن اگر اذان سننے کے بعد جامع مسجد یا اس سے قریب کسی جگہ بیٹھ گیا اور بیع کی تو حرام نہیں ہے، لیکن مسجد میں بیع کرنا مکروہ ہے، ابن حجر وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ ان کا قول حرمت کے زیادہ قریب ہے (۲)۔

ج۔ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اذان کے بعد نقد ثمن یا ذمہ میں واجب ثمن کے عوض پانی پینا مکروہ ہے، (جیسا کہ حرثین میں ہوتا ہے) بلکہ انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ اذان شروع ہونے کے بعد خرید و فروخت کی عدم صحت کا تقاضا حرمت ہی ہے۔ خاص طور پر جبکہ یہ مسجد میں ہو، الا یہ کہ کہا جائے کہ یہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ لباحت ہے، پھر اس کی طرف سے نیابت ہوتی ہے (۳)۔

لیکن بیع کی ممانعت مطلقاً وارد ہے، لہذا "اجتہاد" کے ذریعہ اس کو بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا حنفیہ کے قاعدہ کے مطابق نسخ ہے، لہذا اجتہاد کے ذریعہ تخصیص جائز نہیں ہوگی (۱)۔ عدم کراہت کی تعلیل یہ کی گئی ہے کہ اذان کے وقت بیع کی ممانعت کی وجہ سعی میں خلل کا پیش آنا ہے۔ اور جب سعی میں خلل نہیں ہے تو ممانعت بھی نہیں ہوگی۔

نیز یہ کہ اس نص قرآنی سے ان لوگوں کو خاص کر لیا گیا ہے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، اور عام میں جب تخصیص آجائے تو وہ ظنی ہو جاتا ہے۔ اور بعد میں اس کی تخصیص "رائے" یعنی اجتہاد کے ذریعہ بھی جائز ہو جاتی ہے (۲)۔

مالکیہ نے جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ بیع اس حالت میں ان دونوں کے لئے سعی سے رکاوٹ نہیں بنے گی، مالکیہ نے اس کو حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے (۳)۔

ب۔ بعض حنفیہ مثلاً صاغب "انہر"، زیلعی، حصکھی کا قول باب جمعہ کے شروع میں، اور شربلاہی کی رائے ہے کہ بیع کو چھوڑ دینا واجب ہے کہ سعی کے ساتھ ہو۔ صاغب "انہر" نے صراحت کی ہے کہ اسی پر اعتماد کرنا چاہئے (۴)۔

بعینہ یہی مالکیہ کا دوسرا قول بھی ہے، اور یہی حنابلہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے (۵)، کوکہ انہوں نے بذات خود اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱) تبیین الحقائق ۶۸/۳، نیز دیکھئے: حامیہ الطحاوی علی مرآتی الفلاح ۲۸۲۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳۳۲، نیز دیکھئے: ابن ماجہ بن کے بارے میں ان کا مناقبہ اور تخصیص کے بجائے تعلیل پر ان کی تزکیر۔

(۳) حامیہ الصدوی علی شرح کفایۃ الطالب ۳۲۸۔

(۴) رد المحتار ۵۵۲، تبیین الحقائق ۶۸/۳، مرآتی الفلاح بحامیہ الطحاوی ۲۸۲۔

(۵) حامیہ الصدوی علی شرح الخرشنی ۹۰/۳، نیز دیکھئے: کشف القناع ۱۸۰۔

(۱) مرآتی الفلاح ۲۸۲، حامیہ الصدوی علی شرح کفایۃ الطالب ۳۲۸۔

(۲) شرح المنہج و حامیہ الجمل ۵۳/۳، رد المحتار ۵۵۲، مرآتی الفلاح ص ۲۸۲۔

(۳) کشف القناع ۱۸۱۔

بیع منہی عنہ ۱۴۱-۱۴۲

بلکہ آیت پر عمل کرتے ہوئے جامع مسجد کی طرف پیش قدمی واجب ہوگی^(۱)۔

ششم: اذان میں اعتباراً ابتداء کا ہے یا مکمل ہونے کا؟
۱۴۳- مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اذان میں اعتباراً اس کے آغاز کا ہے، مکمل ہونے کا نہیں، لہذا اگر مؤذن اللہ اکبر کہہ دے تو بیع حرام ہو جائے گی، اس لئے کہ حرمت کا تعلق اذان سے ہے^(۲)۔

اس کا قانونی حکم:

۱۴۴- جمہور فقہاء حنفیہ، شافعیہ اور بعض مالکیہ کی رائے ہے کہ عقد بیع صحیح ہوگا، اس لئے کہ اس سے ممانعت بیع کے علاوہ میں اور اس سے خارج ہے، اور وہ ترک کرنا ہے، لہذا بیع اصل کے لحاظ سے مشروع اور جائز ہوگی، لیکن مکروہ تحریمی ہوگی، اس لئے کہ اس کے ساتھ ایک غیر مشروع چیز متصل ہوگئی ہے اور وہ سعی ترک کرنا ہے^(۳)۔

صحت بیع پر حسب ذیل امور متفرع ہوتے ہیں:

الف- اس کا فسخ واجب نہیں ہوگا، حنفیہ کے یہاں ایک قول اور مالکیہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے، چنانچہ شیخ عدوی نے کہا: اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ بیع فسخ نہیں ہوگی بلکہ نافذ رہے گی اور وہ اللہ سے استغفار کرے گا۔

ب- ثمن واجب ہوگا، قیمت نہیں۔

چہارم: زوال کے بعد دوسری اذان سے قبل بیع:

۱۴۱- وجوب سعی اور ترک بیع کے بارے میں حنفیہ کے یہاں معتبر وقت کا داخل ہونا ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے اذان کو ماسبق میں اس کے ساتھ مقید کیا ہے، لہذا مناسب ہے کہ زوال کے بعد بیع کی کراہت ثابت ہو، اور اس سے قبل نہ ہو^(۱)۔

شافعیہ نے اسی طرح صراحت کی ہے کہ بیع وغیرہ اذان ثانی اور خطبہ کے لئے پیشینے سے قبل جبکہ وہ زوال کے بعد ہوں مکروہ ہیں، اس لئے کہ وجوب کا وقت داخل ہو چکا ہے، البتہ زوال سے قبل عقد مکروہ نہیں ہے۔

ان کے نزدیک یہ دونوں احکام اس صورت کے ساتھ مقید ہیں کہ عقد کرنے والے پر اس وقت سعی لازم نہ ہوتی ہو، ورنہ اگر ایسا ہو کہ اس وقت چلے بغیر جمعہ نہیں مل سکتا تو وہ عقد اس پر حرام ہوگا^(۲)۔

پنجم: ممانعت کا جمعہ سے غافل کرنے والی تمام چیزوں کو شامل ہونا:

۱۴۲- فقہاء متفق ہیں کہ بقاء کے بعد ہر ایسی چیز حرام یا مکروہ (اس میں فقہاء کے اختلاف کے ساتھ) ہے جو جمعہ کے لئے جانے سے غافل کرنے والی ہو، اور جمعہ کے لئے جانے سے غافل کرنے والی ہر چیز کو ترک کرنا واجب ہے مثلاً اذان کے وقت سفر کا آغاز کرنا، کھانا، سلائی، تمام صنعتیں مثلاً بھاؤ تاؤ، آواز لگانا، اور کتابت، اسی طرح عبادت میں مصروفیت، اہل و عیال وغیرہ کے ساتھ اپنے گھر میں ٹھہرے رہنا، کو کہ گھر مسجد کے دروازے پر یا اس سے قریب ہو

(۱) مراتی افلاح و حامیہ الطحاوی ۲/۲۸۲، شرح کفاہیہ لفظی علی رسالہ ابن ابی زید بحامیہ الصدوی ۱/۳۲۸، کشاف القناع ۳/۱۸۱، حامیہ الجمل علی شرح المنہج ۲/۵۳۔

(۲) حامیہ الصدوی علی شرح کفاہیہ لفظی علی رسالہ ابن ابی زید بحامیہ الطحاوی ۲/۳۲۸۔

(۳) الدر المختار ۳/۱۳۱، حامیہ الطحاوی ۲/۲۸۲، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۲/۵۳، التواہین الفقہیہ ۱/۵۷، بواعث المنافع ۵/۲۳۲۔

(۱) الدر المختار ۱/۵۵۲ سے ماخوذ مراتی افلاح و حامیہ الطحاوی ۲/۲۸۲۔

(۲) شرح المنہج و حامیہ الجمل ۲/۵۳، تصرف کے ساتھ۔

بیع منہی عنہ ۱۴۵

ان کے نزدیک ”بدلہ کا بہہ“ (یعنی وہ بہہ جو مکانات کی شرط پر ہو جیسا کہ مالکیہ کی تعبیر ہے یا عوض کی شرط پر جیسا کہ حنفیہ وغیرہ کی تعبیر ہے) بیع کی طرح ہے۔

خلع کے بارے میں مناسب یہ ہے کہ وہ نافذ ہو جائے، فنخ نہ ہو، سابقہ علت کا تقاضا یہی ہے، اور وہ علت یہ ہے کہ خلع بالکلیہ باطل ہو جائے گا اگر فنخ کر دیا جائے (۱)۔

جبکہ حنا بلہ نے صراحت کی ہے کہ بیع تھوڑی ہو یا زیادہ صحیح نہیں ہوگی، اور سابقہ نص قرآنی جو حکم حرمت میں ظاہر ہے، کی وجہ سے منعقد ہی نہ ہوگی (۲)۔

ب- کافر کے ہاتھ مصحف کی بیع:

۱۴۵- باتفاق فقہاء یہ بیع ممنوع ہے، جمہور فقہاء نے حرمت کی صراحت کی ہے، اور حنفیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کراہت ثابت ہے، اور ”کراہت“ ان کے قواعد و تعلیلات کے مطابق حرمت کے لئے ہے۔

مالکیہ کہتے ہیں: مالک کے لئے حرام ہے کہ کافر کے ہاتھ مصحف یا اس کا جز و فروخت کرے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ مصحف کی ملکیت کی وجہ سے اس میں اسلام کی بے حرمتی ہے۔

فرمان باری ہے: ”وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا“ (۳) (اور اللہ کافروں کا ہرگز مومنوں پر غلبہ نہ

ج- قبضہ سے قبل فروخت شدہ چیز پر ملکیت ثابت ہوگی (۱)۔
لیکن مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ بیع بیع فاسد کی طرح فنخ کر دی جائے گی، اور خریدار کے ہاتھ سے واپس کر لی جائے گی، اگر فوت نہ ہوئی ہو۔ ہاں اگر (بازار کے بدلنے سے) فوت ہو چکی ہو تو عقد نافذ ہو جائے گا، اور خریدار پر قبضہ کے وقت کی قیمت لازم ہوگی، مشہور یہی قول ہے، ایک قول ہے کہ بیع کے وقت کی قیمت لازم ہوگی (۲)۔

جن مالکیہ نے وجوب فنخ کی صراحت کی ہے، انہوں نے اس کے ساتھ بیع کے مثل اجارہ، شرکت، اتقالہ اور شفعہ کو لاحق کیا ہے، اگر ان کے ذریعہ لیا گیا ہو، لیکن اگر ترک کر دیا گیا ہو تو نہیں، تاہم انہوں نے نکاح، بہہ، صدقہ، اور آزادی جیسے امور کو مستثنیٰ کیا ہے، لہذا ان میں کسی کو فنخ نہیں کیا جائے گا، کو کہ حرام ہو۔

ان مذکورہ چیزوں اور بیع وغیرہ کے درمیان ان کے نزدیک فرق یہ ہے کہ بیع وغیرہ جس میں عوض ہے، ان میں فنخ کی وجہ سے ہر ایک کو اپنا عوض مل جاتا ہے، لہذا اس میں کوئی بڑا ضرر نہیں ہے، برخلاف ان چیزوں کے جن میں عوض نہیں ہے، کہ وہ بالکلیہ باطل ہو جاتی ہیں اگر فنخ ہو جائیں (۳)۔

عدوی نے نکاح کے بارے میں ایک دوسری علت لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے فنخ سے ضرر ہوگا، کیونکہ بسا اوقات زوجین میں سے ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

(۱) حامیۃ الخطاوی علی ہرآئی الفلاح، ۲۸۲، نیز دیکھئے رد المحتار، ۱۳۱/۳، حامیۃ العدوی علی شرح الخرشنی، ۹۰/۲، اور دیکھئے القوانین الفقہیہ، ۷۷ میں فنخ کے سلسلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ۔

(۲) شرح الخرشنی، ۹۰/۲۔

(۳) شرح الخرشنی بحامیۃ العدوی، ۹۰/۲، نیز دیکھئے حامیۃ العدوی علی شرح رسالۃ ابن ابی زید، ۳۲۸/۱۔

(۱) شرح الخرشنی حوالہ سابق۔

(۲) کشاف القناع، ۱۸۰/۳، نیز دیکھئے المغنی، ۱۳۶/۲۔

(۳) شرح الخرشنی، ۱۰/۵، نیز اس کے مثل: شرح الخرشنی، ۱۹/۳، ۲۰/۱ میں دیکھئے۔

ہونے دے گا۔) اس تغلیل کی اصل کا تعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ہے: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَسَافِرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ" (۱) (رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو سفر میں دشمن کے ملک میں لے جانے سے منع فرمایا)۔

ہیں) اسلام کی شرط صرف مسلمان غلام کی خریداری اور صحف کی خریداری میں لگائی ہے (۱)۔

ب۔ حنفیہ کا مذہب اور مالکیہ کا مشہور مذہب اور شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ کافر کے ہاتھ صحف کی بیع صحیح ہے، البتہ اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالے، تاکہ کتاب اللہ کو اہانت سے بچایا جائے (جیسا کہ ابن عابدین نے طحاوی کے حوالے سے نقل کیا ہے)، نیز اس لئے کہ اس میں قرآن پر ملکیت کی وجہ سے اسلام کی بے حرمتی ہے، (جیسا کہ خرشی کہتے ہیں) اور حرمت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ عمیرہ نے کہا (۲)۔

تاہم اس بیع کی صحت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے: الف۔ شافعیہ کے یہاں اظہر، حنابلہ کا مذہب اور مالکیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ کافر کے ہاتھ صحف فروخت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (۳) (اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)، نیز اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو سفر میں دشمن کے ملک میں لے جانے سے منع فرمایا، کیونکہ ان کے ہاتھ میں آجانے کا اندیشہ ہے، لہذا ان کو اس پر قدرت نہیں دی جائے گی، نیز اس لئے کہ جب کافر قرآن پر ملکیت برقرار رکھنے سے روکا جاتا ہے، تو ملکیت کا آغاز کرنے سے بھی روکا جائے گا، جیسا کہ بقیمہ جائز بیع والی چیزیں ہیں، نیز صحف وغیرہ پر کافر کی ملکیت میں توہین ہے (۳)۔

اس بیع سے ملحق امور:

۱۳۶۔ جس طرح کفار کے ہاتھ صحف کی بیع ممنوع ہے اسی طرح قرآن کو ان پر صدقہ کرنا اور ان کو بیہ کرنا (جیسا کہ مالکیہ نے اس کی صراحت کی ہے) ممنوع ہے، اور اسی طرح قرآن کو ان کے پاس رہن میں دینا (جیسا کہ حنابلہ نے صراحت کی ہے) ممنوع ہے۔ اول الذکر علماء کفار کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالیں، جیسا کہ بیع میں ہے، دسوقی نے اس کی صراحت کی ہے (۳)۔ اس میں دوسروں کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

ب۔ مالکیہ نے اس پر بیع کے فسخ کو متفرع کیا ہے، بشرطیکہ فروخت شدہ چیز موجود ہو۔ اس رائے کو سحنون نے اکثر اصحاب مالک سے منسوب کیا ہے (۴)۔ مالکیہ نے بیع میں (جیسا کہ ابن جزری کہتے

اس بیع سے مستثنیٰ امور:

۱۳۷۔ شافعیہ نے صحف کی بیع کے حکم سے چند چیزوں کو مستثنیٰ

- (۱) القوانین الفقہیہ ۱/۱۶۳، نیز اس شرط کے بارے میں دیکھئے: شرح المنہج وحاہیہ الجمل ۱۹/۳، ۲۰۔
- (۲) رد المحتار ۳/۳۳۲، شرح الخرشی بحاہیہ العدوی ۵/۱۰، نیز شافعیہ کا دوسرا قول دیکھئے: شرح لکھنوی علی المنہاج وحاہیہ عمیرہ ۲/۱۵۶، اور حاہیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۳/۷۳۔
- (۳) کشاف القناع ۳/۳۳۲، حاہیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۳/۷۳۔

- (۱) حدیث: "لہی أن یسافر بالقرآن....." کی روایت بخاری (۱/۶۱۳) (طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۳۹۰) (طبع لکھنوی) نے کی ہے۔
- (۲) سورہ مائدہ ۲۔
- (۳) المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۳، کشاف القناع ۳/۳۳۲، شرح المنہج وحاہیہ الجمل ۳/۲۰، نیز دیکھئے: شرح لکھنوی علی المنہاج ۲/۱۵۶، تختہ المحتاج ۳/۲۳۰۔
- (۴) حاہیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۳/۷۳۔

بیع منہی عنہ ۱۴۸

کیا ہے:

ایسے دراہم و دمانیر جن پر قرآن کی کوئی آیت نقش ہو، اس لئے کہ اس کی حاجت ہے۔

اہل ذمہ کا ایسے مکانات خریدنا جن کی دیواروں یا چھتوں میں قرآن لکھا ہوا ہو، اس لئے کہ عموم بلوی ہے۔ اور وہ عام حالات میں گنجائش کی وجہ سے معاف ہوگا، اس لئے کہ اس نقش سے مقصود قرآنیت نہیں ہوتی۔

بعض حضرات (مثلاً ابن عبدالحق) نے، اس کانفر کے لئے تعویذ کو مستثنیٰ کیا ہے جس کے اسلام کی امید ہو، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں مکتوب مستثنیٰ ہے۔

اسی طرح انہوں نے اس کپڑے کو مستثنیٰ کیا ہے جس پر کچھ قرآن تحریر ہو، اس لئے کہ اس تحریر کا مقصد قرآنیت نہیں ہوتی، الا یہ کہ کہا جائے کہ عموماً کپڑے پر تحریر کا مقصد تہرک حاصل کرنا ہوتا ہے، اس کو پہننا نہیں، لہذا یہ تعویذوں کے مشابہ ہو گیا، تاہم کانفر کے بدن کے ساتھ اس کے لگنے میں اس کی توہین ہے، برخلاف ان آیات کے جو چھتوں پر لکھی جائیں۔

مصحف پر کانفر کی ملکیت کو زائل کرنے کا حکم دینے والا حاکم ہوگا، عام لوگ نہیں، اس لئے کہ اس میں فتنہ ہے، جیسا کہ شافعیہ نے اسی جیسے مسئلہ میں اس کی صراحت کی ہے^(۱)۔

مسلمانوں کی طرف سے مصحف کی بیع اور اس کی خریداری کا حکم:

۱۴۸- الف۔ شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ مسلمان کی طرف سے

مصحف کی فروخت اور اس کی خریداری مکروہ ہے۔ اور مصحف سے مراد خالص قرآن ہے۔ اور کراہت کی وجہ جیسا کہ (شیخ عمیرہ لکھتے ہیں) قرآن کریم کو خریدنا فروخت کے سبب حقیر سامانوں کے معنی میں ہونے سے بچانا ہے۔ اور یہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے، نیز اس لئے کہ اس سے مقصود کلام اللہ ہے، لہذا اس کو حقیر ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اور اس خریداری کے جواز میں اس کا سبب بننا، اور اس کی مدد کرنا ہے۔

ب۔ شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ بلا حاجت فروخت مکروہ ہے، نہ کہ خریداری۔ قلیوبی اور الجمل نے صراحت کی ہے کہ یہی ان کے نزدیک معتد ہے۔ الجمل نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ خریداری میں اس کو حاصل کرنا ہے، برخلاف بیع کے^(۱)، کہ اس میں فوت کرنا، حقیر بنانا اور رغبت کا ختم ہونا ہے۔

شافعیہ کے یہاں یہ معتد قول ہے، یہی امام احمد سے ایک روایت ہے، مرداوی نے خریداری اور اس کے جواز کے مسئلہ میں کہا ہے کہ یہی مذہب ہے۔ اور انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ خریداری میں مصحف کو بچانا ہے، لہذا یہ جائز ہوگا، جیسا کہ مکہ کے مکانات کو خریدنا اور اس کے گھروں کو اجرت پر لینا، حالانکہ اس کی بیع یا اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حجام کی اجرت دینا مکروہ نہیں ہے، حالانکہ اس کی کمائی مکروہ ہے، بلکہ بہوتی نے اس کو قیدی کے خریدنے کی طرح قرار دیا ہے^(۲)۔

ج۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ مصحف کی فروخت ناجائز ہے اور صحیح نہیں ہے، مرداوی نے کہا: یہی مذہب ہے، جیسا کہ ان

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح کملی ۲/۱۵۷، اشراح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۱۲، حاشیہ الجمل علی شرح بیع ۳/۲۲۔

(۲) الانصاف ۳/۲۷۹، کشاف القناع ۳/۱۵۵، اشراح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۱۲۔

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح بیع ۳/۱۹، حاشیہ القلیوبی علی شرح کملی علی المہاج ۲/۱۵۶ کے ساتھ موازنہ کریں۔

بیع منہی عنہ ۱۴۹

کہ ابن قدامہ اور بہوتی کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے) یہ ہے کہ بیع حرام اور غیر صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: میری خواندہ ہے کہ ان کی بیع میں ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے، نیز اس لئے کہ اس کی تعظیم واجب ہے، اور فروخت کرنے میں ترک تعظیم اور قرآن کی تحقیر ہے۔ اور خریداری مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بچانا ہے۔ اور نہ ہی دوسرے مصحف سے بدلنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے قرآن سے بے رغبتی ظاہر نہیں ہوتی ہے (۱)۔

ممنوع بیع کے نتائج:

۱۴۹- ممانعت میں اصل جمہور کے نزدیک باطل ہونا ہے، لہذا اس کو اصل پر جاری رکھا جائے گا الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو، اور ضرورت صرف اس صورت میں ہے جبکہ کوئی دلیل ہو کہ ممانعت ایسی علت کی وجہ سے ہے جو صرف ممنوع کے ساتھ متصل ہے، لیکن اگر دلیل سے معلوم ہو کہ ممانعت وصف لازم میں کسی علت کی وجہ سے ہے تو اصل سے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس بات کی کہ ممانعت اپنی اصل (بطلان) کے خلاف جاری ہو، اس لئے کہ وصف لازم کا بطلان اصل کے بطلان کا سبب ہے، برخلاف ”مجاور“ کے، کیونکہ وہ لازم نہیں ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ممنوع تصرف میں اصل یہ ہے کہ وہ شرعاً موجود اور صحیح ہو، لہذا ممانعت اس اصل پر جاری رہے گی الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو، اور حنفیہ کے نزدیک ”ضرورت“ اس صورت میں منحصر ہے کہ دلیل سے معلوم ہو جائے کہ ممانعت صرف ممنوع کی ذات یا اس کے جزو میں موجود علت کی وجہ سے ہے، لیکن اگر دلیل بتائے کہ ممانعت وصف لازم میں موجود علت کی وجہ سے ہے تو اصل سے

سے مروی ہے کہ خریداری حرام ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور عدم جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ: امام احمد نے کہا: مصاحف کفر و خست کرنے کی رخصت کا مجھے علم نہیں ہے۔

یہی صحابہ سے مروی ہے، اور ان کے دور میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں ہے۔

اس لئے کہ اس میں کتاب اللہ ہے، لہذا اس کفر و خست کرنے اور تحقیر ہونے سے بچانا واجب ہے (۱)۔

دو۔ اور یہاں امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ مصحف کی بیع بلا کراہت جائز ہے۔ مرداوی نے کہا: اس روایت کو ابو الخطاب نے ذکر کیا ہے۔ حنابلہ نے بیع مصحف کے جواز اور اس کی رخصت دینے کو حسن، مکرمہ، شافعی اور اصحاب رائے کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ بیع کاغذ اور چمڑے کی ہوگی، اور ان کی بیع مباح ہے۔

مصحف کے تبادلہ کی کراہت کے بارے میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، امام احمد کے یہاں مختار یہ ہے کہ مصحف کو مصحف سے بدلنا جائز ہے، اس لئے کہ اس سے مصحف سے بے رغبتی کا پتہ نہیں چلتا، اور نہ دنیوی عوض میں تبادلہ کرنا معلوم ہوتا ہے، برخلاف اس کا ثمن لینے کے (۲)۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بیع مصحف کے بارے میں امام احمد سے تین روایات ہیں:

حرمت، کراہت، اور جواز۔ اور خریداری کے بارے میں بھی یہی روایتیں ہیں۔ تبادلہ کے بارے دو اقوال ہیں۔ اور مذہب (جیسا

(۱) شرح الکبیری ذیل المغنی ۱۴۳۔

(۲) الانصاف ۲۷۹، شرح الکبیری ذیل المغنی ۱۴۳۔

(۱) کشاف القناع ۱۴۳۔

خروج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ ممانعت کو اس کی اصل پر جاری نہ کیا جائے، اور وہ اصل صحیح ہونا ہے، اس لئے کہ اس کے اجزاء اور شروط کی صحت اس چیز کی صحت کے لئے کافی ہے۔ اجزاء کی صحت کی وجہ سے صحت کو ترجیح دینا وصف خارجی کی وجہ سے باطل ہونے کو ترجیح دینے سے اولیٰ ہے۔ اور جب ضرورت نہ ہو تو ممانعت اپنی اصل پر جاری رہے گی، اور وہ یہ ہے کہ ممنوع شرعاً موجود یعنی صحیح ہوگا (۱)۔

فساد، بطلان اور صحت کی اصطلاحات کے درمیان فرق:
۱۵۰- گذشتہ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جمہور فساد اور بطلان کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں، حنفیہ کا اختلاف ہے۔

لہذا ایہاں عقود بشمول بیع میں تقاضا یہ ہے کہ عقد اپنے مطلوبہ شرعی نتائج کے مرتب ہونے کا سبب ہو، مثلاً بیع میں ملکیت کے تعلق سے نتائج۔

بطلان کا معنی یہ ہے کہ عقود کے ساتھ احکام نہ پائے جائیں، اور عقود کا ایسا سبب نہ بن سکیں جو احکام کے لئے مفید ہوتے ہیں۔

فساد جمہور کے نزدیک بطلان کے مرادف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک فساد ایک تیسری قسم ہے جو صحیح کے خلاف ہے، اور وہ یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے مشروع ہو، وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہو، برخلاف باطل کے، اس لئے کہ باطل وہ ہے جو اپنی اصل یا وصف کسی اعتبار سے مشروع نہ ہو (۲)۔

لہذا جمہور کے نزدیک بطلان میں ممانعت اور مضامین کی بیع اور جنین و مردار کی بیع برآمد ہے، جیسے بد و صلاح سے قبل پھل کی بیع، قبضہ سے قبل امانت کی بیع، بیع عینہ، ربا پر مشتمل بیع، اور بیع بالشرط، ان تمام

بیوع پر ان کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

جبکہ حنفیہ تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضامین، ممانعت، جنین اور مردار کی بیع باطل ہے، اس لئے کہ محلیت اور رکنیت مفقود ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ اور یہی حنفیہ کی تعبیر کے مطابق اصل کا مشروع نہ ہونا ہے، لہذا اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

بقیہ بیوع کے حنفیہ فساد کے قائل ہیں، بطلان کے نہیں۔

الف۔ چنانچہ مثال کے طور پر بیع بالشرط میں ممانعت کا تعلق شرط سے ہے، لہذا اصل عقد صحیح باقی رہے گا، اور ملکیت کا فائدہ دے گا، لیکن فساد اور حرمت کی صفت کے ساتھ، لہذا یہ شرط بیع سے ایک زائد امر ہے جو اس کے لئے لازم ہے، کیونکہ وہ نفس عقد میں مشروط ہے، اس جگہ پر وصف سے مراد یہی ہے (۱)۔

ب۔ ربا پر مشتمل بیع کے بارے میں حنفیہ کہتے ہیں کہ رکن بیع یعنی اہل کی طرف سے محل میں ہونے والا مالی تبادلہ موجود ہے، لہذا اوہ مشروع ہوگا، لیکن مکمل تبادلہ موجود نہیں ہے، لہذا اصل تبادلہ موجود ہے، اس کا وصف یعنی مکمل ہونا موجود نہیں ہے (۲)۔

یہ مردار اور جنین کی بیع کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ مال نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کی قیمت ہے، لہذا اوہ اصلاً غیر مشروع ہیں۔ ذیل میں بیع باطل کے احکام (حنفیہ کے نقطہ نظر سے جو اس کے قائل ہیں) پھر بیع فاسد کے احکام پھر بیع مکروہ کے احکام ذکر کئے جا رہے ہیں۔

اول: حنفیہ کے نزدیک بیع باطل کے احکام:

۱۵۱- بیع باطل بالکلیہ غیر منعقد ہے۔ اس کا شرعاً کوئی معتبر وجود

(۱) اخلوئج ۱/۲۱۸۔

(۲) مرآۃ الاصول ۱/۳۳۰، نیز دیکھئے: اخلوئج و اخلوئج ۱/۲۲۰، ۲۲۱۔

(۱) التبیح و التوضیح ۱/۲۱۸۔

(۲) کشف الاسرار ۱/۲۵۸۔

بیع منہی عنہ ۱۵۲-۱۵۳

غصب کے مشابہ ہے۔ ”الدر“ میں ہے: کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع باطل“۔

دوم: بیع فاسد کے احکام:

۱۵۲- بیع فاسد پر چند اثرات مرتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں: قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا، حق شرع کی وجہ سے فسخ کا وجوب اور استحقاق، فروخت شدہ چیز سے پیدا ہونے والے نفع کا حلال نہ ہونا، اس کا قائل تصحیح ہونا، ہلاکت کی وجہ سے بیع کا ضمان دینا اور اس میں خیار کا ثبوت۔ ان اثرات اور ان کے متعلقات کی تفصیل اصطلاح ”بیع فاسد“ میں دیکھی جائے۔

یہ حنفیہ کے نزدیک ہے۔

بیع فاسد کے احکام جمہور کے نزدیک بیع باطل ہی کے احکام ہیں، کیونکہ وہ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے ہیں، دیکھئے: اصطلاح ”بیع باطل“۔

سوم: بیع مکروہ کے احکام:

۱۵۳- بیع مکروہ کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً ممنوع ہے، اس کے نتیجے میں گناہ ہوگا، تاہم وہ صحیح ہوگی، اس لئے کہ ممانعت ایک ایسی علت کی وجہ سے ہے جو بیع سے متصل ہے، ذات بیع اور اس کی صحت کی شرائط میں نہیں ہے، اور اس طرح کی ممانعت فساد کی متقاضی نہیں ہوتی ہے، بلکہ کراہت کا سبب ہوتی ہے۔

لہذا اذان جمعہ کے وقت بیع، بیع نجس، اپنے بھائی کی بیع پر بیع، اپنے بھائی کے مول پر مول وغیرہ ممنوع ہیں۔ اور یہ بیوع (جیسا کہ

نہیں ہے، اگر خرید اور فروخت شدہ چیز پر قبضہ کر لے تو وہ اس کی ملکیت میں نہیں آتی ہے۔

کاسانی نے کہا: اس بیع کا بالکل یہ کوئی حکم نہیں ہے، اس لئے کہ حکم موجود کے لئے ہوتا ہے، اور اس بیع کا بجز صورت کے کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ شرعی تصرف کا کوئی وجود شرعاً اہلیت و مجاہدیت کے بغیر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ تصرف حقیقی کا کوئی وجود حقیقتاً اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اہل کی طرف سے اور محل میں پایا جائے۔ اس کی مثال مردار، خون، گندگی اور پیتاب کی بیع اور مباح، مضامین اور ہر غیر مال کی بیع ہے۔

اگر فروخت شدہ چیز خریدار کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس کے ضمان کے بارے میں حنفیہ کے یہاں اختلاف ہے:

الف۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہے، کیونکہ جب عقد باطل ہو گیا تو محض فروخت کرنے والے کی اجازت سے قبضہ رہ گیا، اور وہ زیادتی کے بغیر قائل ضمان نہیں ہوگا، جیسا کہ ابن عابدین نے ”الدر“ سے نقل کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے (۱)۔

ب۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ وہ خریداری کے مول بھاؤ کے طور پر قبضہ شدہ کی طرح ہو جائے گا۔ سرحدی وغیرہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ مثل یا قیمت کے ذریعہ ضمان دیا جائے، اس لئے کہ وہ خریداری کے لئے مول بھاؤ کے طور پر قبضہ میں لی گئی چیز سے کم درجہ کا نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے، ”الھنیہ“ میں ہے: یہی صحیح ہے، اس لئے کہ اس نے اس پر اپنے لئے قبضہ کیا ہے جو

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۰۵۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳۰۵، رد المحتار ۳/۱۰۵۔

بیع منہی عنہ ۱۵۴

ایسے ممنوع امر سے متعلق ہو جو بیوع کے باب سے خارج ہو، مثلاً غصب کردہ جگہ میں خرید و فروخت تو اس کو فسخ نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ فوت ہو چکی ہو یا فوت نہ ہوئی ہو۔

اگر بیع سے ممانعت ہو اور صحت بیع کی کسی شرط میں خلل نہ ہو مثلاً جمعہ کے وقت بیع، شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنا اور تانلوں سے ملنا تو اس میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کو فسخ کر دیا جائے گا۔ دوسرے قول ہے کہ فسخ نہیں کیا جائے گا۔ تیسرا قول ہے کہ اگر سامان باقی ہو تو فسخ کر دیا جائے گا^(۱)۔



حصصی کہتے ہیں) مکروہ تحریمی ہیں، تاہم صحیح ہیں، باطل نہیں ہیں، کو کہ جمہور کے نزدیک ان سے ممانعت ہے، البتہ امام احمد سے روایات اس سے الگ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق ممنوع کی ذات یا شرائط صحت سے نہیں ہے، بلکہ اس سے متصل علت کی وجہ سے ہے^(۱)۔

۱۵۴- بیع مکروہ کے چند اہم احکام یہ ہیں:

یہ بیع صحیح ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

قبضہ سے قبل اس میں فروخت شدہ چیز پر ملکیت حاصل ہو جاتی

ہے۔

اس میں ثمن واجب ہے، قیمت نہیں ہے۔

اس کو فسخ کرنا واجب نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں پر اس کو فسخ کرنا واجب ہے، تا کہ

ان کو ممنوع چیز سے بچایا جاسکے، نیز اس لئے کہ معصیت کو ختم کرنا امکانی حد تک واجب ہے۔

ابن عابدین نے ان دونوں اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ ان

دونوں پر دیا جانا واجب ہے، برخلاف بیع فاسد کے کہ اگر وہ دونوں اس

کو جاری رکھنے پر مصر ہوں، تو تاقاضی بالجبر فسخ کر دے گا، اور اس کی وجہ

یہ ہے کہ یہاں بیع صحیح ہے، لہذا تاقاضی کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوگا،

اس لئے کہ ملکیت صحیح حاصل ہے^(۲)۔

لیکن مالکیہ میں سے ابن جزئی نے لکھا ہے کہ اگر بیع کی ممانعت

(۱) رد المحتار ۳/۱۳۱، شرح المسماح للمصلیٰ بجمیۃ اقلیو بی ۱۸۱/۲ اور اس کے

بعد کے صفحات، نیز دیکھئے: الہدایۃ مع الشروح ۶/۱۰۸، الانصاف ۳/۳۳۱

اور اس کے بعد کے صفحات، ۳۲۳، ۳۲۴، مرداوی کا فیصلہ ہے کہ مذہب اور

صحیح قول جس پر جمہور اصحاب ہیں یہ ہے کہ اذان کے وقت بیع صحیح نہیں ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۳۱، بحوالہ الدرر۔

بیع موقوف ۱-۲

اس کے بالمقابل بیع نافذ ہے، اور بیع نافذ وہ بیع صحیح ہے، جس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، اور وہ فی الحال حکم کا فائدہ دے، لہذا ”نافذ“ موقوف کی ضد ہے، اور جب بیع نافذ کہا جائے تو مراد یہ ہے کہ وہ غیر موقوف بیع ہے (۱)۔

بیع موقوف

بیع موقوف کی مشروعیت:

۲- حنفیہ اور مالکیہ کی رائے، حنابلہ کے یہاں ایک روایت، اور امام شافعی کا مذہب قدیم میں قول (اور مذہب جدید میں بھی یہ منقول ہے) یہ ہے کہ بیع موقوف مشروع ہے، اور وہ بیع صحیح کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، اس کی دلیل بیع کے عمومی نصوص ہیں، مثلاً فرمان باری ہے: ”وَ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“ (۲) (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے)، اور فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ“ (۳) (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو)۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت اور تجارت کو مشروع قرار دیا اور کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے کہ مالک کی طرف سے اصالت ہو یا وکیل کی طرف سے ابتداء ہو، یا مالک کی طرف سے انتہا میں اجازت پائی جائے یا عقد کے وقت یا اس کے بعد تجارت کی رضامندی پائی جائے، لہذا اس کے عموم پر عمل واجب ہے، الا یہ کہ کسی دلیل کی وجہ سے تخصیص ہو۔

نیز روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہ باریؓ کو

تعریف:

۱- بیع: مال کا مال سے تبادلہ ہے (۱)۔

موقوف ”وقف“ سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے: ”وقفتم الدابة وقوفاً“ یعنی جانور ٹھہر گیا۔ اور ”وقفتمہا أنا وقفاً“ میں نے اس کو روک دیا، ”وقفتم الدار وقفاً“ یعنی میں نے اللہ کی راہ میں گھر کو وقف کر دیا، ”وقفتم الأمر علی حضور زید“ میں نے معاملہ کو زید کی آمد پر معلق کر دیا، ”وقفتم قسمة الميراث إلی الوضع“ میں نے میراث کی تقسیم کو وضع حمل تک مؤخر کر دیا (۲)۔

اس لفظ کا فقہی استعمال اس کے لغوی معانی سے خارج نہیں ہے۔

بیع موقوف: اس کے جواز کے قائل فقہاء نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، لیکن توقف کے طور پر ملکیت کا فائدہ دے، اور تمام ملکیت کا فائدہ نہ دے، کیونکہ اس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہو، اور یہ بیع صحیح ہے (۳)۔

(۱) القاسوس الحیظ لسان العرب مادة ”بیع“، مجلۃ الاحکام دفعۃ (۱۰۵)، البحر الرائق ۵/۲۷۷۔

(۲) امصباح لمبیر مادة ”وقف“۔

(۳) مجمع لا شبر شرح ملتقى الاہمیر ۲/۷۳، درر احکام شرح حلیۃ الاحکام ۱/۹۳، حاشیہ ابن عابدین ۱۰۰/۳ طبع بولاق۔

(۱) درر احکام ۱/۹۵، ۳۳۰۔

(۲) سورۃ بقرہ، ۲۷۵۔

(۳) سورۃ نساء، ۲۹۔

بیع موقوف ۴

فروخت کرنے والے کی طرف سے خریدار کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ قبضہ کے بعد فروخت شدہ چیز کی بیع پہلے خریدار کی اجازت پر موقوف ہے۔

مرتبہ کی بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک ارتداد سے اس کی توبہ پر موقوف ہے۔

کسی چیز کی اس کے نمبر کے ذریعہ بیع، ثمن کے واضح ہونے پر موقوف ہے۔

جتنے میں فلاں نے فروخت کیا اس کے عوض بیع، حالاں کہ خریدار کو اس کا علم نہیں، مجلس میں علم پر موقوف ہے۔

جتنے میں لوگ فروخت کرتے ہیں اس کے مثل میں بیع، ثمن کی وضاحت پر موقوف ہے۔

جتنے میں فلاں نے لیا ہے اس کے مثل میں بیع، ثمن کی وضاحت پر موقوف ہے۔

مالک کی طرف سے غصب شدہ چیز کی بیع غصب کرنے والے کے اقرار پر یا اس کے انکار کے بعد ثبوت پیش کرنے پر موقوف ہے۔

دوسرے کے مال کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے (اور یہ بیع فضولی ہے)۔

اختیاری طور پر خلط کرنے یا مالکوں کے فعل کے بغیر اختلاط کی وجہ سے مشترک چیز میں سے شریک کا اپنے حصہ کو فروخت کرنا، دوسرے شریک کی اجازت پر موقوف ہے۔

مرض الموت میں گرفتار شخص کا اپنے مال میں سے کسی معین چیز کو اپنے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا باقی وراثت کی اجازت پر موقوف ہے، گوکہ قیمت کے مثل میں ہو، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔

وارث کی طرف سے قرض پر حاوی ترکہ کی بیع قرض خواہوں

لئے کہ سبب کا مکمل وجود اس کے اثرات کے بغیر اس کے فساد پر دلالت کرتا ہے۔

وہ حضرات بیع موقوف کو طلاق اور عتاق پر قیاس کرتے ہیں^(۱)۔

بیع موقوف کی انواع:

۴- عقد بیع موقوف ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہو یا غیر مالک کا فروخت شدہ چیز میں حق ہو^(۲)۔

صاحب ”المخاصہ“ نے بیع موقوف کی انواع پندرہ بتائی ہیں، اور صاحب ”المنہر“ نے اس کو اڑتیس انواع تک پہنچایا ہے۔ اور ابن نجیم نے ”البحر الرائق“ میں بیع موقوف کی انتیس صورتیں ذکر کی ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:

- تصرف سے روک دئے گئے بچہ کی بیع باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف ہے۔

- بے سوجھ بوجھ والے شخص کی بیع قاضی کی اجازت پر موقوف ہے۔

- رہن کے سامان کی بیع مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے۔

- اجرت پر لی گئی چیز کی بیع اجرت پر لینے والے کی اجازت پر موقوف ہے۔

- دوسرے کے ساتھ مزارعت میں موجود چیز کی بیع مزارعت کرنے والے کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۱) تہذیب الفروق والقواعد السیئہ ۳۳۱، ۳۳۲ دار المعرفۃ، المجموع ۱۵۵/۹، ۱۵۸، ۱۵۹ طبع مطبعہ انصاف من اللہ، المغنی مع الشرح الکبیر ۳/۲۷۳، الانصاف ۳/۲۸۳، ۲۶۷ طبع دار احیاء التراث العربی۔

(۲) البحر الرائق ۵/۶۷۔

بیع موقوف ۵-۶

لگے، لہذا اگر دوسرے کا کپڑا اس کے حکم کے بغیر فروخت کر دیا، اور خریدار نے اس کو رنگ دیا اور مالک نے بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے، اور اگر اس نے اس کو کاٹ کر سل دیا، پھر بیع کی اجازت دی تو ناجائز ہے، اس لئے کہ اب وہ دوسری چیز بن گئی۔

د۔ فروخت کرنے والے کے ہاتھ میں ثمن کا وجود، اگر وہ کوئی ”عین“ ہو، مثلاً سامان تجارت۔ اور اگر ثمن دین ہو، مثلاً دراہم و دمانیر اور پیسے تو ثمن کا فروخت کرنے والے کے قبضہ میں موجود ہونا شرط نہیں ہے۔

ھ۔ مالک کا موجود ہونا، اس لئے کہ اجازت اسی کی طرف سے ہوگی، حتیٰ کہ اگر مالک بیع کی اجازت دینے سے قبل مر جائے تو اس کے ورثاء کی اجازت سے بیع جائز نہ ہوگی، جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ مالکیہ کی رائے ہے کہ بیع موقوف کی اجازت کا حق وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (۱)۔

اس کے علاوہ جن چیزوں میں اجازت کا ثبوت ہے، اور ان سے متعلقہ بقیہ مسائل کی تفصیل کے لئے دیکھئے ”اجازت“۔ اگر بیع موقوف کی اجازت دے دی جائے تو اس کے اثرات عقد کے وقت سے جاری ہوتے ہیں جیسا کہ آئے گا۔

بیع موقوف کا اثر:

۶۔ ”بیع نافذ“ فی الحال حکم کا فائدہ دیتی ہے، یعنی ثمن پر فروخت کرنے والے کی ملکیت اور فروخت شدہ چیز پر خریدار کی ملکیت اور فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے ہر ایک کا اپنے قبضہ والی چیز میں کسی اور چیز کی ضرورت کے بغیر تصرف ثابت ہوتا ہے، خواہ عقد (۱) درالحکام فی شرح غرر الا حکام ۱۷۷/۲ طبع مطبعہ احمد کابل، نیز دیکھئے بیع القدر ۱۹۱/۶، طبع دار احیاء التراث العربی، بدائع الصنائع ۱۵۱/۵، ۱۵۲، الخرشنی ۱۷۵/۱۔

کی اجازت پر موقوف ہے۔

دو وکیلوں یا دو وصی یا دو نگرانوں میں سے ایک کا دوسرے کی موجودگی میں فروخت کرنا دوسرے کی اجازت پر موقوف ہے (اگر دونوں کے اکٹھا تصرف کرنے کی شرط لگائی گئی ہو)۔
- معتوہ (کم عقل) کی بیع موقوف ہے (۱)۔

بیع موقوف کا حکم:

۵۔ بیع موقوف کا حکم یہ ہے کہ حسب ذیل شرائط کے ساتھ وہ اجازت کو قبول کرتی ہے:

الف۔ فروخت کرنے والے کا باحیث ہونا، اس لئے کہ اجازت کی وجہ سے اس پر عقد کے حقوق لازم ہوں گے، اور حقوق زندہ ہی پر لازم ہوتے ہیں۔

ب۔ خریدار کا باحیث ہونا، تاکہ اس پر ثمن لازم ہو، اور موت کے بعد اس پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ اہلیت کی حالت میں اس پر لازم نہ رہا ہو۔

ج۔ فروخت شدہ چیز کا وجود، اس لئے کہ اس میں ملکیت منتقل نہیں ہوئی، ملکیت تو اجازت کے بعد ہی منتقل ہوگی۔ اور بلاکت کے بعد منتقل ہونا ممکن نہیں ہے۔

فروخت شدہ چیز کے قائم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی تبدیلی نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے وہ دوسری چیز شمار ہونے

(۱) البحر الرائق ۳۵۵، ۳۵۶، نیز دیکھئے حاشیہ ابن عابدین ۱۳۹/۳ طبع بولاق، حاشیہ الطحاوی علی الدرر ۳۳۶، حاشیہ ابوسعود علی شرح الکفر از المنزلا مسکین ۱۷۵/۲، درالحکام فی شرح غرر الا حکام ۱۷۷/۲، طبع مطبعہ احمد کابل ۱۳۳۰ھ، الفتاویٰ الخانیہ بہائش الہندیہ ۱۷۲/۲ اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ الدسوتی ۱۱/۳، ۱۲ طبع لعلی، الخرشنی ۱۷۵/۵، ۱۸، لا شاہ انظار السیوطی ۲۸۵، ۲۸۶ طبع درالکتب العلمیہ۔

بیع موقوفے

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”رہن“۔

اس بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ بیع موقوف کا نفاذ اور اس کے اثر کا ظہور ہمیشہ عقد کرنے والا کے علاوہ شخص پر موقوف نہیں ہوتا ہے، ہاں انطباق یہی ہے، لیکن بسا اوقات اس کا نفاذ کسی شخص کی اجازت پر موقوف نہیں ہوتا ہے، بلکہ کسی ایسی حالت کے زوال پر موقوف ہوتا ہے جو عدم نفاذ کا سبب ہے، مثلاً اسلام سے مرتد ہونے والے کی بیع، اس کا نفاذ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسلام کی طرف لوٹ آنے پر موقوف ہوتی ہے (۱)۔

توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات: ۷۔ بیع موقوف میں توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات میں سے بعض کا اثر، انشاء (آغاز) عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے، جبکہ بعض کا اثر اجازت کے وقت سے شروع ہوتا ہے، لہذا اجازت بسا اوقات انشاء ہوتی ہے، اور بسا اوقات اظہار۔ ذیل میں ان دو انواع کے تصرفات کی مثالیں ہیں:

اول: وہ تصرفات جن کا اثر انشاء عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے:

الف۔ اگر فضولی کی طرف سے ہونے والی دوسرے کے مال کی بیع کی اجازت دے دی جائے، تو اس کا حکم عقد کے آغاز کے وقت سے نافذ مانا جاتا ہے، لہذا فروخت شدہ چیز خریدار کی ملکیت ہو جاتی ہے، اور ثمن مالک کی ملکیت ہو جاتی ہے جو فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے۔ اس لئے کہ بعد میں ملنے والی اجازت سابق وکالت کے درجہ میں ہے۔ اگر ثمن فضولی کے ہاتھ میں اجازت سے قبل ہلاک

(۱) الفتاویٰ الخانیہ بہامش البندیہ ۱۸۵/۲۔

میں ذکر ہو کہ فروخت کرنے والا ثمن کا اور خریدار فروخت شدہ چیز کا مالک ہو جائے گا یا ذکر نہ ہو، اس لئے کہ موجب (سبب) کے وجود کے بعد تقاضہ اور نتیجہ کی صراحت کرنا شرط نہیں ہے (۱)۔

بیع کے نفاذ کے لئے شرط ہے کہ فروخت کرنے والا فروخت شدہ چیز کا مالک ہو یا اس چیز کے مالک کا وکیل ہو یا اس چیز کے وصی کا وکیل ہو، اور یہ کہ فروخت شدہ چیز میں دوسرے کا حق نہ ہو۔ اگر ان میں کوئی شرط مفقود ہوگی تو بیع موقوف ہوگی، اور صاحب معاملہ کی اجازت کے وقت ہی حکم کا فائدہ دے گی، اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی (۲)۔

لہذا مالک کی طرف سے اجازت کے صادر ہونے سے قبل بیع موقوف کا اثر ظاہر نہ ہوگا، بلکہ اس کے اثر کا ظہور اجازت پر موقوف ہوگا، مثلاً بیع فضولی ابتداء نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ ملکیت اور ولایت نہیں ہے، ہاں مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر منعقد ہوتی ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی (۳)۔

(دیکھئے: ”بیع فضولی“)

اسی طرح اگر رہن دینے والا مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن کو فروخت کر دے تو حنفیہ کے یہاں اصح روایت میں بیع موقوف ہوگی، کیونکہ اس سے مرتہن کا حق متعلق ہے، لہذا اس کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر مرتہن اجازت دے یا رہن دینے والا اس کا دین ادا کر دے تو نافذ ہوگی، اور اگر مرتہن کی اجازت سے بیع نافذ ہو جائے تو اس کا حق اس کے بدل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (۴)۔

(۱) فتح القدیر ۱۹۱/۶ طبع دار احیاء التراث العربی، جامع المصنوعین ۲۳۱/۱ طبع بلاق ۱۳۰۰ھ۔

(۲) الفتاویٰ البندیہ ۱۱۲/۳۔

(۳) المجموعۃ الخیر ۱۹۶/۱۵ طبع المطبعۃ الخیریہ ۱۳۲۲ھ۔

(۴) الکفایۃ شرح الہدایہ ۱۹۱/۶ طبع دار احیاء التراث العربی۔

بیع و شرط ۱

حدیث ہے: ”مقاطع الحقوق عند الشروط“^(۱) (حق کا پورا کرنا اسی وقت ہوگا جب شرط پوری کی جائے)۔ اور حدیث ہے: ”ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ، فهو باطل“^(۲) (جو شرط اللہ کی کتاب میں نہیں وہ لغو ہے)۔ یعنی ایسی شرط جو اللہ تعالیٰ نے اپنی جو شریعت جاری کی ہے اور اس میں جو فرض واجب کیا ہے، اس میں یہ نہ ہو۔ اور حضرت عمر و بن شعیب کی حدیث اپنے والد اور اپنے دادا کے واسطے سے نبی ﷺ سے مروی ہے: ”نہی عن بیع و شرط“^(۳) (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا)۔

یہ نصوص (مجموعی حیثیت سے) اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ متعاقبین کے لئے کچھ مباح شرائط ہیں جن کو وہ حسب منشا اپنے عقود میں پابندی کرنے کے لئے اختیار کر سکتے ہیں، اور کچھ شرائط ممنوع ہیں، جن کو متعاقبین میں سے کوئی بھی شرط نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ مقصود کے برعکس یا شریعت کے عام قواعد کے خلاف یا مقصد شریعت سے متصادم ہیں۔

= طبع عیسٰی الحلی نے کی ہے یہ حدیث اپنے طرق کے ساتھ صحیح ہے (تفصیل انجیر لابن حجر ۳۳۳ طبع شرکت المطابع النوری)۔

(۱) حدیث: ”مقاطع الحقوق عند الشروط“۔ یہ حضرت عمر کا قول ہے بخاری نے اس کو تالیفاً ذکر کیا ہے (فتح الباری ۲۱۷/۱ طبع استقبر) اور سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن (۶۶۲/۳) میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (تفصیل تعلق لابن حجر ۳۱۹ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۲) حدیث: ”ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل“۔ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۲۶/۵ طبع استقبر) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی عن بیع و شرط“۔ کی روایت طبرانی نے لا وسط میں کی ہے زبلی نے ابن تظان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الراية ۱۸/۳ طبع مجلس العلمی)، نیز دیکھئے: الخاویہ ۷۸/۶، بولغ الصنائع ۵/۵، فتح القدير ۶/۶، شرح المثل علی امہانج ۱۷۷/۲۔

بیع و شرط

اس کی ماہیت و شریعت:

۱- اسلامی شریعت میں بہت سے شرعی نصوص وارد ہیں جو عقود کے اثرات کو متعین کرتے ہیں، اور اس کے بارے میں کچھ اور نصوص وارد ہیں، جن میں سے بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ عقود کے نتائج میں اضافہ یا کمی کے ذریعہ تبدیلی پیدا کرنے کے سلسلے میں فریقین کا حق کہاں تک ہے، اور یہ تبدیلی ان شروط کے ذریعہ ہوتی ہے جو فریقین اپنے عقد میں لگاتے ہیں۔

قرآن کریم میں فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ“^(۱) (اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو)، نیز فرمایا: ”لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ“^(۲) (ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضا مندی سے ہو)۔

سنت نبوی میں یہ حدیث وارد ہے: ”... المسلمون علی شروطہم، إلا شرطاً حرم حلالاً“ (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام کرے)۔ ایک روایت میں ہے: ”عند شروطہم“^(۳) (اپنی شرطوں کے پاس ہیں)۔ اور ایک

(۱) سورہ مائدہ ۱۰۵۔

(۲) سورہ نساء ۲۹۔

(۳) حدیث: ”المسلمون علی شروطہم، إلا شرطاً حرم حلالاً“۔ اور ایک روایت میں ”عند شروطہم“ ہے کی روایت ترمذی (۶۲۵/۳)۔

بیع و شرط ۲-۵

۴- اسی طرح اگر شرط، عقد کے مناسب ہو، مثلاً اس کے تقاضے کی توثیق کرے تو عقد کو فاسد نہ کرے گی، گو کہ عقد اس کا متقاضی نہ ہو، اس لئے کہ وہ معنوی حیثیت سے اس کے حکم کو ثابت اور پختہ کرتی ہے، لہذا یہ اس شرط کے ساتھ لاحق ہو جائے گی جو عقد کے تقاضوں میں سے ہے، مثلاً اشارہ یا تسمیہ (نام لینے) کے ذریعہ معلوم رہن کی شرط، کفالت سے قبل حاضر کفیل کی شرط یا کفیل غائب تھا پھر آ گیا اور علاحدگی سے قبل اس کو قبول کر لیا^(۱)۔

حوالہ کی شرط لگانا کفالت کی طرح ہے، لہذا اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ خریدار فروخت کرنے والے کو ثمن کے حصول کے لئے دوسرے پر محمول کرے گا، تو انہوں نے کہا کہ قیاساً فاسد ہے، اور احتساباً جائز ہے^(۲)۔

لیکن کاسانی نے حوالہ کی شرط کو مفسد قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا عقد متقاضی نہیں، اور نہ ہی وہ اس کے موجب کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ حوالہ ثمن سے بری کرنا اور اس کو ساقط کرنا ہے، لہذا وہ عقد کے مناسب نہیں ہے، برخلاف کفالت اور رہن کے^(۳)۔

۵- ان کے نزدیک ”نفع“ کی شرط کے تحت حسب ذیل چیزیں آتی ہیں:

الف- متعاقبین میں سے کسی ایک کے لئے منفعت کی شرط ہو، مثلاً اگر اس شرط پر گھر بیچنے کو فروخت کرنے والا اس میں ایک ماہ رہے گا، پھر اسے اس کو سپرد کرے گا یا زمین اس شرط پر بیچنے کو فروخت کرنے والا اس میں ایک سال بھیتی کرے گا یا جانور ایک ماہ سواری کی شرط پر یا کپڑا ایک ہفتہ استعمال کرنے کی شرط پر، یا اس شرط پر کہ

- (۱) ردالمحتار ۳/۱۲۱، نیز دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۶۹، الہدایہ مع الشروح ۶/۵۷۷، تبیین الحقائق ۳/۵۷۔
 (۲) ردالمحتار ۳/۲۱، بحوالہ البحر الرائق، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷۔
 (۳) بدائع الصنائع ۵/۱۷۱، نیز ان میں سے بعض مثالوں کے لئے دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷، تبیین الحقائق ۳/۵۷، الدر المختار ۳/۱۲۲۔

ذیل میں بیع مع شرط کے بارے میں فقہاء کے مذاہب کی تفصیل ہے، ہر مذہب کو علاحدہ علاحدہ بیان کیا جائے گا، کیونکہ اس سلسلے میں ان میں سخت اختلاف ہے:

اول: مذہب حنفیہ:

۲- حنفیہ نے ممنوع شرط کے لئے جو عقد کو فاسد کر دیتی ہے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے: ہر ایسی شرط جس کا عقد متقاضی نہیں اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہے، اور اس میں متعاقبین میں سے کسی ایک کے لئے یا جنسی کے لئے یا فروخت شدہ چیز کے لئے جو اہل اتحقات میں سے ہو، نفع ہو اور اس کا عرف و رواج نہ ہو، اور شریعت میں اس کا جواز وارد نہ ہو^(۱)۔

۳- اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد متقاضی ہے، یعنی وہ عقد کی وجہ سے بلا شرط واجب ہوتی ہے تو وہ شرط صحیح ہوگی، وہ فساد بیع کا سبب نہیں ہوگی^(۲)۔ مثلاً اس شرط پر خریدار کہ وہ فروخت شدہ چیز کا مالک ہو جائے گا، یا اس شرط پر بیچا کہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے گا، یا اس شرط پر بیچا کہ ثمن مکمل وصول کرنے کے لئے فروخت شدہ چیز کو روک لے گا یا اس شرط پر خریدار کہ فروخت شدہ چیز اس کے سپرد کر دے گا، یا اس شرط پر جانور خریدار کہ اس پر سوار ہوگا، یا کپڑا پہننے کی شرط پر خریدار، یا بابلی میں موجود گیہوں کو اس شرط پر خریدار کہ فروخت کرنے والا اس کو کالے گا، اور اس طرح کی دوسری شرطیں تو بیع جائز ہے، اس لئے کہ بیع مذکورہ چیزوں کی شرط کے بغیر متقاضی ہے، لہذا ان کو شرط کے طور پر ذکر کرنا عقد کے تقاضے کی توثیق کے لئے ہے، ان کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا^(۳)۔

- (۱) ردالمحتار ۳/۱۲۱، نیز دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۶۹، الہدایہ مع الشروح ۶/۵۷۷، تبیین الحقائق ۳/۵۷۔
 (۲) ردالمحتار ۳/۲۱، بحوالہ البحر الرائق، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷۔
 (۳) بدائع الصنائع ۵/۱۷۱، نیز ان میں سے بعض مثالوں کے لئے دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷، تبیین الحقائق ۳/۵۷، الدر المختار ۳/۱۲۲۔

بیع و شرط ۶

ظاہر الروایہ یہی ہے۔ اسی طرح اگر خریدار پر شرط لگائے کہ اس کو فروخت نہیں کرے گا یا اس کو بیہ نہیں کرے گا، کیونکہ مملوک کے لئے مختلف ہاتھوں میں نہ جانا اچھا لگتا ہے^(۱)۔ اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے خریدار پر آزاد کرنے کی شرط لگانے کا جواز نقل کیا ہے۔

جس شرط میں کسی کا نفع نہ ہو وہ شرط مذکور کے تحت نہیں آتی، اور وہ سبب فساد نہیں ہے، مثلاً کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو فروخت نہ کرے یا اس کو بیہ نہ کرے یا جانور اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو فروخت نہ کرے یا کھانا اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو کھائے گا فروخت نہیں کرے گا تو اس شرط میں کسی کا نفع نہیں ہے، لہذا یہ ”صحیح“ قول میں سبب فساد نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کی شروط میں فساد (جیسا کہ کاسانی کہتے ہیں) کا سبب ان میں شروط منفعت کی زیادتی کی وجہ سے جس کا کوئی عوض نہیں ہے رہا ہوتا ہے، اور یہ چیز اس شرط میں نہیں پائی گئی، اس لئے کہ اس میں کسی کے لئے منفعت نہیں ہے، اور نہ ہی اس شرط کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہے، لہذا اس کے نتیجے میں ربا یا نزع نہ ہوگا، اس لئے عقد جائز ہے اور شرط باطل ہے^(۲)۔

۶۔ جس شرط میں عاقدین میں سے کسی کا ضرر ہو مثلاً کپڑا اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اس کو پھاڑ دے گا یا گھر اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اس کو ویران کر دے گا، تو بیع جائز اور شرط باطل ہے، اس لئے کہ ضرر کی شرط بیع میں اثر انداز نہیں ہوتی ہے، اور

(۱) بدائع الصنائع ۵/۷۰، نیز اس میں امام ابوحنیفہ سے حسن کی مذکورہ روایت کی توجیہ دیکھی جائے۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۷۰، العنایہ شرح الہدایہ ۸/۷۸، رد المحتار (۳/۱۳۳) میں مذکور ابن ماجہ کی اس عبارت کے ساتھ موازنہ کر یہ اس طرح کی شرط (عدم بیع و بہرہ) کے ساتھ بیع میں ان دونوں میں سے ایک کا ضرر ہے اور طرفین کے نزدیک اس طرح کی شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

خریدار اس کو قرض دے گا یا اس کو کوئی بیہ کرے گا یا اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دے گا یا اس کے ہاتھ فلاں سامان فروخت کرے گا وغیرہ یا کپڑا فروخت کیا اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو قمیص سلے گا یا گیہوں اس کو پیسنے کی شرط پر یا پھل اس کو توڑنے کی شرط پر یا ایسی چیز فروخت کی جس میں بار برداری اور خرچہ ہے، اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو خریدار کے گھر تک اٹھا کر لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے، اس لئے کہ بیع میں شروط منفعت کا اضافہ سود ہوگا، کیونکہ یہ ایسا اضافہ ہے جس کے بالمقابل عقد بیع میں کوئی عوض نہیں ہے، اور سود کی تشریح یہی ہے۔ اور وہ بیع جس میں سود ہو وہ فاسد ہے یا اس میں سود کا شبہ ہو تو وہ حقیقت سود کی طرح بیع کو فاسد کرنے والا ہے^(۱)۔

ب۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ منفعت اجنبی کے لئے ہو، جیسے خالی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں مسجد تعمیر کرے گا یا کھانا اس شرط پر کہ اس کو صدقہ کر دے گا تو یہ فاسد ہے، کو کہ مذہب حنفیہ میں اجنبی کے لئے قرض وغیرہ کی منفعت کی شرط لگانے کے بارے میں رد قول ہیں^(۲)۔

ج۔ یہ اس کو بھی شامل ہے کہ معقود علیہ کے لئے منفعت ہو، جیسے باندی اس شرط پر فروخت کی کہ خریدار اس کو آزاد کرنے کی وصیت کرے گا تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس میں فروخت شدہ چیز کے لئے منفعت ہے۔ اور یہ مفسد ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب باندی کو آزاد کرنے کی شرط لگائے،

(۱) بدائع الصنائع ۵/۷۰، ۱۶۹، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشرح ۸/۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات، الدر المختار ۳/۱۲۱، ۱۲۲۔

(۲) الدر المختار رد المحتار ۳/۱۲۲۔

بیع و شرط ۷-۱۰

ابن عابدین نے نقل کیا ہے کہ یہی امام محمد کا مذہب ہے جبکہ امام ابو یوسف کا مذہب بیع کا فاسد ہونا ہے^(۱)۔

جس شرط میں کسی کا ضرر یا نفع نہ ہو وہ جائز ہے، مثلاً کھانے کی شرط پر کھانا خریدے یا پہننے کی شرط پر کپڑا خریدے۔

۷- حنفیہ نے منفعت کی ایسی شرط جو عقد کو فاسد کر دے اس سے اس شرط کو مستثنیٰ کیا ہے جس کا عرف و رواج ہو، اور لوگوں میں بلا تکثیر اس کا تعامل ہو، حنفیہ نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ جو اس شرط پر خریدے کہ فروخت کرنے والا اس میں نعل (یا ابری) لگائے گا یا کھڑاؤں اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں تسمہ لگائے گا یا بنا ہوا اون خرید اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کی ٹوپی (یا گلوبند اور کوٹ) بنائے گا یا ٹوپی اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں اپنے پاس سے استر لگائے گا یا خف یا پیرانا کپڑا اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں پیوند لگائے گا یا اس کو رنو کرے گا۔

یہ اور اس طرح کی شرائط حنفیہ کے نزدیک جائز شرطوں میں سے ہیں، لہذا ان کے ساتھ بیع صحیح ہے، اور استحساناً شرط لازم ہوگی، کیونکہ لوگوں میں ان کا تعامل اور رواج ہے۔

قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو (جیسا کہ امام زفر کہتے ہیں)، اس لئے کہ عقد ان شروط کا متقاضی نہیں ہے، اور ان میں متعاقدین میں سے ایک کا نفع ہے۔ اور وہ یہاں خریدار ہے، لیکن لوگوں میں اس کا تعامل ہے، اور اس جیسی چیز سے قیاس ترک کر دیا جاتا ہے^(۲)۔

۸- ابن عابدین رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ نئے عرف کا اعتبار ہے، لہذا اگر رنو کی شرط پر کپڑے کی بیع اور جوتا بنانے کی شرط پر چپل کی بیع میں مذکورہ شرط کے علاوہ کوئی اور عرف پیدا ہو جائے تو وہ معتبر

ہوگا، اگر اس کے نتیجے میں نزاع پیدا نہ ہو۔

ابن عابدین نے ”المخ“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس حالت میں عرف کا اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس حدیث کی خلاف ورزی ہے جس کے الفاظ ہیں: ”نہی النبی ﷺ عن بیع و شرط“ (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے)، کیونکہ حدیث کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ایسی نزاع ہو جو عقد کو اپنے مقصود یعنی قطع نزاع سے نکال دے، عرف اس نزاع کو ختم کرتا ہے، لہذا وہ حدیث کے معنی کے موافق ہے۔ اس لئے قیاس کے علاوہ کوئی اور مانع باقی نہ رہا، اور عرف قیاس پر غالب ہے^(۱)۔

۹- عقد کے تقاضے کی مخالفت کی شرط سے وہ شرط بھی مستثنیٰ ہے جو شریعت میں وارد ہو، مثلاً ثمن کی ادائیگی میں ”مدت“ کی شرط، کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ شرط ہوگی کہ وہ مدت معلوم ہو، تاکہ جھگڑے کا سبب نہ ہو^(۲)۔ اسی طرح بیع میں خیاری کی شرط، کہ اس کا ثبوت حضرت حبان بن منقذ کی اس معروف حدیث میں ہے: ”إذا بايعت فقل لا خلافة“^(۳) (جب تم بیع کرو تو کہو: فریب کا کام نہیں)، پھر تم کو ہر خریدے ہوئے سامان میں تین دنوں تک اختیار ہے، اگر پسند ہو تو روک لو اور اگر ناپسند ہو تو واپس کر دو۔

حنفیہ نے بتیس ایسے مقامات شمار کرائے ہیں جن میں شرط کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے^(۴)۔

۱۰- کیا شرط فاسد کا عقد کے ساتھ متصل ہونا شرط ہے؟ عقد کے بعد

(۱) رد المحتار ۴/۱۳۳۔

(۲) الدر المختار ۴/۲۲۲۔

(۳) حدیث: ”إذا بايعت فقل لا خلافة.....“ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ

نہی عنی (۵/۲۷۳ طبع دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد) نے کی ہے اس کی

اصل بخاری (بیع الباری ۴/۳۳۷ طبع المستقیم) میں ہے۔

(۴) تبیین الحقائق ۴/۵۷، الدر المختار ۴/۱۲۱، رد المحتار ۴/۶۲۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۷۰، رد المحتار ۴/۱۲۲ بحوالہ الجوزہ۔

(۲) سابقہ مراجع۔

بیع و شرط ۱۱

نیز (کتب مذہب کے حوالہ سے) ربلی کے اس فتوے پر قیاس ہے کہ اگر دو شخص عقد سے قبل ”بیع الوفاء“ پر اتفاق کر لیں، پھر شرط سے خالی عقد کریں تو یہ بیع ان کے اتفاق کے موافق ہوگی (۱)۔

دوم: مذہب مالکیہ:

۱۱- مالکیہ نے بیع کے وقت متصور شرط کی تفصیل کرتے ہوئے کہا: یا تو عقد اس شرط کا متقاضی نہ ہوگا، اور وہ مقصود عقد کے منافی ہوگی یا وہ شرط ضمن میں خلل انداز ہوگی۔

اور یا تو عقد اس کا متقاضی ہوگا یا عقد اس کا متقاضی نہ ہوگا اور نہ وہ عقد کے منافی ہوگی۔

پس جو شرط عقد کو ضرر پہنچائے اور اس کو باطل کر دے، وہ ایسی شرط ہے جس میں بیع کے مقصود سے تضاد یا ضمن میں خلل اندازی ہو، مالکیہ کے نزدیک یہی شرط اس حدیث کا محمل ہے جس میں یہ آیا ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع و شرط“ (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے)، نہ کہ اخیر کی دو قسمیں (۲)۔

اول کی مثال یعنی جس کا عقد متقاضی نہیں ہے، اور وہ مقصود عقد کے منافی ہے، اور جس کے بارے میں ابن جزری نے کہا: ایسی شرط جو خریدار پر پابندی کی متقاضی ہے، یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار پر یہ شرط لگائے کہ وہ سامان کسی کو بھی فروخت نہیں کرے گا یا صرف چند افراد کے ہاتھ فروخت کرے گا یا اس کو ہبہ نہیں کرے گا یا اس پر سوار نہ ہوگا یا اس کو نہیں پہنچے گا یا اس میں رہائش اختیار نہیں کرے گا یا اس کو اجرت پر نہیں دے گا یا اس شرط پر کہ اگر اس کو کسی کے ہاتھ بھی

شرط کی صراحت کا حکم کیا ہے؟ اور اس پر عقد کے معنی ہونے کا حکم کیا ہے؟

الف۔ رہا مجلس سے علاحدگی کے بعد عقد کے ساتھ شرط کا متصل ہونا تو اس کے بارے میں مذہب میں دو تصحیح شدہ روایتیں ہیں: ایک امام ابوحنیفہ سے ہے کہ وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی، دوسری صاحبین سے ہے کہ وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوگی، اور یہی اصح ہے۔

اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر مطلقاً فروخت کرے، پھر ضمن کو اوصار رکھے تو اوصار رکھنا صحیح ہے، اس لئے کہ یہ شرط فاسد کے حکم میں ہے۔ اور اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر ان دونوں نے بلا شرط بیع کی، پھر دونوں نے وعدہ کے طور پر شرط کا ذکر کیا تو بیع جائز ہے۔ اور وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے، اس لئے کہ وعدے بسا اوقات لازم ہوتے ہیں، لہذا اس کو لوگوں کی حاجت کی وجہ سے لازم کر دیا جائے گا، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ دونوں شرط و فاء کے تذکرہ کے بغیر بیع کریں، پھر اس کی شرط لگائیں تو یہ ”بیع الوفاء“ کے قبیل سے ہوگی۔ اس لئے کہ بعد میں آنے والی شرط اصل عقد کے ساتھ مل جاتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، صاحبین کے نزدیک نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لاحق ہونے کے لئے مجلس عقد کی شرط نہیں ہے۔

ب۔ رہا عقد کا شرط فاسد پر مبنی ہونا، مثلاً ان دونوں نے عقد سے قبل شرط فاسد لگائی، پھر عقد کیا تو ابن عابدین نے ”جامع الفصولین“ کے حوالہ سے عقد کا فاسد نہ ہونا نقل کیا ہے، تاہم ابن عابدین کی تحقیق یہ ہے کہ فساد مرتب ہوگا اگر وہ دونوں عقد کی بنا اس شرط فاسد پر رکھنے سے اتفاق کر لیں۔ اس کی وجہ مذاق کی جانے والی بیع کے بارے میں ان کی تصریحات کا تقاضا یہی ہے۔

(۱) رد المحتار ۳/۳۱۱، تصرف کے ساتھ۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر ۳/۶۵، شرح الخرشنی ۵/۸۰۔

بیع و شرط ۱۲ - ۱۳

اول: ثمن میں جہالت، اس کی مثال سلف یعنی ان میں سے ایک کی طرف سے دوسرے کے لئے قرض کی شرط کے ساتھ بیع ہے۔

اگر قرض کی شرط خریدار کی طرف سے صادر ہو تو یہ ثمن میں خلل انداز ہوگی، کیونکہ اس کے نتیجے میں ثمن زیادتی کی وجہ سے مجہول ہو جائے گا، اس لئے کہ قرض سے اس کا فائدہ اٹھانا منجملہ ثمن کے ہوگا، اور یہ مجہول ہے۔ اور اگر قرض کی شرط فروخت کرنے والے کی طرف سے صادر ہو تو ثمن میں خلل انداز ہوگی، اس لئے اس کے نتیجے میں کمی کے سبب ثمن میں جہالت آئے گی، اس لئے کہ قرض سے اس کا فائدہ اٹھانا منجملہ فروخت شدہ چیز کے ہوگا۔ اور یہ مجہول ہے^(۱)۔

دوم: شبہ ربا، اس لئے کہ قرض کی شرط پر بیع کو نفع لانے والا قرض مانا جاتا ہے:

چنانچہ اگر خریدار قرض لینے والا ہو تو اس کو قرض دینے والا فروخت کرنے والا ہوگا، اور فروخت کرنے والا ثمن کی زیادتی سے فائدہ اٹھائے گا۔

اگر فروخت کرنے والا قرض لینے والا ہو تو اس کو قرض دینے والا خریدار ہوگا، اور خریدار ثمن میں کمی سے فائدہ اٹھائے گا^(۲)۔

اس سلسلے میں ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ خریدار فروخت کرنے والوں میں سے ایک کی طرف سے قرض کی شرط لگانا بالاجماع ناجائز ہے^(۳)۔

۱۲ - رہی تیسری شرط یعنی عقد جس کا متقاضی ہے، تو یہ فروخت شدہ چیز خریدار کے سپرد کرنے اور عیب کی تلافی اور بیع ٹوٹنے کے وقت

فروخت کیا تو وہی ثمن کا زیادہ حق دار ہوگا یا لمبی مدت تک خیار کی شرط لگائے۔

ان تمام حالات میں شرط اور بیع دونوں باطل ہیں^(۱)۔

۱۲ - مالکیہ نے مقتضائے عقد کے منافی شرط سے بعض صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے:

اول: فروخت کرنے والے نے خریدار سے اتنا (رد) کرنے کا مطالبہ کیا تو خریدار نے اس سے کہا: اس شرط پر کہ اگر تم اس کو میرے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرو گے تو میں ثمن کے عوض اس کا زیادہ حق دار ہوں گا تو یہ صورت کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرنے سے مستثنیٰ ہے، اور ان کے نزدیک اس کے باوجود وہ جائز ہے، اس لئے کہ اتنا میں ایسی چیزوں کو درگزر کر دیا جاتا ہے جو اتنا کے علاوہ میں قابل معافی نہیں ہیں^(۲)۔

دوم: فروخت کرنے والا خریدار پر شرط لگائے کہ وہ فروخت شدہ چیز کو وقف کرے گا یا اس کو بھجوا کرے گا یا اس کو فقراء پر صدقہ کرے گا تو یہ سب جائز ہیں، اس لئے کہ یہ احسان کی انواع ہیں جس کی شریعت دعوت دیتی ہے۔

سوم: باندی کو فوری طور پر آزاد کرنے کی شرط پر فروخت کرے تو یہ جائز ہے، کوکہ یہ شرط عقد کے تقاضے کے منافی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بشارع نے آزادی کو پسند کیا ہے۔ برخلاف ”مدبر“، ”مکاتب“ اور باندی کو ام ولد بنانے کی شرط کے، کہ یہاں جائز ہے، کیونکہ اس میں خریدار پر تنگی کرنا ہے۔

۱۳ - رہی دوسری شرط یعنی ثمن میں خلل انداز ہونا تو اس کی دو صورتیں ممکن ہیں:

(۱) المشرع الکبیر للدرر و حامیہ الدسوقی ۶۶/۳، تصرف کے ساتھ، نیز دیکھئے

شرح الخرشنی ۸۱/۵۔

(۲) المشرع الکبیر و حامیہ الدسوقی ۶۷/۳۔

(۳) القوانین الفقہیہ ۱۷۲۔

(۱) القوانین الفقہیہ ۱۷۱، المشرع الکبیر و حامیہ الدسوقی ۶۶/۳، شرح الخرشنی

۸۰/۵۔

(۲) المشرع الکبیر ۶۶/۳۔

بیع و شرط ۱۵-۱۷

تھے جو تھک گیا تھا، انہوں نے اس کو آزاد کر دینا چاہا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھ سے آکر ملے، میرے لئے دعاء کی، اور اونٹ کو مارا، پھر وہ ایسا چلا کہ اس طرح سے کبھی نہیں چلا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے کہا: نہیں، پھر آپ ﷺ نے کہا: میرے ہاتھ اس کو بیچ دو۔ میں نے اس کو بیچ دیا، اور اپنے گھر تک سواری کا استثناء کر لیا۔ ایک روایت میں ہے: ”وشرطت ظہرہ الی المدینۃ“^(۱) (میں نے مدینہ تک اس کی سواری کی شرط لگائی)۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط بہت سے حضرات کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ شوکانی نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سواری کے استثناء کرنے کے ساتھ بیع جائز ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ سفر کی مسافت قریبی ہو، اور اس کی تحدید انہوں نے تین دن سے کی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے، مسافت مختصر ہو یا طویل^(۲)۔

یہ حدیث کو کفر و خست شدہ چیز سے اگر وہ قابل سواری جانور ہو معمولی انتفاع کے بارے میں ہے، لیکن مالکیہ نے اس پر ہر فر و خست شدہ چیز سے اس کی بیع کے بعد معمولی انتفاع کو مستقل طور پر آسانی پیدا کرنے کے لئے قیاس کیا ہے جو فر و خست کرنے والوں کی ضرورت کے پیش نظر ہے۔

۱۷- مالکیہ کے یہاں قائل ذکر یہ ہے کہ اگر وہ عقد میں خلل انداز شرط کو ساقط کر دے، خواہ یہ شرط مقصود بیع کے منافی ہو مثلاً

(۱) حدیث جابرہ ”فبی اشراطہ الحمل علی الجمیل.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۵/۳۱۳) سنن مسلم (۳/۲۲۱ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے۔
(۲) نیل الاوطار ۵/۱۷۸، ۱۷۹۔

عوض کو لوٹانے کی شرط کی طرح ہے۔ یہ امور بلا شرط لازم ہیں، کیونکہ عقد ان کا متقاضی ہے، لہذا ان کی شرط لگانا ناکید ہے، جیسا کہ دسوقی کہتے ہیں^(۱)۔

۱۵- رعی چوتھی شرط تو وہ موعین مدت، رہن، خیار اور جمیل (یعنی کفیل) کی شرط کی طرح ہے۔ تو یہ شرط عقد کے منافی نہیں ہیں، اور عقد ان کا متقاضی بھی نہیں ہے، بلکہ یہ عقد کی مصلحت پوری کرتے ہیں۔ اگر ان کی شرط لگائی گئی تو ان پر عمل ہوگا ورنہ نہیں۔

مالکیہ نے رہن کو کہ وہ غائب ہی کیوں نہ ہو کی شرط لگانے کو صحیح قرار دیا، اور رہن غائب پر قبضہ تک سامان کو موقوف رکھا جائے گا۔ رہا کفیل غائب کی شرط لگانا تو جائز ہے، اگر اس کی غیبی بہت قریبی ہو، اور ناجائز ہے اگر اس کی غیبی بہت بعید ہو، اس لئے کہ بسا اوقات وہ راضی ہوگا، اور ہو سکتا ہے انکار کرے، لہذا اس میں قرب کی شرط لگائی گئی۔

۱۶- ابن جزئی نے شرط کی کچھ اور صورتوں کو ذکر کیا ہے جن کو استثناء یا خاص حکم والی مانا جاتا ہے مثلاً یہ صورت کہ فروخت کرنے والا اپنے لئے منفعت کی شرط لگائے مثلاً معلوم مدت تک جانور پر سواری یا گھر میں رہائش، تو یہ بیع جائز اور شرط صحیح ہے^(۲)۔

ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ سابقہ چاروں تقسیم سے استثناء کی طرح ہے^(۳)۔ اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی معروف حدیث ہے: ”أنہ کان یسیر علی جمیل لہ، قد أعیا فأراد أن یسیبہ، قال: ولحقنی النبی ﷺ فدعا لی، وضربہ، فسار سیرا لم یسر مثله، فقال: بعینہ، فقلت: لا ثم قال: بعینہ، فبعته، واستثنیت حملانہ الی اہلی“ (وہ اپنے ایک اونٹ پر جا رہے

(۱) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۶۵/۳۔
(۲) الشرح الکبیر ۶۷، حاشیہ الدسوقی ۶۵/۳، القوائین الفقہیہ ۱۷۲۔
(۳) دیکھئے اسی بحث کا فقرہ ۱۱۔

بیع و شرط ۱۸-۱۹

طرح عدوی کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے^(۱)۔

یہاں دو سوال سامنے آتے ہیں:

۱۹- پہلا سوال: کیا لازم آئے گا اگر بیع قرض کی شرط کے ساتھ ہو جو ثمن میں مخل شرط ہے، اور سامان خریدار کے پاس بیع فاسد کو فوت کرنے والی چیز کے سبب فوت ہو جائے (مثلاً اگر ہلاک ہو جائے)، خواہ شرط لگانے والے نے اپنی شرط کو ساقط کر دیا ہو یا ساقط نہ کیا ہو؟ اس کے جواب میں چند اقوال ہیں:

اول: یہی ”المدونہ“ میں ہے۔ یا تو قرض دینے والا خریدار ہوگا یا فروخت کرنے والا:

الف۔ اگر خریدار نے بیع قرض کرنے والے کو قرض دیا ہو تو خریدار پر جس ثمن میں بیع ہوئی ہے، اور قبضہ کے دن اس کی قیمت دونوں میں سے جو زائد ہو لازم ہوگا، لہذا اگر اس نے اس کو بیس میں خرید اور ”قیمت“ تمس ہو تو تمس لازم ہوں گے۔

ب۔ اگر فروخت کرنے والے نے خریدار کو قرض دیا ہو تو خریدار پر فروخت کرنے والے کے لئے ثمن اور قیمت دونوں میں سے جو کم ہو لازم ہوگا، چنانچہ مذکورہ مثال میں اس پر بیس لازم ہوں گے، اس لئے کہ اس نے اضافہ کے لئے قرض دیا، تو اس کے ساتھ اس کے قصد کے برعکس معاملہ کیا جائے گا۔

دوم: ”المدونہ“ کے قول کے بالمقابل علی الاطلاق قیمت کا لازم ہونا ہے، خواہ قرض دینے والا فروخت کرنے والا ہو یا خریدار۔

سوم: خریدار کو کم تر کی ادائیگی کا ذمہ دار بنانا، جبکہ اس نے فروخت کرنے والے سے قرض لیا ہو: اس کا محل یہ ہے کہ وہ قرض کے ساتھ غائب نہ رہا ہو ورنہ اس پر قیمت لازم ہے، خواہ جتنی ہو^(۲)۔

(۱) المشرح الکبیر وجامیۃ الدسوتی ۶۷/۳ قدرے شرف کے ساتھ، حامیۃ العدوی علی شرح الخرشنی ۸۲/۵۔

(۲) المشرح الکبیر وجامیۃ الدسوتی ۶۷/۳۔

فروخت شدہ چیز کے فروخت نہ کرنے کی شرط، یا ثمن میں خلل انداز شرط ہو مثلاً خریدار فروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قرض کی شرط ہو، تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

اس حالت میں صرف یہ شرط ہے کہ ساقط کرنا سامان کے باقی رہنے کے ساتھ ہو۔

قرض کی شرط کے حذف کرنے کی وجہ سے یہاں بیع کے صحیح ہونے کی توجیہ خشری نے یہی کی ہے کہ مانع زائل ہو گیا^(۱)۔

۱۸- کیا قرض کی شرط کے مثل میں ساقط کرنے سے متعلق حکم ان دونوں صورتوں میں برابر ہے کہ یہ اس سے انتفاع کی قدرت سے قبل ہو یا اس کے بعد؟ اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں:

الف۔ مذہب میں مشہور جو ابن القاسم کا قول ہے، یہ ہے کہ اگر قرض قرض دینے والے کو لوٹا دے، جبکہ سامان موجود ہو تو بیع صحیح ہوگی، اگر چہ قرض لینے والا قرض کے بعد اتنی مدت تک غائب ہو جس میں وہ اس سے انتفاع کر سکتا ہو۔

ب۔ سخون اور ابن حبیب کا قول یہ ہے کہ قرض کے ساتھ غیبوت سے بیع ٹوٹ جائے گی، اگر چہ وہ قرض کی شرط کو ساقط کر دے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان ربا کا سبب پایا گیا ہے یا دونوں کے درمیان ربا ہو چکا ہے (جیسا کہ شیخ درودیر کی تعبیر ہے)، لہذا ساقط کرنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔

درودیر کے نزدیک معتمد پہا قول ہے، جیسا کہ انہوں نے اس کی صراحت کی ہے، اور دسوقی کا میلان دوسرے قول کی طرف ہے، جیسا کہ ان کے کلام اور دوسرے قول کو ان کے نقل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کے مشہور ہونے کو نقل کیا ہے۔ اور اسی

(۱) اس سلسلہ میں دیکھئے: القوائین العہدیہ ۱۷۲، کیونکہ ابن جزئی نے یہاں صراحتاً کہا: ان کا اختلاف ہے نیز دیکھئے: المشرح الکبیر للدرودیر وجامیۃ الدسوتی ۶۷/۳، شرح الخرشنی ۸۱/۵۔

بیع و شرط ۲۰-۲۱

چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کا استثناء شرع سے ثابت ہے، اور انہوں نے عقد کے تقاضے اور اس کے مصالح کی طرف بہت کم نظر کی ہے۔ اس لحاظ سے ان کا مذہب تینوں مذاہب میں سب سے تنگ ہے۔

تاہم بعض شافعیہ نے شرط کی تقسیم کرتے ہوئے کہا: شرط یا تو مطلق عقد کا تقاضا ہوگی مثلاً قبضہ، فائدہ اٹھانا، اور عیب کی وجہ سے رد کرنا یا نہ ہوگی۔

پہلی صورت: عقد کے لئے مضرت نہیں ہے۔

دوسری صورت: جس میں شرط عقد کا تقاضا نہ ہو، وہ یا تو مصلحت عقد سے متعلق ہوگی، مثلاً رہن، گواہ بنانا، اور مقصودہ اوصاف یعنی کتابت، خیاطت، خیال (۱) وغیرہ کی شرط یا وہ مصلحت عقد سے متعلق نہ ہوگی۔

پہلی شکل مفسد عقد نہیں ہوگی اور خود شرط بھی صحیح ہوگی۔

اور دوسری شکل جو مصلحت عقد سے متعلق نہ ہو یا تو اس میں نزاع بننے والی غرض نہ ہوگی جیسے یہ شرط کہ فروخت کیا گیا جانور صرف ایسی غذا کھائے گا تو یہ شرط لغو ہوگی اور عقد صحیح ہوگا اور یا اس میں نزاع بننے والی غرض ہوگی تو یہ شرط فاسد اور مفسد ہوگی جیسے وہ امور جو مقتضائے عقد کے منافی ہوں مثلاً عدم قبضہ اور عدم تصرف وغیرہ (۲)۔ اس تقسیم کا خلاصہ:

(۱) ایسی شرط لگانا جس کا عقد متقاضی ہو یا عقد کی مصلحت یا اس کی صحت سے متعلق ہو، صحیح ہے۔

(۲) ایسی شرط جس کی کوئی غرض نہ ہو لغو ہے، لیکن مفسد عقد نہیں ہے۔

(۳) ایسی شرط جس میں نزاع پیدا کرنے والی غرض ہو وہ مفسد

یہ سب اس صورت میں ہیں جبکہ فروخت شدہ چیز ذوات القیم میں سے ہو، اور اگر مثلی ہو تو اس میں محض مثل واجب ہے، اس لئے کہ ”مثل“، ”اس کے عین“ کی طرح ہے، لہذا اس میں کسی کی کوئی بات نہیں، کیونکہ وہ اس درجہ میں ہے کہ وہ قائم ہو، اور عینہ اس کو لوٹا دیا گیا ہو (۱)۔

دوسرا سوال:

۲۰- کیا لازم آئے گا اگر مقصود کے منافی شرط کے ساتھ بیع ہو جائے، اور سامان خریدار کے پاس فوت ہو جائے، خواہ اس شرط کو ساتھ کر دیا گیا ہو یا نہ ساتھ کیا گیا ہو؟

انہوں نے کہا: حکم یہ ہے کہ قبضہ کے دن اس کی قیمت اور ثمن میں سے جو زیادہ ہو وہی فروخت کرنے والے کے لئے ہوگا، کیونکہ شرط کی وجہ سے بیع عام ثمن سے کم میں ہوئی ہے (۲)۔

سوم: مذہب شافعیہ:

۲۱- شافعیہ شارع کی طرف سے سابقہ حدیث میں ایک ساتھ بیع اور شرط سے ممانعت کے پابند ہیں اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت پر عمل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہ بضمن، ولا بیع مالیس عندک“، (۳) (حالی نہیں ہے ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، ایسی چیز کا نفع جو قابل ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہ ہو)۔ اور انہوں نے صرف انہی

(۱) حاشیہ الرسولی حوالہ سابق۔

(۲) لشرح الکبیر و حاشیہ الرسولی ۳/۶۷۔

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع.....“ کی روایت ترمذی (۳/۵۳۵) طبع مصنفہ کجلی نے کی ہے ترمذی نے کہا: حسن صحیح ہے۔

(۱) اصل میں اسی طرح ہے اور کہا درستہ ”خباہت“ ہے؟

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح بیع ۳/۷۵، ۷۷۔

بیع و شرط ۲۲-۲۳

- شرط ہے اور یہ تقاضائے عقد کے خلاف شرط لگانے کی طرح ہے^(۱)۔
- ۲۲- دونوں احادیث اور اس تقسیم کی تطبیق کے لئے ان کے یہاں اہم تصریحات یہ ہیں:
- (۱) بیع کی شرط کے ساتھ بیع مثلاً کہے: میں نے تمہیں یہ زمین ایک ہزار میں اس شرط پر بیچ دی کہ تم اپنا گھر مجھے اتنے میں بیچ دو یا تم مجھ سے میرا گھر اتنے میں خریدو، تو یہ شرط فاسد و مفسد ہے، عقد اس کا متقاضی نہیں ہے۔
- (۲) قرض کی شرط کے ساتھ بیع، مثلاً اپنی زمین دوسرے کو ایک ہزار میں اس شرط میں فروخت کرے کہ وہ اس کو ایک سو قرض دے گا۔ اور قرض ہی کے مثل اجرت پر دینا، شادی کرانا اور عاریت پر دینا ہے^(۲)۔
- (۳) بھیتی کی خریداری اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو کاٹ دے یا کپڑے کی خریداری اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو سل دے، اور اسی میں سے (جیسا کہ عمیرہ برسی کہتے ہیں) ایندھن کی خریداری اس شرط پر ہے کہ فروخت کرنے والا اس کو خریدار کے گھر اٹھا کر لے جائے، تو یہ اور ان جیسی شرطوں کے بارے میں مذہب خریداری کا باطل ہونا ہے، کیونکہ اس میں ایسی چیز میں عمل کی شرط ہے جس کا مالک ابھی تک وہ نہیں ہے۔ اور یہ فاسد ہے، نیز اس لئے کہ (جیسا کہ اسنوی نے کہا) یہ شرط متقضائے عقد کے خلاف ہے، لہذا اصح قول کے مطابق بیع اور شرط دونوں باطل ہوں گی، اگرچہ ان کے یہاں اس جزئیہ میں دو اور اقوال ہیں:
- اول: بیع صحیح ہوگی اور شرط لازم ہوگی، اور یہ معنوی لحاظ سے بیع اور اجارہ ہے اور مقررہ ثمن ان دونوں پر قیمت کے اعتبار سے تقسیم کیا

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح لکھلی علی اسمہاج ۱۷۷۳، شرح المنہج بحاشیہ الجمل ۷۵، ۷۳۔

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ۷۶، ۷۵، شیخ الجمل نے اس کو شرح قسطلانی علی البخاری کے حوالہ سے مراجعاً نقل کیا ہے۔

(۳) سورۃ بقرہ ۲۸۲۔

(۴) سورۃ بقرہ ۲۸۲۔

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ۷۵، ۷۳ کے ساتھ۔

(۲) تحفۃ المحتاج شرح اسمہاج بحاشیہ الشروانی و حاشیہ العبادی ۲۹۳، ۲۹۵، شرح لکھلی بحاشیہ اقلیوی و عمیرہ، حاشیہ الجمل ۷۳، ۷۲۔

بیع و شرط ۲۴-۲۶

منقذ کی مشہور روایت میں ہے (۱)۔

۲۴- فروخت شدہ چیز کو آزاد کرنے کی شرط پر بیع کے بارے میں ان کے یہاں چند اقوال ہیں:

پہلا قول جو زیادہ صحیح ہے، یہ ہے کہ شرط صحیح ہوگی اور بیع بھی صحیح ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہا، حضرت بریرہ کے گھر والوں نے ”ولاء“ کی شرط لگائی۔ حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اشتریبھا و اعتقیہا، فإنما الولاء لمن أعتق“ (۲) (اس کو خرید لو، اور آزاد کرو، اس لئے کہ ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کے لئے ہوتا ہے)، اور حضور ﷺ نے ان کے لئے ولاء کی شرط لگائے جانے پر کبیر نہیں فرمائی، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما بال أقوام يشترطون شروطا ليست في كتاب الله؟ من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فهو باطل“ (۳) (کیا حال ہے لوگوں کا کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے)۔ نیز اس لئے کہ بیع کے فوراً بعد آزاد ہونا رشتہ دار کے خریدنے کی صورت میں معروف ہے، لہذا اس کی شرط کو برداشت کر لیا گیا، نیز اس لئے کہ شارع نے آزادی کو پسند کیا ہے۔

اسی کے ساتھ اس میں خریدار کے لئے فائدہ اور نفع ہے، دنیا میں ولاء کے حصول کے ذریعہ اور آخرت میں ثواب کے ذریعہ اور

فروخت کرنے والے کا نفع اس کا سبب بننے کی وجہ سے ہے (۱)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شرط باطل ہوگی اور بیع بھی باطل ہوگی، جیسا کہ اگر اس کی بیع یا اس کے بہتے کی شرط لگا دے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی (۲)۔

۲۵- شافعیہ کے یہاں ممانعت سے مستثنیٰ امور میں سے آزادی کے ساتھ خریدار کے علاوہ کسی اور کے لئے ولاء کی شرط لگانا ہے۔ شافعیہ کے یہاں دو اقوال میں سے زیادہ کمزور قول یہی ہے۔ اس صورت میں بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی، اس کی دلیل بعض روایات میں حضرت بریرہ کی حدیث کا ظاہر اور حضرت عائشہ سے آپ ﷺ کا فیضان ہے: ”واشترطي لهم الولاء“ (۳) (ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لو)۔

لیکن اصح اس حالت میں شرط اور بیع کا باطل ہونا ہے۔ اس لئے کہ شرعاً طے ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔

ان حضرات نے حدیث عائشہ: ”واشترطي لهم الولاء“ کا جواب یہ دیا ہے کہ شرط عقد بیع میں نہیں تھی، اور یہ کہ یہ حضرت عائشہ کے مسئلہ کے ساتھ خاص ہے، اور یہ کہ آپ ﷺ کے فرمان میں ”لهم“ (ان کے لئے) ”عليهم“ (ان کے خلاف) کے معنی میں ہے (۴)۔

۲۶- شافعیہ کے یہاں مستثنیٰ امور میں سے بیع فروخت شدہ چیز میں عیوب سے براءت کی شرط ہے، اس لئے کہ اس میں فروخت کرنے والے کو شرط براءت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کو خفیہ اپنے لئے

(۱) حدیث کی تخریج فقہ ۹۰ میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”إنما الولاء لمن أعتق.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۷۶، طبع استنبیہ) اور مسلم (۱۱۳۵، طبع المجلدی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”من اشترط شروطا ليست في كتاب الله فهو باطل.....“ کی تخریج فقہ ۱ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳۰۰، ۳۰۱۔

(۲) حاشیہ الجمل ۵/۳، ۵/۶، نیز دیکھئے: شرح بیع ۶/۳۔

(۳) حدیث: ”الولاء لمن أعتق.....“ کی تخریج فقہ ۹۰ میں گزر چکی ہے۔

(۴) حاشیہ الجمل علی شرح بیع ۶/۳، نیز دیکھئے: شرح المجلدی علی امہانج

بیع و شرط ۲۷

منتقل کرنے کی شرط، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ مقتضائے عقد کی صراحت ہے (۱)۔

ب۔ پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے اور پکنے کے بعد اس کو توڑنے یا باقی رکھنے کی شرط، یہ عقد بیع میں جائز ہے، جیسا کہ پکنے کے بعد اس کی بیع بلا شرط جائز ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: "أن النبي ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبسو صلاحها" (۲) (رسول اللہ ﷺ نے بد و صلاح سے قبل پھل کی بیع سے منع فرمایا)، اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "لا تتبايعوا الثمار حتى يبسو صلاحها" (۳) (پھلوں کو آپس میں فروخت مت کرو جب تک کہ اس کا کارآمد ہونا ظاہر نہ ہو جائے)۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بد و صلاح کے بعد پھل کی بیع جائز ہے، اور یہ تینوں احوال پر صادق آتا ہے: بلا شرط اس کی بیع، اس کو توڑنے کی شرط پر اس کی بیع اور اس کو باقی رکھنے کی شرط پر بیع (۴)۔

ج۔ یہ شرط کہ فروخت کرنے والا فروخت شدہ چیز میں متعین کام کرے گا مثلاً کپڑا خرید اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو سلے گا، یہ تین احوال میں سب سے ضعیف قول کے مطابق ہے، جیسا کہ گزرا (۵)۔

د۔ فروخت شدہ چیز میں عرفاً مقصود وصف کی شرط لگانا

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح الحج ۷۶۳۔

(۲) حدیث: "نهى عن بيع الثمار حتى يبسو صلاحها....." کی روایت بخاری (بیع المبارک ۳۴۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۳۳۱۷ طبع الجلی) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۳) حدیث: "لا تتبايعوا الثمار حتى يبسو صلاحها....." کی روایت مسلم (۳۳۱۷ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۴) شرح الجلی علی المسماج ۲/۲۳۳۔

(۵) دیکھئے اسی بحث کا فقرہ ۲۲۔

نامعلوم عیب کے بارے میں بیع کے لزوم کا اطمینان ہو (معلوم عیب کے بارے میں نہیں)۔ یہ حکم جانور اور اس کے علاوہ میں مطلق ہے، لہذا مذکورہ شرط کے ساتھ بیع علی الاطلاق صحیح ہوگی، خواہ شرط صحیح ہو یا غیر صحیح، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد کو پختہ کرتی ہے اور ظاہر حال (یعنی عیوب سے سلامتی) کے موافق ہے (۱)۔

اس کی تائید حضرت ابن عمر کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک غلام آٹھ سو درہم میں عیوب سے بری ہونے کی شرط پر فروخت کیا، پھر خریدار نے ان سے کہا: اس میں ایک مرض ہے جس کو آپ نے میرے سامنے بیان نہیں کیا، وہ دونوں اس معاملہ کو حضرت عثمان کے پاس لے گئے، تو انہوں نے حضرت ابن عمر کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ ابن عمر قسم کھائیں کہ انہوں نے جب غلام کو فروخت کیا تھا تو ان کے علم میں یہ مرض نہ تھا، حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا، اور غلام واپس لے لیا، پھر اس کو پندرہ سو میں فروخت کیا (۲)۔

انہوں نے کہا: صحابہ کے درمیان مشہور اس فیصلہ عثمانی کے ذریعہ عیب سے برائت کی شرط لگانے کا جواز معلوم ہوتا ہے، یہ صحابہ کے درمیان مشہور ہے، لہذا ایہ اجماع سکوتی ہو گیا (۳)۔

۲۷۔ شافعیہ کے یہاں مستثنیٰ امور میں سے یہ بھی ہے:

الف۔ فروخت کرنے والے کی جگہ سے فروخت شدہ چیز کو

(۱) شرح الحج ۱۳۲/۳، ۱۳۳۔

(۲) ابن عمر: "أله باع عبدا....." کو شیخ الاسلام ذکر کیا انصاری نے شرح الحج (۳۳۲ طبع المیمیہ) میں ذکر کیا ہے، اور اس کو بیعتی سے منسوب کیا ہے اور ان کے حوالہ سے اس کی صحیح نقل کی ہے لیکن ہمیں بیعتی کی "اسنن" میں یہ نہیں ملا، شاید ان کی کسی اور کتاب میں ہو۔

(۳) دیکھئے شرح الحج وحاشیہ الجمل ۱۳۲/۳، شرح الجلی علی المسماج ۲/۱۷۸۔

بیع و شرط ۲۸

(۱) پہلی قسم: شرط صحیح لازم کی تین قسمیں ہیں:

اول: جو حکم شریعت سے عقد کے تقاضے کے مطابق ہو مثلاً آپسی قبضہ کرنا، ثمن کافی الفور ہونا، ان میں سے دونوں کا اپنے تحت آنے والی چیز میں تصرف کرنا، خیارج مجلس، اور پرانے عیب کی وجہ سے رد کرنا۔

اس شرط کا وجود اس کے عدم کی طرح ہے۔ وہ نہ تو حکم کا فائدہ دیتی ہے، اور نہ ہی عقد میں اثر انداز ہے، اس لئے کہ یہ عقد کے تقاضے کا بیان اور تاکید ہے^(۱)۔

دوم: مصلحت عقد کی شرط، یعنی اس شرط سے ایسی مصلحت متعلق ہے جس کا فائدہ دونوں عقد کرنے والوں میں سے شرط لگانے والے کو پہنچے مثلاً خیارج، گواہی یا ثمن میں کسی وصف کی شرط، مثلاً کلی یا جزوی طور پر اس کو اوصار رکھنے یا اس کے عوض معین رہن، یا معین کفیل یا فروخت شدہ چیز میں مطلوب صفت کی شرط لگانا مثلاً صناعت، کتابت یا جانور کا دودھ والا ہونے یا بہت زیادہ دودھ والا ہونے کی شرط یا چیتے کا شکاری یا پرندہ کا خوش الحان یا انڈا دینے والا ہونے یا معلوم مسافت سے آنے یا زمین کے خراج (آمدنی) کا اتنی مقدار میں ہونے کی شرط..... مذکورہ تمام صورتوں میں شرط صحیح ہے، اس کو پورا کرنا لازم ہے^(۲)۔ اس کی دلیل یہ ہے: ”المسلمون عند شروطهم إلا شرطاً أحل حراماً أو حرم حلالاً“^(۳) (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، مگر ایسی شرط جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کرے)، کیونکہ ان اوصاف کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی رغبتیں مختلف ہوتی ہیں، اگر ان کی شرط لگانا

مثلاً جانور حاملہ ہو یا دودھ والا ہو۔ اس صورت میں شرط صحیح ہوگی۔ اور اگر شرط نہ پائی جائے تو خریدار کے لئے خیارج ہوگا، انہوں نے کہا: صحت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط مصلحت عقد سے متعلق ہے^(۱)۔

نیز اس لئے کہ یہ عقد کے وقت موجود شرط کا التزام ہے، اس کا التزام مستقبل میں کسی چیز کے انشاء پر موقوف نہیں ہے، اور یہی شرط کی حقیقت ہے، لہذا یہ ”ایک ساتھ بیع اور شرط سے ”ممانعت“ کے تحت نہیں آئے گا^(۲)۔

۳۔ یہ شرط لگانا کہ جب تک ثمن پورا وصول نہ کر لے گا فروخت شدہ چیز سپرد نہیں کرے گا۔

۴۔ عیب کی وجہ سے واپسی کی شرط، اس لئے کہ یہ عقد کا تقاضا ہے^(۳)۔

۵۔ خیارج رویت، جبکہ بغیر دیکھی ہوئی چیز فروخت کی، یہ اس کی صحت کے قول کے مطابق ہے، اس لئے کہ اس کی ضرورت ہے^(۴)۔

چہارم: مذہب حنابلہ:

۲۸۔ حنابلہ نے بیع میں شرائط کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

اول: صحیح اور لازم شرط، جس کے خلاف یہ شرط ہے اس کے لئے اس کو توڑنے کا اختیار نہیں ہے۔

دوم: فاسد شرط، اس کی شرط لگانا حرام ہے۔

(۱) شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳/۷۸، ۸۰، شرح المکملی وجامیہ اقلیوبی ۱۸۱، ۱۸۰/۲۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۵، لفظ ”بیع و شرط“ میں ”واو“ کا اضافہ جامیہ لشروائی سے کیا گیا ہے۔

(۳) شرح المکملی علی امہاج ۳/۱۸۰۔

(۴) جامیہ الجمل ۳/۷۶۔

(۱) کشف القناع ۳/۱۸۹، المغنی ۳/۲۸۵۔

(۲) کشف القناع ۳/۱۸۹، ۱۹۰، المغنی ۳/۲۸۵، ۲۸۶۔

(۳) حدیث: ”المسلمون علی شروطہم.....“ کی تخریج فقہ ۱۸ کے تحت آجکی ہے۔

بیع و شرط ۲۸

صحیح نہ ہو تو وہ حکمت فوت ہو جائے گی، جس کی وجہ سے بیع کو جائز کیا گیا ہے۔

لہذا اس شرط کو اگر پورا کرے تو بیع لازم ہوگی، ورنہ اس کی شرط لگانے والے کے لئے اختیار ہے کہ اس کے فقدان کی وجہ سے فسخ کر دے یا صفت کے فقدان کا تاوان لے۔ اور اگر واپس کرنا محال ہو تو صفت کے فقدان کا تاوان متعین ہے، جیسے عیب دار چیز اگر خریدار کے پاس تلف ہو جائے (۱)۔

سوم: ایسی شرط جس کا عقد متقاضی نہ ہو، نہ عقد کی مصلحت میں سے ہو، نہ عقد کے تقاضے کے منافی ہو، لیکن اس میں فروخت کرنے والے یا خریدار کے لئے معلوم نفع ہو۔

الف۔ مثلاً فروخت کرنے والے نے فروخت شدہ گھر میں ایک ماہ رہائش کی شرط لگائی یا یہ شرط لگائی کہ جانور (یا گاڑی) اس کو معلوم جگہ تک لے جائے گی، تو صحیح ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اس کو فروخت کیا، اور اپنے گھر تک اس پر سواری کو استثناء کیا (۲)۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”أن النبي ﷺ نهي عن المحاقلة والمزابنة، والشيا إلا أن تعلم“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، اور شیا سے منع فرمایا الا یہ کہ شیا معلوم ہو)، اور

”شیا“ سے مراد استثناء ہے۔

نیز کرایہ پر دیئے گئے گھر کو فروخت کرنے کے مسئلہ پر اس کو قیاس کرنا ہے۔

ما سبق کے مثل ہی فروخت کرنے والے کا یہ شرط لگانا ہے کہ ثمن پورا وصول کرنے تک وہ فروخت شدہ چیز کو روکے گا۔ اسی طرح دوسرے کے لئے معلوم مدت تک منفعت کی شرط لگانا ہے۔ اگر وہ ”عین“ جس کے نفع کے استثناء کی شرط ہے، فروخت کرنے والے کے نفع وصول کرنے سے قبل تلف ہو جائے:

اگر تلف خریدار کے فعل اور اس کی کوتاہی سے ہو تو اس پر اجرت مثل لازم ہوگی، اس لئے کہ اس نے واجب منفعت کو اس کے مستحق کے حق میں فوت کر دیا، اور اگر اس کے بغیر تلف ہو تو اس پر عوض لازم نہیں ہوگا (۱)۔

ب۔ نیز جیسا کہ اگر خریدار نے فروخت کرنے والے پر ایندھن کے اٹھا کر پہنچانے یا اس کو توڑنے یا کپڑے کے سلنے یا اس کو کاٹنے یا کچی کھیتی کو کاٹنے یا کچی کے توڑنے کی شرط لگائی تو صحیح ہے اگر نفع معلوم ہو، اور فروخت کرنے والا اس کو انجام دینا لازم ہے۔ اور اگر شرط لگائی کہ فروخت کرنے والے خریدار کے سامان کو اس کے گھر تک پہنچائے اور فروخت کرنے والے کو گھر کا علم نہ ہو تو اس سلسلہ میں ان کے یہاں دو اقوال ہیں (۲)۔

پھر اگر مشروط عمل بیع کے تلف ہونے کی وجہ سے ناممکن ہو جائے یا اجارہ خاصہ کی وجہ سے نفع کا استحقاق ہو جائے یا فروخت کرنے والے کی موت کی وجہ سے محال ہو جائے تو خریدار اس نفع کا عوض واپس لے گا، جیسا کہ اگر اجارہ اس کے عوض پر قبضہ کے بعد فسخ

(۱) کشاف القناع ۱۹۱، ۳۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۱) کشاف القناع ۱۸۹، ۳، ۱۹۰۔

(۲) حدیث جابر کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۳۱۳ طبع استقبر) اور مسلم (۱۲۲۱، ۳ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لہی عن المحاقلة والمزابنة و الشيا إلا أن تعلم.....“ کی روایت مسلم (۱۱۷۵، ۳ طبع عیسیٰ الحلبي) اور بخاری (فتح الباری ۵/۵۰، ۵ طبع استقبر) نے کی ہے لیکن حدیث کے آخری کلمے ”و الشيا إلا أن تعلم“ کی روایت ترمذی (۸۵، ۳ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

بیع و شرط ۲۹-۳۰

نوع اول:

۳۰- ان میں سے ایک دوسرے پر کسی اور عقد کی شرط لگائے مثلاً عقد سلم یا قرض یا بیع یا اجارہ یا شرکت کی تو یہ شرط فاسد ہے، اور اس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی، خواہ اس کی شرط فروخت کرنے والے نے لگائی ہو یا خریدار نے۔

مذہب میں مشہور یہی ہے، کوکہ صرف شرط کا باطل ہونا حنا بلہ کے یہاں ایک احتمال ہے، اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے (۱)۔

مشہور قول کی دلیل:

الف۔ یہ ایک بیع میں دو بیع ہیں اور حدیث ہے: ”أن النبي ﷺ نهى عن بيعتين في بيعة“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے ایک بیع میں دو بیوع سے منع کیا ہے) ممانعت فساد کی متقاضی ہے۔

ب۔ حضرت ابن مسعود کا قول ہے: ”ایک سو دے میں دو سودا رہا ہے“۔

ج۔ اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی ہے، لہذا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ نکاح شغار۔

اسی طرح ہر وہ چیز جو اس کے مفہوم میں ہو مثلاً کہنے میں نے تمہیں اپنا گھرا تنے میں اس شرط پر فروخت کیا کہ تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرو گے، یا اس شرط پر کہ تم میرے جانور پر یا اس میں سے میرے حصہ پر قرض کے طور پر یا مفت خرچہ کرو گے (۳)۔

(۱) دیکھئے الاضاف ۳/۳۹، ۳۵۰۔

(۲) حدیث: ”نہی عن بیعتین فی بیعة“..... کی روایت احمد (۳/۳۳۲ طبع المصوبہ) اور ترمذی (۳/۵۳۳ طبع المصوبہ) نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا: حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۵۳، نیز دیکھئے المغنی ۳/۲۸۶، شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۳۔

ہو جائے تو اجرت پر لینے والا منفعت کا عوض واپس لے گا۔

اگر مرض کی وجہ سے فروخت کرنے والے کے لئے عمل کرنا محال ہو جائے تو کام کے لئے اس کا قائم مقام مقرر کیا جائے گا، اور اجرت کام کرنے والے کے ذمہ ہوگی، جیسا کہ اجارہ میں (۱)۔

۲۹- حنا بلہ نے معلوم نفع کے اشتراط کے جواز سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ استثناء میں دو شرطوں کو جمع کر دیا جائے، اور وہ دونوں صحیح ہوں مثلاً ایندھن کے اٹھا کر لے جانے، اور اس کو توڑنے یا کپڑے کو سلنے اور کاٹنے کی شرطیں، کہ اس صورت میں بیع صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہ یضمن، ولا بیع مالہ عندک“ (۲) (حالی نہیں ہے ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، ایسی چیز کا نفع جس کا ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہ ہو)۔

ہاں اگر دونوں مجموعی شرطیں مقتضائے عقد میں سے ہوں مثلاً دونوں کے اپنے پاس آنے والی چیز میں تصرف کی شرط کے ساتھ شمن کے فی الفور ہونے کی شرط لگانا تو یہ بلا اختلاف صحیح ہے، یا دونوں شرطیں مصلحت عقد میں سے ہوں مثلاً شمن پر معین رہن، اور معین کفیل کی شرط تو صحیح ہے، جیسا کہ اگر وہ دونوں مقتضائے عقد میں ہوں (۳)۔

(۲) دوم: یعنی شرط فاسد حرام، اس کے تحت بھی تین انواع

ہیں:

(۱) کشاف القناع ۳/۱۹۲۔

(۲) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع“..... کی تخریج فقہ ۲/۲۱۸ کے تحت آئی ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۹۱، ۱۹۲، نیز دیکھئے المغنی ۳/۲۸۵، شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۳، ۵۲۔

بیع و شرط ۳۱-۳۳

نوع دوم:

۳۱- عقد میں تقاضائے عقد کے منافی شرط لگائے مثلاً فروخت کرنے والا خریدار پر شرط لگائے کہ فروخت شدہ چیز کو فروخت نہیں کرے گا، جبہ نہیں کرے گا، آز نہیں کرے گا یا شرط لگائے کہ اس کو فروخت کرے گا یا وقف کرے گا یا اگر فروخت شدہ چیز ہلاک ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو واپس کرے گا یا اگر اس کو کسی غاصب نے غصب کر لیا، تو اس کا ثمن واپس لے لے گا۔ اور اگر اس کو آزاد کر دیا تو ولاء اس کے لئے ہوگا، تو یہ اور اس جیسی تمام شرطیں فاسد ہیں۔

ان شرائط کی وجہ سے بیع کے فساد کے بارے میں ”مذہب“ میں دور و ایتیں ہیں، امام احمد سے منصوص یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط اس کو باطل نہیں کرے گی، بلکہ صرف شرط باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت بریرہ کی معروف حدیث میں شرط کو باطل کر دیا، اور عقد کو باطل نہیں کیا (۱)۔

۳۲- حنابلہ نے اس شرط باطل سے آزادی کو مستثنیٰ کیا ہے، لہذا صحیح ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار پر اس کی شرط لگائے، اس کی دلیل حضرت بریرہ کی سابقہ حدیث ہے۔ اور خریدار کو آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا اگر وہ انکار کرے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جیسا کہ نذر، اور اگر خریدار آزاد کرنے سے گریز کرے تو حاکم اس کی رضامندی کے بغیر آزاد کر دے گا، اس لئے کہ یہ آزادی اس پر واجب ہے، کیونکہ یہ ایسا ”تقرب“ ہے جس کا اس نے التزام کیا ہے، جیسا کہ نذر (۲)۔

۳۳- حنابلہ کے مذہب کے مطابق سابقہ صورت میں بیع کی صحت اور صرف شرط کے فساد کے حکم کی بنیاد پر شرط کے فاسد ہونے کی وجہ

سے فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے جس کی بھی غرض فوت ہوئی ہو، خواہ اس کو فساد شرط کا علم ہو یا نہ ہو، اس کے لئے حسب ذیل امور جائز ہیں:

الف۔ بیع کو فسخ کرنا، اس لئے کہ جس شرط پر وہ آیا تھا وہ شرط اس کے لئے محفوظ و سالم نہیں رہی۔

ب۔ شرط کی وجہ سے ثمن میں پیدا ہونے والے نقص کو شرط کے لغو ہونے کے بعد فروخت کرنے والا واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اس نے نقص کے ساتھ اس لئے فروخت کیا تھا کہ اس کی مشروط غرض حاصل ہوگی، اور جب اس کی غرض حاصل نہیں ہوئی تو نقص کو واپس لے گا۔

ج۔ شرط کے بعد زائد ثمن کو خریدار واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اس نے زائد ثمن کے ساتھ اس لئے خرید اتھا کہ اس کو مشروط غرض حاصل ہوگی، اور جب اس کی مشروط غرض پوری نہیں ہوئی تو اس زیادتی کو واپس لے گا جس کو اس نے درگزر کر دیا تھا، جیسا کہ اگر اس کو عیب دار پائے۔

لہذا فروخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا نقص کا تاوان لے۔

خریدار کو اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا ثمن میں زیادتی کو واپس لے (۱)۔

اسی کے ساتھ حنابلہ نے کوئی چیز واپس لئے بغیر ثبوت خیار کا احتمال ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ رہن اور کفیل کی شرط لگانے پر رہن اور کفیل کے گریز کرنے پر قیاس ہے، نیز اس لئے کہ شرط کی وجہ سے ثمن میں آنے والا نقص مجہول ہے، لہذا ثمن بھی مجہول ہو جائے گا، نیز اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کے مالکان کے حق

(۱) حدیث بریرہ کی تخریج فقہ ۱۰/۲۳ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) کشاف الفتاویٰ ۳/۱۹۳۔

(۱) حوالہ سابق، نیز دیکھئے: المغنی ۳/۲۸۷، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۳۔

بیع و شرط ۳۲-۳۵

میں کسی چیز کا فیصلہ نہیں کیا، جبکہ شرط فاسد اور بیع صحیح تھی (۱)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن صفقتین فی صفقة“ (۱) (حضور ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا ہے)۔

نوع سوم:

اس مسئلہ سے مراد ایک عقد میں دو بیع کو جمع کرنا ہے۔ اس عقد کو دو بیع کہنا ثمن کے متعدد ہونے کے اعتبار سے ہے (۲)۔

۳۲- فروخت کرنے والا اور خریدار ایسی شرط لگائیں جس پر خرید فروخت معلق ہو، مثلاً فروخت کرنے والا کہے: میں نے تمہیں فروخت کیا اگر میرے پاس اتنا لاؤ گے یا فروخت کیا اگر فلاں راضی ہو۔ اور جیسے خریدار کہے: میں نے خرید اگر زید آجائے، تو بیع صحیح نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع کا تقاضا بیع کے وقت ملکیت کو منتقل کرنا ہے، اور یہاں پر شرط اس سے مانع ہے، نیز اس لئے کہ اس نے بیع کو شرط مستقبل پر معلق کیا ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی، جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہیں فروخت کیا جب مہینہ کا آخر آجائے، حنا بلہ نے اس سے فروخت کرنے والے کے قول: فروخت کر دیا انشاء اللہ، اور خریدار کے قول: قبول کیا انشاء اللہ، اور بیع عربوں کو مستثنیٰ کیا ہے، کہ یہ صحیح ہے، اس لئے کہ مافع بن حارث نے حضرت عمر کے لئے صفوان سے قید خانہ خرید ا کہ اگر عمر راضی ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے لئے اتنا ہوگا (۲)۔

حنفیہ میں سے کمال ابن ابہام نے اشارہ کیا ہے کہ جو لوگ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ایک معنی میں ہیں، ان کو وہم ہوا ہے، کیونکہ ایسا نہیں ہے، بیعتین (دو بیع) والی حدیث صفقتین (دو سودوں) والی حدیث سے خاص ہے، اس لئے کہ پہلی حدیث ایک خاص سود یعنی بیع کے بارے میں ہے (۳)، جبکہ صفقتین والی حدیث میں عموم زیادہ ہے، اس لئے کہ اس کے تحت بیع اور اس کے علاوہ مثلاً اجارہ آتے ہیں۔ اور ممنوع کے تصور کے لئے فقہاء نے مختلف صورتیں پیش کی ہیں۔

ان میں تفصیل ہے جس کو اصطلاح ”بیعتان فی بیع“ کے تحت دیکھا جائے۔

دیکھئے: اصطلاح ”عربوں“۔

ایک بیع میں دو بیع:

۳۵- حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة“ (۳) (حضور ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا ہے)۔

(۱) حدیث: ”نہی عن صفقتین.....“ کی روایت احمد (۱/۳۹۸ طبع المکتبہ)

نے کی ہے شیخ احمد نے اسے (۲/۳۹۵ طبع معارف) پر اپنی تعلق میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حاشیہ العدوی علی شرح کتایہ الطالب الربانی فی شرح رسالہ ابن ابی زبیر، ۱۵۷۳-۱۵۷۴

(۳) فتح القدیر ۱/۸۱۶

(۱) شرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۵۳، ۵۵۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۹۵، شرح الکبیری فی ذیل المغنی ۳/۵۸۔

(۳) حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

بیع الوضیعیہ

دیکھئے: ”وضیعیہ“۔

بیع الوفاء

تعریف:

۱- بیع مال کامل سے تبادلہ ہے (۱)۔

وفاء لغت میں عذر کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: وفی بعہدہ، اور اوفی: یہ دونوں ایک معنی میں ہیں۔ وفاء: شریفانہ عالی اور بلند اخلاق کا نام ہے، اور اوفی الرجل حقہ اور وفاہ ایماہ کا معنی ہے: اس نے اس کا حق مکمل اور پورا پورا دے دیا۔

اصطلاح فقہاء میں ”بیع الوفاء“ اس شرط پر بیع ہے کہ جب فروخت کرنے والا ٹمن لوٹائے گا تو خریدار اس کو فروخت شدہ چیز لوٹائے گا۔ اس کو بیع الوفاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ خریدار پر اس شرط کی وفاداری اور تکمیل لازم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں مالکیہ اس بیع کو ”بیع الثنیا“، شافعیہ اس کو ”بیع العہدہ“ (۲)، اور حنابلہ اس کو ”بیع الامانہ“ کہتے ہیں (۳)، اس کو ”بیع الطاعہ“ اور ”بیع الجائز“ بھی کہتے ہیں، اور حنفیہ کی بعض کتابوں میں اس کو ”بیع المعاملہ“ بھی کہا گیا ہے (۴)۔

بیع الوفاء کا حکم:

۲- بیع الوفاء کے شرعی حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

(۱) مجلۃ الاحکام العربیہ دفعۃ (۱۰۵)۔

(۲) اخطاب ۳/۳۷۳، حنفیہ لمسعر شہدین ص ۳۳۳۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۳۹، ۱۵۰۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۰۹۔

بیع الوفاء ۳-۴

ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع کرے گا، اور اگر اس کو اجرت پر لے لے تو اس کی اجرت اس پر لازم نہ ہوگی، جیسا کہ اگر راہن مرہون کو مرہن سے اجرت پر لے لے، اور اس کے ہلاک ہونے کی وجہ سے دین ساقط ہو جائے گا، اور اس میں ہونے والی زیادتی کا وہ ضامن نہ ہوگا، اور اگر راہن مر جائے تو مرہن اس کا بقیہ قرض خواہوں کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہوگا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عقود میں اعتبار معانی کا ہے، الفاظ اور کلمات کا نہیں، اسی وجہ سے جبہ بشرط عوض بیع ہوتی ہے، اور کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہوتی ہے، اس کی مثالیں فقہ میں بے شمار ہیں۔ اس بیع میں چونکہ ثمن لوٹانے کے وقت فروخت شدہ چیز لینے کی شرط ہے، لہذا یہ رہن ہے، اس لئے کہ دین کی ادائیگی کے وقت رہن ہی کو لیا جاتا ہے^(۱)۔

۴- ابن عابدین نے کہا: بیع الوفاء کے بارے میں دو اقوال ہیں: اول: یہ بیع صحیح ہے، اپنے بعض احکام (یعنی اس سے فائدہ کے حلال ہونے) کا فائدہ دیتی ہے، البتہ خریدار اس کو فروخت کرنے کا مالک نہیں ہے، ذیلیعی نے ”لہا کراہ“ میں کہا: اور اسی پر فتویٰ ہے۔

دوم: بعض محققین کا جامع قول یہ ہے کہ یہ بیع بعض احکام کے حق میں فاسد ہے حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک فسخ کرنے کا مالک ہوتا ہے اور بعض احکام کے حق میں صحیح ہے، جیسے فروخت شدہ چیز کو اپنے پاس اتارنا اور اس کے منافع کا حلال ہونا، اور بعض احکام کے حق میں رہن ہے حتیٰ کہ خریدار دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کرنے اور اس کو رہن رکھنے کا مالک نہیں ہوتا ہے، اور اس کی بلاکت سے دین ساقط ہو جاتا ہے، لہذا یہ تینوں عقود سے مرکب ہے، جیسا کہ زرافہ میں اونٹ، گائے اور چیتے کی صفات اکٹھا ہوتی ہیں، لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اپنے مالکین کے لئے دونوں بدل کے محفوظ و سالم رہنے کی

مالکیہ، حنابلہ اور حنفیہ اور شافعیہ میں سے متقدمین کی رائے ہے کہ بیع الوفاء فاسد ہے، اس لئے کہ ثمن خریدار کو لوٹانے پر فروخت شدہ چیز کے لینے کی فروخت کرنے والے کی طرف سے شرط لگانا بیع کے تقاضے اور حکم کے خلاف ہے، بیع کا تقاضا ہے کہ استقرار و دوام کے طور پر فروخت شدہ چیز پر خریدار کی ملکیت ہو۔ اور اس شرط میں فروخت کرنے والے کا فائدہ ہے، اس کے جواز کی کوئی معین دلیل وارد نہیں ہے، لہذا یہ شرط فاسد ہوگی، اور بیع میں اس کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

نیز اس لئے کہ اس طریقہ پر بیع کا مقصد حقیقتاً بیع بشرط الوفاء نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصد حرام ربا تک پہنچانا ہوتا ہے، یعنی مال کو ایک مدت تک کے لئے دینا، اور فروخت شدہ چیز کا نفع ہی ربح ہے۔ اور ربا تمام حالات میں باطل ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ میں سے بعض متأخرین کی رائے ہے کہ بیع وفاء جائز ہے، اور بعض احکام کا فائدہ دیتی ہے جیسے خریدار کا فروخت شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا، اور بعض احکام کا فائدہ نہیں دیتی ہے، جیسے دوسرے کے ہاتھ بیع۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ اس شرط پر بیع کا لوگوں میں عرف ہے، لوگوں نے اپنی ضرورت کی وجہ سے اس پر عمل کیا ہے تاکہ ربا سے بچ سکیں، لہذا یہ صحیح ہوگی، اور اس کی شرط لگانے سے بیع فاسد نہ ہوگی، گو کہ وہ قوائد کے خلاف ہے، اس لئے کہ تعادل کی وجہ سے قوائد کو ترک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ استصناع میں ہے^(۱)۔

۳- حنفیہ میں سے ابو شجاع، علی السعدی، اور قاضی ابوالحسن ماتریدی کی رائے ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے، بیع نہیں ہے، پس اس کے لئے رہن کے سارے احکام ثابت ہوں گے، لہذا خریدار اس کا مالک نہ

(۱) تبیین الحقائق للونیس ۱۸۳/۵، البحر الرائق ۸/۶، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۸، ۲۰۹، ابن عابدین ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، معنی المحتاج ۳۱/۲، نہایت المحتاج ۳۳۳، ۳۳۴، مسرشدین ص ۱۳۳، الاقناع ۵۸/۳۔

(۱) تبیین الحقائق ۱۸۳/۵، البرازیلہ بمش الہندیہ ۲۰۵/۲۔

بیع الوفاء ۵-۷

اس کی قیمت میں سے دین کے بالمقابل مقدار ساقط ہو جائے گی، اور وہ اس سلسلے میں حنفیہ کے نزدیک رہن کی طرح ہے^(۱)۔

بیع الوفاء پر مرتب ہونے والے اثرات:

متاخرین حنفیہ وغیرہ جو اس کے جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بیع الوفاء پر کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اجمالی طور پر یہ ہیں:

اول: ملکیت کے لئے اس کو منتقل نہ کرنا:

۷- بیع الوفاء خریدار کے لئے کسی ایسے تصرف کا جواز پیدا نہیں کرتی جو ملکیت کو منتقل کر دے مثلاً بیع اور بیہ ان لوگوں کے نزدیک جو اس کو جائز کہتے ہیں۔ اور اس پر چند مسائل مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کی بیع فروخت کرنے والے کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ رہن کی طرح ہے اور رہن کی بیع ناجائز ہے^(۲)۔

ب۔ بیع الوفاء میں خریدار کے لئے حق شفیعہ نہیں ہے، حق شفیعہ فروخت کرنے والے کے لئے باقی رہے گا، چنانچہ ”الفتاویٰ اہندیہ“ میں ”فتاویٰ ابی الفضل“ کے حوالے سے ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کے پاس باغ ہے، عورت نے اپنا حصہ اس مرد کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور یہ شرط لگائی کہ جب وہ ثمن لائے گی تو مرد اس کا حصہ اس کو واپس کر دے گا، پھر اس مرد نے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو کیا عورت کے لئے اس میں شفیعہ ہے؟

انہوں نے (ابو الفضل نے) کہا: اگر بیع بیع المعاملہ ہے تو اس میں عورت کے لئے شفیعہ ہے، خواہ باغ میں سے اس کا حصہ اس کے ہاتھ میں ہو یا مرد کے ہاتھ میں۔

شرط پر اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، ”المحرر“ میں کہا: مناسب ہے کہ فتوے میں جامع قول سے عدول نہ کیا جائے، اور ”المنہر“ میں ہے کہ ہمارے دیار میں عمل زینلعی کی ترجیح پر ہے^(۱)۔

۵- متاخرین شافعیہ میں سے صاحب ”بغیۃ المسترشدین“ نے کہا: بیع العہدہ صحیح اور جائز ہے، اور اس کے ذریعہ سے حجت شرعاً و عرفاً اس کے قائلین کے قول کے مطابق ثابت ہے۔ کسی نے اس کی کراہت کی صراحت کی ہو، میں نے نہیں دیکھا، زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے غالب اطراف و جہات میں اس پر عمل جاری ہے، اس کے مطابق حکام نے فیصلہ کیا ہے، اس کے قائل علماء اسلام نے اس کو برقرار رکھا ہے، حالانکہ وہ امام شافعی کے مذہب میں نہیں ہے، صرف کچھ لوگوں نے اس کو اختیار کیا ہے، اور مختلف مذاہب سے تلفیق کی ہے، جو اس کی سخت ضرورت کی وجہ سے ہے، تاہم بذات خود اس کی صحت اور اس پر تفریح کے بارے میں اختلاف فقہ سے واقف شخص پر مخفی نہیں ہے^(۲)۔

جواز کے قائلین کے نزدیک بیع الوفاء کی شرط:

۶- بیع الوفاء کے احکام کی تطبیق کے لئے اس کی اجازت دینے والوں کے یہاں دو لازمی شرطیں ہیں:

الف۔ عقد میں صراحت ہو کہ جب فروخت کرنے والا ثمن لوٹائے گا تو خریدار فروخت شدہ چیز لوٹائے گا۔

ب۔ دونوں بدل کی سلامتی۔ اگر بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز ضائع ہو جائے، اور اس کی قیمت دین (یعنی ثمن) کے برابر ہو، تو اس کے مقابلہ میں دین ساقط ہو جائے گا، اور اگر مقدار دین سے زیادہ ہو، اور فروخت شدہ چیز خریدار کے ہاتھ میں بلاک ہو جائے تو

(۱) ابن ماجہ ۲۳۶/۳، ۲۳۷، طبع بلاق۔

(۲) بغیۃ المسترشدین ص ۱۳۳، تصرف کے ساتھ۔

(۱) ابن ماجہ ۲۳۷، ۲۳۸، مجلۃ الأحکام العربیہ دفعہ (۳۹۹، ۴۰۰)۔

(۲) ابن ماجہ ۲۳۷۔

بیع الوفاء ۸-۹

کر لیا، پھر خریدار نے اس کو دوسرے کے ہاتھ قطعی بیع کے طور پر فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا اور غائب ہو گیا، تو فروخت کرنے والے یا اس کے ورثاء کو حق ہے کہ دوسرے خریدار سے مقدمہ لڑیں اور باغ واپس لے لیں۔

اسی طرح اگر فروخت کرنے والا اور دونوں خریدار مر گئے، اور ہر ایک کے ورثاء ہوں تو مالک کے ورثاء کو حق ہے کہ اس کو دوسرے خریدار کے ورثاء کے ہاتھ سے نکال لیں، اور دوسرے خریدار کے ورثاء کو حق ہے کہ دوسرے خریدار نے اپنے فروخت کرنے والے کو جو ثمن دیا ہے، اس کو فروخت کرنے والے کے ترکہ میں سے جو اس کے ورثاء کے ہاتھ میں ہے واپس لیں، اور پہلے خریدار کے ورثاء کے لئے حق ہے کہ اس کو واپس لیں، اور اپنے مورث کے دین کے عوض اس کو روک لیں تا آنکہ وہ دین کو ادا کر دیں^(۱)۔

دوم: فروخت شدہ چیز کو واپس لینے کے سلسلے میں فروخت کرنے والے کا حق:

۸- فروخت کرنے والے کو حق ہے کہ اپنا فروخت کردہ سامان واپس کر لے اگر اس نے ثمن خریدار کو واپس کر دیا ہو، وقت مقرر کرنے اور نہ کرنے دونوں حالتوں کا یہی حکم ہے^(۲)۔

سوم: بیع الوفاء میں متعاقدین میں سے کسی ایک کی موت کا اثر:

۹- ابھی گزرا ہے کہ اگر بیع الوفاء میں خریدار یا فروخت کرنے والا مر جائے تو رہن کے پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے، وفاء کے احکام کے

بیع الوفاء اور بیع المعاملہ ایک ہیں، ”تارخانیہ“ میں اسی طرح ہے^(۱)۔

ج- بیع الوفاء کے طور پر فروخت شدہ زمین کا خراج فروخت کرنے والے پر ہوگا^(۲)۔

د- اگر فروخت شدہ چیز خریدار کے ہاتھ میں بلاک ہو جائے تو فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے کسی کے لئے دوسرے پر کچھ نہیں ہوگا^(۳)۔

ھ- بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کے منافع فروخت کرنے والے کے لئے ہیں مثلاً اجارہ اور درختوں کے پھل وغیرہ، لہذا اگر بیع الوفاء کے طور پر معلوم ثمن میں کسی نے اپنا گھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور دونوں نے قبضہ کر لیا، پھر اس نے اس گھر کو خریدار سے صحت اجارہ کی شرائط کے ساتھ اجارہ پر لے لیا، اور اس پر قبضہ کر لیا، اور مدت گزر گئی تو کیا اس پر اجرت لازم ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خریدار کے لئے ملکیت منتقل نہیں ہوئی، کیونکہ اگر ملکیت منتقل ہو چکی ہوتی تو اجرت لازم ہوتی۔ اسی طرح درخت کا پھل فروخت کرنے والے کے لئے ہوگا نہ کہ خریدار کے لئے۔ اور اگر خریدار درختوں کے پھل میں سے کچھ لے لے، اور اس نے فروخت کرنے والے کی اجازت سے لیا ہو تو اس کا ذمہ بری ہے۔ اور اگر اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر لیا ہو تو اس کا ضامن ہوگا^(۴)۔

و- بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کا وراثت کی وجہ سے فروخت کرنے والے کے ورثاء کی طرف منتقل ہونا، لہذا اگر کسی نے اپنا باغ دوسرے کے ہاتھ بیع الوفاء کے طور پر فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳۔

(۲) معین لکھنؤ ص ۱۸۳۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، معین لکھنؤ ص ۱۸۳۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، لبر از یہ پیمائش الہندیہ ۳۱۱/۳۔

(۲) معین لکھنؤ ص ۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، مدعیہ لمستر شدین ص ۱۳۳۔

بیعت الوداء ۱۰، بیعتان فی بیعتہ ۱

سلسلے میں اس کے ورنہ اس کے قائم مقام ہوں گے (۱)۔

چہارم: بیعت الوداء میں متعاقبین کا اختلاف:

۱۰- بیعت الوداء میں متعاقبین کے اختلاف سے متعلق اہم احکام یہ ہیں:

الف۔ اگر متعاقبین کا اختلاف اصل بیعت الوداء میں ہو، یعنی

ایک کہے: بیعت قطعہ تھی یا وفاء تھی تو اعتبار حقیقی اور قطعہ بیعت کے مدعی کے

قول کا ہوگا، الا یہ کہ بیعت الوداء کا قرینہ ہو۔ اسی سلسلے میں حنفیہ کے یہاں

ایک اور قول یہ ہے کہ اعتبار بیعت الوداء کے مدعی کے قول کا استحساناً ہوگا (۲)۔

ب۔ اگر خریدار اور فروخت کرنے والا دونوں گواہ پیش کریں تو

”وفاء“ کے گواہ کو مقدم کریں گے، اس لئے کہ یہ خلاف ظاہر ہے (۳)۔

ج۔ اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اعتبار قطعہ بیعت کے دعوے دار

کے قول کا ہوگا۔

ابن عابدین نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ بینہ (گواہ) میں

اختلاف کی صورت میں استحسان ”وفاء“ کے گواہوں کی ترجیح میں

ہے، اور قول میں اختلاف کی صورت میں استحسان قطعیت کے

دعوے دار کے قول کی ترجیح میں ہے (۴)۔

”وفاء“ پر دلالت کرنے والے قرآن میں سے ثمن میں بہت

زیادہ کم ہونا ہے۔ یعنی جس میں عادتاً لوگ دھوکہ رو نہیں رکھتے، الا یہ

کہ ”وفاء“ کا مدعی نرخ کی تبدیلی کا دعویٰ کرے (۵)۔

بیعتان فی بیعتہ

تعریف:

۱- بیعتان لغت میں: بیعتہ کا ثنیہ ہے۔ اور ”بیعتہ“ ایک مرتبہ بیعت کا

نام ہے۔

”البیعتان فی بیعتہ“ کے اصطلاحی معنی میں فقہاء کے مختلف

اقوال ہیں:

اول: اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا سامان فروخت کرتے

ہوئے کہنے: یہ نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں، یعنی ثمن اول سے

زیادہ ثمن میں، اس کی یہ تشریح امام احمد کے مطابق حضرت سماک نے

حضرت ابن مسعود کے حوالہ سے کی ہے (جو ”النہی عن البیعتین

فی بیعتہ“ والی حدیث کے راوی ہیں)، اور ایک جماعت نے اسی

تشریح کو اپنایا ہے، کوکہ بعد میں خرید فروخت کرنے والے ایک ثمن

کو بیان کر دیں، اور اسی وجہ سے انہوں نے سامان کی ادھار بیعت

میں اس دن کے نرخ سے اضافہ اور زیادتی کو منع کیا ہے، جیسا کہ

آئے گا۔

دوم: بعض حضرات نے اسی سابقہ تشریح میں یہ قید لگائی ہے

کہ دونوں ثمن میں ابہام کے ساتھ علاحدگی ہوگئی ہو، انہوں نے کہا

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کہنے: میں نے تمہارے ہاتھ اس کو نقد اتنے

میں یا ادھار اتنے میں فروخت کیا، پھر دونوں میں سے کسی ایک ثمن پر

بیعت ہونے کے التزام سے قبل وہ دونوں علاحدہ ہو گئے، ابہام کے

ساتھ ان میں علاحدگی ہوئی ہو۔ امام شافعی نے کہا: اس کی تعریف یہ

(۱) البیرونی، بیہامش البندیہ ۳۳، ۱۱، الفتاویٰ البندیہ ۳۳، ۲۰۹، جامعہ الطحاوی

علی الدر المختار ۳۳، ۱۳۳۔

(۲) الطحاوی مع الدر المختار ۳۳، ۱۳۳۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) ابن ماجہ ۲۳۸، ۳۔

(۵) ابن ماجہ ۲۳۸، ۳۔

بیعتان فی بیعتہ ۱

ﷺ کے موافق ہے: ”فلہ أو كسهما أو الربا“^(۱) (تو اس کے لئے ان دونوں سے کم تر ہو گا یا ربا)، کیونکہ اگر وہ زائد ثمن کو لے تو اس نے ربا لیا یا ثمن اول کو لے تو یہی ان دونوں میں کم تر ہے۔ اور اس کا مقصد نقد درانہم کو ادھار زائد درانہم کے عوض فروخت کرنا تھا، حالانکہ وہ صرف راس المال کا مستحق ہے^(۲)۔

اس کے ”بیعتین فی بیعتہ“ کے باب سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں دو بیعت ہیں: ایک ادھار ثمن میں، اور دوسری فوری ثمن میں، اور دونوں کو ایک سودے میں مکمل کیا گیا ہے۔

پہنچم: یہ ہے کہ وہ دونوں ایک بیعت میں دوسری بیعت کی شرط لگائیں۔

اس کی یہ تشریح بھی امام شافعی نے کی ہے۔ انہوں نے کہا: وہ یہ ہے کہ کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ گھوڑا ایک ہزار میں اس شرط پر فروخت کیا کہ تم اپنا گھر مجھے اتنے میں فروخت کر دو یعنی جب مجھ پر تمہارا واجب ہوگا تو میرا تم پر واجب ہو جائے گا۔ شوکانی نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ کی پہلی روایت کی تشریح بننے کے قابل ہے، دوسری روایت کے لئے نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان: ”أو كسهما“ (ان دونوں میں کم تر) بتاتا ہے کہ اس نے ایک ہی چیز کو دو بار فروخت کیا: ایک بار کم میں اور دوسری بار زیادہ میں^(۳)۔

مسروق نے اسی قبیل سے اس قول کو بھی نقل کر دیا ہے کہ وہ کہے: میں نے یہ کپڑا تمہارے ہاتھ اتنے اتنے دینا میں فروخت کیا، تم ایک

(۱) حدیث: ”من باع بعین فی بیعتہ...“ کی روایت ابو داؤد (۳۹۸۳) متفقین عزت عبیدہ (۳۵۲) اور حاکم (۳۵۲) طبع دائرۃ المعارف العلمانیہ حیدر آباد دکن نے کی ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) جامع و اصول لابن الاثیر (۳۳۲/۹) طبع ۱۳۸۹ھ میں اس حدیث پر حاشیہ ہے۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۱۷۲۔

ہے کہ کہے: میں نے اس کو تمہارے ہاتھ نقد ایک ہزار میں یا ایک سال تک کے لئے ادھار دو ہزار میں فروخت کیا، لہذا ان میں سے جس کے عوض تم چاہو اور میں چاہوں لے لو۔ شافعیہ میں سے ”قاضی“ نے کہا: مسئلہ کی صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ اس نے ابہام کے ساتھ قبول کر لیا، لیکن اگر اس نے کہا: میں نے ایک ہزار میں نقد قبول کیا، یا کہا: ادھار دو ہزار میں قبول کیا تو یہ صحیح ہے^(۱)۔

اس کی یہی تشریح ابو عبیدہ، ثوری، اسحاق، مالکیہ اور حنابلہ نے بھی کی ہے، نیز انہوں نے اس کی کچھ اور تشریحات کی ہیں، جیسا کہ آئے گا۔

سوم: امام مالک نے یہ بھی کہا: وہ یہ ہے کہ کوئی سامان ایک دینار یا ایک بکری کے عوض خریدے یا ایک دینار میں ایک بکری یا ایک کپڑا خریدے، ان میں سے ایک خریدار کے لئے واجب ہو۔

باجی نے کہا: خواہ زوم دونوں کے لئے ہو یا کسی ایک کے لئے، لہذا اس وجہ میں سابقہ وجہ بھی داخل ہو جائے گی، اور اس کا مدار دو قسموں یا دو سامانوں کے درمیان اختیار دینے پر ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک غیر معین کا پابند بنانے کے ساتھ^(۲)۔

چہارم: جسے ابن القیم نے ”تہذیب السنن“ میں کہا ہے: وہ یہ ہے کہ کہے: میں نے یہ سامان تمہارے ہاتھ ایک سو کے عوض ایک سال کے لئے ادھار اس شرط پر فروخت کیا کہ میں اس کو تم سے (یعنی اس کے بعد) اسی کے عوض نقد خریدوں گا۔ انہوں نے کہا: ”بیعتین فی بیعتہ“ کے بارے میں وارد حدیث کا مطلب یہی ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور مطلب نہیں ہے، اور یہی مفہوم اس فرمان نبوی

(۱) نیل الاوطار ۵/۱۷۲، عون المعبود ۹/۳۳۳، شائع کردہ المکتبۃ السننۃ مدینہ منورہ، المغنی ۳/۲۳۳، نصب الرایہ ۳/۲۰۳، فتح القدیر ۶/۸۱۔

(۲) المواقی بہامش مع الجلیل ۳/۳۶۳۔

بیعتان فی بیعتہ ۲-۳

پر ہوتا ہے، کیونکہ جب ایک شخص بیعت کو لازم کرنا تو اپنا ہاتھ خریدار کے ہاتھ پر مارتا تھا۔ اور اس کا اطلاق امام کی بیعت پر بھی ہوتا ہے، اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے: ”من بايع إماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه.....“^(۱) (جو شخص کسی امام سے بیعت کرے اور اس کو اپنے ہاتھ کا ”صفقہ“، اور اپنے دل کا پھل دے دے)۔

اصطلاح میں صفقہ کا اطلاق بیعت اور دوسرے عقود پر بھی ہوتا ہے، لہذا ایک بار اجارہ صفقہ ہے، اور ایک بار قرض صفقہ ہے اور اسی طرح ہے^(۲)۔

”صفقتین فی صفقہ“ سے مراد دو سودے ایک عقد میں جمع کرنا ہے، مثلاً فلاں کے ہاتھ اپنا گھر بیچے، اور اس سے اس کا جانور خریدے، اس شرط پر کہ جب پہلا سودا مکمل ہوگا، تو دوسرا بھی مکمل ہو جائے گا یا فلاں کے ہاتھ اپنا گھر بیچے اور اس سے اس کا جانور کرایہ پر لے، اس شرط پر کہ جب بیعت مکمل ہوگی تو اجارہ بھی مکمل ہو جائے گا، لہذا ”صفقتین فی صفقہ“ کی اصطلاح ”بیعتین فی بیعتہ“ کی اصطلاح کے مقابلہ میں عام ہے^(۳)۔

ب- بیعت و شرط:

۳- بیعت و شرط، ”بیعتین فی بیعتہ“ سے عام ہے، اس لئے کہ اشتراط میں کبھی کبھی دوسرے عقد کی شرط ہوتی ہے، اور بسا اوقات متعاقبین میں سے کسی ایک کی مصلحت کی شرط ہوتی ہے، کسی دوسرے عقد کی شرط نہیں ہوتی ہے۔

(۱) لسان العرب۔

حدیث: ”من بايع إماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فزاده.....“ کی روایت مسلم (۳/۳۷۳) طبع عیسیٰ لعلی نے کی ہے۔

(۲) المغنی ۴/۲۳۳، ۲۳۶، شرح المسہاج مع قلیوبی وحاشیہ عمیرہ ۲/۱۸۸، ۱۸۹۔

(۳) فتح القدر ۶/۸۱۔

دینار کے عوض مجھے دس درہم دو گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ”بیعت“ اور ”صرف“ کو جمع کر دیا ہے^(۱)۔

ششم: اور یہ حنفیہ کے نزدیک پانچویں قول سے عام ہے، کیونکہ اس کے تحت یہ صورت بھی داخل ہے کہ اس شرط پر گھر فروخت کرے کہ فروخت کرنے والا اس میں ایک ماہ رہے گا یا جانور اس شرط پر فروخت کرے کہ اس سے خدمت لے گا، کو کہ مدت معینہ ہو وغیرہ^(۲)۔

ہفتم: خطابی نے کہا: وہ یہ ہے کہ اس سے ایک دینار میں ایک صاع گیہوں ایک ماہ کے ”سلم“ کے طور پر خریدے، اور جب مدت پوری ہو جائے، اور وہ گیہوں کا مطالبہ کرے تو وہ اس سے کہے: تمہارا ایک صاع جو میرے ذمہ ہے، اس کو میرے ہاتھ دو ماہ تک کے لئے دو صاع کے عوض فروخت کر دو۔ خطابی نے کہا: یہ دوسری بیعت ہے جو بیعت اول پر داخل ہوتی ہے، لہذا ان دونوں کو ان میں سے کم تر (یعنی بیعت اول) کی طرف لوٹایا جائے گا، انہوں نے یہ تشریح ابن رسلان کی شرح سنن ابی داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اور ابن الاثیر نے اس کو ”النتہایہ“ میں نقل کیا ہے^(۳)۔ اور واضح ہے کہ اسی طرح کی بیعت سب کے نزدیک باطل ہے، اس لئے کہ مال ربوی کی، اسی جنس کے عوض کی بیشی کے ساتھ ادھار بیعت کی گئی ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف- صفقتان فی صفقہ:

۲- صفقہ: صفق کا اسم مرہ ہے، لغت میں اس کا معنی ایسی مار ہے جس کی آواز سنائی دے۔ عرف لغوی میں اس کا اطلاق بیعت میں ایک مرتبہ

(۱) مصنف عبدالرزاق ۸/۱۳۹۔

(۲) فتح القدر ۶/۸۰۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۷۲، عون المعبود ۹/۳۲۔

بیعتان فی بیعة ۴-۵

بیعتین فی بیعة کا حکم:

۴- بیعتین فی بیعة ایک ممنوع بیع ہے، اس سے ممانعت تین روایات میں وارد ہے:

اول: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا)۔ اور حضرت عبداللہؓ کی روایت اسی طرح ہے (۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة، و عن ربح مالہ یضمن“ (۳) (رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع اور ایسی چیز کے نفع سے منع کیا جس کا ضمان نہ ہو)۔

دوم: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من باع بیعتین فی بیعة فله أو کسہما أو الربا“ (۴) (جس نے ایک بیع میں دو بیع کی اس کے لئے ان دونوں میں سے کم تر یا ربا ہے)، شوکانی نے کہا: اس کی اسناد میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہے، جس پر کئی ایک نے کلام کیا ہے (۵)۔

سوم: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ

عن صفقتین فی صفقة“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے ایک سووے میں دو سوووں سے منع فرمایا)، اور ان ہی سے ایک روایت میں ہے: ”لا تحل الصفقتان فی الصفقة“ (۲) (ایک سووے میں دو سووے حلال نہیں ہیں)۔ اور ایک دوسری موقوف روایت میں ہے: ”الصفقة فی الصفقتین ربا“ (۳) (دو سوووں میں ہونے والا سود ربا ہے)۔

لہذا ایک بیع میں دو بیع حرام عقد ہے، اس کا اقدام کرنے والا گنہگار ہے، کیونکہ اس نے ممانعت کی مخالفت کی، اور یہ عقد فاسد ہے، لیکن ”بیعتین فی بیعة“ کی تعریف میں سابق اختلاف کے لحاظ سے کس پر فساد کا حکم لگائیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جس کی تشریح حسب ذیل ہے:

نوع اول: یہ کفر و خست کرنے والا کہے: یہ اتنے میں نقد ہے اور اس سے زیادہ میں ادھار ہے۔

۵- ادھار ثمن کے عوض جس کی مقدار اور مدت معلوم ہو بیع فی الجملہ بالاتفاق جائز ہے، اس میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”یا ایہا الٰہین آمنوا إذا تداینتہم بدين الی

(۱) حدیث: ”لہی عن صفقتین فی صفقة“ کی روایت احمد (۳۹۸/۱) طبع المیزب (۲۹۵/۲) طبع دار المعارف) پر اپنے حاشیہ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حدیث: ”لا تحل صفقتان فی الصفقة.....“ کی روایت طبرانی نے لا وسط میں سماک بن حرب سے مرفوعاً کی ہے اور زیلعی نے عقلی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے موقوف ہونے کو درست کہا ہے (نصب الراية ۲۰/۳ طبع مجلس العلمی ہندوستان)۔

(۳) حدیث: ”الصفقة فی الصفقتین ربا.....“ کی روایت عقلی نے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً کی ہے اور ابن عمر بن عثمان بن ابوصفوان ثقفی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور کہہ اس کے مرفوع پر اس کا کوئی متابع نہیں، اور موقوف اولی ہے (نصب الراية ۲۰/۳ طبع مجلس العلمی ہندوستان)۔

(۱) حدیث: ”لہی عن بیعتین فی بیعة.....“ کی روایت احمد (۲۳۲/۲) طبع المیزب (اور بن ندی (۵۳۳/۳) طبع معظی الحلبي) نے کی ہے اور امام ترمذی نے کہہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) اس کو ابن قیم نے تہذیب السنن میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیعتین فی بیعة وعن ربح مالہ یضمن“ کی روایت احمد (۱۷۵، ۱۷۲/۲) طبع المیزب (۲۹۵/۲) طبع دار المعارف) پر اپنے حاشیہ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) حدیث: ”من باع بیعتین فی بیعة فله أو کسہما أو الربا“ کی تخریج فقہاء کے تحت آچکی ہے۔

(۵) نیل الاوطار ۵/۱۷۲۔

بیعتان فی بیعتہ ۵

حرام سمجھتے تھے (۱)۔

صاحب ”سبل اسلام“ نے اس میں بعض حضرات کا اختلاف نقل کیا ہے مگر ان لوگوں کا نام نہیں لیا ہے (۲)۔

شوکانی نے کہا: اس کی دلیل یہ روایت ہے: ”فلہ أو کسہما أو الربا“ اور اس کے راوی کے بارے میں کلام آپ کو معلوم ہی ہے۔ اس کے باوجود حضرت ابو ہریرہ سے مشہور روایت کے الفاظ وہی ہیں جو دوسرے راویوں نے ذکر کئے ہیں، یعنی: دو بیع سے ممانعت، اور اس میں مقصود کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر شوکانی نے کہا: تاہم اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ بیع سے ممانعت پر دلالت ہے، اگر بیع اس صورت پر ہو یعنی فروخت کرنے والا کہے: ”نقد اتنے میں“، اور ادھار اتنے میں“۔ نہ کہ اس صورت میں جبکہ وہ ابتداء ہی کہہ دے: ”صرف ادھار اتنے میں“، اور کچھ نہ کہے، اور وہ اس دن کے نرخ سے زیادہ ہو، تاہم اس روایت کو مستدل بنانے والے اس صورت کو بھی ممنوع کہتے ہیں، اور حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی ہے، لہذا دلیل دعویٰ سے خاص ہوئی۔ اور سماک کی سابقہ روایت (دیکھئے: فقرہ ۱/۱) کا ظاہر یہ ہے کہ وہ حرام اس صورت کو سمجھتے تھے کہ وہ کہے: ”یہ نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں ہے“۔ اس طرح اس پر حدیث کی دلالت مطابق ہو جاتی ہے (۳)۔

نوع دوم: دو دشمن کے عوض بیع جس میں ایک نقد اور دوسرا ادھار ہو جو نقد سے زیادہ ہو اور ابہام کے ساتھ ہو۔

(۱) نیل الاوطار ۵/ ۱۷۲۔

(۲) سبل اسلام ۱۶/ ۳، طبع چہارم و ۱۳۱ھ۔

(۳) نیل الاوطار ۵/ ۱۷۲، شوکانی نے کہا اس سلسلہ میں ہم نے ایک رسالہ ”شفاء الغلیل فی حکم الربا“ فی الہیج لجزء اول ”جل“ کے نام سے لکھا ہے اور اس میں ایسی تحقیق ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔

أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتَبُوهُ“ (۱) (اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مدت معین تک کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو)، مفسرین نے کہا: اس سے مراد ہر ایسا معاملہ ہے جس کا ایک عوض نقد ہو اور دوسرا ادھار (۲)، جس میں دشمن کو پہلے ادا کر دیا جائے، اور فروخت شدہ چیز کو سپرد کرنا ادھار ہو وہ ”سلم“ ہے۔ جس کا جواز شریعت میں وارد ہے، اور اس پر اجماع منعقد ہے، یہ بیع بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ یہ دونوں عوض میں سے ایک کی تاخیر ہے، یہ سب اس شرط پر ہے کہ دونوں عوض میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس میں ادھار کا سود جاری ہوتا ہو، جیسا کہ سونا سونے کے بدلہ یا چاندی کے بدلہ، اور جیسے گہوؤں جو کے بدلہ۔

لیکن امام احمد کے یہاں یہ مکروہ ہے کہ آدمی خاص طور پر ادھار کے عوض بیع کرے، ادھار کے عوض ہی بیع کرے اور نقد بیع نہ کرے۔ ابن عقیل نے کہا ادھار کو مکروہ محض اس لئے سمجھا کہ وہ ربا کے مشابہ ہے، اس لئے کہ اکثر اوقات ادھار کے عوض بیع کرنے والا مدت کی وجہ سے زیادتی کا قصد کرتا ہے، لیکن ادھار بیع بالاتفاق حرام نہیں ہے، اور مکروہ نہیں ہے، الا یہ کہ اس کے علاوہ اس کی کوئی تجارت نہ ہو (۳)۔

لیکن اگر وہ دشمن جس پر ادھار بیع ہوئی ہے، اس سامان کے موجود دشمن سے اٹلی ہو تو:

اس کے بارے میں زین العابدین علی بن حسین سے اختلاف منقول ہے، چنانچہ شوکانی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ادھار کی وجہ سے اس دن کے نرخ سے زیادہ میں کسی چیز کی بیع کو وہ

(۱) سورہ بقرہ ۲۸۲۔

(۲) تفسیر القرطبی ۳/ ۳۷۷، فتح القدر لابن ابہام ۵/ ۶۸۔

(۳) المغنی ۶/ ۱۷۲۔

بیعتان فی بیعتہ ۶-۷

دبا،^(۱) (ایک سو دا دو سو دوں میں ربا ہے)، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہے: "فلہ أو کسہما أو الربا،"^(۲) (اس کے لئے ان دونوں میں سے کم تر یا ربا ہے)۔

یہی علت امام مالک، ان کے شیخ ربیعہ اور بقیہ مالکیہ نے بیان کی ہے۔ "المدونہ" میں مکروہ صورت کی تشریح یہ آئی ہے کہ اگر ایک دینار نقد یا دو دینار ایک مقررہ مدت تک ادھار کے عوض ایک کپڑے کا مالک بنایا کہ ان دونوں میں سے جس کے عوض تم چاہو، اور میں چاہوں لے لو، اور تم پر ان میں سے ایک واجب ہے، تو گویا وہ ایک دینار نقد میں تم پر واجب ہوئی، تم نے اس کو مؤخر کرتے ہوئے دو دینار ادھار کے عوض کر دیا، یا گویا وہ تم پر دو دینار ادھار کے عوض واجب ہوئی اور تم نے ان دو دیناروں کو ایک دینار نقد بنا دیا۔

اس مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب کی توضیح:

۷- مالکیہ نے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کی تشریح کی ہے اور ایک بیعت میں دو بیعت کی حرام صورت کے ضوابط کو بیان کیا ہے، ان کے کلام کا حاصل یہ ہے:

الف۔ حرمت اس صورت کو شامل ہے جبکہ تردد دو مختلف سامانوں کے درمیان ہو مثلاً اگر کہے: میں تمہیں ایک دینار میں یہ سامان یا یہ بکری بیچ رہا ہوں۔ اور اس صورت کو بھی جبکہ تردد دو شمنوں کے درمیان ہو مثلاً اگر کہے: میں تمہیں یہ سامان دس میں نقد یا بیس میں ایک سال تک ادھار فرخت کر رہا ہوں۔

ب۔ یہ حرام نہیں الا یہ کہ عقد دونوں خرید فرخت کرنے

(۱) عدہ: "الصفقة فی الصفقتین دبا....." کی تخریج فقرہ ۳ میں آچکی ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ کی عدہ: "فلہ أو کسہما أو الربا....." کی تخریج فقرہ ۱ میں آچکی ہے۔

۶- اگر سامان کو ایک ہزار کے عوض نقد یا ڈیڑھ ہزار کے عوض ایک سال تک ادھار کے طور پر فرخت کرے، اور ان میں سے ایک اس پر واجب ہو، پھر اگر علاحدگی سے قبل دونوں میں سے ایک شمن کو یقین متعین کر دیں تو بیعت جائز ہے، اور اگر ابہام کے ساتھ وہ دونوں علاحدہ ہو گئے تو ناجائز ہے۔

امام شافعی نے جیسا کہ گزرا صراحت کی ہے کہ یہ ممنوعہ ایک بیعت میں دو بیعت کے قبیل سے ہے، اور جمہور فقہاء نے اسی کو لیا ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ نے اس ممانعت کی وعلت بتائی ہے: اول: شمن میں جہالت اور اس کا متعین نہ ہونا۔ ابن قدامہ نے کہا: اس لئے کہ شمن مجہول ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی جیسا کہ ما معلوم نمبر پر بیعت، نیز اس لئے کہ ایک عوض غیر معین اور غیر معلوم ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہارے ہاتھ اپنے گھروں میں سے ایک گھرفر وخت کر دیا۔ انہوں نے کہا: صحیح اسی وقت ہوگی کہ خریدار اس کے بعد کہے: میں اس کو ادھار اتنے میں لینا ہوں، پھر فرخت کرنے والا کہے: لے لو یا کہے: میں راضی ہوں وغیرہ، تو یہ کامل عقد ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو ایجاب کے قائم مقام ہو یا ایجاب پر دلالت کرے تو صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ جو قول تردد اور ابہام کے ساتھ گزر چکا ہے وہ ایجاب بننے کے لائق نہیں ہے، پھر انہوں نے صحیح ہونے کی ایک دوسری "وجہ" کی تخریج کی ہے^(۱)۔

دوم: اس میں ربا ہے۔ اس علت کا مدار حضرت ابن مسعودؓ کی بعض روایات پر ہے جن میں وارد ہے: "الصفقة فی الصفقتین

(۱) المغنی ۵/۳۳، جوہر لا طیل ۲۲/۲ شرح المعانی بحامیہ القلیوبی و حامیہ عمیرہ ۱۳/۱۷۷۔

بیعتان فی بیعتہ ۸

دے، اور دوسرے ڈھیر کو لے لے، اور ان دونوں کے ماپ میں کمی بیشی ہو، اور سامان غذائی شئی ہو، لہذا زیادتی کا سود ہوگا۔

حنفیہ نے اس تغلیل کو سرے سے قبول ہی نہیں کیا ہے۔ ابن ابہام نے کہا: ثمن کا بفرض نقد ایک ہزار ہونا، اور بفرض ادھار دو ہزار ہونا ربا کے معنی میں نہیں ہے^(۱)۔

۸- ربا چند سامانوں کے درمیان یا ایک سامان کی چند قیمتوں کے درمیان اختیار کے ساتھ بیع کرنا تو یہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی فاسد ہے، اس لئے کہ جہالت ہے، اور اس صفت کے ساتھ بیع باعث نزاع ہے، حنفیہ نے استحسان کے طور پر اس سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ چند کپڑوں مثلاً دو کپڑوں یا تین کپڑوں میں ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ تین دن کے اندر اندر ان میں سے انتخاب کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر کپڑے چار ہوں تو بیع فاسد ہوگی۔ انہوں نے کہا: قیاس یہ ہے کہ سارے میں بیع فاسد ہو، یہی امام زفر اور شافعی کا قول ہے۔ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ خیاری کی مشروعیت ازلہ غبن کی ضرورت کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ اپنے لئے زیادہ موافق اور بہتر کا انتخاب کر سکے، اور ضرورت کا ثبوت متحقق ہے، اس لئے کہ خریدار کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا معتبر آدمی انتخاب کرے یا جس کے لئے وہ چیز خریدی ہے وہ انتخاب کر لے، البتہ یہ ضرورت تین کپڑوں سے پوری ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں عمدہ، رومی اور اوسط ہوتا ہے۔ ربا چار یا اس سے زائد تو اس کی ضرورت متحقق نہیں ہے^(۲)۔

اگر دو ”قیمتی“ چیزوں میں سے ایک کو ابہام کے ساتھ بلا اختیار کے فروخت کرے، مثلاً گھرا اور کپڑا ایک دینار میں، تو یہ سب کے

والوں یا کسی ایک کو دو چیزوں میں سے ایک کا پابند بنانے کے طور پر ہو، اور اگر بغیر پابندی کے دونوں کے لئے اختیار دینے کے طور پر ہو تو جائز ہے۔

ج۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ ان دونوں سامانوں کی جنس جن کے درمیان اختیار دیا گیا ہے الگ الگ ہو، لیکن اگر جنس ایک ہو، اور اختلاف محض عمدہ اور خراب ہونے میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ وہ افضل ہی کو اختیار کرے گا۔ امام مالک نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ دو کپڑوں میں ایک جس کو وہ اختیار کرے گا اتنے ثمن میں خریدے یا گٹھر کے سو کپڑوں میں سے پچاس کپڑا جن کا وہ انتخاب کرے گا خریدے، اگر جنس ایک ہو، اور اس کی بناوٹ اور طول کو بتا دے اگرچہ قیمت الگ ہو۔ جبکہ وہ سب مروی یا مروی ہوں^(۱) (یہ مروا اور ہرات کی طرف منسوب ہیں)۔

د۔ اس حالت سے مستثنیٰ یہ ہے کہ سامان جس کی بیع ہو رہی ہے لاج ہو جس میں زیادتی کا سود جاری ہوتا ہے، تو جائز نہیں کہ تم اس میں سے اس شرط پر خریدو کہ ان چند ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کا انتخاب کر لو گے، یا کھجور کے چند درختوں کے پھلوں میں سے ایک درخت کے پھل کا انتخاب کر لو گے، یا پھل دار درختوں میں سے مصلحین تعداد کا انتخاب کر لو گے، جنس ایک ہو یا مختلف۔ مالکیہ نے اس مسئلہ میں ”طعام“ کی صراحت اس لئے کی ہے کہ ان کے نزدیک زیادتی کے سود کی علت نقدین کے علاوہ میں ”غذائیت“ ہے^(۲)۔

انہوں نے یہاں پر زیادتی کے سود کے وجود کی شکل یہ بتائی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایک ڈھیر کو اختیار کرنے کے بعد چھوڑ

(۱) مدونہ امام مالک بروایت حمون ۱۹۳/۲۔

(۲) سواہب الجلیل علی مختصر ظہیل للکتاب، التاج والکلیل بہامہ ۳۶۳/۲، جومہر والکلیل ۲۲/۲۔

(۱) فتح القدر ۸۱/۶۔

(۲) فتح القدر ۵۲۱/۵۔

بیعتان فی بیعتہ ۹-۱۱

۱۰- اس کے دو طریقے ہیں:

اول: عقد بیع میں دوسری بیع کی شرط لگائے، اور دوسری فروخت شدہ چیز یا شمن کی تحدید نہ کرے۔ تو یہ دو وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ اول: یہ ”ایک ساتھ بیع اور شرط“ میں سے ہے جو ممنوع ہے۔ دوم: جہالت۔ نیز یہ کہ یہ بیع اکثر علماء کے نزدیک ایک بیع میں دو بیع ہے۔

دوم: بیع میں دوسری بیع کی شرط لگائے اور دوسری فروخت شدہ چیز یا شمن کی تحدید کر دے مثلاً کہے: میں نے تمہیں اپنا یہ گھر ایک ہزار میں اس شرط پر بیچ دیا کہ تم مجھے اپنا گھر ایک ہزار پانچ سو میں بیچو گے یا اس شرط پر کہ تم مجھ سے میرا دوسرا گھر ایک ہزار پانچ سو میں خریدو گے۔

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ ایک بیع میں دو بیع ہے جو ممنوع ہے اور یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک، ”ایک ساتھ بیع اور شرط“ میں سے بھی ہے جس سے سنت نبوی میں ممانعت وارد ہے^(۱) (دیکھئے: ”بیع و شرط“).

۱۱- ایک ساتھ بیع و شرط سے ممانعت کا قائل ہونے میں اگرچہ فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ و شافعیہ اس کو ممنوع کہتے ہیں، جبکہ حنابلہ اس کو جائز کہتے ہیں اگر شرط ایک ہو۔ اس میں ہر ایک کے یہاں تفصیل ہے، یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے، لیکن اگر مشروط دوسری بیع ہو تو شرط فاسد ہوگی، اور بیع بھی فاسد ہوگی حتیٰ کہ حنابلہ کے نزدیک بھی^(۲)۔

(۱) شرح امہاج و جامعہ اقلیو بی و عمیرہ ۲۵/۱۷۷، المغنی ۳/۲۳۳ طبع سوم۔

حدیث: ”لیبی عن بیع و شرط.....“ کی روایت طبرانی نے لا وسط میں کی ہے زبلی نے ابن القطن سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الراية ۳/۱۸، طبع مجلس اعلیٰ ہندوستان)۔

(۲) المغنی ۳/۲۳۳، شرح فتح القدیر علی الہدایہ ۱/۸۰، ۸۱۔

نزدیک فاسد ہوگی، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز مجہول ہے^(۱)۔

نوع سوم: ابن القیم کے کلام میں وارد ہے کہ شمن ادھار میں کوئی چیز فروخت کرے اور شرط ہو کہ وہ لوٹ کر اس کے خریدار سے اس کے ادھار شمن سے کم نقد شمن میں خریدے گا۔

۹- یہ نوع بھی ان تمام لوگوں کے نزدیک فاسد ہے جو عینہ کی بیع کو باطل سمجھتے ہیں، اس لئے کہ بیع عینہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ شمن نقد میں سامان فروخت کرے، جس کو اس نے اسی سے اس سے زیادہ ادھار شمن میں خرید اٹھا۔ اور یہ ربا کا ایک حیلہ ہے، کیونکہ سامان اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا، اور اس کے اپنے لئے فریق کے ذمہ میں مثلاً بارہ سو ایک مدت تک کے لئے ثابت ہو گئے۔ اور اس نے اس کے مقابلہ میں ایک ہزار نقد لے لیا (دیکھئے: ”بیع عینہ“).

بیع عینہ کی تحریم کے قائلین نے کہا: یہ حرام ہے، اور فاسد ہے، اگر اس کا وقوع ہو جائے، خواہ بیع دوسری اتفاقاً ہوئی ہو یا ان دونوں نے عقد اول کے وقت اس پر اتفاق کیا ہو^(۲)۔ اور جب وہ عقد اول میں عقد ثانی کی شرط کی بنیاد پر ہوئی ہے تو یہ بدرجہ اولیٰ حرام اور فاسد ہوگی۔

لیکن جو لوگ بیع عینہ کے جواز کے قائل ہیں مثلاً امام شافعی اور ان کے اصحاب ان کے نزدیک بھی یہ بیع حرام ہے اور فاسد ہے، اور یہ ان کے نزدیک ایک بیع میں دو بیع میں سے ہے، اسی طرح ممنوع بیع یا شرط میں سے ہے^(۳)، اور یہ اگلی نوع میں داخل ہے۔

نوع چہارم: عقد بیع میں دوسری بیع یا کسی اور عقد کی شرط

لگائے:

(۱) فتح القدیر والعتابہ ۵/۵۱۸، ۵۱۹، ابن ماجہ ۱۰۹/۳، شرح امہاج ۱/۱۶۱/۲۔

(۲) المغنی ۳/۱۷۷ طبع سوم۔

(۳) شرح امہاج و جامعہ اقلیو بی ۲۵/۱۷۷۔

بیعتان فی بیعتہ ۱۲-۱۳

دونوں نے اسی عقد میں اتفاق کر لیا ہو۔ ابن قدامہ نے کہا: یہ باطل ہے، کیونکہ اس نے اس عقد میں شرط لگائی کہ اس کے ساتھ اس ثمن میں، جس پر عقد ہوا ہے بیعت صرف کرے، اور صرف عقد ہے تو یہ ”بیعتین فی بیعتہ“ کے باب سے ہوگا، پھر انہوں نے کہا: اور امام مالک نے کہا: میں لفظ فاسد کی طرف توجہ نہیں دوں گا اگر وہ معلوم حال ہو۔ تو گویا اس نے سامان کو ان دراہم کے عوض فروخت کیا جن کو وہ دیناروں کے بدلے لے گا۔

۱۲- مذکورہ بالا حالت اور اس صورت کے درمیان فرق کرنا چاہئے کہ دو مختلف سامانوں کو ایک ثمن میں فروخت کرے، مثلاً جانور اور گھر ایک ہزار دینار میں فروخت کرے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور ”بیعتین فی بیعتہ“ میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گھر کو ایک جانور اور ایک ہزار دینار کے عوض فروخت کرے۔

۱۳- اسی طرح اگر بیعت اور اجارہ کو بیعت اور صرف کو بیعت اور نکاح کو ایک عوض کے ساتھ جمع کر دے، مثلاً اگر کہے: میں نے ایک ہزار دینار میں تمہیں اپنا یہ گھر فروخت کیا، اور اپنا دوسرا گھر تمہیں ایک سال کے لئے اجرت پر دیا، تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ یہ دو چیزیں ہیں، انفرادی طور پر ان میں سے ہر ایک کا عوض لینا جائز ہے، لہذا اجتماعی طور پر ان دونوں کا عوض لینا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہیں یہ دونوں کپڑے ایک ہزار میں فروخت کئے، یہ حنا بلہ کے یہاں قول صحیح اور شافعیہ کے یہاں نظر ہے، اور ایک کو واپس کرنے کے وقت عوض کو ان دونوں کی قیمت کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے گا، یعنی مثلاً مقررہ مدت کی اجرت کے لحاظ سے کرایہ کی چیز کی قیمت اور فروخت شدہ چیز کی ذات کی قیمت۔

فریقین میں سے ہر ایک کے یہاں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صحیح

یہ نوع بھی فاسد ہے، خواہ شرط عقد بیعت میں بیعت ہو یا اس کے علاوہ مثلاً سلف یا اجارہ یا قرض یا اس کے علاوہ دوسرے عقود۔ اس کی وجہ بیعت کی شرط لگانے پر قیاس ہے۔ نیز وہ دوسری روایت یعنی ایک صفتہ میں دو صفتوں سے ممانعت کے عموم میں داخل ہے، اس لئے کہ صفتہ بمعنی عقد ہے، لہذا اس کے تحت ہر وہ دو عقد آئیں گے جن کو ایک عقد میں جمع کر دیا گیا ہو، اور سلف اور بیعت کو جمع کرنے کے بارے میں خاص ممانعت وارد ہے۔ اور وہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ”لا یحل سلف و بیع“ (ایک ساتھ بیعت اور سلف حلال نہیں ہیں) ابن قدامہ نے کہا: یہ امام مالک اور شافعی کا مذہب ہے۔ میرے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ امام مالک نے کہا: اگر سلف کی شرط لگانے والا اپنی شرط کو چھوڑ دے تو بیعت صحیح ہوگی۔

ابن قدامہ نے فساد بیعت کی توجیہ اس کا صفتتین فی صفتہ میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کی ہے کہ جب اس نے مثلاً قرض کی شرط لگا دی تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کر دیا، تو ثمن میں ہونے والی یہ زیادتی قرض کا عوض اور اس کا نفع ہوگی، اور یہ حرام سود ہے، لہذا فاسد ہوگی، جیسا کہ اگر اس کی صراحت کر دے (۱)۔

اگر دونوں عقود میں کوئی بیعت نہ ہو تو بھی دونوں فاسد ہیں جیسا کہ اگر اجارہ میں سلف یا نکاح کی شرط لگائے یا نکاح میں نکاح کی شرط لگائے، ایک تشریح کے مطابق یہی شغار کہلاتا ہے جو ممنوع ہے۔ (دیکھئے: ”شغار“)

اس نوع کے تحت آنے والے مسائل ہی میں یہ بھی ہے کہ کوئی سامان سونے کے دانیر میں فروخت کرے اور شرط لگائے کہ ثمن دراہم کی شکل میں بیعت صرف کے نرخ پر سپرد کرے گا، جس پر ان

(۱) المغنی ۵، ۳۳۔

بیعتان فی بیعتہ ۱۴

لوں گا۔ حنفیہ نے اس کو ”بیعتین فی بیعتہ“ میں داخل کیا ہے، جس سے ممانعت وارد ہے۔ اور انہوں نے کہا: اس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی، نیز اس لئے کہ یہ ”ایک ساتھ بیع“ اور ”شرط“ کے باب سے ہے۔ جس سے ممانعت ہے۔ (دیکھئے: ”بیع و شرط“)

اس کے ”بیعتین فی بیعتہ“ میں سے ہونے کی وجہ جیسا کہ ”الہدایہ“ اور ”فتح القدیر“ میں ہے، یہ ہے کہ اگر خدمت اور رہائش کے بالمقابل کچھ ثمن ہو، بایں طور کہ مقررہ رقم کو فروخت شدہ چیز کے بالمقابل ثمن اور خدمت و رہائش کے بالمقابل اجرت مانا جائے تو یہ بیع میں اجارہ ہوگا، اور اگر خدمت و رہائش کے بالمقابل ثمن کا کوئی حصہ نہیں تو یہ بیع میں اعارہ ہوگا، اور اس کے ربا ہونے کی وجہ یہ ہے عقد میں شرط زیادتی، عوض سے خالی ہے۔ اور ربا کا مفہوم یہی ہے (۱)۔

حنفیہ کے نزدیک اسی کے مثل یہ بھی ہے کہ درخت فروخت کرے جس پر پھل ہو، اور ایک مدت تک درخت پر پھل کے بقاء کی شرط لگا دے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بیع میں اعارہ یا اجارہ ہوگا، لہذا یہ ”صفقتین فی صفقتہ“ کے باب سے بھی ہوگا (۲)۔

شافعیہ اس بیع کے ممنوع ہونے اور اس جیسی شرط کے مفسد عقد ہونے سے اتفاق کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ ”بیع و شرط“ کے باب سے ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے، جبکہ شروط منفعت معلوم ہو۔ انہوں نے کہا: حضرت جابرؓ کی صحیح حدیث ہے: ”انہ باع من النبی ﷺ جَمَلًا وَاَسْتَشْتِي حَمَلَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ“ (انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اونٹ فروخت کیا اور مدینہ تک اس کی سواری کا استثنا کر لیا) اور اس لئے کہ: ”نہی عن الشیبا إلا أن

نہیں ہے، اس لئے کہ ان دونوں کا حکم مختلف ہے، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز محض بیع سے قابل ضمان ہو جاتی ہے، اور اجارہ اس کے برخلاف ہے، اس لئے کہ بسا اوقات فسخ و انفساخ وغیرہ کے اسباب میں اختلاف کی وجہ سے ان دونوں کے حکم میں ہونے والے اختلاف کی بنا پر کوئی ایسی چیز پیش آ جاتی ہے، جو ان دونوں میں ایک کے فسخ کی متقاضی ہوتی ہے، اور تقسیم کی ضرورت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ عقد کے وقت ان دونوں میں سے ہر ایک کا خصوصی عوض مجہول ہو، اور یہ ممنوع ہے، لیکن اگر دو عقد میں سے کوئی ایک نکاح ہو تو وہ مہر مثل سے صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ مقرر کرنا اس کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے (۱)۔

مالکیہ کے یہاں مشہور قول کے مطابق صراحت ہے کہ بیع کے ساتھ ”صرف“ یا ”جعالہ“ یا ”مساقات“ یا ”شرکت“ یا ”قرض“ یا ”نکاح“ یا ”سلف“ کو جمع کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ان میں کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ جمع کرنا ناجائز ہے۔ اور سلف کے ساتھ سلف لینے والے کی جانب سے صدقہ یا بھہ وغیرہ بھی جمع نہیں ہوں گے (۲)۔

نوع پنجم: متعاقبین میں سے کسی ایک کے لئے منفعت کی

شرط:

۱۴- اس کی مثال یہ ہے کہ کہنے میں نے تمہیں یہ گھر اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں ایک سال رہائش اختیار کروں گا یا کہنے میں نے تمہیں یہ جانور اس شرط پر فروخت کیا کہ اس سے ایک ماہ خدمت

(۱) المغنی ۲/۲۳۶، شرح المنہج ۲/۱۵۳، نہایۃ المحتاج ۳/۶۶، ۲/۶۸، شرح

المحلی علی المسہاج ۲/۱۸۸۔

(۲) لوطاب ۳/۳۱۳۔

(۱) الہدایہ شرح القدیر ۶/۷۸، ۷۸۔

(۲) الاضیاء لتعلیل الفقہاء ۲/۷ طبع سوم، ابن ماجہ بن ۳/۳۹، ۱۲۱۔

بیعتان فی بیعتہ ۱۴، بیعت ۱

تعلیم،^(۱) حضور ﷺ نے استثناء سے منع کیا ہے الا یہ کہ وہ معلوم ہو۔

بیعت

تعریف:

۱- لغت میں بیعت کے کئی معانی ہیں، اس کا اطلاق: طاعت کے لئے بیعت پر ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق: بیعت کے ایک سووے پر ہونا ہے، کہا جاتا ہے: بايعته، یہ بیعت اور بیعت دونوں سے ہے۔ اور ”تبايع“ بھی اسی کی طرح ہے۔ فرمان باری ہے: ”إِنَّ الْبَائِعِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ“^(۱) (پیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں)۔

اور حدیث میں ہے کہ جب حضرت مجاشع نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: کس بات پر آپ ہم سے بیعت لیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”على الإسلام والجهاد“^(۲) (اسلام اور جہاد پر)۔ اور یہ عقد اور معاہدہ کرنے کے معنی میں ہے، گویا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی چیز دوسرے کے ہاتھ بیچ دی، اور اس کو اپنی خالص نیت، اپنی اطاعت اور اپنا راز سونپ دیا۔ اور اسی کے مثل بیعت کی قسمیں ہیں، جن کو حجاج نے بہت سخت امور یعنی طلاق، آزادی اور روزہ وغیرہ پر مشتمل کر کے مرتب کیا تھا^(۳)۔



(۱) المغنی ۹۶/۳، ۹۸، نیل المارب ۳۹۹/۱، تاریخ کردہ مکتبہ الفلاح کوہت،

۳۱۳ھ، جوہر الاکلیل ۱۸۶/۲، ۱۸۷۔

حدیث جامعہ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۱۳/۵ طبع استنباطی) نے کی ہے۔

اور حدیث: ”اللہبی عن النبی“ کی روایت ترمذی (۵۸۵/۳ طبع جامعہ)

نے کی ہے۔

(۱) سورۃ فتح ۱۰۔

(۲) حضرت مجاشع کی حدیث کی روایت بخاری (فتح ۶/۱۱ طبع استنباطی) اور

مسلم (۳/۳۸۷ طبع المجلد) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۳) لسان العرب، المصباح الممیر، الصحاح۔

بیعت ۲-۵

متعلقہ الفاظ:

الف- عقد:

۳- عقد: اس کی جمع عقود ہے، لغت میں اس کے کئی معانی ہیں مثلاً رسی وغیرہ میں گرہ لگانا، اور اس کا ایک معنی عہد ہے (۱)۔

اصطلاح میں عقد تصرف کے اجزاء کو شرعاً ایجاب و قبول کے ذریعہ مربوط کرنا ہے (۲)۔

لہذا عقد میں بمقابلہ بیعت عموم ہے۔

ب- عہد:

۴- لغت میں اس کے معانی میں سے ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ سے عہد کیا جائے، اور بندوں کے درمیان ہونے والے میثاق اور ایمان ہیں۔

عہد: وہ تحریر ہے جو حکمرانوں کے لئے ذمہ داری سونپتے وقت لکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع: ”عہود“ ہے، کہتے ہیں: عہد الیہ عہداً: سونپنا، حوالہ کرنا۔

عہد: وہ میثاق اور قسم ہے جو انسان سے لی جائے تم کہتے ہو: علیٰ عہد اللہ و میثاقہ یعنی مجھ پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے، اور أخذت علیہ عہداً للہ و میثاقہ: میں نے اس سے اللہ کا عہد اور میثاق لیا، اور ”بیعت“ ایک طرح کا عہد ہے (۳)۔

بیعت کا شرعی حکم:

۵- بیعت کرنے والوں کے لحاظ سے بیعت کا حکم مختلف ہوتا ہے، چنانچہ اہل حل و عقد پر اس شخص سے بیعت کرنا واجب ہے جس کو

بیعت اصطلاح میں جیسا کہ ابن خلدون نے اپنے ”مقدمہ“

میں اس کی تعریف کی ہے، طاعت پر عہد کرنا ہے، کو یا بیعت کرنے والا اپنے امیر سے اس بات پر عہد کرنا ہے کہ وہ اپنے ذاتی امر اور مسلمانوں کے امور کی نگرانی اس کے سپرد کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی کسی چیز میں اس سے نزاع نہیں کرے گا، اور خوشی و ناخوشی میں اس کے حکم کو مانے گا، اور جب وہ کسی امیر سے بیعت کر لیتے اور اس سے عہد کو مکمل کر لیتے تو عہد کی تاکید کے لئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیتے تھے۔ اس طرح سے یہ عمل خرید و فروخت کرنے والے کے فعل کی طرح ہو گیا اور بیعت دست بدست مصافحہ سے ہونے لگی۔

یہ لغت میں اس کا مدلول اور شریعت میں معروف معنی ہے۔ ”عقبہ کی رات“، اور ”درخت“ کے پاس نبی کریم ﷺ سے بیعت والی حدیث میں یہی مراد ہے، اور جہاں بھی یہ لفظ وارد ہے یہی مراد ہے۔ اسی سے ”بیعت خلفاء“، اور اسی سے ”بیعت کی قسمیں“ ماخوذ ہے، چنانچہ خلفاء عہد پر قسم لیتے، اور اس میں تمام اقسام کی قسموں کو شامل کر لیتے تھے، لہذا اس استیعاب و جامعیت کو ”ایمان بیعت“ کہا گیا (۱)۔

۲- علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ ثابت ہے کہ لوگ آپ ﷺ سے کبھی ہجرت و جہاد پر، کبھی ارکان اسلام کے قائم کرنے پر، کبھی کفار سے جنگ میں ثابت قدمی، اور برقرار رہنے پر، اور بسا اوقات سنت کو اختیار کرنے، بدعت سے اجتناب، اور طاعات کی پابندی پر بیعت کرتے تھے (۲)۔

اس کے علاوہ بیعت بمعنی ایک بار بیعت کرنا پر بحث کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”بیعت“۔

(۱) لسان العرب، امصباح لہمیر۔

(۲) التعریفات للبحر جانی، ۱۵۳۔

(۳) لسان العرب، التعریفات للبحر جانی۔

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۰۹ طبع دار احیاء التراث العربی۔

(۲) القواعد الفیہ للجدیدی لہرکتی، ۶۱۲ طبع ڈھاکہ۔

بیعت ۶

انہوں نے امامت کے لئے منتخب کیا ہو اور جس میں امامت کی تمام شرعی شرائط موجود ہوں۔

رہے عام لوگ تو اصل یہ ہے کہ اہل حل و عقد کی بیعت کی بنیاد پر ہر شخص پر بیعت واجب ہے، اس لئے کہ فرمان نبوی ہے: ”من مات و لیس فی عنقه بیعة لإمام مات میتة جاهلیة“^(۱) (جو مرگیا، اور اس نے کسی امام سے بیعت نہیں کی تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی)، لیکن مالکیہ کی رائے ہے کہ بقیہ لوگوں کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ بیعت شدہ امام کے ماتحت ہیں اور اس کی اطاعت کے پابند ہیں^(۲)۔

یہ تو بیعت کرنے والوں یعنی اہل حل و عقد اور بقیہ لوگوں کے تعلق سے ہے۔

جہاں تک امامت کے لئے منتخب کئے جانے والے شخص کا تعلق ہے تو اس پر واجب ہے کہ بیعت قبول کر لے، اگر امامت اس کے لئے متعین ہو، یعنی کسی دوسرے کے اندر تمام شرائط نہ پائی جائیں۔ اور اگر کئی ایک میں تمام شرائط موجود ہوں تو بیعت کو قبول کرنا فرض کفایہ ہوگا، دیکھئے: اصطلاح ”امامت کبریٰ“ اور ”اہل حل و عقد“۔

بیعت کی مشروعیت کے دلائل:

۶۔ مسلمانوں کا رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا، اللہ سے بیعت کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری میں ہے: ”إِنَّ الدِّينَ يَبَايَعُونَكَ إِنَّمَا

يُبَايَعُونَ اللَّهَ يَذُ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ“^(۱) (بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)، چنانچہ اجر و ثواب دینے میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ وفاداری کے بارے میں بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں سے اوپر، اور ہدایت کے ذریعہ ان پر احسان کرنے میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ طاعت کے باب میں ان کے ہاتھ کے اوپر ہے^(۲)۔

اس آیت میں بیعت سے مراد مقام حدیبیہ میں ہونے والی بیعت رضوان ہے، جہاں بیعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا“^(۳) (بیشک اللہ خوش ہوا ان مسلمانوں سے جبکہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ سو اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی)۔

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے، انہوں نے کہا: ”كنا يوم الحديبية ألفا و أربعمائة، فبايعناه وعمر آخذ بيده تحت الشجرة وهي سمرة“ (ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، اور حضرت عمرؓ آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑے ہوئے درخت کے نیچے تھے۔ اور وہ سمرة (ببول) کا درخت تھا)۔ انہوں نے کہا: ”بايعناه على أن لا نفر، ولم نبايعه على الموت“^(۴) (ہم نے آپ ﷺ سے نہ بھاگنے

(۱) سورہ فتح ۱۰۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبي ۱/۲۶۷۔

(۳) سورہ فتح ۱۸۔

(۴) حدیث جابرہ ”کنا يوم الحديبية.....“ کی روایت مسلم (۳/۸۳۳ طبع اہل حلی) نے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”من مات و لیس فی عنقه بیعة.....“ کی روایت مسلم (۳/۷۸ طبع اہل حلی) نے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۱/۳۶۸، شرح الکبیر ۳/۴۹۸، دیکھئے: منهاج الطالبین وجامعہ اقلیوی ۳/۱۷۳، مطالب اولیٰ ۱/۲۶۳۔

بیعت ۷

پر بیعت کی تھی، مرجانے پر بیعت نہیں کی تھی)۔

بیعت عقبہ اولیٰ میں مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ”عورتوں“ والی بیعت کی تھی، یہ جہاں فرض ہونے سے قبل تھی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے جو شکر کاء بدر اور عقبہ کی رات کے نقباء میں سے ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بایعونی علی أن لا تشرکوا باللہ شیئا، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا اولادکم، ولا تاتوا ببہتان تفترونہ بین ایلکم وأرجلکم، ولا تعصوا فی معروف، فمن وفى منکم فأجره علی اللہ، ومن أصاب من ذلک شیئا فعوقب فی الدنیا فهو کفارة له، ومن أصاب من ذلک شیئا ثم ستره اللہ، فهو إلی اللہ، إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه، فبایعناہ علی ذلک“ (۱) (تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اور بہتان نہ لادو گے جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لو، نیک کام میں نافرمانی نہ کرو گے، پھر تم میں سے جو یہ عہد پورا کرے اس کا ثواب اللہ پر ہے، اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے، اور اس دنیا میں اس کی سزا مل جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو کوئی ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے، پھر اللہ نے اس کو دنیا میں چھپائے رکھا، تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے اس کو معاف کر دے، اور اگر چاہے عذاب دے، پھر ہم نے ان باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی)۔

۷۔ رعی عورتوں والی بیعت تو اس کا بیان اس فرمان باری میں ہے:

”یا ایہا النبیؐ إذا جاءک المؤمنات یتبایعنک علی أن لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببہتان یتفرینہ بین یدیھن و أرجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعنہن واستغفرلھن اللہ إن اللہ غفورٌ رحیم“ (۱) (اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں تو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسی کو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر لیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے)۔

فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی عورتیں آپ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے عہد لیا شریک نہ ٹھہرائیں..... الخ۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان عورتیں جب ہجرت کر کے آئیں تو آپ ﷺ ان کا اس آیت کے مطابق امتحان لیتے: ”یا ایہا النبیؐ إذا جاءک المؤمنات یتبایعنک علی أن لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین“ إلی آخر الآیة۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر جو عورت اس کا اقرار کر لیتی تو کو یا بیعت کا اقرار کرتی (۲)۔

جب وہ اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ”انطلقن فقد بایعتکن“ (جاؤ، میں تم سے بیعت لے

(۱) سورہ بقرہ ۱۲۷۔

(۲) امام ابوہریرہ نے کہا یعنی آپ نے شرعی بیعت لے لی۔

(۱) حدیث عبادہ صامت کی روایت بخاری (المع ۱/ ۶۳ طبع استغیثہ) نے کی

بیعت ۸

(رسول اللہ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی کا ایک پیالہ منگاتے، اس میں دست مبارک ڈال دیتے پھر عورتیں آپ ﷺ کے حکم سے اپنے ہاتھ اس میں ڈال دیتیں)۔

بہر کیف رسول اللہ ﷺ سے مسلمان مردوں کی بیعت زبانی گفتگو کے ساتھ مصافحہ کے ذریعہ ہوتی تھی، جبکہ مسلمان عورتوں کی بیعت صرف زبانی ہوتی، مصافحہ نہیں ہوتا تھا۔ امام نووی نے ”شرح مسلم“ میں کہا: عورتوں کی بیعت ہتھیلی پکڑے بغیر صرف زبانی ہوتی، اور مردوں کی بیعت زبانی کے ساتھ ہتھیلی پکڑ کر ہوتی تھی (۱)۔

اور جس وقت حضرت عمر بن الخطابؓ کو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت کی، پھر مہاجرین نے ان سے بیعت کی، پھر انصار نے ان سے بیعت کی (۲)۔

نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی بیعت، اور دوسرے ائمہ سے بیعت کے درمیان فرق:

۸- رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا موضوع بیعت کرنے والوں کے سمع و طاعت کا عہد کرنے اور اس کے پابند ہونے اور خاص طور پر جس چیز کی بیعت ہوئی ہے، اس کی پابندی تک محدود ہے، رہا آپ ﷺ کا امامت کے لئے متعین ہونا تو وہ وحی کے ذریعہ تھا۔ اور دوسرے حضرات کی بیعت طرفین سے التزام اور پابندی ہے، یہ اہل حل

چکا) اور اللہ کی قسم! آپ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی مس نہ ہوا، بلکہ آپ ﷺ ان سے زبان سے بیعت لیتے تھے۔ حضرت عائشہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے کوئی اتر نہیں لیا، مگر جس کا اللہ نے حکم دیا، آپ ﷺ کی ہتھیلی کسی عورت کی ہتھیلی سے کبھی نہیں لگی، بلکہ وہ اتر کر لیتیں تو آپ ﷺ صرف زبان سے فرمادیتے: ”قد بايعتكن“ (۱) (میں تم سے بیعت لے چکا)۔ (یعنی ان سے مصافحہ نہیں ہوتا تھا)۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا، پھر حضرت عمر بن الخطابؓ کو ہمارے پاس بھیجا، انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، عورتوں نے سلام کا جواب دیا، انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، عورتوں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ گھر کے باہر سے بڑھایا، ہم نے اپنا ہاتھ گھر کے اندر سے بڑھایا، پھر انہوں نے کہا: خدا یا! تو کو اہرہ (۲)۔

حضرت عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے: ”أن النبي ﷺ كان إذا بايع النساء دعا بقدرح من ماء فغمس يده فيه، ثم أمر النساء فغمسن أيديهن فيه“ (۳)

(۱) حدیث ما کثرت ”الطلقن فقد بايعتكن“ کی روایت مسلم (۳/۱۳۸۹) طبع اہلحدیث نے کی ہے۔

(۲) حضرت ام عطیہ کی حدیث کی روایت ابن سعد (۸/۷۸) طبع دارالمیروت نے اپنی طبقات میں کی ہے نیز ابوداؤد (۱/۶۷۷) طبع عزت عبید دہاس نے مختصراً اس کی روایت کی ہے۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۸/۷۰، ۷۱، اسیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۲۳۱ جزو ۲۔

حدیث عمرو بن شعیبہ ”كان إذا بايع النساء دعا بقدرح من ماء.....“ کی روایت ابن سعد اور ابن مردویہ نے کی ہے، جیسا کہ الدر المنثور للسیوطی (۸/۱۳۳) طبع دارالفکر میں ہے۔

(۱) حاشیہ قلیوبی علی منہاج الطالبین ۳/۲۷۲، الاحکام السلطانیہ لابن یعلیٰ ص ۹ طبع مصحفی اہلحدیث، قواعد فقہ للجددی البرکتی رسالہ چہارم ص ۶۱۲۔
(۲) اسیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۶۶۰ جزو رابع۔

بیعت ۹-۱۰

منتخب شخص امامت سے گریز کرے اور اس کو قبول نہ کرے تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اس سے ہٹ کر دوسرے مستحق کو دیکھا جائے گا^(۱)۔

امامت کے انعقاد میں بیعت کا اثر:

۱۰- اہل حل و عقد کی طرف سے امام کا انتخاب اور اس کے لئے ان کی بیعت ہی امامت کے انعقاد میں اصل ہے، اور اہل حل و عقد علماء اور اہل رائے و تدبیر کی جماعت ہے، جن میں امانت و عدالت اور رائے کی شرائط کے ساتھ ساتھ علم بھی ہو (دیکھئے: اہل حل و عقد)۔

رہا ولی عہد بنانے یا غلبہ کی وجہ سے امامت کا انعقاد^(۲) تو اس کا حکم اصطلاحاً: ”امامت کبریٰ“ میں دیکھا جائے۔

جو لوگ امام کے شہر میں ہیں ان کو دوسرے شہروں والے لوگوں پر کوئی خصوصیت اور امتیاز حاصل نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ امام کے انتخاب میں دوسرے سے آگے ہوں، امام کے شہر کے لوگ عقد امامت کرنے والے محض عرفاً ہو گئے ہیں، شرعاً نہیں، کہ ان کو امام کی موت کا علم پہلے ہوتا ہے، اس لئے کہ اکثر خلافت کے اہل فراد امام کے شہر میں موجود ہوتے ہیں^(۳)۔

و عقد کی طرف سے امام کے لئے سمع و طاعت کی پابندی اور اس کی امامت کا اقرار کرنا ہے، اور جس کے لئے بیعت کی جائے اس کی طرف سے عدل و انصاف قائم کرنے، اور فرائض امامت کی انجام دہی کی پابندی کا اقرار ہے^(۱)، اس بیعت پر اگر وہ شرعی طریقہ پر ہو جائے، اس شخص کے لئے امامت کا انعقاد مرتب ہوگا جس سے اہل حل و عقد بیعت کر لیں، اور اہل حل و عقد کے علاوہ بقیہ لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اہل حل و عقد کے اتباع میں اس سے بیعت کر لیں۔

کیا بیعت عقد ہے اور قبول کرنے پر موقوف ہے؟

۹- بیعت رضا اور اختیار کا عقد ہے اس میں جبر و دباؤ کا کوئی دخل نہیں ہے، اور یہ طرفین کے درمیان عقد ہے، ایک طرف اہل حل و عقد اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس کا انہوں نے اپنے اجتہاد سے انتخاب کیا ہے، جس میں امامت کی تمام شرائط موجود ہیں، تاکہ وہ ان کا امام ہو سکے۔ جب اہل حل و عقد انتخاب کے لئے جمع ہوں اور امامت کی اہلیت رکھنے والوں کے حالات کا جائزہ لیں جن میں امامت کی شرائط موجود ہیں تو ان میں سب سے افضل اور سب سے مکمل شرائط کے حامل کو آگے بڑھادیں جس کی اطاعت لوگ فوری کریں گے، اور اس کی بیعت سے توقف نہیں کریں گے، اور اپنے اجتہاد کے نتیجے میں انہوں نے جماعت میں سے ایک معین شخص کا انتخاب کر لیا تو اس کے سامنے امامت کو پیش کریں، اگر وہ قبول کر لے تو اس سے بیعت امامت کر لیں، اور ان کی بیعت ہو جانے سے اس شخص کی امامت کا انعقاد ہو جائے گا، اور تمام امت کو اس کی بیعت میں داخل ہونا اور اس کی اطاعت قبول کرنا واجب ہوگا، اور اگر وہ

(۱) الاحکام السلطانیہ والولایات المدنیہ للماوردی رص ۷ طبع دارالکتب العلمیہ، حاشیہ قلیوبی علی منہاج الطالبین ۳/ ۱۷۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ رص ۸ طبع اول مصنفی المجلس، مقدمہ ابن خلدون رص ۲۰۹۔

(۲) ابن عابدین ۳/ ۳۶۹، شرح الکبیر ۳/ ۲۹۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی رص ۶، منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبی ۳/ ۱۷۳، مطالب اولیٰ ائمتنا ۶/ ۲۶۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ رص ۵۔

(۳) ابن عابدین ۳/ ۳۱۰، شرح الکبیر ۳/ ۲۹۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی رص ۶، مطالب اولیٰ ائمتنا ۶/ ۲۶۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ رص ۳، ۳۔

(۱) مطالب اولیٰ ائمتنا ۶/ ۲۶۶۔

بیعت ۱۱-۱۲

سے انعقاد کے قائل ہیں^(۱)۔ تفصیل اصطلاح ”امامت کبریٰ“ میں دیکھئے۔

طریقہ بیعت:

۱۲- اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیعت کرنے والے اہل حل و عقد میں سے ہر شخص بیعت کرتے وقت کہے: ہم نے آپ سے عدل و انصاف کے قائم کرنے اور فرانس امامت کی انجام دہی پر بیعت کی، اس کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عہد رسالت اور خلفائے راشدین میں بیعت مصافحہ کے ذریعہ ہوتی تھی، لیکن جب حجاج برسر اقتدار آیا تو اس نے اللہ کی قسم، طلاق، آزادی اور صدقہ مال پر مشتمل قسمیں مرتب کیں۔ ابن القیم نے ”إعلام الموقعین“ میں مزید لکھا ہے کہ عورتوں سے بیعت زبانی ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کبھی بھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا^(۲)۔

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے سلسلہ میں جب حضرت عمرؓ کو مسلمانوں میں اختلاف کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: ابو بکر! اپنا ہاتھ پھیلائیے، انہوں نے ہاتھ پھیلا دیا، حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت کر لی، پھر مہاجرین نے بیعت کی، پھر انصار نے بیعت کی۔

عورتوں کی بیعت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ وہ زبانی ہوتی تھی، آپ ﷺ عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں مارتے تھے، جیسا کہ مردوں سے بیعت کرتے تھے۔

(۱) الاحکام السلطانیہ لابی بعلیؓ ص ۷، ولما وردی ۶، ۷، جامعہ الدوسقی ص ۳۹۸،
الشرح الکبیر ص ۳۹۸، مطالب اولیٰ ائسی ۱/۲۶۳، ابن طاہرین ص ۳۱۰،
منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبی ص ۱۷۳۔
(۲) مطالب اولیٰ ائسی ۱/۲۶۶، الاحکام السلطانیہ لابی بعلیؓ ص ۹۔

جن لوگوں کی بیعت سے امامت کا انعقاد ہوتا ہے ان کی تعداد:

۱۱- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ امامت کا انعقاد بیعت پر اہل حل و عقد کے اتفاق کر لینے اور ہر شہر کے جمہور اہل حل و عقد کی طرف سے بیعت کر لینے اور آمادگی پائے جانے سے ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اس سے کم سے امامت کا انعقاد نہیں ہوتا، تا کہ اس کی امامت پر مکمل رضا اور آمادگی پائی جائے۔ امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”من بايع رجلا من غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو ولا الذي بايعه“^(۱) (جس نے کسی شخص سے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت کر لی تو نہ اس نے بیعت کی اور نہ اُس نے جس کی بیعت کی گئی)۔

ابو یعلیٰ نے کہا: رہا اہل حل و عقد کے انتخاب سے امامت کا انعقاد تو وہ جمہور اہل حل و عقد کے بغیر نہیں ہوگا، اور اسحاق بن ابراہیم کی روایت میں امام احمد نے کہا: امام وہ ہے جس پر اہل حل و عقد اتفاق کر لیں، سب کہیں: یہ امام ہے۔ ابو یعلیٰ نے کہا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ امامت کا انعقاد ان کی جماعت سے ہوگا۔

ایک قول ہے کہ اس سے کم سے بھی ہو جائے گا۔ جمہور اہل حل و عقد ہی کے ذریعہ امامت کے انعقاد کے قائلین میں مالکیہ اور حنابلہ ہیں، معتزلہ نے کہا: پانچ سے انعقاد ہو جائے گا، شافعیہ نے کہا: چار، تین اور دو سے انعقاد ہو جائے گا، اور حنفیہ ایک

(۱) حضرت عمر بن الخطابؓ کے اثر: ”من بايع رجلا من غير مشورة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۳/۱۳۵ طبع استغیہ) نے تفصیل سے کی ہے۔

بیعت کو توڑنا:

۱۳- امام سے بیعت کرنے کے بعد اس کی بیعت کو توڑنا یا اس کی اطاعت نہ کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے الا یہ کہ بیعت کے توڑنے کا کوئی شرعی تقاضا ہو مثلاً امام کا مرتد ہونا، اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب جن کا ذکر اصطلاح ”امامت کبریٰ“ میں آچکا ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے بیعت توڑ دے تو حرام ہے^(۱)۔ اس کی ممانعت اس فرمان باری میں وارد ہے: ”إِنَّ الْبَيْعَانَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ، فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا“،^(۲) (بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو کوئی عہد توڑے گا تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اس پر پڑے گا، اور جو کوئی اس چیز کو پورا کر لے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اسے عنقریب بڑا اجر دے گا)، اور فرمان نبوی ہے: ”من بايع إماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه إن استطاع“،^(۳) (جس نے کسی امام سے بیعت کر لی، اس کو اپنا ہاتھ دے دیا، اور دل سے اس کی تابع داری کر لی، تو اس کی اطاعت کرے، جہاں تک طاقت ہو)۔

بیعتہ

دیکھئے: ”معابد“۔

بیعتہ

دیکھئے: ”شہادات“ اور ”إشبات“۔



(۱) ابن ماجہ ۱/۳۶۸، ۳/۳۱۰، شرح الکبیر ۳/۱۲۹، ۱۳۰، منہاج

الطائیفین وحاشیہ قلیوبی ۳/۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۱/۷،

مطالب اولیٰ ۱/۶، الاحکام السلطانیہ لابن علی ۱/۶۵۔

(۲) سورہ فتح ۱۰۔

(۳) حدیث: ”من بايع إماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه...“ کی روایت مسلم

(۳/۳۳۷ طبع اعلیٰ) نے کی ہے۔

تراجم فقہاء

جلد ۹ میں آنے والے فقہاء کا مختصر تعارف

ابن تیمیہ (تقی الدین): یہ احمد بن عبد الحلیم ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۹ میں گذر چکے۔

ابن الحاجب: یہ عثمان بن عمر ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۹ میں گذر چکے۔

ابن حبیب: یہ عبد الملک بن حبیب ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۰ میں گذر چکے۔

ابن حجر: یہ احمد بن حجر ایشمی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۰ میں گذر چکے۔

ابن خلدون: یہ عبد الرحمن بن محمد ہیں:
ان کے حالات ج ۶ ص ۲۷۶ میں گذر چکے۔

ابن رشد (المجد): یہ محمد بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۲ میں گذر چکے۔

ابن رشد (الحفید): یہ محمد بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۲ میں گذر چکے۔

ابن الرفعة (۶۴۵-۷۱۰ھ)
یہ احمد بن محمد بن علی بن مرتفع بن حازم، ابوالعباس، انصاری،
مصری ہیں، ابن رفاعہ کے نام سے مشہور ہیں، شافعی فقیہ، فضلاء مصر
میں سے تھے، انہوں نے ظہیر الترمذی، اور شریف عباسی سے فقہ
حاصل کیا، ان کا لقب ”فقیہ“ تھا، محی الدین دہری سے حدیث سنی،

الف

ابراہیم المقدسی (?-۵۱۸ھ)

یہ ابراہیم بن مسلم، ابوالفتح ہیں، فقیہ سلطان مقدسی کے نام سے
مشہور ہیں، شافعی فقیہ ہیں۔ ذہبی نے کہا: نصر مقدسی سے علم حاصل کیا
اور ابوبکر خطیب سے حدیث سنی۔ اسنوی اور علی سلامہ مقدسی نے کہا:
مذہب میں ماہر تھے، ستر سال کی عمر کے بعد مصر آئے، وہاں حدیث
سنی، وہ مصر کے عظیم ترین فقہاء میں سے تھے، مصر کے اکثر فقہاء نے
ان سے پڑھا۔

بعض تصانیف: ”البيان في أحكام التقاء الختان“، اور
”ذخائر الآثار“ فقہ میں۔

[شذرات الذہب ۵۸/۴؛ انجوم الزہرہ ۲۲۹/۵؛ معجم
المؤلفین ۱۱۱/۱؛ کشف الظنون ۲۶۳/۱]

ابن ابی موسیٰ: یہ محمد بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۸ میں گذر چکے۔

ابن الاثیر: یہ المبارک بن محمد ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۲ میں گذر چکے۔

ابن بطلہ: یہ عبید اللہ بن محمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۸ میں گذر چکے۔

ابن سماعہ

تراجم فقہاء

ابن قدامہ

اور مدرسہ معز یہ میں درس دیا۔

ابن عرفہ: یہ محمد بن محمد بن عرفہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: "المطلب فی شرح الوسیط"، "الکفایۃ فی شرح التنبیہ"، "بذل النصائح الشرعیۃ فیما علی السلطان وولایۃ الأمور وسانر الرعیۃ"، "الإیضاح والتبیان فی معرفۃ المکیال والمیزان" اور "الرتبۃ فی الحسبۃ"۔

ابن عمر: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

[شذرات الذہب ۲/۲۲: البدر الطالع ۱/۱۱۵: طبقات

الشافعیہ ۵/۱۷۷: معجم المؤلفین ۲/۵۱۳، لأعلام ۱/۲۱۳]

ابن فرحون: یہ ابراہیم بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن سماعہ: یہ محمد بن سماعہ التمیمی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۵۷ میں گذر چکے۔

ابن القاسم: یہ محمد بن قاسم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن سیرین: یہ محمد بن سیرین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۳ میں گذر چکے۔

ابن قاسم العبادی: یہ احمد بن قاسم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن الصلاح: یہ عثمان بن عبدالرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ (۵۹۷-۶۸۲ھ)

یہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ، ابوالفرج، مقدسی، اصلاً جماعیلی، پھر دمشق، صالحی، حنبلی ہیں، فقیہ، محدث اور اصولی تھے، اپنے والد، اپنے چچا موفی الدین، نیز ابوالیمان کنڈی اور ابن جوزی وغیرہ سے حدیث سنی، اور اپنے چچا موفی الدین سے فقہ حاصل کیا، اور خود ان سے محی الدین نووی، احمد بن عبدالدائم، قتی الدین بن تیمیہ وغیرہ نے روایت کیا، مدرس و مفتی رہے اور ایک زمانہ تک علم سکھاتے رہے۔ لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ اپنے دور میں مذہب حنبلی کی

ابن عابدین: یہ محمد امین بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن عباس: یہ عبداللہ بن عباس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن عبدالبر: یہ یوسف بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ

تراجم فقہاء

ابو بکر الصديق

ریاست انہی پر ختم ہوئی، نہ چاہتے ہوئے بھی بارہ سال سے زیادہ تک منصب قضا پر فائز رہے، اور اس پر متعین وظیفہ نہیں لیا۔ بعض تصانیف: ”شرح المقنع“ دس جلدوں میں، اور ”تسهیل المطلب فی تحصیل المذہب“۔

[شذرات الذہب ۳۷۶/۵؛ الذیل علی طبقات الخنابلہ ۳۱۹/۱؛ انجوم الزہرہ ۵۸/۷؛ معجم المؤلفین ۳۶۹/۵]

ابن قدامہ: یہ عبداللہ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن القصار: یہ علی بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۱۶ میں گذر چکے۔

ابن القطان: یہ عبداللہ بن عدی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

ابن التمیم: یہ محمد بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن الملکشون: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گذر چکے۔

ابن المنذر: یہ محمد بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۰ میں گذر چکے۔

ابن نجیم: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

ابن ہانی (?-۲۶۵ھ)

یہ ابراہیم بن ہانی، ابو اسحاق نيساپوری، امام احمد کے کبار اصحاب میں سے ہیں۔ یہ امام حدیث تھے، بہت سفر کرنے والے تھے۔ انہوں نے ابو عبید اللہ العیشی، یعلیٰ بن عبید اور محمد بن عبید وغیرہ سے حدیث روایت کی اور امام احمد سے بہت سے مسائل نقل کئے۔ امام احمد کہا کرتے تھے: اگر شہر میں ابدال میں سے کوئی ہے تو وہ اسحاق نيساپوری ہیں۔ ابتلاء و آزمائش کے دور میں امام احمد انہی کے گھر میں روپوش رہے۔

[طبقات الخنابلہ لابن یعلیٰ ۱/۲۷؛ شذرات الذہب ۲/۲۷]

۱۴۹: انجوم الزہرہ ۳۱/۳

ابن الہمام: یہ محمد بن عبدالواحد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

ابن یونس: یہ احمد بن یونس مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶۱ میں آئیں گے۔

ابو ایوب الانصاری: یہ خالد بن زید ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

ابو بکر: یہ عبدالعزیز بن جعفر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۳ میں گذر چکے۔

ابو بکر الصديق:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گذر چکے۔

ابو ثور

تراجم فقہاء

ابو عبید

ابو ثور: یہ ابراہیم بن خالد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۳ میں گذر چکے۔

ہے۔ محمد بن یوسف فربری، عمر بن علی مروزی، اور محمد بن عبد اللہ سعدی وغیرہ سے حدیث روایت کی، اور خود ان سے پیشم بن احمد صباغ، عبد الوہاب میدانی، اور ابو عبد اللہ حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے، خطیب نے کہا: وہ ائمہ مسلمین میں سے اور مذہب شافعی کے حافظ تھے۔

ابو حنیفہ (؟- ۶۴ھ)

یہ وہب بن عبد اللہ بن مسلم بن جنادہ، ابو حنیفہ، سوانی، صحابی ہیں، رحلت نبوی کے وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے عون، نیز سلمہ بن کہیل، شععی، اور حکم بن حنیفہ وغیرہ نے روایت کیا۔ کوفہ میں رہائش تھی، حضرت علی کی خلافت کے دور میں بیت المال، اور پولیس کے ذمہ دار رہے۔ حضرت علی ان کو ”وہب الخیر“ کہہ کر پکارتے تھے۔

[شذرات الذہب ۶/۳: نجوم الزہرہ ۴/۱۴۱: طبقات الشافعیہ ۲/۱۰۸]

[لإصابہ ۳/۶۴۲: تہذیب التہذیب ۱۱/۱۶۴: لأعلام

۱۴۹/۹]

ابو سعید الخدری: یہ سعد بن مالک ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

ابو شجاع (؟-؟)

ابو الوفاء نے الجواہر المصیہ میں کہا: ابو شجاع کا ذکر ”خاصی“ نے اس مسئلہ میں کیا ہے: اگر نماز میں تشہد سے فراغت کے بعد بھول کر حضور ﷺ پر درود شروع کر دے، پھر یاد آئے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، تو سید امام ابو شجاع، اور قاضی ماتریدی نے کہا: اس پر سجدہ سہو واجب ہے، جیسا کہ یہی ہمارے مشائخ کا جواب ہے، البتہ سید امام نے کہا: اگر وہ ”اللہم صلی علی محمد“ کہہ دے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اور قاضی ماتریدی نے کہا: اس پر واجب نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ ”و علی آل محمد“ نہ کہہ دے۔ یہ ابو شجاع اور قاضی ماتریدی، امام علی سعدی کے ہم عصر تھے، سعدی کا انتقال ۳۶ھ میں ہوا ہے۔

[الجواہر المصیہ ۲/۲۵۴-۲۵۵ طبع اول: حاشیۃ الفتنی علی تبیین الحقائق ۱/۱۹۳]

ابو حنیفہ: یہ النعمان بن ثابت ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابو الخطاب: یہ محفوظ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابو داؤد: یہ سلیمان بن الأشعث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابوزید (۳۰۱-۷۳ھ)

ابو عبید: یہ القاسم بن سلام ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

یہ محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد، ابوزید، فاشانی ہیں، شافعی فقیہ اور محدث ہیں، ”مرو“ کے ایک گاؤں ”فاشان“ کی طرف نسبت

ابو الفضل

تراجم فقہاء

اسحاق بن منصور

ابو الفضل: یہ عبداللہ بن محمود ہیں:

الاذرعی: یہ احمد بن حمدان ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۴ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

ابو مسعود: یہ عقبہ بن عمرو ہیں:

الاسیبی (؟-۸۰ھ)

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

یہ احمد بن منصور، قاضی، ابونصر، اسیبی ہیں، حنفی فقیہ ہیں، ان

کی نسبت ”اسیباب“ کی طرف ہے، جو حد و ترک کا ایک بڑا شہر

ہے۔ ابوالوفاء نے الجواہر میں عمر بن محمد نسبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ

سمرقند آئے تو لوگوں نے ان کو افتاء کے لئے بیٹھا دیا، اور واقعات

کے سلسلے میں انہی کی طرف رجوع ہو گیا۔ اور ان کی وجہ سے دینی

امور منظم ہو گئے، اور ان کے اچھے اثرات سامنے آئے، وفات کے

بعد ان کا ایک صندوق ماجس میں بہت سے فتاویٰ تھے۔

ابو ہریرہ: یہ عبدالرحمن بن صخر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: ”شرح مختصر الطحاوی“، ”شرح علی

کتاب الصلوات ابن مازة“، ”شرح الکافی“، ”فتاویٰ“، یہ

سب فروع حنفی میں ہیں۔

ابو یعلیٰ: یہ محمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

ابو یوسف: یہ یعقوب بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

[الجواہر المصیہ ۱/ ۱۲۷؛ الفوائد البہیہ ۴۲؛ معجم المؤلفین

۱۸۳/۲]

الأتاسی: یہ خالد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

اسحاق بن راہویہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

الاثرم: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

اسحاق بن منصور (؟-۲۵۱ھ)

یہ اسحاق بن منصور بن بہرام، ابویعقوب، کونج مروزی ہیں،

حنبلی فقیہ، امام احمد کے اصحاب میں سے اور رجال حدیث میں سے

ہیں۔ سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور عبدالرحمن بن مہدی

وغیرہ سے حدیث سنی، اور خود ان سے ابراہیم بن اسحاق حربی،

عبداللہ بن احمد بن حنبل، بخاری اور مسلم (صحیحین میں)، ابوزرعہ اور

أخوین:

مالکیہ کی کتابوں میں اخوین سے مراد: مطرف اور ابن ماجشون

ہیں۔ ان کو ”اخوین“ اس لئے کہا گیا کہ احکام میں وہ بکثرت ہم

رائے ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

[الخرشی ۱/ ۴۹ طبع اول]

ابویسی ترمذی وغیرہ نے روایت کی۔ مسلم بن حجاج اور ابو عبد الرحمن نسائی نے کہا: اسحاق بن منصور ثقہ مامون ہیں۔ اور ابو یعلیٰ نے کہا: اسحاق عالم فقیہ تھے، انہوں نے فقہ میں امام احمد کے حوالہ سے مسائل مدون کئے۔

بعض تصانیف: "المسائل" فقہ میں۔

[طبقات الحنابلہ لابن یعلیٰ ۱/۱۳۳؛ شذرات الذہب ۲/۱۲۳؛

لأعلام ۱/۲۸۹؛ معجم المؤلفین ۲/۲۳۹]

ب

الباہرتی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

الباجی: یہ سلیمان بن خلف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

باعلوی (?-۱۲۵۱ھ)

یہ عبد الرحمن بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی، حضرمی، شافعی ہیں،

فقیہ تھے، دیار حضرم میں مفتی رہے۔

بعض تصانیف: "بغیة المسترشدين في تلخيص فتاوى

بعض الأئمة من العلماء المتأخرين" اور "غاية تلخيص

المراد من فتاوى ابن زياد"۔

[هدية العارفين ۱/۵۵۷؛ الاعلام ۲/۱۱۰؛ معجم المؤلفین

۵/۱۷۳؛ معجم المطبوعات ۱/۵۱۷]

البخاری: یہ محمد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۲ میں گذر چکے۔

بریرہ (?-?)

بریرہ صحابیہ ہیں، یہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق کی آزاد

الاسنوی: یہ عبد الرحیم بن الحسن ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

اصغ: یہ اصغ بن الفرغ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۰ میں گذر چکے۔

امام احمد: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۸ میں گذر چکے۔

امام الحرین: یہ عبد الملک بن عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

انس بن مالک:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۶ میں گذر چکے۔

الاوزاعی: یہ عبد الرحمن بن عمرو ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

البعوی

تراجم فقہاء

الجصاص

کردہ باندی تھیں، پہلے یہ بنی بلال کے ایک شخص کی ملکیت میں تھیں، انہوں نے ان سے مکاتبہ کر لی، پھر ان کو حضرت عائشہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور انہوں نے ان کو آزاد کر دیا، حضرت عائشہؓ کی ملکیت میں آنے سے قبل وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت کرتی تھیں، حضرت بریرہ عی کے بارے میں یہ حدیث پاک وارد ہے: ”الولاء لمن أعتق“ (ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے)۔ بعض ائمہ نے اس حدیث کے فوائد کو جمع کیا ہے، آزادی کے وقت وہ شوہر والی تھیں، ان کے شوہر کا نام مغیث تھا، ان کی آزادی کے وقت ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ مختلف فیہ مسئلہ ہے، صحیح ہے کہ وہ غلام تھے۔

الترمذی: یہ محمد بن صالح ہیں:
ان کے حالات ج ۳ ص ۷۱ میں گذر چکے۔

ث

الثوری: یہ سفیان بن سعید ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۵۵ میں گذر چکے۔

[لا صا ۲ / ۲۵۱ : اسد الغابہ ۶ / ۳۹۶ : الاستیعاب ۴

[۱۷۹۵

البعوی: یہ الحسن بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۴ میں گذر چکے۔

ج

البہوتی: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۴ میں گذر چکے۔

جابر بن عبد اللہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۶ میں گذر چکے۔

الجصاص: یہ احمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۶ میں گذر چکے۔

ت

التسولی: یہ علی بن عبد السلام ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۸۴ میں گذر چکے۔

المحوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۳۶۶ میں آئیں گے۔

ح

خ

الحسن بن زیادہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

الحصکفی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الخرشی: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

الخرقی: یہ عمر بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

الخطاب: یہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الخطابی: یہ حمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

الحکم: یہ الحکم بن عتیبہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گذر چکے۔

الخال: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

الحکیم بن حزام:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

خیرالدین الرطلی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۲ میں گذر چکے۔

المکلوانی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

حماد بن ابی سلیمان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

و

الدروریہ: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

الدسوقی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

زفر بن الہذیل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

زید بن ثابت:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

الزلیعی: یہ عثمان بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

ر

الرازی: یہ محمد بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

الرافعی: یہ عبدالکریم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

السائب بن یزید:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۸۷ میں گذر چکے۔

سالم بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔

س

السبکی

تراجم فقہاء

الشروانی

السبکی: یہ علی بن عبدالکافی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

السیوطی: یہ عبدالرحمن بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

السرخسی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

ش

سعد بن ابی وقاص:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

الشاشی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

سعید بن المسیب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

الشاطبی: یہ قاسم بن فیروہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۳ میں گذر چکے۔

سہل بن ابی حشمہ (؟-؟)

یہ سہل بن ابی حشمہ بن ساعدہ بن عامر بن عدی، انصاری، اوسی ہیں، ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول میں عبداللہ ہے، دوسرا قول عامر ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ، زید بن ثابت، اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کیا۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے محمد، ان کے بھتیجے محمد بن سلیمان، نیز بشیر بن یسار اور نافع بن جبیر بن مطعم وغیرہ نے روایت کیا۔ ابن مندہ، ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے کہا: وفات نبوی کے وقت ان کی عمر آٹھ سال یا اس کے قریب تھی۔ طبری نے قطعی طور پر کہا کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں ان کا انتقال ہوا، ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے نقل کیا کہ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے، اور بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔

الشافعی: یہ محمد بن ادریس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشرینی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشرنبلاوی: یہ حسن بن عمار ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

الشروانی: یہ شیخ عبدالحمید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

[الاصابہ، ۸۶/۲، تہذیب التہذیب ۴/۲۴۸: اسد الغابۃ

۲/۲۶۶: الاستیعاب ۲/۶۶۱]

الشمسی (؟-۱۰۲۱ھ)

یہ احمد بن محمد بن احمد بن یونس، ابو العباس، مصری ہیں، شمس (چلپی) سے مشہور ہیں، حنفی فقیہ، محدث، نحوی تھے۔ اپنے والد سے اور جمال الدین یوسف بن قاضی زکریا وغیرہ سے علم حاصل کیا، اور خود ان سے شہاب احمد شوری، شیخ حسن شربلائی، اور شمس محمد بابلی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: "تجريد الفوائد الرقائق في شرح كنز الدقائق"، "مناسك الحج" اور "فتاویٰ" جس کو ان کے پوتے علی بن محمد نے جمع کیا ہے۔

[خلاصة الاثر ۲۸۲/۱: معجم المؤلفين ۸/۲: لأعلام

[۲۲۵/۱]

ص

صاحب الانصاف: یہ علی بن سلیمان المرادوی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

صاحب البحر الرائق: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

صاحب البدائع: یہ ابو بکر بن مسعود ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گذر چکے۔

صاحب بغية المسترشدین:
دیکھئے: باعلوی۔

صاحب البيان:
دیکھئے: ابراہیم المقدسی۔

صاحب الخلاصة: یہ طاہر بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

صاحب الشرح الکبیر: یہ عبدالرحمن بن محمد بن قدامہ ہیں:
دیکھئے: ابن قدامہ (ابو الفرج)۔

الشوکانی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

شیخ خلیل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۲ میں گذر چکے۔

شیخ العدوی: یہ علی بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

شیخ علیش: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

شیخین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۲ میں گزر چکی۔

صاحب الشرح الكبير

تراجم فقہاء

طلحہ بن عبید اللہ

صاحب الشرح الكبير: یہ محمد بن احمد الدسوقی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

صاحب کشاب القناع: یہ منصور بن یونس ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

ط

صاحب المہذب: یہ ابراہیم بن علی الشیرازی ابو اسحاق ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

صاحب انہر: یہ عمر بن ابراہیم بن نجیم ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۵ میں گذر چکے۔

صاحب الہدایہ: یہ علی بن ابی بکر المرغینانی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

طلحہ بن عبید اللہ (۲۸ ق ۵-۳۶ ھ)

یہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر قرظی رضی اللہ عنہ، ابو محمد ہیں، صحابی، بہادر تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، چھ اصحاب شوری میں سے ہیں، اور آٹھ سابقین اولین میں سے ہیں، ان کو ”طلحہ الجود“، ”طلحہ الخیر“، اور ”طلحہ الفیاض“ کہا جاتا ہے۔ یہ سارے القاب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مختلف مواقع پر عطا فرمائے تھے۔

صاحبین:
اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکی۔

غزوہ احد میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے، اور آپ ﷺ سے موت کی بیعت کی، ان کو چوبیس زخم آئے، اپنے جسم کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بنا دیا، اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ پر آنے والے تیروں کو روکا، جس کی وجہ سے آپ کی انگلی شل ہو گئی، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک رہے۔ عراق کے ساتھ ان کی زبردست تجارت تھی، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے

الصاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

عائشہ

تراجم فقہاء

عمرو بن شعیب

روایت کی ہے۔ اور خود ان سے ان کی اولاد، محمد، موسیٰ، تکلیبی، عمران، عائشہ، اور مالک بن اوس بن حدثان وغیرہ نے روایت کیا۔

عثمان بن عفان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۷ میں گذر چکے۔

[الاصابہ ۲/۲۲۹: الاستیعاب ۲/۶۴: تہذیب التہذیب

۲۰/۵: الاعلام ۳/۳۳۱]

عطاء بن اسلم:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

علی السعدی (?-۴۶۱ھ)

یہ علی بن حسین بن محمد، ابوالحسن، سعدی، قاضی ہیں، سمرقند کے ایک نواحی علاقہ ”سعد“ کی طرف منسوب ہیں۔ حنفی فقیہ تھے، بخاری میں سکونت پذیر تھے، قاضی رہے، افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ سمعانی نے کہا: وہ امام، فاضل، فقیہ تھے، حدیث سنی۔ ان سے شمس الاممہ حسنی نے روایت کیا ہے۔ حنفیہ کی رناست انہی پر ختم ہوئی۔ بعض تصانیف: ”النتف“ (فتاویٰ میں)، محمد بن حسن شیبانی کی الجامع الکبیر کی شرح، اور خصاف کی کتاب ادب القاضی کی شرح۔ [الجواهر المضية ۱/۳۶۱: الفوائد البہیہ ۱۲۱: لأعلام ۵/۹۰: معجم المؤلفین ۷/۷۹]

ع

عائشہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۵ میں گذر چکے۔

عامر بن فہیرہ:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

عمر بن الخطاب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

عبادہ بن الصامت:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

عمران بن الحصین:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گذر چکے۔

عبداللہ بن عمر:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

عمرو بن شعیب:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

عبداللہ بن عمرو:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

عمرو بن العاص

عمرو بن العاص:

ان کے حالات ج ۶ ص ۳۹۵ میں گذر چکے۔

عمیرہ البرسی: یہ احمد عمیرہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۰ میں گذر چکے۔

تراجم فقہاء

تہستانی

القراfi: یہ احمد بن اوریس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۴ میں گذر چکے۔

القفال: یہ محمد بن احمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۵ میں گذر چکے۔

التلیوبی: یہ احمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۵ میں گذر چکے۔

غ

تہستانی (? - تقریباً ۹۵۳ھ)

یہ محمد بن حسام الدین، خراسانی، شمس الدین، تہستانی ہیں۔
تہستان: خراسان کا ایک قصبہ ہے، حنفی فقیہ ہیں، بخاری کے مفتی
تھے۔ ابن العماد نے شذرات الذہب میں کہا: وہ امام، عالم، زاہد، اور
متبحر فقیہ تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کے کان میں جو بات پڑ گئی، اس کو وہ
کبھی نہیں بھولے۔

الغزالی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۱ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: "جامع الرموز" جو النقایة مختصر الوقایة
کی شرح ہے، "جامع المبانی فی شرح فقہ الکیلمانی"، اور
"شرح مقدمة الصلاة"، یہ سب فروع حنفی میں ہیں۔

ق

[شذرات الذہب ۳۰۰/۸؛ الاعلام ۲۳۳/۷؛ معجم
المؤلفین ۱۷۹/۹]

قاضی ابوالحسن: یہ علی بن الحسن الماتریدی ہیں:

دیکھئے: الماتریدی۔

قاضی زکریا الانصاری: یہ زکریا بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶۶ میں گذر چکے۔

مالک: یہ مالک بن انس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸۹ میں گذر چکے۔

المماوردی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹۰ میں گذر چکے۔

المتولی: یہ عبدالرحمن بن مامون ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۰ میں گذر چکے۔

ثنی بن جامع (تیسری صدی کے ہیں)

یثنی بن جامع، ابو الحسن، انباری ہیں، امام احمد کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے سعد بن سلیمان واسطی، محمد بن صباح دولابی، عمار بن نصر خراسانی، اور احمد بن حنبل وغیرہ سے روایت کیا ہے، اور خود ان سے احمد بن محمد بن یثیم دوری اور یوسف بن یعقوب بن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا۔ ابو بکر خلال نے کہا: ثنی ایک پرہیزگار شخص تھے، بشر بن حارث، اور عبدالوہاب وراق کے نزدیک بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا مذہب تھا کہ اہل بدعت سے قطع تعلق رکھا جائے، ان سے علاحدہ رہا جائے۔ ابو عبداللہ (یعنی امام احمد) ان کی حیثیت اور حق کو جانتے تھے، انہوں نے ان سے ”اچھے مسائل“ نقل کئے۔

[طبقات الحنابلہ ۱/۳۳۶]

الحمالی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۲۹۱ میں گذر چکے۔

المحلی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۰ میں گذر چکے۔

ک

الکاسانی: یہ ابو بکر بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸۶ میں گذر چکے۔

الکرخی: یہ عبید اللہ بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸۶ میں گذر چکے۔

الکرلانی: یہ جلال الدین بن شمس الدین ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گذر چکے۔

م

الماتریدی (?-۵۱۱ھ)

یہ علی بن حسن بن علی بن محمد بن عفان، ابو الحسن، قاضی، ماتریدی ہیں، شیخ الاسلام ابو منصور ماتریدی کے نواسے ہیں، انہوں نے اپنے ماں سے فقہ حاصل کی۔

[الجواہر المصیہ ۱/۳۵۶]

محمد بن الحسن

تراجم فقہاء

تتخی بن ابی کثیر

محمد بن الحسن:

النووی: یہ تتخی بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۱ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

المرداوی: یہ علی بن سلیمان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

ی

المرغینانی: یہ علی بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

تتخی بن ابی کثیر (؟-۱۲۹ھ)

معاذ بن جبل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۳ میں گذر چکے۔

یہ تتخی بن صالح ابو کثیر، ابو نصر، بیامی ہیں، ان کا رشتہ ولاء قبیلہ بنو طے سے تھا، حضرت انسؓ سے روایت کیا، اور ان کو دیکھا تھا، اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، محمد بن ابراہیم تیمی، اور بلال بن ابو میمونہ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، نیز تتخی بن سعید انصاری، مکرمہ بن عمار، اور علی بن مبارک وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ عجل نے کہا: ثقہ ہیں۔ اصحاب حدیث میں شمار ہوتے تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا: تتخی امام ہیں، وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ”ثقات“ میں کیا ہے۔ اور بعض اصحاب حدیث نے ان کو زہری پر ترجیح دی ہے۔

[تہذیب ابن ہب ۱۱/۲۶۸: لآ علام ۹/۱۸۶]

ن

نافع: یہ نافع المدنی، ابو عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۴ میں گذر چکے۔

النخعی: یہ ابراہیم النخعی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۷ میں گذر چکے۔